أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

صحابہ اور قرآن

صحابہ اور قرآن کے تعلق پر 30 ابواب پر مشتمل مدلل کتاب



أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

محمد طیب محمدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com



بسم الله الرحمن الرحيم
www.KitaboSunnat.com

صحابہ اور قرآن

مرتب: محمد طیب محمدی

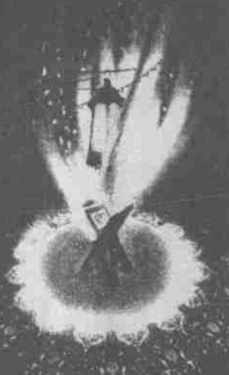
سن اشاعت: نومبر 2016

ادارہ تحقیقات سلفیہ، آبادی محبوب عالم نوشہرہ روڈ، گوجرانوالہ
0300-7453436
0322-5540596

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ

صحابہ اور قرآن

صحابہ اور قرآن کے تعلق پر 30 ابواب پر مشتمل مدلل کتاب



مرتب

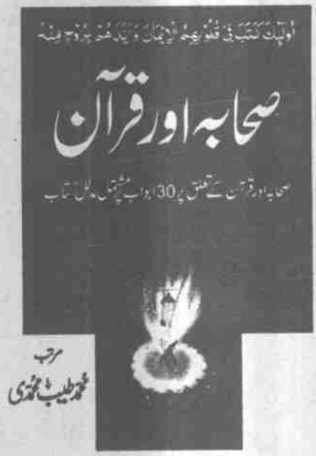
محمد طیب محمدی

صحابہ اور قرآن

قرآن مجید کا تعلق صحابہ کرام سے کیسا رہا ہے، اس کتاب کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آسمان سے قرآن اترتا زمین پر وہ عمل کرتے، قرآن کچھ چیزوں سے منع کرتا تو ان سے رک جاتے، قرآن کی کسی بات کی سمجھ نہ آتی تو پریشان ہوجاتے پھر قرآن اترتا پریشانی کافور ہوجاتی، ان کو مسائل پیش آتے تو کے حل کے لیے قرآن اترتا، قرآن ان کی تربیت کرتا، کبھی تو قرآن ان کے اعمال کی قبولیت کی بشارتیں سناتا، یہ لوگ ہر اس کی تلاوت کرتے، جہاں کوئی مسئلہ درپیش آتا تو قرآن پڑھتے، اس کو سمجھنے لیے رسالت مآب کے پاس بیٹھے رہتے، اور آپ سے پوچھتے، خود رسول اللہ ﷺ ان کو قرآن سکھاتے، قرآن کو محفوظ رکھنے کے لیے اس کو اپنے سینوں میں محفوظ کرتے، اور اس کو چمڑے اور ہڈیوں پر لکھتے، اس لیے انھوں نے کاتب وحی کا لقب بھی پایا، اور ان میں سے ایسے ہیں جن کی رائے کا احترام کرتے ہوئے آسمان سے قرآن اترتا، ان کو اس کی ہر ہر ایت کا علم ہوتا کہ یہ کب اور کہاں اور کس کے متعلق نازل ہوئی ہے، یہ اس کو سمجھنے کے لیے مجالس کا انعقاد کرتے، نمازوں میں رسول اللہ ﷺ کا قرآن سنتے، آپ کی قرأت کو محفوظ رکھتے، انھوں نے قرآن کو اپنی آنکھوں سے اترتا دیکھا ہے، یہ قرآن کے گواہ ہیں، نبی ﷺ پر وحی کی کیفیت کا انھوں نے مشاہدہ کیا ہے، پھر قرآن ان کی شان میں اترا، ان کے دفاع میں اترا، ان کے اوصاف میں اترا، ان کے کمالات پر اترا۔

ان ساری چیزوں کو اس کتاب میں دلائل کے ساتھ 30 ابواب میں الگ الگ بیان کیا گیا ہے، لالچ ہے کہ صحابہ کرام کا ساتھ مل جائے۔ آمین

انتساب



حافظ عبد المنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام جنھوں نے مجھے لکھنے کی رغبت دلائی، حوصلہ بڑھایا اور دعائیں دیں۔

اور والد محترم مولانا رحمت اللہ ارشد رحمۃ اللہ علیہ کے نام جنھوں نے میری تربیت کی، اور میرے لیے دعائیں کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان دونوں بزرگوں کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، اور ان کو نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین

دعا

یا اللہ! میری والدہ محترمہ کو ایمان اسلام اور صحت والی زندگی عطا فرما، جن کی دعائیں ہماری زندگی ہیں۔

محمد طیب محمدی

خطبہ مسنونہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ [آل عمران:102]

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ [النساء:1]

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا - يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ [الأحزاب:70-71]

هذه الخطبة تسمى خطبة الحاجة، وهي تشرع بين يدي كل حاجة، وهي مأثورة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم. أخرجها مسلم في كتاب الجمعة، (2/ 593)، وأبو داود في كتاب الصلاة، (1/ 659) والنسائي في كتاب الجمعة، (105/2)، وابن ماجه في كتاب النكاح، (1/ 609) وغيرهم. وانظر تخريجها للشيخ الألباني بعنوان (خطبة الحاجة التي كان الرسول صلى الله عليه وسلم يعلمها أصحابه).

کتاب کے 30 ابواب
اجمالی فہرست

فہرست

1۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قرآن پر عمل ۵۷

2۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قرآن کی منع کردہ چیزوں کو ترک کر دینا ۹۳

5۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے قرآن کا نزول ۱۵۵

6۔ قرآن نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تربیت کیسے کی ۱۸۱

7۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے وہ اعمال جن کی قبولیت کی بشارتیں قرآن میں نازل ہوئیں ۲۱۵

8۔ صحابہ کا برموقع قرآن پڑھنا ۲۸۱

9۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قرآن کے ساتھ لگاؤ ۲۸۹

11۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قرآن سمجھنا ۳۵۳

12۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے چند تفسیری نکات ۳۵۶

13۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرآن فہمی ۳۷۱

14۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے چند تفسیری نکات ۳۷۵

16۔ صحابہ کے قرآن کے متعلقہ سوالات ۴۰۱

17۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو قرآن کیسے سکھایا ۴۱۹

18۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے چند تفسیری نکات ۴۲۷

19۔ موافقات عمر رضی اللہ عنہ ۴۶۳

20۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قرآن کی معلومات ۴۸۵

21۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن کے گواہ ۴۹۹

22۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کو محفوظ کرنے والے ۵۵۳

23۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن کے محافظ ۵۶۷

24۔ قرآن اور شان صحابہ ۵۸۱

25۔ صحابہ کرام کا مقام و مرتبہ ۵۹۹

26۔ معیار صحابہ ۶۲۳

27۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اکٹھا تذکرہ ۶۴۱

28۔ اوصاف صحابہ ۲۶۵

29۔ دفاع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور قرآن ٦٧٩

30۔ صحابہ کرام کے لیے فتوحات اور پشین گوئیاں ۷۰۹

ابتدائیہ

مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں:

کوئی بات دنیا میں اس سے زیادہ عجیب نہیں ہوسکتی کہ وحشی اور بہائم صفت انسان اچانک محبت و اخلاص اور ایثار و خود فروشی کے لیے فرشتے بن جائیں لیکن قرآن کی تعلیم نے ایسا ہی انقلاب پیدا کیا۔[تفسیر ترجمان القرآن]

دل نشین و دل آویز جلیل القدر کتاب ہے جس نے تاریخ انسانی کا رخ موڑ دیا۔ جس نے فکر و نظر میں انقلاب پیدا کردیا۔ جس نے قلب و روح کو نئی زندگی بخش دی۔

اس دل نشین و دل آویز انداز کو اس جلیل القدر کتاب سے دلائل و براہین کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ اس جلیل القدر کتاب نے اپنے ماننے والوں کو کس انداز چلایا ہے اور کیسے ان کی رہنمائی اور اصلاح فرما کر دنیا کا امام بنایا ہے۔

اس جلیل القدر کتاب کا تعلق صحابہ کرام ؓ سے کیسا رہا ہے، اس کتاب کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے آسمان سے قرآن اترتا زمین پر وہ عمل کرتے، قرآن کچھ چیزوں سے منع کرتا تو ان سے رک جاتے، قرآن کی کسی بات کی سمجھ نہ آتی تو پریشان ہوجاتے پھر قرآن اترتا پریشانی کافور ہوجاتی، ان کو مسائل پیش آتے تو کے حل کے لیے قرآن اترتا، قرآن ان کی تربیت کرتا، کبھی تو قرآن ان کے اعمال کی قبولیت کی بشارتیں سناتا، یہ لوگ ہر اس کی تلاوت کرتے، جہاں کوئی مسئلہ درپیش آتا تو قرآن

پڑھتے، اس کو سمجھنے لیے رسالت مآب کے پاس بیٹھے رہتے، اور آپ سے پوچھتے، خود رسول اللہ ﷺ ان کو قرآن سکھاتے، قرآن کو محفوظ رکھنے کے لیے اس کو اپنے سینوں میں محفوظ کرتے، اور اس کو چمڑے اور ہڈیوں پر لکھتے، اس لیے انھوں نے کاتب وحی کا لقب بھی پایا، اور ان میں سے ایسے ہیں جن کی رائے کا احترام کرتے ہوئے آسمان سے قرآن اترتا، ان کو اس کی ہر ہر آیت کا علم ہوتا کہ یہ کب اور کہاں اور کس کے متعلق نازل ہوئی ہے، یہ اس کو سمجھنے کے لیے مجالس کا انعقاد کرتے، نمازوں میں رسول اللہ ﷺ کا قرآن سنتے، آپ کی قرأت کو محفوظ رکھتے، انھوں نے قرآن کو اپنی آنکھوں سے اترتا دیکھا ہے، یہ قرآن کے گواہ ہیں، نبی ﷺ پر وحی کی کیفیت کا انھوں نے مشاہدہ کیا ہے، پھر قرآن ان کی شان میں اترا، ان کے دفاع میں اترا، ان کے اوصاف میں اترا، ان کے کمالات پر اترا۔

ان ساری چیزوں کو اس کتاب میں دلائل کے ساتھ 30 ابواب میں الگ الگ بیان کیا گیا ہے، لالچ ہے کہ صحابہ کرام کا ساتھ مل جائے۔ آمین

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کی وجہ سے یہ کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب میں 30 ابواب ہیں۔ اصل مقصد اس کتاب سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جو قرآن سے تعلق ہے اسے واضح کرنا ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان اور عظمت جو احادیث میں بیان ہوئی ہے وہ الگ کتاب میں بیان کی جائے گی، ان شاء اللہ۔

اس کتاب کے متعلق سرسری معلومات کے لیے اس کی فہرست دیکھیں، اور سراسر معلومات کے لیے ساری دیکھیں۔

30 ابواب پر مشتمل نرالی کتاب

کسی بھی مضمون کو بیان کرنے کے لیے ترتیب انتہائی ضروری ہے، اگر ترتیب نہ ہو تو اس سے بیان کرنا آسان نہیں ہوتا، وہ ایک منتشر صحیفہ ہی ہوتا

ہے، جو لائبریری کی زینت تو ضرور بن جاتا ہے لیکن دل و دماغ کی زینت نہیں بنتا لیکن یہ کتاب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالے سے ایک مرتب شدہ کتاب ہے، بڑی محنت سے اس کتاب کی ترتیب لگائی گی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے صحیح بخاری کی ترتیب بڑی پیاری لگائی ہے، ابواب بڑے عمدہ قائم کیے ہیں، ان کے ابواب نے ہی احادیث کا مطلب ومفہوم سمجھا دیا ہے، اس لیے انھوں نے احادیث کی تشریح کرنے کی بجائے ابواب ہی سے مسئلہ حل کر دیا ہے۔

اس طرح اس کتاب میں بھی جو سرخیاں قائم کی گئی ہیں، ان ہی سے اس کے نیچے درج ایت سے اس کا مطلب ومفہوم، اور مقصود ظاہر ہو جائے گا۔

میں نے اس عنوان کے متعلق کئی کتابیں دیکھیں، ان کتابوں میں ایات اکھٹی تو کی گئی ہیں، لیکن نہ ان میں ترتیب ہے اور نہ تفصیل، صرف ایات کو اکٹھا کیا گیا ہے، بس۔

لیکن اس کتاب میں آپ کو ہر عنوان پر الگ الگ تفصیل ملے گی، اور ترتیب ملے گی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالے سے آپ بڑی آسانی سے خطبہ جمعہ، درس، اور وعظ ونصیحت کر سکتے ہیں۔ ایک ہی عنوان پر بے شمار واقعات اور دلیلیں اکٹھی آپ کو مل جائیں گی۔

ترتیب تو اسی چیز کی لگے گی جو کثرت کے ساتھ موجود ہو، تو اس کتاب میں دلائل کے انبار ہیں، مگر ترتیب کے ساتھ۔ اس عنوان میں اتنی کثرت کے ساتھ دلائل دیکھ کر ایک مسلمان ضرور خوش ہوگا، اور ان شاء اللہ دعائیں دے گا، کہ یا اللہ جس نے یہ دلائل اکٹھے کیے ہیں اس کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ساتھ نصیب فرما۔

بعض چیزیں مشہور ہوتیں ہیں لیکن ان کے حوالے کا علم نہیں ہوتا، تو اس کتاب

میں وہ مشہور باتوں کا بھی حوالہ معلوم ہو جائے گا، اور نایاب معلومات بھی حاصل ہوں گی۔

جس جگہ کسی تفسیر کی کتاب کا حوالہ دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب میں اس ایت کے تحت اس کی تفسیر یا یہ حدیث یا یہ شان نزول مذکور ہے، اس تفسیری کتاب کا صفحہ نمبر یا مکتبہ اور ایڈیشن بتانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ جب آپ وہ سورۃ اور ایت نمبر نکالیں گے تو وہ آپ کو وہ واقعہ یا محولہ عبارت مل جائے گی،

البتہ جہاں کہیں ایڈیشن اور مکتبہ بتانے کی ضرورت ہو وہاں ضرور بتانا چاہیے۔

اس کتاب میں اکثر مقامات میں شان نزول وغیرہ بیان کیے گے ہیں، تو شان نزول کے متعلق اصول تفسیر میں یہ بات طے ہے کہ بعض اوقات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ فرماتے ہیں: یہ آیت فلاں مسئلے یا فلاں شخص کے بارے میں اتری، حالانکہ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ آیت اس شخص یا اس مسئلے پر منطبق ہوتی اور صادق آتی ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اعتقاد

(۱) صحابی کی تعریف

صحابی اسے کہتے ہیں جس نے بحالت ایمان نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی ہو یا نبی ﷺ نے اسے بحالت ایمان دیکھا ہو، اور ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔

(۲) انبیاء کے بعد افضل ترین لوگ

انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد انسانوں میں سب افضل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں۔

(۳) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ترتیب فضیلت

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ پھر عشرہ مبشرہ میں سے باقی چھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دوسرے تمام صحابہ سے افضل ہیں، ان چھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام یہ ہیں: طلحہ رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سعد بن ابی وقاص، رضی اللہ عنہ سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ۔ پھر اصحاب بدر، پھر اصحاب احد، پھر اصحاب بیعت رضوان، پھر فتح مکہ سے پہلے اسلام لانے والے اور غزوات میں شریک ہونے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے افضل ہیں۔

﴿لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ [الحدید:۱۰]

"تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی وہ (یہ عمل بعد میں کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی اور ان سب سے اللہ نے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہے۔"

مشہور مفسر صحابہ کرام

اشتهر من الصحابة بتفسير القرآن الكريم: الخلفاء الأربعة وعبد الله بن مسعود و أبي بن كعب و زيد بن ثابت و الزبير بن العوام و عبد الله بن عباس.

(٤) تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، عادل اور متقی تھے

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عادل، مومن کامل اور جنتی ہیں۔

والصحابة كلهم عدول مطلقا لظواهر الكتاب والسنة واجماع من يعتد به. (مرقاة المفاتيح: ۵۵۱۷)

"اور تمام کے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین عادل ہیں مطلقا کتاب وسنت کی ظاہری نصوص اور قابل اعتماد علماء کے اجماع کی وجہ ہے۔"

ليس في الصحابة من يكذب وغير ثقة. (عمدة القاري: ۱۰۵۲)

"صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا کہ جو جھوٹ بولتا ہو اور غیر معتمد ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ

آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾[الانفال:٧٤]

"اور جو لوگ ایمان لے آئے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا، اور وہ جنھوں نے انھیں آباد کیا اور ان کی مدد کی سب صحیح معنی ہیں مومن ہیں ایسے لوگ مغفرت اور باعزت رزق کے مستحق ہیں۔"

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾۔ [التوبة:١٠٠]

"مہاجرین اور انصار میں سے وہ لوگ جو پہلے ایمان لائے اور جنھوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہوگیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں، اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہی زبردست کامیابی ہے۔"

(٥) کوئی ولی کسی صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا

قیامت تک کوئی بڑے سے بڑا ولی کسی ادنی صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا، جس طرح کوئی ولی یا صحابی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ

[صحیح بخاری(٣٦٧٣)]

"ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ! میرے صحابہ کو گالی مت دو، میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو پس اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر (اللہ کی راہ میں) سونا خرچ کر دے تو ان میں سے کسی ایک کے مٹھی برابر یا اس کے نصف کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔"

(٦) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معیار حق ہیں

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین برحق، معیار حق اور تنقید سے بالاتر ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾. [الانفال:٤]

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾، [البقرہ:١٣٧]

"اگر یہ لوگ بھی اس طرح ایمان لے آئیں جیسا کہ تم لائے ہو تو یہ راہ راست پر آجائیں۔"

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ﴾

[البقرہ:١٣]

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی اس طرح ایمان لے آؤ جیسا کہ دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کیا ہم بھی اسی طرح ایمان لائیں جیسے بے وقوف لوگ ایمان لائے ہیں؟ خوب اچھی طرح سن لو کہ یہی لوگ بیوقوف ہیں لیکن وہ یہ بات نہیں جانتے۔"

جس طرح وہ اللہ اور رسول پر ایمان لائے اس طرح تم بھی ایمان لاؤ۔

(۷) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باہمی اختلافات

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باہمی اختلافات ومشاجرات امانت، دیانت تقوی، خشیت الٰہی اور اختلاف اجتہادی پر مبنی ہیں ان میں سے جن سے خطاء اجتہادی ہوئی وہ بھی اجر کے مستحق ہیں، اس لئے کہ مجتہد مخطی کو بھی ایک اجر ملتا ہے اور نہ اس سے خطاء اجتہادی پر دنیا میں مواخذہ ہوتا ہے نہ آخرت میں۔

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾۔ [الفتح:۲۹]

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم دل ہیں۔"

(۸) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تنقید جرم ہے

کسی شخص کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خطائے اجتہادی پر تنقید کرنے کا کوئی حق نہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهَ اللهَ فِي أَصْحَابِي اللهَ اللهَ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ وَمَنْ آذَى اللهَ يُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ

[جامع ترمذی:۳۸٦۲]

ترجمہ: عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد ان کو (تنقید کا) نشانہ نہ بنانا۔

(۹) صحابہ کرام مواخذہ اخروی سے محفوظ ہیں

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مواخذہ اخروی سے محفوظ ہیں کسی بھی صحابی سے اللہ تبارک وتعالیٰ آخرت میں کوئی مواخذہ نہیں فرمائیں گے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾۔[التحریم:۸]

"یہ وہ دن ہو گا جب اللہ پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا۔ ان (کے ایمان) کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے داہنی طرف دوڑتا ہو گا اور وہ دعا کر رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہمارا نور ہمارے لئے کامل کر دے اور ہماری مغفرت فرما۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

(۱۰) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین امت کے چنیدہ لوگ

نبوت ورسالت کے لیے جس طرح حق تبارک وتعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کا انتخاب فرمایا، اسی طرح مقام صحابیت پر فائز کرنے کے لئے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کے خاص بندوں کو منتخب فرمایا ہے۔ اب صحابہ کرام کے بعد کوئی صحابی نہیں بن سکتا۔

﴿تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ﴾

قرآن اور صحابہ کے متعلق کچھ باتیں

قرآن کریم نے اپنی نسبت کہا ہے کہ وہ "نور" ہے۔ "بصائر" ہے۔ "ہدی للناس" ہے۔اس کا مقصد اصلی ایک امتہ صالحہ اور مدنیت فاصلہ کا بقا و قیام ہے وہ تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدن اور خلافت کبریٰ کی تعلیم دینے آیا ہے یہ اس کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ اس نے عرب کو زندہ جاوید قوم بنا دیا۔جس نے زنا کاری، شراب خوری، قمار بازی اور صدہا جرائم کا آن واحد میں سرزمین عرب سے حرف غلط کی طرح محو و باطل کر دیا۔جس نے عرب کے جنگلیوں اور وحشیوں کو اللہ کا مقدس دست عمل بنا دیا، جو قیصر و کسریٰ کے خزائن کے مالک بنا دیئے گئے ہیں اور یہ سب سے زیادہ حیرت انگیز اور محیر العقول انقلاب عظیم صرف تئیس سال کے قلیل ترین زمانہ میں ہوا۔کیا دنیا کی تاریخ ہمیں کوئی ایسی نظیر بتا سکتی ہے کہ کسی بڑے سے بڑے ریفارمر اور مصلح کو ایسی عظیم الشان کامیابی نصیب ہوئی ہے۔

اکبرالہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے۔

درفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا　　دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی ہو گئے　　کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے براہ راست صاحب وحی ﷺ سے دین کو سمجھا، دین پر عمل کیا اور اپنے بعد آنے والی نسل تک دین کو من وعن پہنچایا، انھوں نے آپ ﷺ کے زیر تربیت رہ کر اخلاق و اعمال کو ٹھیک منشائے خداوندی کے

مطابق درست کیا، سیرت و کردار کی پاکیزگی حاصل کی، تمام باطل نظریات سے کنارہ کش ہو کر عقائد حقہ اختیار کیے، رضائے الٰہی کے لئے اپنا سب کچھ رسول اللہ ﷺ کے قدموں پر نچھاور کر دیا، ان کے کسی طرز عمل میں ذرا خامی نظر آئی تو فوراً اللہ تعالیٰ نے اس کی اصلاح فرمائی، الغرض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت اس پوری کائنات میں وہ خوش قسمت جماعت ہے جن کی تعلیم و تربیت اور تصفیہ و تزکیہ کے لئے امام الانبیا محمد رسول اللہ ﷺ کو معلم و مزکی اور استاذ و اتالیق مقرر کیا گیا۔ اس انعام خداوندی پر وہ جتنا شکر کریں کم ہے، جتنا فخر کریں بجا ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾

[آل عمران: ١٦٤]

”بہت بڑا احسان فرمایا اللہ نے مومنین پر کہ بھیجا ان میں ایک عظیم الشان رسول، ان ہی میں سے، وہ پڑھتا ہے ان کے سامنے اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور گہری دانائی۔ بلاشبہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔“

رسول اللہ ﷺ کی علمی و عملی میراث اور آسمانی امانت چونکہ ان حضرات کے سپرد کی جارہی تھی، اس لئے ضروری تھا یہ حضرات آئندہ نسلوں کے لئے قابل اعتماد ہوں، چناچہ قرآن و حدیث میں جابجا ان کے فضائل و مناقب بیان کئے گئے۔

(1) اللہ تعالیٰ نے ان کی تعدیل فرمائی، ان کا تزکیہ کا، ان کے اخلاص وللّٰہیت پر شہادت دی اور انھیں یہ رتبہ بلند کیا کہ ان کو رسالت محمدیہ (علی صاحبہا الف صلاۃ و سلام) کے عادل گواہوں کی حیثیت سے ساری دنیا کے سامنے پیش کیا:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ﴾. [الفتح:٢٩]

"محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر تو سخت (مگر) آپس میں رحم دل ہیں۔ تم جب دیکھو گے انھیں رکوع و سجود کرتے ہوئے اور اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کی تلاش کرتے ہوئے دیکھو گے (کثرت) سجدہ کی وجہ سے ان کی پیشانیوں پر امتیازی نشان موجود ہیں۔ ان کی یہی صفت تورات میں بیان ہوئی ہے اور یہی انجیل میں ہے۔"

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، ایک دعویٰ ہے اور اس کے ثبوت میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت و کردار کو پیش کیا گیا ہے جسے رسول اللہ ﷺ کی صداقت میں شک و شبہ ہو، اسے آپ ﷺ کے ساتھیوں کی پاکیزہ زندگی کا ایک نظر مطالعہ کرنے کے بعد خود اپنے ضمیر سے یہ فیصلہ لینا چاہیے کہ جس کے رفقاء اتنے بلند سیرت اور پاکباز ہوں وہ خود صدق و راستی کے کتنے اونچے مقام پر فائز ہوں گے۔

(2) صحابہ کے ایمان کو "معیار حق" قرار دیتے ہوئے نہ صرف لوگوں کو اس کا نمونہ پیش کرنے کی دعوت دی گئی بلکہ ان حضرات کے بارے میں لب کشائی کرنے والوں پر نفاق و سفاہت کی دائمی مہر ثبت کردی گئی:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ﴾

[البقرۃ:١٣]

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (تم بھی) ایمان لاؤ جیسے (دوسرے) لوگ ایمان لے آئے ہیں، تو کہتے ہیں: کیا ہم بھی (اسی طرح) ایمان لے آئیں جس طرح (وہ) بیوقوف ایمان لے آئے، جان لو! بیوقوف (درحقیقت) وہ خود ہیں لیکن انھیں (اپنی بیوقوفی اور ہلکے پن کا) علم نہیں۔"

(3) حضرات صحابہ کرام کو بار بار" رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" (اللہ ان سے راضی ہوا، وہ اللہ سے راضی ہوئے) کی بشارت دی گئی اور امت کے سامنے یہ اس شدت و کثرت سے دہرایا گیا کہ صحابہ کرام کا یہ لقب امت کا تکیہ کلام بن گیا، کسی نبی کا اسم گرامی "علیہ السلام" کے بغیر نہیں لے سکتے اور کسی صحابی رسول کا نام نامی" رضی اللہ عنہ" کے بغیر مسلمان کی زبان پر جاری نہیں ہوسکتا،

اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن اور حال و مستقبل کو دیکھ کر ان سے راضی ہوا ہے، یہ گویا اس بات کی ضمانت ہے کہ آخر دم تک اللہ تعالیٰ ان سے راضی رہے گا، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس سے اللہ راضی ہو جائے اللہ کے بندوں کو بھی اس سے راضی ہو جانا چاہیے کسی اور کے بارے میں تو ظن و تخمین ہی سے کہا جاسکتا ہے اللہ اس سے راضی ہے یا نہیں؟ مگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں تو نص قطعی موجود ہے، اس کے باوجود اگر کوئی ان سے راضی نہیں ہوتا تو گویا اسے اللہ تعالیٰ سے اختلاف ہے اور پھر اتنی ہی بات کو کافی نہیں سمجھا گیا کہ" اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا" بلکہ اسی کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہ ان حضرات کی عزت افزائی کی انتہا ہے۔

(4) صحابہ کرام کے مسلک کو" معیاری راستہ" قرار دیتے ہوئے اس کی مخالفت کو براہ راست رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کے ہم معنی قرار دیا گیا اور ان کی مخالفت کرنے والوں کو وعید سنائی گئی:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾۔ [النساء:۱۱۵]

"اور جو شخص مخالفت کرے رسول اللہ (ﷺ) کی جب کہ اس کے سامنے ہدایت کھل چکی اور چلے مومنوں کی راہ چھوڑ کر ہم اسے پھیر دیں گے جس طرح پھرتا ہے۔"

آیت میں "المؤمنین" کا اولین مصداق اصحاب النبی ﷺ کی مقدس جماعت ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ اتباع نبوی کی صحیح شکل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت و کردار اور ان کے خلاف واعمال کی پیروی میں منحصر ہے اور یہ جب ہی ممکن ہے جب کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت کو اسلام کے اعلیٰ معیار پر تسلیم کیا جائے۔

(5) اور سب سے بڑی بات یہ کہ انھیں رسول اللہ ﷺ کے سایہ عاطفت میں آخرت کی ہر عزت سے سرفراز کرنے، اور ہر ذلت و رسوائی سے محفوظ رکھنے کا اعلان فرمایا گیا:

﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ﴾۔ [التحریم:۸]

"جس دن رسوا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ نبی کو اور جو مومن ہوئے آپ (ﷺ) کے ساتھ، ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے۔"

اس قسم کی بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں آیات میں صحابہ کرام کے فضائل و مناقب مختلف عنوانات سے بیان فرمائے گئے ہیں اور اس سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ دین کے سلسلہ کی یہ پہلی کڑی اور نبی خاتم الانبیاء ﷺ کے صحبت یافتہ حضرات کی جماعت۔ معاذ اللہ۔ ناقابل اعتماد ثابت ہو، ان کے اخلاق و اعمال میں خرابی نکالی

جائے اور ان کے بارے میں یہ فرض کرلیا جائے کہ وہ دین کی علمی وعملی تدبیر نہیں کر سکے تو دین اسلام کا سارا ڈھانچہ ہل جاتا ہے اور ۔خاکم بدہن۔ رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم مجروح ہوجاتی ہے۔

ان پاکیزہ ہستیوں کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے "معیار" قرار دے کر ان جیسا ایمان لانے کی لوگوں کو دعوت دی تھی "آمنوا کما امن الناس" انھی مردان خدا کے صدق وامانت کی اللہ تعالیٰ نے گواہی دی تھی:

﴿رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾۔[الأحزاب:۲۳]

"یہ وہ" مرد" ہیں جنھوں نے سچ کر دکھایا جو عہد انھوں نے اللہ سے باندھا، بعض نے تو جان عزیز تک اسی راستہ میں دے دی اور بعض (بے چینی سے) اس کے منتظر ہیں اور ان کے عزوم استقلال میں ذرا تبدیلی نہیں ہوئی۔"

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار مختلف پہلوؤں سے صحابہ کرام کا تزکیہ فرمایا، ان کی توثیق وتعدیل فرمائی اور قیامت تک کے لئے یہ اعلان فرمادیا:

﴿أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾۔[المجادلة:۲۲]

یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے لکھ دیا ان کے دل میں ایمان اور مدد دی ان کو اپنی خاص رحمت سے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کا صلہ

"انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کیا

يَا رَسُولَ اللهِ مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: وَمَا أَعْدَدْتَ لِلسَّاعَةِ؟ قَالَ: حُبَّ اللهِ وَرَسُولِهِ، قَالَ: فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ: فَمَا فَرِحْنَا، بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحًا أَشَدَّ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ: فَأَنَا أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ، وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ، وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِأَعْمَالِهِمْ.

قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کے لئے کیا سامان تیار کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: میں نے بجز اس کے کوئی تیاری نہیں کی کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہوں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسی کے ساتھ ہو گے جس کو تم دوست رکھتے ہو، انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم کسی بات پر اتنے خوش نہیں ہوئے جس قدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر کہ تم اسی کے ساتھ ہو گے جس کو تم دوست رکھو گے مسرور ہوئے انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عمر رضی اللہ عنہ کو دوست رکھتا ہوں اور مجھے امید واثق ہے کہ چونکہ مجھے ان حضرات سے محبت ہے لہذا میں ان کے ہمراہ ہوں گا اگرچہ میں نے ان حضرات جیسے اعمال نہیں کئے۔

[رواه مسلم رقم (٢٦٣٩) في البر والصلة، باب المرء مع من أحب.]

اس روایت میں بخاری کے الفاظ یہ ہیں:

قَالَ أَنَسٌ فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ

انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں اور ان سے اپنی اس محبت کی وجہ سے امید رکھتا ہوں کہ میرا حشر انھیں کے ساتھ ہوگا، اگرچہ میں ان جیسے عمل نہ کر سکا۔“

[صحیح بخاری (۳۶۸۸) باب مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ]

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قیامت کے دن بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے

﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ﴾

”یہ وہ دن ہوگا جب اللہ پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا۔“

اس ایت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذکر کرتے وقت ﴿مَعَهُ﴾ کا لفظ استعمال کیا ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونے کو بڑی شدت سے بیان کرتا ہے، اور پھر ﴿نُورُهُمْ﴾ ضمیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اکٹھا کر دیا، اور پھر مزید یہ کہ یہ ساتھ صرف دنیا تک نہیں بلکہ آخرت میں بھی رہے گا، قرآن کے الفاظ پر غور کرو:

﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ﴾

اس کتاب کو لکھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قیامت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ساتھ نصیب فرمائے۔ کیونکہ ہماری سب کی محبت ان کے ساتھ ہے۔ یا اللہ! ہماری اس دعا کو قبول فرما اور اس بات کو ہمارا اخلاص بنا۔ آمین

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قرآن پر عمل

عمل کے بغیر جنت کی سوچ بے بنیاد ہے، درجات کی بلندی عمل ہی سے ممکن ہے، جس کا عمل زیادہ ہوگا وہ درجات میں بھی زیادہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾۔ [الاحقاف:۱۹]

”اور ہر ایک کے لیے الگ الگ درجے ہیں، ان اعمال کی وجہ سے جو انھوں نے کیے اور تاکہ اللہ انھیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

[النحل:۹۷]

”جس نے عمل کیا نیک کوئی مرد ہو یا کوئی عورت اس حال میں کہ وہ مومن ہو تو ضرور بالضرور ہم زندگی بخشیں گے اسے پاکیزہ زندگی اور یقیناً ضرور ہم بدلے میں دیں گے انھیں ان کا اجر وثواب اس سے زیادہ بہتر جو وہ عمل کرتے تھے۔“

قران کے سب سے پہلے مخاطب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں، آسمان سے قرآن اترتا زمین پر صحابہ عمل کر کے دیکھاتے، قرآن پر عمل کرنے میں صحابہ کرام سے آگے کوئی

نہیں بڑھا، جس محبت اور خلوص سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عمل کیا ہے اس کی مثال کہیں نہیں ملتی، پورے جوش جذبے سے عمل کے لیے تیار رہتے، آیئے! دیکھیے صحابہ کرام نے قرآن پر عمل کیسے کیا ہے۔

قرآن کی ہر آیت پر عمل کے لیے ہر وقت تیار رہتے

﴿فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِنْ قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ [النور:۲۸]

"پھر اگر تم ان (گھروں) میں کسی شخص کو موجود نہ پاؤ تو تم ان کے اندر مت جایا کرو یہاں تک کہ تمھیں (اس بات کی) اجازت دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس پلٹ جایا کرو، یہ تمھارے حق میں بڑی پاکیزہ بات ہے، اور اللہ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو خوب آگاہ ہے۔"

اس آیت کے ضمن میں تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے:

قَالَ بَعْضُ الْمُهَاجِرِينَ: لَقَدْ طلبتُ عُمْرِي كلَّه هَذِهِ الْآيَةَ فَمَا أَدْرَكْتُهَا: أَنْ أَستأذنَ عَلَى بَعْضِ إِخْوَانِي، فَيَقُولُ لِي: ارْجِع، فَأَرْجِعُ وَأَنَا مُغْتَبِطٌ لِقَوْلِهِ

﴿وَإِنْ قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾

"بعض مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین افسوس کیا کرتے تھے کہ ہمیں اپنی پوری عمر میں اس وقت آیت پر عمل کرنے کا موقع نہیں ملا کہ کوئی ہم سے کہتا لوٹ جاؤ اور ہم اس آیت کے ماتحت وہاں سے واپس ہو جاتے۔"

صحابہ کرام ہر وقت ذہنی طور پر تیار رہتے تھے کہ جب قرآن کا حکم سامنے آیا فوراً اس عمل کرنا ہے، اسی لیے تو وہ اس ایت کے متعلق حسرت میں تھے کہ اس پر عمل کا موقع نہیں ملا۔

جب تک علم وعمل سیکھ نہ لیتے آگے نہ پڑھتے

عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْ كَانَ يُقْرِئُنَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَقْتَرِؤُنَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ آيَاتٍ فَلَا يَأْخُذُونَ فِي الْعَشْرِ الْأُخْرَى حَتَّى يَعْلَمُوا مَا فِي هَذِهِ مِنَ الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ قَالُوا فَعَلِمْنَا الْعِلْمَ وَالْعَمَلَ

"ابو عبد الرحمٰن فرماتے ہیں: ہم کو نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ قرآن پڑھاتے تھے وہ فرمایا کرتے تھے: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی اکرم ﷺ سے دس دس آیات پڑھتے تھے اور اگلی دس آیات اس وقت تک نہیں پڑھتے تھے جب تک کہ پہلی دس آیات میں علم وعمل سے متعلق چیزیں اچھی طرح سیکھ نہ لیتے، یوں ہم نے علم وعمل کو حاصل کیا ہے۔"

[مسند احمد (۲۳٤۸۲)]

آیت نازل ہوئی تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مزدوری کر کے صدقہ کیا

﴿اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ۔[التوبہ:۷۹]

"(منافقین) خوشی سے صدقہ کرنے والے مومنوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور ایسے (تنگدست) مسلمانوں پر بھی جو اپنی مشقت (کی کمائی) کے سوائے کچھ نہیں رکھتے۔ یہ منافق ان کا مذاق اڑاتے ہیں اللہ ان کا مذاق انھی پر

ڈال دے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔"

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ الصَّدَقَةِ، كُنَّا نُحَامِلُ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيرٍ، فَقَالُوا: مُرَائِي، وَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ، فَقَالُوا: إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعِ هَذَا، فَنَزَلَتْ: (الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ)

"ابومسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب صدقہ کی آیت نازل ہوئی تو ہم لوگ مزدوری کرتے تھے، (جو کماتے صدقہ کر دیتے) ایک شخص آیا اس نے ایک صاع صدقہ کیا، تو لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اس کے ایک صاع سے مستغنی ہے، تو آیت

﴿الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾۔ [التوبہ:۷۹] نازل ہوئی

"(ان منافقوں میں کچھ ایسے ہیں) جو خوشی سے صدقہ کرنے والے مومنوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور ایسے (تنگدست) مسلمانوں پر بھی جو اپنی مشقت (کی کمائی) کے سوائے کچھ نہیں رکھتے۔ یہ منافق ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ ان کا مذاق انھی پر ڈال دے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔"

[صحيح البخاری: (١٤١٥) باب: اتقوا النار ولو بشق تمرة والقليل من الصدقة]

ابومسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب خیرات کرنے کا حکم آیا تو ہم مزدوری پر بوجھ اٹھایا کرتے تھے ایک دن ابوعقیل آدھا صاع کھجور لے کر آئے اور ایک شخص عبدالرحمن بن عوف بہت زیادہ مال لے کر آئے منافق کہنے لگے اللہ اس حقیر خیرات

سے بے پرواہ ہے اور یہ زیادہ مال دکھانے کے لئے لایا گیا ہے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ منافق خیرات کرنے والوں کو عیب لگاتے ہیں جو کم دیتا ہے اسے حقیر کہتے ہیں اور جو زیادہ دیتا ہے اسے ریاکاری پر محمول کرتے ہیں۔

ابو عقیل رضی اللہ عنہ رات بھر اپنی پیٹھ پر بوجھ ڈھوتے رہے تھے۔ صبح کو انھوں نے وہ صدقہ کر دیا، ان کا نام حباب تھا۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چندے کی اپیل کی تو بڑے بڑے مال دار منافقین ہاتھ سکیڑ کر بیٹھ رہے، لیکن مخلص اہل ایمان چندہ لانے لگے تو یہ ان پر باتیں چھانٹنے لگے، جب کوئی شخص زیادہ چندہ لاتا تو یہ اسے ریاکار کہتے اور جب کوئی تھوڑا مال یا غلہ لا کر پیش کرتا تو یہ کہتے کہ بھلا اللہ کو اس کی کیا ضرورت ہے؟ دونوں صورتوں میں مذاق اڑاتے اور ٹھٹھا کرتے۔ یہ وہ موقع تھا جب عمر رضی اللہ عنہ اپنا نصف مال لے آئے اس خیال سے کہ اگر بڑھ سکا تو آج ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ جاؤں گا، جب ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو گھر کا سارا مال لے آئے تھے۔

[(حسن) سنن ترمذی، المناقب، باب رجاؤه أن يكون أبوبكر۔۔: ٣٦٧٥، وقال حسن صحيح]

"عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: غزوۂ تبوک کی تیاری کے وقت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار دینار لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی میں رکھ دیے۔ عبد الرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دیناروں کو الٹ پلٹ کرتے ہوئے دو مرتبہ فرمایا:

مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ

"آج کے (اس عمل کے) بعد عثمان جو بھی عمل کریں وہ انھیں نقصان نہیں پہنچائے گا، آپ نے یہ بات دو دو مرتبہ ارشاد فرمائی۔"

[سنن ترمذی، المناقب، باب في عد عثمان تسميته شهيدا۔۔ (٣٧٠١)]

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوقِ فَيُحَامِلُ

فَيُصِيبُ الْمُدَّ وَإِنَّ لِبَعْضِهِمْ الْيَوْمَ لَمِائَةَ أَلْفٍ

"ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ہم میں سے بہت سے بازار جا کر بوجھ اٹھانے کی مزدوری کرتے اور اس طرح ایک مد (غلہ یا کھجور وغیرہ) حاصل کرتے۔ (جسے صدقہ کر دیتے) لیکن آج ہم میں سے بہت سوں کے پاس لاکھ لاکھ (درہم یا دینار) موجود ہیں۔" [1]

آیت سن کر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے سب سے محبوب چیز صدقہ کر دی

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾. [آل عمران:۹۲]

:لوگو! تم ہرگز اس وقت تک نیکی (کو حاصل) نہیں کر سکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے کچھ راہ خدا میں خرچ نہ کرو۔ اور تم (راہ خدا میں) جو کچھ خرچ کرتے ہو خدا اس کو خوب جانتا ہے۔"

"انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابو طلحہ انصار مدینہ میں سب سے زیادہ مالدار تھے، ان کے پاس کھجور کے باغ تھے اپنے تمام مالوں میں ان کو بیرحاء باغ بہت زیادہ محبوب تھا، اس کا رخ مسجد نبوی کی طرف تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں جاتے اور وہاں کا پاکیزہ پانی پیا کرتے تھے۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت اتری:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾

"تم نیکی نہیں پا سکتے جب تک کہ تم اپنی پیاری چیز اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرو"

---

[1] صحیح بخاری (۱٤۱٦) باب اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ وَالْقَلِيلِ مِنَ الصَّدَقَةِ وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ الْآيَةَ وَإِلَى قَوْلِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ.]

ابوطلحہ رسول اللہ کے پاس پہنچے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالی نے فرمایا: تم نیکی نہیں پاسکتے جب تک کہ تم اپنی محبوب چیز اللہ کی راہ میں خرچ نہ کردو،

وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ

میرے تمام مالوں میں بیرحاء مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے اور وہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے، میں اس کے ثواب اور ذخیرہ کی امید رکھتا ہوں، اس لئے آپ اسے رکھ لیں۔ اور جہاں مناسب ہو، صرف کیجیے، رسول للہ نے فرمایا: مبارک ہو، اے ابوطلحہ یہ تو فائدہ کی تجارت ہے۔ اور جو تو نے کہا، میں نے سن لیا،

وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اسے رشتہ داروں میں تقسیم کردو، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کردیا۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے تھے: انھی میں سے اُبی اور حسان بھی تھے، انس کہتے تھے، کہ پھر حسان نے اپنا حصہ معاویہ کے ہاتھ فروخت کر ڈالا۔ تو ان میں سے کسی نے کہا: تم ابوطلحہ کے صدقہ کو بیچ رہے ہو، انھوں نے جواب دیا، میں چھوہاروں کا ایک صاع ایک صاع درہم کے بدلے کیوں نہ بیچوں کیونکہ وہ بہت زیادہ مہنگی قیمت پر بک رہا ہے لہٰذا اس کو بیچ ڈالتا ہوں، انس رضی اللہ عنہ کہتے تھے، وہ باغ بنی جدیلہ کے محلہ کے برابر تھا جس کو معاویہ نے تعمیر کیا تھا۔" [1]

---

[1] صحيح بخاری (١٤٦١) و (٤٥٥٥) باب لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ إلى به عَلِيمٌ]

تہہ بندوں کے کنارے پھاڑ کر اپنے سینوں کو چھپا لیا

أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَانَتْ تَقُولُ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی

﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ﴾ [النور:۴]

"مسلمان عورتیں اپنے سینوں پر اوڑھنیاں ڈال لیں"

أَخَذْنَ أُزُرَهُنَّ فَشَقَّقْنَهَا مِنْ قِبَلِ الْحَوَاشِي فَاخْتَمَرْنَ بِهَا

تو مہاجرین کی عورتوں نے اپنے تہہ بندوں کے کنارے پھاڑ کر اپنی اوڑھنیاں بنا لیا۔" [1]

یتیموں کی شراب بھی بہا دی

مسند أبي یعلیٰ الموصلی میں ہے کہ ایک شخص خیبر سے شراب لا کر مدینے میں فروخت کیا کرتا تھا ایک دن وہ لا رہا تھا ایک صحابی راستے میں ہی اسے مل گئے اور فرمایا شراب تو اب حرام ہو گئی وہ واپس مڑ گیا اور ایک ٹیلے تلے اسے کپڑے سے ڈھانپ کر آ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کیا یہ سچ ہے کہ شراب حرام ہو گئی؟ آپ نے فرمایا: ہاں سچ ہے، کہا پھر مجھے اجازت دیجیے کہ جس سے لی ہے اسے واپس کر دوں، فرمایا: اس کا لوٹانا بھی جائز نہیں، کہا پھر اجازت دیجیے کہ میں اسے ایسے شخص کو تحفہ دوں جو اس کا معاوضہ مجھے دے، آپ نے فرمایا: یہ بھی ٹھیک نہیں، اس نے کہا: اس میں یتیموں کا مال بھی لگا ہوا ہے، آپ نے فرمایا: دیکھو! جب ہمارے پاس

---

[1] صحیح البخاری(٤٧٥٩)فی تفسیر سورۃ النور، باب (ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن)، وأبو داود رقم(٤١٠٢)فی اللباس، باب قول اللّٰہ تعالی (ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن)]

بحرین کا مال آئے گا اس سے ہم تمھارے یتیموں کی مدد کریں گے، پھر مدینہ میں منا دی ہوگئی ایک شخص نے کہا : رسول اللہ ﷺ شراب کے برتنوں سے نفع حاصل کرنے کی اجازت دیجیے، آپ نے فرمایا: جاؤ مشکوں کو کھول ڈالو اور شراب بہا دو اس قدر شراب بہی کہ میدان بھر گئے ۔

[مسند أبي يعلى الموصلي۔ یہ حدیث غریب ھے.]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جہاد کے لیے تڑپ

﴿لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ﴾

[التوبة: ٩١، ٩٢]

"ضعیفوں (کمزوروں) پر کوئی گناہ نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ (ہی) ایسے لوگوں پر ہے جو اس قدر (وسعت بھی) نہیں پاتے جسے خرچ کریں جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے لئے خالص و مخلص ہو چکے ہوں، نیکوکاروں (یعنی صاحبان احسان) پر الزام کی کوئی راہ نہیں اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ اور نہ ایسے لوگوں پر (طعنہ و الزام کی راہ ہے) جبکہ وہ آپ کی خدمت میں (اس لئے) حاضر ہوئے کہ آپ انھیں (جہاد کے لئے) سوار کریں (کیونکہ ان کے پاس اپنی کوئی سواری نہ تھی تو) آپ نے فرمایا: میں (بھی) کوئی (زائد سواری) نہیں پاتا ہوں جس پر تمھیں سوار کرسکوں، (تو) وہ (آپ کے اذن سے) اس حالت میں لوٹے کہ ان

کی آنکھیں (جہاد سے محرومی کے) غم میں اشکبار تھیں کہ (افسوس) وہ (اس قدر) زادِ راہ نہیں پاتے جسے وہ خرچ کرسکیں (اور شریک جہاد ہوسکیں)"

اس ایت میں ان کا ذکر ہے جو جہاد کی شرکت کے لئے تڑپتے ہیں مگر قدرتی اسباب سے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ رک جاتے ہیں۔ جہاد کا حکم ہوا رسول اللہ ﷺ کا اعلان ہوا مجاہدین کا لشکر جمع ہونا شروع ہوا تو ایک جماعت آئی جن میں عبداللہ بن مغفل بن مقرن مزنی وغیرہ تھے انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سواریاں نہیں آپ ہماری سواریوں کا انتظام کردیں تاکہ ہم بھی راہ حق میں جہاد کرنے اور آپ کی ہمرکابی کا شرف حاصل کریں۔ آپ نے جواب دیا: واللہ میرے پاس تو ایک بھی سواری نہیں۔ یہ ناامید ہو کر روتے پیٹتے غم زدہ اور رنجیدہ ہو کر لوٹے ان پر اس سے زیادہ بھاری بوجھ کوئی نہ تھا کہ یہ اس وقت ہم رکابی کی اور جہاد کی سعادت سے محروم رہ گئے اور عورتوں کی طرح انھیں یہ مدت گھروں میں گذارنی پڑے گی نہ ان کے پاس خود ہی کچھ ہے نہ کہیں سے کچھ ملتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ان کی تسکین کردی۔

یہ آیت قبیلہ مزینہ کی شاخ بنی مقرن کے بارے میں اتری ہے۔ محمد بن کعب فرماتے ہیں: یہ سات آدمی تھے بنی عمرو کے سالم بن عوف، بنی واقف کے حرمی بن عمرو، بنی مازن کے عبدالرحمن بن کعب، بنی معلّٰی کے فضل اللہ، بنی سلمہ کے عمرو بن عثمہ اور عبداللہ بن عمرو مزنی اور بنو حارثہ کے علیہ بن زید۔ انھی نیک نیت بزرگوں کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے:

مدینہ میں کئی لوگ ہیں، جو جہاد میں نہ آنے کے باوجود تمھارے ساتھ رہے ہیں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رَجَعَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ فَدَنَا مِنَ الْمَدِينَةِ فَقَالَ إِنَّ بِالْمَدِينَةِ أَقْوَامًا مَا سِرْتُمْ مَسِيرًا وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ قَالَ وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آئے، مدینہ کے قریب پہنچے تو فرمایا: "بیشک مدینہ میں کئی لوگ ہیں، تم کسی راستے پر نہیں چلے اور نہ تم نے کوئی وادی طے کی ہے، مگر وہ تمھارے ساتھ رہے ہیں۔" لوگوں نے پوچھا: "یا رسول اللہ! اور وہ مدینہ ہی میں تھے؟" فرمایا: "(ہاں) وہ مدینہ ہی میں تھے، انھیں عذر نے روک رکھا تھا۔"

[صحیح بخاری، المغازی، بَاب نُزُولِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجْرَ (٤٤٢٣)]

ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کر دیجیے

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، زید بن خالد رضی اللہ عنہ دونوں فرماتے ہیں: دو آدمی رسول اللہ کی خدمت اقدس میں جھگڑتے ہوئے آئے ان میں ایک نے کہا: ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کر دیجئے اور ہمیں اجازت دیجئے کہ میں عرض کروں، آپ نے فرمایا: بیان کر، اس نے کہا: میرا بیٹا اس کے ہاں مزدور تھا، میرے بیٹے نے اس کی بیوی سے زنا کیا لوگوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو سنگسار کیا جائے گا، میں نے سو بکریاں اور ایک لونڈی فدیہ دے کر اس کو چھڑایا، پھر میں نے اہل علم سے دریافت کیا تو ان لوگوں نے مجھے بتایا: میرے بیٹے کو کوڑے لگیں گے اور ایک سال کے لئے جلاوطن ہونا پڑے گا سنگسار تو اس کی بیوی کو کیا جائے گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ أَمَّا غَنَمُكَ وَجَارِيَتُكَ فَرَدٌّ عَلَيْكَ وَجَلَدَ ابْنَهُ مِائَةً وَغَرَّبَهُ عَامًا وَأُمِرَ أُنَيْسٌ الْأَسْلَمِيُّ أَنْ يَأْتِيَ امْرَأَةَ الْآخَرِ فَإِنْ اعْتَرَفَتْ رَجَمَهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تمھارا فیصلہ اللہ کے مطابق کروں گا: تمھاری بکریاں اور لونڈی تمھیں واپس کی جاتی ہیں اور اس کے بیٹے کو سو کوڑے لگوائے اور ایک سال کے لئے جلاوطن کر دیا اور انیس اسلمی کو حکم دیا کہ اس دوسرے کی بیوی کے پاس جائے، اگر وہ اعتراف کرے تو اس کو رجم کر دیا جائے اس نے اعتراف کرلیا تو اس کو رجم کر دیا گیا۔" [1]

نبی ﷺ کے دور میں لوگ قرآن پر عمل کے لیے تیار رہتے تھے، اور اس کی حدود کو قبول کرتے تھے۔ کاش کہ آج بھی یہ صورت حال پیدا ہو جائے، تاکہ اس امت کی اصلاح ہو سکے۔

انصار نے مہاجرین کو اپنی وراثت میں سے حق دار بنالیا

﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا﴾۔ [النساء:۳۳]

"اور ہم نے سب کے لئے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے چھوڑے ہوئے مال میں حق دار (یعنی وارث) مقرر کر دیے ہیں، اور جن سے تمھارا معاہدہ ہو چکا ہے سو انھیں ان کا حصہ دے دو، بیشک اللہ ہر چیز کا مشاہدہ فرمانے والا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں مؤاخات قائم فرما دی تھی، یعنی مہاجرین و انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنا دیا تھا، حتیٰ کہ وراثت میں وہ حقیقی رشتہ داروں سے مقدم سمجھے جاتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے میراث کے احکام نازل فرما کر اسے

[1] أخرجه البخاری (٦٨٢٧) فی المحاربین، باب الاعتراف بالزنا، ومسلم رقم (١٦٩٧) و (١٦٩٨) فی الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنی، ماجة رقم (٢٥٤٩) فی الحدود، باب حد الزنی.]

منسوخ فرما دیا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے (قرآن مجید کی آیت)

﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾

کے متعلق فرمایا کہ (موالی کے معنی) ورثا کے ہیں اور

﴿وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾

(کا مطلب یہ ہے کہ) مہاجرین جب مدینہ آئے تو مہاجر انصار کا ترکہ پاتے تھے اور انصاری کے رشتہ داروں کو کچھ نہ ملتا تھا۔ یہ اس مؤاخات کی وجہ سے تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کی تھی، پھر جب آیت: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ نازل ہوئی تو پہلی آیت ﴿وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ منسوخ ہوگئی، سوائے تعاون اور خیر خواہی کے (یعنی وراثت نہیں ملے گی) ۔ البتہ میراث کا حکم (جو انصار و مہاجرین کے درمیان مؤاخات کی وجہ سے تھا) وہ منسوخ ہوگیا اور وصیت جتنی چاہے (تہائی ترکہ میں سے، جسے نافذ کیا جائے گا) کی جاسکتی ہے۔ ❶

مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جتنے مسلمان تھے وہ دو قسم کے تھے ایک وہ لوگ تھے جو مکہ کے باشندہ تھے مگر کفار کی تکلیف اور ایذا رسانی سے اپنا وطن چھوڑ کر محض خدا کے واسطے مدینہ آ کر آباد ہوئے۔ دوسرے وہ تھے جو مدینہ کے رہنے والے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے اور آپ سے ہجرت سے پہلے انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ اگر آپ مدینہ میں آن کر وہاں رہنا اختیار کریں گے تو ہر طرح سے آپ کی خبر گیری ہم کریں گے جان سے مال سے دریغ نہ کریں گے اگر کفار آپ پر حملہ کریں گے اور لڑائی پر آمادہ ہوں گے تو ہم لوگ سینہ سپر کرنے کو تیار ہیں یہ لوگ انصار کہلاتے ہیں ہجرت کے بعد انھوں نے اپنے وعدہ کے موافق اپنے بھائی مہاجرین کو اپنے گھروں میں رکھا جن کی بیویاں نہ تھیں انکا نکاح کر دیا انھیں دونوں گروہ مہاجرین و انصار کی شان میں یہ

---

❶ صحیح بخاری، (۲۲۹۲) الکفالۃ، باب قول اللہ عزوجل والذین عقدت أیمانکم فاتوھم نصیبھم)]

آیت اتری:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ...﴾۔ [الأنفال:۷۲]

"بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے (اللہ کے لئے) وطن چھوڑ دیے اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور (ان کی) مدد کی وہی لوگ ایک دوسرے کے حقیقی دوست ہیں۔"

جو مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچ رہے تھے ان کا ایک بنیادی مسئلہ ان کی آبادکاری اور فکر معاش کا تھا۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے رسول اللہ نے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات یا بھائی چارہ کا سلسلہ قائم کیا اور بروایت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ نے ان کے گھر میں مختلف اوقات میں تین مجلسوں میں تقریباً تینتالیس مہاجرین اور انصار کو مواخات کے سلسلہ میں منسلک کر دیا۔ یعنی ایک مہاجر کو ایک انصاری کے ساتھ ملا کر انھیں بھائی بھائی بنا دیا اور اس مہاجر کے مسائل اور بنیادی ضروریات کو اس انصاری کے ذمہ ڈال دیا۔ جسے انصار نے نہایت وسیع النظر فی اور خوشدلی کے ساتھ قبول کر لیا اور یہ بھائی چارہ یا ولایت اس درجہ تک بڑھی کہ اصلی وارثوں کو چھوڑ کر یہی بھائی ایک دوسرے کے ولی اور وارث ہوتے تھے۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی بہت سی آیات میں مہاجرین و انصار کی تعریف کی ہے، مثلاً ارشاد فرمایا:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر زیر آیت (وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ (۴۵۸۰) النساء:۳۳]

بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ [التوبة:71]

"اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا، بیشک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔"

ایک مقام پر فرمایا:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ [التوبة:100]

"اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

ایک مقام میں فرمایا:

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ

حَاجَةً مِّمَّآ أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

[الحشر: ۸،۹]

”(یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنا لی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔“

سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قریش میں سے وہ لوگ جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور ثقیف میں سے وہ لوگ جو آزاد کر دیے گئے، یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے دنیا و آخرت میں دوست ہیں اور مہاجرین و انصار بھی آپس میں ایک دوسرے کے دنیا و آخرت میں دوست ہیں۔“ [1]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (گھر بار چھوڑ کر مدینہ آنے والے مہاجرین یعنی) قریش اور (مدینہ کے مقامی لوگوں یعنی) انصار کے درمیان (باہم بھائی چارے کا) عہد و پیمان میرے گھر میں کروایا۔ [2]

---

[1] مسند أحمد: ٤/٣٦٣، ح: ١٩٢٤٠۔ ابن حبان: ٧٢٦٠]

[2] بخاری، کتاب الکفالة، باب قول الله عزوجل۔۔ الخ: ٢٢٩٤۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب مؤاخاة النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔۔ الخ: ٢٥٢٩]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کروا دیا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بہت مال دار تھے۔ وہ اپنے (بھائی) عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے، انصار جانتے ہیں کہ میں ان میں سب سے زیادہ مال دار ہوں، اس لیے میں اپنا مال آدھا آدھا تقسیم کر دینا چاہتا ہوں (نصف آپ کے لیے اور نصف اپنے لیے)، اسی طرح میری دو بیویاں ہیں، ان دونوں میں سے آپ کو جو اچھی لگے، میں اس کو طلاق دے دوں گا، پھر جب اس کی عدت (کے دن) گزر جائیں، تو آپ اس سے شادی کر لیں۔ سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کے اہل اور مال و دولت میں برکت فرمائے، مجھے یہ بتلایئے کہ تمھارا بازار کدھر ہے؟ [1]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو مہاجرین کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! ہم جن لوگوں کے پاس آئے ہیں ہم نے آج تک ان جیسی قوم نہیں دیکھی کہ ان میں سے جن کے پاس مال زیادہ ہے وہ ہم پر بے دریغ خرچ کرتے ہیں اور جن کے پاس دولت تھوڑی ہے وہ ہماری ہمدردی اور خبر گیری میں کمال دکھاتے ہیں۔ انھوں نے مشکل میں ہمارا ساتھ دیا اور آسانی میں ہمیں اپنے ساتھ شریک کیا۔ اس قدر کہ اب تو ہمیں یہ خوف لاحق ہو گیا ہے کہ کہیں آخرت کا سارا ثواب وہی نہ لے جائیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تک تم انصار کی تعریف اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو گے، تم سب ان کے اجر میں شریک رہو گے۔“ [2]

---

[1] بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب إخاء النبی صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ بین المهاجرین والأنصار: ۳۷۸۰]

[2] صحیح البخاری (۲۲۹۲) فی الکفالة، باب قول الله تعالی: (والذین عاقدت أیمانکم فآتوهم نصیبهم)، وأبو داود رقم (۲۹۲۲ و ۲۹۲۱) فی الفرائض، باب نسخ میراث العقد بمیراث الرحم.

اللہ و رسول کو پسند کرتی ہوں مال کو نہیں

بنو قریظہ کے اموال اور دوسری فتوحات کے نتیجے میں جب مسلمانوں کی حالت کچھ بہتر ہوگئی تو انصار و مہاجرین کی عورتوں کو دیکھ کر آپ ﷺ کی بیویوں نے بھی نان و نفقہ میں اضافے کا مطالبہ کردیا۔ رسول اللہ ﷺ کسی صورت اپنی زہد و قناعت کی زندگی ترک کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ بیویوں کے اصرار پر آپ کو سخت رنج اور صدمہ ہوا اور آپ نے قسم کھالی کہ میں ایک ماہ تک تمھارے پاس نہیں آؤں گا۔ اسے "ایلاء" کہتے ہیں، پھر آپ پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

حدیث میں ہے کہ جب انتیس دن گزر گئے تو سب سے پہلے آپ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ انھوں نے آپ سے کہا: "آپ نے تو ہمارے ہاں ایک ماہ تک نہ آنے کی قسم کھائی تھی اور ابھی انتیس راتیں گزری ہیں، میں انھیں اچھی طرح گنتی رہی ہوں۔"

نبی ﷺ نے فرمایا: "یہ مہینا انتیس دنوں کا ہے۔" اور وہ مہینا تھا بھی انتیس دنوں کا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "پھر اللہ تعالیٰ نے اختیار دینے کی آیت نازل فرمائی تو سب بیویوں سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا، فرمایا: "میں تم سے ایک بات کہنے لگا ہوں، کوئی حرج نہیں کہ اس کے جواب میں جلدی نہ کرو اور اپنے ماں باپ سے مشورہ کرلو۔" عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "میں خوب جانتی تھی کہ میرے ماں باپ مجھے آپ ﷺ سے جدا ہونے کی رائے کبھی نہیں دیں گے۔" پھر آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ

لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ [الأحزاب: ۲۸، ۲۹]

میں نے کہا: ”کیا میں اس کے متعلق اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں گی؟ میں تو اللہ اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں۔“ پھر آپ ﷺ نے اپنی باقی بیویوں کو بھی اختیار دیا، انھوں نے بھی وہی بات کہی جو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہی تھی۔ ❶

ابن کثیر رحمہ اللہ نے عکرمہ رحمہ اللہ کا قول نقل فرمایا ہے کہ اس وقت آپ کے نکاح میں نو (۹) بیویاں تھیں، پانچ قریش سے تھیں: عائشہ، حفصہ، ام حبیبہ، سودہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن اور بنو نضیر سے صفیہ بنت حیی، بنو ہلال سے میمونہ بنت حارث، بنو اسد سے زینب بنت جحش اور بنو المصطلق سے جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہن۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اختیار دیا، ہم نے اللہ اور اس کے رسول کو پسند کیا تو آپ ﷺ نے اسے ہم پر کچھ شمار نہیں کیا۔“ ❷

رسول اللہ ﷺ کی ساری بیویوں نے اللہ اور رسول کو اختیار کیا، ایسی عورتیں کائنات میں کہیں نہیں ہیں۔ اب ان کو تسلیم کرنے میں ہی خیر ہے، یہ امت کی مائیں ہیں۔

”عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ فرماتی ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهَا حِينَ أَمَرَهُ اللهُ أَنْ يُخَيِّرَ أَزْوَاجَهُ فَبَدَأَ بِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَسْتَعْجِلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا يَأْمُرَانِي بِفِرَاقِهِ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللهَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِلَى تَمَامِ الْآيَتَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ فَفِي أَيِّ هَذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ

❶ صحيح بخاري، المظالم، باب الغرفة والعلية۔۔: ۲٤٦٨]

❷ صحيح بخاري، الطلاق، باب من خير أزواجه۔۔ (٥٢٦٢)]

فَإِنِّي أُرِيدُ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ

جس وقت آیت تخییر نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: میں تم سے ایک بات کہتا ہوں مگر جواب میں جلدی مت کرنا اور اپنے والدین سے اچھی طرح دریافت کر کے جواب دینا، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ اچھی طرح جانتے تھے کہ میرے والدین آپ کی فرقت اور مال کی محبت کو پسند نہ کریں گے، پھر آپ نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ○ وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ [الأحزاب: ۲۸، ۲۹]

"اے نبی (مکرم!) اپنی ازواج سے فرما دیں کہ اگر تم دنیا اور اس کی زینت و آرائش کی خواہش مند ہو تو آؤ میں تمھیں مال و متاع دے دوں اور تمھیں حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کی طلب گار ہو تو بیشک اللہ نے تم میں نیکوکار بیبیوں کے لئے بہت بڑا اجر تیار فرما رکھا ہے۔"

"عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میں والدین سے کیا پوچھوں میں تو اللہ و رسول اور آخرت کے عیش کو پسند کرتی ہوں مال کو نہیں۔ [1]

---

[1] صحیح بخاری(٤٧٨٥) باب قوله: يا أيها النبي قل لأزواجك إن كنتن تردن الحياة الدن وزينتها فتعالين أمتعكن وأسرحكن سراحا جميلا) (الأحزاب: ٢٨)]

ابوالدحداح رضی اللہ عنہ کا عمل

﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ وَ اللّٰهُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ ۪ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ [بقرۃ:۲۴۵]

"کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے تو اللہ اسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر زیادہ دے؟ اور اللہ ہی (لوگوں کا رزق) تنگ اور کشادہ کرتا ہے اور تمھیں اسی کے ہاں لوٹ کر جانا ہے۔"

جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابوالدحداح رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھا اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگتے ہیں، حالانکہ وہ قرض سے مستغنی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں اس کے ذریعے سے تم کو جنت میں داخل کر دیں۔ ابوالدحداح رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا اللہ تعالیٰ کے رسول ہاتھ بڑھائیں، آپ نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا پھر ہاتھ میں ہاتھ لے کر کہا:

فَإِنِّي أَقْرَضْتُ اللّٰهَ حَائِطًا فِيهِ سِتُّمِائَةِ نَخْلَةٍ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنا باغ جس میں چھ سو کھجور کے درخت ہیں اللہ کو قرض دیا۔ آپ نے اُن سے فرمایا: تمھارے دو باغ ہیں ایک اللہ کے راستے میں وقف کر دو اور دوسرا اپنے اہل وعیال کی معاشی ضرورت کے لئے باقی رکھو، ابوالدحداح نے کہا: آپ گواہ رہیے ان دونوں میں سے بہترین باغ جس میں کھجور کے چھ سو درخت ہیں اس کو میں اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: اللہ تمھیں اس کے بدلے میں جنت عطا کریں گے، اور وہاں سے سیدھے اپنے باغ میں آئے اور باہر ہی کھڑے رہ کر اپنی بیوی کو آواز دی کہ بچوں کو لے کر باہر آ جاؤ، میں نے یہ باغ اللہ کی

راہ میں دے دیا ہے۔ (ابن کثیر، ابن ابی حاتم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كَمْ مِنْ عِذْقٍ رَدَاحٍ وَدَارٍ فَسَاحٍ فِي الْجَنَّةِ لِأَبِي الدحداح (قرطبی)

کھجوروں سے لبریز بیشمار درخت اور کشادہ محلات کس قدر ابوالدحداح

(رضی اللہ عنہ) کے لئے تیار ہیں (یعنی جنت میں)

خودکشی یا ترک وطن کا حکم آ جاتا تو بھی اس پر عمل کرتے

﴿وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوٓا أَنفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِن دِيَارِكُم مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا﴾ [النساء:٦٦]

"اور اگر ہم انھیں حکم دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالو یا اپنے گھر چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں سے تھوڑے ہی ایسا کرتے اور اگر یہ اس نصیحت پر کار بند ہوتے جو ان کو کیجاتی ہے تو ان کے حق میں بہتر اور (دین میں) زیادہ ثابت قدمی کا موجب ہوتا۔"

مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یعنی ایسے منافقین جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں، اگر ہم کسی بنا پر ان پر قتل واجب کر دیتے جیسا کہ بچھڑا پوجنے والوں پر واجب کیا تھا یا یہاں (مدینہ) سے کسی اور جگہ نقل مکانی یا ہجرت کرنے کو کہتے تو اس قسم کی قربانیاں یہ لوگ کیسے بجا لا سکتے تھے؟ اور اگر یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تو ان کی منزل مقصود قریب تر ہو جاتی اور یہ بہرحال فائدہ میں رہتے۔ یہاں دنیا میں بھی باوقار زندگی نصیب ہوتی اور آخرت میں بھی بڑے اجر کے مستحق ہوتے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے کہا: اللہ نے

ہمیں اس آزمائش میں نہیں ڈالا، اس صحابی رضی اللہ عنہ کا یہ کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا تو آپ نے فرمایا: میری امت میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے دلوں میں ایمان مضبوط پہاڑوں سے زیادہ جما ہوا ہے۔

ابن وہب کا بیان ہے کہ یہ کلمہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سن کر کہا: اگر یہ حکم نازل ہوتا تو اللہ کی قسم میں سب سے پہلے اپنے آپ اور اپنے اہل بیت کو اس پر قربان کر دیتا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھ کر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا: یہ بھی اس پر عمل کرنے والوں میں سے ایک ہیں۔ (ابن کثیر)

بعض روایات میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ حکم (خودکشی یا ترک وطن) کا اللہ کی طرف سے آ جاتا تو ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعود ضرور اس پر عمل کرتے۔ (ابن ابی حاتم)

اور رہا دوسرا معاملہ ترک وطن کا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس پر تو عمل کر کے دکھلا دیا کہ اپنا وطن مکہ اور اپنی تمام جائیدادوں اور تجارتوں کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت اختیار کر لی۔

ایک یہودی نے ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ سے فخریہ کہا: اللہ تعالیٰ نے ہم پر خود ہمارا قتل بھی فرض کیا تو بھی ہم کر گزرے، اس پر ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ اگر ہم پر یہ فرض ہوتا تو ہم بھی کر گزرتے، اس پر یہ آیت اتری۔

میاں محمد جمیل صاحب حفظہ اللہ فہم القران میں لکھتے ہیں:

عمر رضی اللہ عنہ نے اظہار تشکر کے طور پر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا بے پناہ فضل و کرم ہوا ہے کہ اس نے ہمیں اپنے آپ کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا، اگر یہ حکم نازل ہو جاتا تو ہم

اس پر عمل کرنے سے ہرگز گریز نہ کرتے۔ اس بات کا عملی ثبوت انھوں نے غزوۂ بدر کے موقعہ پر دیا تھا کہ جب قیدیوں کے بارے میں مشاورت ہوئی کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟ تو دو تجاویز سامنے آئیں جن میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہیے۔ اس میں مسلمانوں کی مالی امداد کے ساتھ کفار کے لیے ہدایت کا آخری موقعہ فراہم کرنا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز یہ تھی کہ یہ لوگ ناقابل معافی اور ناقابل اصلاح ہیں۔ ان کو قتل کرنے سے ہمیشہ کے لیے کفر کی کمر ٹوٹ جائے گی۔ ان کی تجویز تھی کہ ہر کوئی اپنے قریبی رشتہ دار قیدی کو قتل کرے سب سے پہلے میں اپنے رشتہ دار قیدیوں کو قتل کروں گا۔

[الرحیق المختوم، غزوۂ بدر کے قیدیوں کا قضیہ]

﴿وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ﴾ نے خاموش کرا دیا

عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ إِنْ كُنَّا لَنَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ أَحَدُنَا صَاحِبَهُ بِحَاجَتِهِ حَتَّى نَزَلَتْ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ

”ابوعمرو بن سعد بن ابی ایاس شیبانی فرماتے ہیں: مجھ کو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بتلایا: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نماز پڑھتے ہوئے باتیں کرلیا کرتے تھے۔ کوئی بھی اپنے قریب کے نمازی سے اپنی ضرورت بیان کر دیتا۔ پھر آیت

﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ﴾

اتری اور ہمیں (نماز میں) خاموش رہنے کا حکم ہوا۔

[صحیح بخاری (۱۲۰۰) بَاب مَا يُنْهَى عَنْهُ مِنَ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ]

اگر دو آیتیں کتاب اللہ میں نہ ہوتیں تو

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ يَقُولُونَ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيثَ وَاللهُ الْمَوْعِدُ وَيَقُولُونَ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُونَ مِثْلَ أَحَادِيثِهِ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ وَكُنْتُ امْرَأً مِسْكِينًا أَلْزَمُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مِلْءِ بَطْنِي فَأَحْضُرُ حِينَ يَغِيبُونَ وَأَعِي حِينَ يَنْسَوْنَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لَنْ يَبْسُطَ أَحَدٌ مِنْكُمْ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هَذِهِ ثُمَّ يَجْمَعَهُ إِلَى صَدْرِهِ فَيَنْسَى مِنْ مَقَالَتِي شَيْئًا أَبَدًا فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا حَتَّى قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ ثُمَّ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَتِهِ تِلْكَ إِلَى يَوْمِي هَذَا وَاللهِ لَوْلَا آيَتَانِ فِي كِتَابِ اللهِ مَا حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا أَبَدًا إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى إِلَى قَوْلِهِ الرَّحِيمِ

:ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لوگ کہتے ہیں: ابو ہریرہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے۔ حالانکہ اس کو اللہ سے ملنا ہے اور کہتے ہیں: کیا بات ہے کہ مہاجرین اور انصار وہ ابو ہریرہ جیسی حدیثیں بیان نہیں کرتے؟ تو حقیقت یہ ہے کہ مہاجرین بازاروں میں خرید و فروخت میں لگے رہتے ہیں اور میرے انصار بھائی اپنے مالی معاملہ میں مشغول رہتے ہیں اور میں ایک مسکین آدمی تھا، میرا جب پیٹ بھرا رہتا ہے، تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں برابر رہتا تھا، چنانچہ جب لوگ غیر حاضر ہوتے تو میں موجود ہوتا اور جس چیز کو لوگ بھول جاتے میں یاد رکھتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا: تم میں سے جو

کوئی میری اس گفتگو کے ختم ہونے تک اپنا کپڑا بچھائے رکھے پھر اس کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لپیٹ لے تو میری کسی بات کو کبھی نہیں بھولے گا، میں نے اپنی چادر بچھائی اور مجھ پر اس کے سوا کوئی کپڑا نہیں تھا یہاں تک کہ نبی ﷺ نے اپنی گفتگو ختم کی، تو میں نے اس کو سمیٹ کر اپنے سینہ سے لگا لیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں آج تک آپ ﷺ کی گفتگو میں سے کچھ بھی نہ بھولا۔ واللہ! اگر دو آیتیں کتاب اللہ میں نہ ہوتیں تو میں تم سے کبھی حدیث بیان نہ کرتا، وہ آیت یہ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ○ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾۔ [البقرة:١٥٩]

"بیشک جو لوگ ہماری نازل کردہ کھلی نشانیوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں اس کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لئے (اپنی) کتاب میں واضح کر دیا ہے تو انھی لوگوں پر اللہ لعنت بھیجتا ہے (یعنی انھیں اپنی رحمت سے دور کرتا ہے) اور لعنت بھیجنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں، مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کر لی اور اصلاح کر لی اور بیان کر دیا (جسے چھپاتے رہے) تو وہی لوگ ہیں کہ میں توبہ قبول کرتا ہوں ان کی اور میں ہی توبہ قبول کرنیوالا نہایت مہربان ہوں۔" ❶

❶ رواه البخاري(٢٣٥٠)باب ما جاء في الغرس،ومسلم رقم (٢٤٩٢)باب من فضائل أبي هُرَيْرَةَ الدَّوسيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ]

اگر ایک آیت نہ ہوتی تو میں تم سے یہ حدیث بیان نہ کرتا

”حمران (عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام) سے روایت ہے، انھوں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انھوں نے پانی کا ایک برتن مانگا، اولا اپنی ہتھیلیوں پر تین بار پانی ڈالا، پھر کلی کی اور ناک صاف کی، پھر اپنے چہرے کو تین مرتبہ اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک تین مرتبہ دھویا، اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہے کہ جو کوئی میرے اس وضو کے مثل وضو کرے اور اس کے بعد دو رکعت نماز خلوص نیت سے پڑھے، تو اس سے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

حمران کہتے ہیں:

فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ: أَلاَ أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا لَوْلاَ آيَةٌ مَا حَدَّثْتُكُمُوهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لاَ يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ يُحْسِنُ وُضُوءَهُ، وَيُصَلِّي الصَّلاَةَ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلاَةِ حَتَّى يُصَلِّيَهَا قَالَ عُرْوَةُ: الآيَةَ (إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ) (البقرة:١٥٩)

جب عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا تو فرمایا اگر ایک آیت نہ ہوتی تو میں تم سے یہ حدیث بیان نہ کرتا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو شخص اچھی طرح وضو کر کے نماز پڑھتا ہے تو اس وضو اور نماز کے درمیان گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، عروہ کہتے ہیں وہ آیت یہ ہے

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ أُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ﴾۔ [البقرة:١٥٩] ❶

---

❶ رواه البخاري (١٦٠) في الوضوء، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، ومسلم رقم (٢٢٦) في الطهارة، باب في صفة الوضوء وكماله.]

ایک ایت کی وجہ سے مکان منتقل نہ کیے

"ابو سعد خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَتْ بَنُو سَلِمَةَ فِي نَاحِيَةِ الْمَدِينَةِ فَأَرَادُوا النُّقْلَةَ إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةَ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتَى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ آثَارَكُمْ تُكْتَبُ فَلَا تَنْتَقِلُوا

قبیلہ بنو سلم مدینہ کے کنارے آباد تھے ان کی چاہت تھی کہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتَى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ﴾ [یس:۱۲]

"بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے اور جو انھوں نے آگے بھیجا اور جو پیچھے اس کو لکھتے ہیں"

اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ چونکہ تمھارے اعمال لکھے جاتے ہیں اس لئے منتقل نہ ہو۔" [1]

زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) پکارنا شروع کردیا

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ، مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنَّا نَدْعُوهُ إِلَّا زَيْدَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَتَّى نَزَلَ الْقُرْآنُ، (أُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ)

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو متبنی بنا لیا تھا اور ہم لوگ زید کو زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی:

---

[1] جامع ترمذی(٣٢٢٦) فی التفسیر، باب ومن سورة یس، وقال: هذا حدیث حسن غریب من حدیث الثوری. وقال ابن کثیر ٨٤/٧: وقد روی من غیر طریق الثوری.]

﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾. [الأحزاب:٥]

”تم ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے باپ (ہی کے نام) سے پکارا کرو، یہی اللہ کے نزدیک زیادہ عدل ہے، پھر اگر تمھیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو (وہ) دین میں تمھارے بھائی ہیں اور تمھارے دوست ہیں۔ اور اس بات میں تم پر کوئی گناہ نہیں جو تم نے غلطی سے کہی لیکن (اس پر ضرور گناہ ہوگا) جس کا ارادہ تمھارے دلوں نے کیا ہو، اور اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔“

تو ہم نے اس طرح پکارنا چھوڑ دیا۔ [1]

سجدہ کی آیت سن کر صحابہ کرام سجدہ کرتے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَيْنَا السُّورَةَ، فِيهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ، حَتّٰى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَوْضِعَ جَبْهَتِهِ

:ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی آیت تلاوت کرتے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تو ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کرتے، تو اتنا ہجوم ہوتا تھا کہ ہم میں سے بعض کو پیشانی رکھنے کے لیے (سجدہ کرنے کی) جگہ نہ ملتی۔“ [2]

---

[1] صحيح البخاري (٤٧٨٢) في تفسير سورة الأحزاب، باب (ادعوهم لآبائهم هو أقسط عند الله)، ومسلم رقم (٢٤٢٥) في فضائل الصحابة، باب فضائل زيد بن حارثة]

[2] رواه البخاري (١٠٧٥) في سجود القرآن، باب ازدحام الناس إذا قرأ الإمام السجدة، ومسلم (٥٧٥) في المساجد، باب سجود التلاوة.]

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر سورۃ نحل پڑھی اور سجدہ کیا

عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْهُدَيْرِ التَّيْمِيِّ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَكَانَ رَبِيعَةُ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ، عَمَّا حَضَرَ رَبِيعَةُ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَرَأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ بِسُورَةِ النَّحْلِ حَتَّى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ نَزَلَ، فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ حَتَّى إِذَا كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْقَابِلَةُ قَرَأَ بِهَا، حَتَّى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ، قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا نَمُرُّ بِالسُّجُودِ، فَمَنْ سَجَدَ، فَقَدْ أَصَابَ وَمَنْ لَمْ يَسْجُدْ، فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَسْجُدْ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَزَادَ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، إِنَّ اللهَ لَمْ يَفْرِضِ السُّجُودَ إِلَّا أَنْ نَشَاءَ

"ابوبکر نے کہا: ربیعہ بہتر لوگوں میں تھے اور انھوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی مجلس کا وہ حال بیان کیا جو انھوں نے دیکھا تھا کہ انھوں نے منبر پر سورۃ نحل پڑھی یہاں تک کہ جب سجدے کی آیت تک پہنچے تو نیچے اترے اور سجدہ کیا اور تمام لوگوں نے سجدہ کیا یہاں تک کہ جب دوسرا جمعہ آیا اور وہی سورۃ پڑھی، جب سجدے کی آیت آئی تو فرمایا: اے لوگو! ہم سجدہ کی آیت پڑھ کر گزر جاتے ہیں جس نے سجدہ کیا تو اس نے درست کیا اور جس نے سجدہ نہیں کیا اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اور عمر نے سجدہ نہیں کیا اور نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: اللہ تعالیٰ نے سجدہ فرض نہیں کیا بجز اس کے کہ ہماری مرضی پر منحصر ہے۔" [1]

اس آیت پر مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا نہ میرے بعد

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ

---

[1] رواہ البخاری (۱۰۷۷) فی سجود القرآن، باب من رأی أن اللہ عز وجل لم یوجب السجود.]

نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [المجادلة:۱۲]

"مومنو! جب تم پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہو تو بات کہنے سے پہلے (مساکین کو) خیرات دے دیا کرو۔ یہ تمھارے لئے بہت بہتر اور پاکیزگی کی بات ہے۔ اور اگر خیرات تم کو میسر نہ ہو تو خدا بخشنے والا مہربان ہے۔"

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ میرے نبی سے جب تم کوئی راز کی بات کرنا چاہو تو اس سے پہلے میری راہ میں خیرات کرو تاکہ تم پاک صاف ہو جاؤ اور اس قابل بن جاؤ کہ میرے پیغمبر سے مشورہ کرسکو، ہاں اگر کوئی غریب مسکین شخص ہو تو خیر۔ اسے اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کے رحم پر نظریں رکھنی چاہئیں یعنی یہ حکم صرف انھیں ہے جو مالدار ہوں۔ پھر فرمایا: شاید تمھیں اس حکم کے باقی رہ جانے کا اندیشہ تھا اور خوف تھا کہ یہ صدقہ نہ جانے کب تک واجب رہے۔ جب تم نے اسے ادا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی تمھیں معاف فرمایا، اب تو اور مذکورہ بالا فرائض کا پوری طرح خیال رکھو۔

کہا جاتا ہے کہ سرگوشی سے پہلے صدقہ نکالنے کا شرف صرف علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا پھر یہ حکم ختم ہو گیا، ایک دینار دے کر آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ باتیں کیں دس مسائل پوچھے۔ پھر تو یہ حکم ہی ختم ہو گیا۔

علی رضی اللہ عنہ سے خود بھی یہ واقعہ بہ تفصیل مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اس آیت پر مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا نہ میرے بعد کوئی عمل کرسکا، میرے پاس ایک دینار تھا جس کے میں نے دس درہم لے لئے ایک درہم اللہ کے نام پر کسی مسکین کو دے دیا پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے سرگوشی کی پھر تو یہ حکم اٹھ گیا تو مجھ سے پہلے بھی کسی نے اس پر عمل نہیں کیا اور نہ میرے بعد کوئی اس پر عمل کرسکتا ہے۔ پھر

آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔

ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا صدقہ کی مقدار ایک دینار مقرر کرنی چاہیے تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو بہت ہوئی۔ فرمایا پھر آدھا دینار، کہا ہر شخص کو اس کی بھی طاقت نہیں، آپ نے فرمایا: اچھا تم ہی بتاؤ کس قدر؟ فرمایا: ایک جو برابر سونا، آپ نے فرمایا: واہ واہ! تم تو بڑے ہی زاہد ہو، علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پس میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر تخفیف کر دی،

ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اور اسے حسن غریب کہا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مسلمان رسول اللہ ﷺ سے راز داری کرنے سے پہلے صدقہ نکالا کرتے تھے لیکن زکوٰۃ کے حکم نے اسے اٹھا دیا، آپ فرماتے ہیں: صحابہ نے کثرت سے سوالات کرنے شروع کر دیے جو رسول اللہ ﷺ پر گراں گزرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دے کر آپ پر تخفیف کر دی کیونکہ اب لوگوں نے سوالات چھوڑ دیے، پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کشادگی کر دی اور اس حکم کو منسوخ کر دیا، عکرمہ اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے، قتادہ اور مقاتل بھی یہی فرماتے ہیں: قتادہ کا قول ہے کہ صرف دن کی چند ساعتوں تک یہ حکم رہا، علی رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں: صرف میں ہی عمل کر سکا تھا اور دن کا تھوڑا ہی حصہ اس حکم کو نازل ہوئے تھا کہ منسوخ ہو گیا۔

کیا مجھے اس کے بدلے جنتی درخت مل سکتا ہے؟

﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى○وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى○فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى○﴾

"پس جس نے (اپنا مال اللہ کی راہ میں) دیا اور پرہیزگاری اختیار کی۔" اور اس نے (انفاق و تقویٰ کے ذریعے) اچھائی (یعنی دین حق اور آخرت)

کی تصدیق کی۔تو ہم عنقریب اسے آسانی (یعنی رضائے الٰہی) کے لئے سہولت فراہم کر دیں گے۔"

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے:

ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں سورۃ اللیل کا شان نزول یہ لکھا ہے کہ ایک شخص کا کھجوروں کا باغ تھا ان میں سے ایک درخت کی شاخیں ایک مسکین شخص کے گھر میں تھی، یہ وہاں جا کر کھجوریں اتارتا، اس میں جو کھجوریں نیچے گرتیں انھیں اس غریب شخص کے بچے چن لیتے تو یہ آ کر ان سے چھین لیتا بلکہ اگر کسی بچے نے منہ میں ڈال لی ہے تو انگلی ڈال کر اس کے منہ سے نکلوا لیتا، اس مسکین نے اسکی شکایت رسول اللہ ﷺ سے کی آپ نے اس سے فرمایا: اچھا تم جاؤ، اور آپ اس باغ والے سے ملے اور فرمایا: تو اپنا وہ درخت جس کی شاخیں فلاں مسکین کے گھر میں ہیں مجھے دے دے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے تجھے جنت کا ایک درخت دے گا، وہ کہنے لگا اچھا میں نے دیا مگر مجھے اس کی کھجوریں بہت اچھی لگتی ہیں، میرے تمام باغ میں ایسی کھجوریں کسی اور درخت کی نھیں، رسول اللہ ﷺ یہ سن کر خاموشی کے ساتھ واپس تشریف لے گئے۔

ایک شخص جو یہ بات چیت سن رہا تھا وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اگر یہ درخت میرا ہو جائے اور میں آپ کا کر دوں تو کیا مجھے اس کے بدلے جنتی درخت مل سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، یہ شخص اس باغ والے کے پاس آئے، ان کا بھی باغ کھجوروں کا تھا، اور اس سے کہا: کیا تم اپنے باغ کا یہ درخت بیچنا چاہتے ہو؟ یہ کہنے لگا کہ مجھے فلاں درخت کھجور کے بدلے جنت کا ایک درخت دینے کو کہہ رہے تھے، اور میں نے یہ جواب دیا (مگر مجھے اس کی کھجوریں بہت اچھی لگتی ہیں،) یہ سن کر خاموش ہو رہے، اب اس شخص نے کہا: کیا تم اسے بیچنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: نھیں، ہاں یہ اور بات ہے کہ جو قیمت اس کی مانگوں وہ کوئی مجھے دے دے۔

لیکن کون دے سکتا ہے؟ پوچھا کیا قیمت لینا چاہتے ہو؟ کہا چالیس درخت خرما کے۔ اس نے کہا: یہ تو بڑی زبردست قیمت لگا رہے ہو ایک کے چالیس؟ پھر اور باتوں میں لگ گئے، پھر یہ صاحب اچانک کہنے لگے اچھا میں اسے اتنے ہی میں خریدتا ہوں، اس نے کہا: اچھا اگر سچ مچ خریدنا ہے تو گواہ کر لو، اس نے چند لوگوں کو بلا لیا اور معاملہ طے ہو گیا گواہ مقرر ہو گئے پھر اسے کچھ سوجھی (مزید لالچ آ گیا) تو کہنے لگا کہ دیکھئے صاحب جب تک ہم تم الگ نہیں ہوئے یہ معاملہ طے نہیں ہوا۔ اس نے بھی (بے غرضی کے انداز سے) کہا بہت اچھا میں بھی ایسا احمق نہیں ہوں کہ تیرے ایک درخت کے بدلے جو خم کھایا ہوا ہے اپنے چالیس درخت دے دوں، تو یہ کہنے لگا کہ اچھا اچھا مجھے منظور ہے۔ لیکن درخت جو میں لوں گا وہ تنے والے بہت عمدہ لوں گا، اس نے کہا: اچھا منظور۔ چنانچہ گواہوں کے روبرو یہ سودا فیصل ہوا اور مجلس برخاست ہوئی۔ یہ شخص خوشی خوشی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ اب وہ درخت میرا ہو گیا اور میں نے اسے آپ کو دے دیا۔ رسول اللہ ﷺ اس مسکین کے پاس گئے اور فرمانے لگے: یہ درخت تمھارا ہے اور تمھارے بال بچوں کا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی:

﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ○﴾

"پس جس نے (اپنا مال اللہ کی راہ میں) دیا اور پرہیزگاری اختیار کی۔" اور اس نے (اِنفاق وتقویٰ کے ذریعے) اچھائی (یعنی دین حق اور آخرت) کی تصدیق کی۔ تو ہم عنقریب اسے آسانی (یعنی رضائے الٰہی) کے لئے سہولت فراہم کر دیں گے۔"

[تفسیر ابن کثیر]

رات اور دن پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے رہتے ہیں

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً﴾

[البقرة:٢٧٤]

: جو لوگ اپنا مال رات اور دن پوشیدہ اور ظاہر (راہ خدا میں) خرچ کرتے رہتے ہیں۔"

امام عبدالرزاق' امام عبد بن حمید' امام ابن جریر' امام ابن المنذر' امام طبرانی اور امام ابن عساکر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی، ان کے پاس چار درہم تھے انھوں نے ان میں سے ایک درہم رات کو خرچ کیا، ایک درہم دن کو ایک درہم پوشیدہ طور پر اور ایک درہم اعلانیہ طور پر خرچ کیا۔

سید احمد حسن رحمۃ اللہ علیہ احسن التفاسیر میں فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چار درہم خیرات کرنے کے قصہ کی روایت میں اگرچہ ابن جریر وغیرہ کی سند ضعیف ہے مگر ابن مردویہ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے جو اس قصہ کو روایت کیا ہے وہ سند قوی ہے اور اس قوی طریق کی مدد سے وہ ضعیف طریقہ بھی کچھ قوت پکڑ جاتا ہے۔

اس کا شان نزول یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس صرف چار درہم تھے انھوں نے ایک درہم رات کو خیرات کر دیا اور ایک درہم دن کو خیرات کر دیا ایک درہم پوشیدہ طور پر ایک درہم اعلانیہ طور پر خیرات کر دیا رسول اللہ نے ان سے پوچھا: تمھیں کس چیز نے اس کام پر آمادہ کیا انھوں نے جواب دیا کہ مجھے اس کام پر اس بات نے آمادہ کیا کہ میں اللہ پر اس کے کیے ہوئے وعدہ کو ادا کروں اس پر رسول اللہ نے فرمایا: جان لو کہ تمھارا یہ کام ہو گیا۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی:

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً﴾

[البقرة:۲۷٤]

ابوامامہ ابوالدرداء، مکحول، الاوزاعی اور رباح بن زید کا بھی یہی قول ہے ان کا کہنا ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے گھوڑے رکھتے ہیں اور ان گھوڑوں پر رات دن پوشیدہ اور اعلانیہ اخراجات کرتے ہیں یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو رعونت نخوت اور تکبر کے اظہار کے لیے گھوڑے نہیں پالتے۔

اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے گھوڑا پالا اور اس پر پوری طرح خرچ کیا تو اس گھوڑے کا سیر ہونا بھوکا رہنا اس کا سیراب ہونا اس کا پیاسا رہنا اس کا پیشاب اور اس کی لید قیامت کے دن اس شخص کے اعمال کے پلڑے میں ہوگی۔

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جس نے فی سبیل اللہ گھوڑا پالا نہ کہ دکھاوے اور شہرت کے لیے تو وہ ان لوگوں میں شامل ہے جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً﴾

[البقرة:۲۷٤]

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قرآن کی منع کردہ چیزوں کو ترک کردینا

کسی کی بات تو ماننے کا مطلب یا کسی بھی چیز پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ہر بات کو دل و جان سے قبول کرے، جس چیز کو کرنے کا حکم دے اسے فورا ادا کرے اور جس چیز سے منع کرے اس سے فورا رک جائے، اپنی خواہش اور تمنا کو کسی کے حکم پر قربان کردینا یہ سچی عقیدت اور سچی محبت ہے، آیئے دیکھتے ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ سے کتنی عقیدت اور محبت تھی کس طرح اللہ تعالیٰ کی بات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے، اور اپنے جذبات کو اللہ تعالیٰ کی بات کے آگے ماند کر دیتے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات پر عمل کرنے میں یا ان کی منع کردہ چیزوں کو ترک کرنے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ اس امت میں کوئی نہیں ہے۔

اس آیت کے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما پست آواز سے بولتے

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں:

كَادَ الخَيِّرَانِ أَنْ يَهْلِكَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، لَمَّا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفْدُ بَنِي تَمِيمٍ، أَشَارَ أَحَدُهُمَا بِالأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ التَّمِيمِيِّ الحَنْظَلِيِّ أَخِي بَنِي مُجَاشِعٍ، وَأَشَارَ الآخَرُ بِغَيْرِهِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِعُمَرَ: إِنَّمَا أَرَدْتَ خِلاَفِي، فَقَالَ عُمَرُ: مَا أَرَدْتُ خِلاَفَكَ، فَارْتَفَعَتْ

أَصْوَاتُهُمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

"قریب تھا کہ دونوں بہترین شخصیتیں یعنی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نقصان اٹھا لیتے، واقعہ یوں پیش آیا کہ جب بنوتمیم کا وفد بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا تو شیخین میں سے ایک نے اقرع بن حابس کو ان کا امیر مقرر کرنے کا مشورہ دیا اور دوسرے نے کسی اور کا، ابوبکر عمر (رضی اللہ عنہما) سے کہنے لگے کہ آپ تو بس میری مخالفت کرنا چاہتے ہیں، عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: میرا تو آپ کی مخالفت کا کوئی ارادہ نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ان دونوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾۔ [الحجرات:۲]

"اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور ان کے ساتھ اس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اعمال ہی غارت ہو جائیں اور تمھیں (ایمان اور اعمال کے برباد ہو جانے کا) شعور تک بھی نہ ہو۔"

قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ، فَكَانَ عُمَرُ بَعْدُ، وَلَمْ يَذْكُرْ ذَلِكَ عَنْ أَبِيهِ يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ، إِذَا حَدَّثَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِيثٍ حَدَّثَهُ كَأَخِي السِّرَارِ لَمْ يُسْمِعْهُ حَتَّى يَسْتَفْهِمَهُ

اس آیت کے بعد عمر رضی اللہ عنہ جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات کرتے تو اتنی پست آواز سے کرتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ پوچھنا پڑتا۔ یہ بات ابن زبیر

نے اپنے نانا جان (ابو بکر رضی اللہ عنہ) کی بیان نہیں کی۔ (جبکہ عمل ان کا بھی یہی تھا) [1]

مسند بزار میں ہے آیت

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَرْفَعُوٓا۟ أَصْوَٰتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ ٱلنَّبِىِّ وَلَا تَجْهَرُوا۟ لَهُۥ بِٱلْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَٰلُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾۔ [الحجرات:٢]

کے نازل ہونے کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم اللہ کی اب تو میں آپ سے اس طرح باتیں کروں گا جس طرح کوئی سرگوشی کرتا ہے۔"

ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس آنا چھوڑ دیا

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا أَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهُ فَأَتَاهُ فَوَجَدَهُ جَالِسًا فِي بَيْتِهِ مُنَكِّسًا رَأْسَهُ فَقَالَ لَهُ مَا شَأْنُكَ فَقَالَ شَرٌّ كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَأَتَى الرَّجُلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ مُوسَى فَرَجَعَ إِلَيْهِ الْمَرَّةَ الْآخِرَةَ بِبِشَارَةٍ عَظِيمَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَلَكِنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ثابت بن قیس کئی دن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نظر نہ آئے اس پر ایک شخص نے کہا: یا رسول

---

[1] صحیح البخاری (٧٣٠٢) فی الاعتصام، باب ما یکرہ من التعمق والتنازع فی العلم، فی تفسیر سورۃ الحجرات، باب (لا ترفعوا أصواتکم فوق صوت النبی)، وباب (إن الذین ینادونک]

اللہ ﷺ میں اس کی بابت آپ کو بتاؤں گا چنانچہ وہ ثابت کے مکان پر آئے دیکھا کہ وہ سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے۔ جواب ملا برا حال ہے، میں تو رسول اللہ ﷺ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرتا تھا میرے اعمال برباد ہوگئے اور میں جہنمی بن گیا۔ یہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور سارا واقعہ آپ ﷺ سے کہہ سنایا، پھر تو رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے ایک زبردست بشارت لے کر دوبارہ ثابت کے ہاں گئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَقُلْ لَهُ إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَلَكِنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ

”تم جاؤ اور ان سے کہو کہ تو جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہے۔“ [1]

ابن جریر میں ہے: جب یہ آیت اتری تو ثابت بن قیس راستے میں بیٹھ گئے اور رونے لگے عاصم بن عدی جب وہاں سے گزرے اور انھیں روتے دیکھا تو سبب دریافت کیا جواب ملا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل نہ ہوئی ہو میری آواز بلند ہے عاصم یہ سن کر چلے گئے اور ثابت کی ہچکی بندھ گئی دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور اپنی بیوی صاحبہ جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی سلول سے کہا میں اپنے گھوڑے کے طویلے میں جا رہا ہوں تم اس کا دروازہ باہر سے بند کر کے لوہے کی کیل سے اسے جڑ دو، اللہ کی قسم! میں اس میں سے نہ نکلوں گا یہاں تک کہ یا مر جاؤں یا اللہ تعالیٰ اپنے رسول اللہ ﷺ کو مجھ سے رضامند کر دے۔ یہاں تو یہ ہوا وہاں جب عاصم نے دربار رسالت میں ثابت کی حالت بیان کی تو رسالت مآب نے حکم دیا کہ تم جاؤ اور ثابت کو میرے پاس بلا لاؤ۔ لیکن عاصم اس جگہ آئے تو دیکھا کہ ثابت وہاں نہیں، مکان پر گئے تو معلوم ہوا کہ وہ تو گھوڑے کے طویلے میں ہیں،

---

[1] رواہ البخاری (٤٨٤٦) فی الأنبیاء، باب علامات النبوۃ فی الإسلام، وفی تفسیر سورۃ الحجرات، ومسلم رقم (١١٩) فی الإیمان، باب مخافۃ المؤمن أن یحبط عملہ.]

یہاں آ کر کہا ثابت چلو تم کو رسول اللہ ﷺ یاد فرما رہے ہیں۔ ثابت نے کہا: بہت خوب کیل نکال ڈالو اور دروازہ کھول دو، پھر باہر نکل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے رونے کی وجہ پوچھی جس کا سچا جواب ثابت سے سن کر آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم قابل تعریف زندگی گزارو اور شہید ہو کر مرو اور جنت میں جاؤ۔ اس پر ثابت کا سارا رنج کافور ہو گیا اور باچھیں کھل گئیں اور فرمانے لگے یا رسول اللہ ﷺ میں اللہ تعالیٰ کی اور آپ کی اس بشارت پر بہت خوش ہوں اور اب آئندہ کبھی بھی اپنی آواز آپ کی آواز سے اونچی نہ کروں گا اس پر اس کے بعد کی آیت

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ﴾۔ [الحجرات:۳]

نازل ہوئی، یہ قصہ اسی طرح کئی ایک تابعین سے بھی مروی ہے۔

مسند احمد میں بھی یہ واقعہ موجود ہے، اس میں ہے: خود رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تھا کہ ثابت کہاں ہیں نظر نہیں آتے۔

اس کے آخر میں ہے انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم انھیں زندہ چلتا پھرتا دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ یمامہ کی جنگ میں جب کہ مسلمان قدرے بددل ہو گئے تو ہم نے دیکھا کہ ثابت خوشبو ملے، کفن پہنے ہوئے دشمن کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں: مسلمانو! تم لوگ اپنے بعد والوں کے لئے برا نمونہ نہ چھوڑ جاؤ یہ کہہ کر دشمنوں میں گھس گئے اور بہادرانہ لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے، رضی اللہ عنہ۔

آیت کریمہ سنتے ہی معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا سارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة:۲۳۲]

"اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آ پہنچیں تو جب وہ شرعی دستور کے مطابق باہم رضامند ہو جائیں تو انھیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو، اس شخص کو اس امر کی نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتا ہو، یہ تمھارے لئے بہت ستھری اور نہایت پاکیزہ بات ہے، اور اللہ جانتا ہے اور تم (بہت سی باتوں کو) نہیں جانتے۔"

"معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ آیت میرے بارے میں اتری ہے: میں نے اپنی بہن کا ایک شخص سے نکاح کر دیا تھا، اس نے میری بہن کو طلاق دے دی، اس کی عدت جب پوری ہو گئی، دوبارہ اس نے نکاح کا پیغام بھیجا، میں نے اس کو جواب دیا:

زَوَّجْتُكَ وَفَرَشْتُكَ وَأَكْرَمْتُكَ فَطَلَّقْتَهَا ثُمَّ جِئْتَ تَخْطُبُهَا لَا وَاللَّهِ لَا تَعُودُ إِلَيْكَ أَبَدًا

ایک بار میں نے اس کا نکاح تجھ سے کر دیا تھا اور اسے تیری بیوی بنا کر تیری عزت کی تھی، مگر تو نے اسے چھوڑ دیا اب تو پھر پیغام بھیجتا ہے، اللہ کی قسم! وہ دوبارہ تجھ کو نہیں مل سکتی، وہ شخص بڑا نیک تھا، میری بہن بھی اس کی طرف جانا چاہتی تھی، اس وقت اللہ نے یہ حکم بھیجا کہ تم عورتوں کو اپنے پہلے

خاوند سے نکاح کرنے سے نہ روکو، میں نے کہا:

اَلْآنَ أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَزَوَّجَهَا إِيَّاهُ

یا رسول اللہ! اب میں اس کا نکاح اس سے ضرور کردوں گا، معقل نے اپنی بہن کا اس سے نکاح کردیا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے سچے محب تھے آیت کریمہ کے سنتے ہی معقل بن یسار کا سارا غصہ ٹھنڈا ہوگیا اور خود جا کر اس شخص سے بہن کا دوبارہ نکاح کردیا اور قسم کا کفارہ ادا کیا۔

[صحيح البخاري (٤٥٢٩) في التفسير ، باب (وإذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن)]

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس شراب کو بہا دے

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ابوطلحہ کے مکان میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا اس زمانہ میں لوگ فضیخ شراب استعمال کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ اعلان کردے:

أَلَا إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ

سن لو شراب حرام کر دی گئی ہے، انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے مجھ سے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

اخْرُجْ فَأَهْرِقْهَا فَخَرَجْتُ فَهَرَقْتُهَا فَجَرَتْ فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ

باہر جا اور اس شراب کو بہا دے چنانچہ میں باہر نکلا اور اس کو بہا دیا۔ اس دن مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی بعض لوگوں نے کہا: ایک قوم شہید ہو گئی اور شراب ان کے پیٹ میں تھی

فَأَنْزَلَ اللهُ

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا﴾۔ [المائدة:٩٣]

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک کام کیے کوئی گناہ نہیں اس چیز میں جو وہ کھا چکے۔ ❶

ایک ایت کی وجہ سے زمین چھوڑ دی

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ هُوَ عَلَيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا الْآيَةَ فَجَاءَ الْأَشْعَثُ فَقَالَ مَا حَدَّثَكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ فِيَّ أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ كَانَتْ لِي بِئْرٌ فِي أَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِي فَقَالَ لِي شُهُودَكَ قُلْتُ مَا لِي شُهُودٌ قَالَ فَيَمِينُهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِذًا يَحْلِفَ فَذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الْحَدِيثَ فَأَنْزَلَ اللهُ ذَلِكَ تَصْدِيقًا لَهُ

"جو شخص جھوٹی قسمیں کھائے تاکہ کسی کا مال جو اس کے ذمہ واجب ہے اس کو ہضم کر لے، وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس پر ناراض ہوگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [آل عمران:۷۷]

"بیشک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کا تھوڑی سی قیمت کے عوض سودا کر دیتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور

---

❶ رواه البخاری: ۵۵۸۲ فی الأشربة، باب نزل تحریم الخمر ومسلم رقم (۱۹۸۰) فی الأشربة، باب تحریم الخمر.]

نہ قیامت کے دن اللہ ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ہی ان کی طرف نگاہ فرمائے گا اور نہ انھیں پاکیزگی دے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔“ پھر اشعث آئے تو کہا: ابوعبدالرحمن تم سے کیا بیان کر رہے تھے یہ آیت تو میرے ہی متعلق نازل ہوئی ہے، میرے چچا زاد بھائی کی زمین میں میرا ایک کنواں تھا، اس کے متعلق جھگڑا ہوا، تو آپ نے مجھے کہا اپنا گواہ لاؤ میں نے عرض کیا: میرا کوئی گواہ نھیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر وہ قسم کھائے گا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ وہ تو قسم کھا لے گا، اس وقت آپ ﷺ نے یہ حدیث (جو شخص جھوٹی قسمیں کھائے تاکہ کسی کا مال جو اس کے ذمہ واجب ہے اس کو ہضم کرلے، وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس پر ناراض ہوگا،) بیان فرمائی، تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تصدیق کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [1]

عمر رضی اللہ عنہ کتاب اللہ سن کر فوراً رک جاتے

أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ أَخِيهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِينَ يُدْنِيهِمْ عُمَرُ وَكَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجَالِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهِ كُهُولًا كَانُوا أَوْ شُبَّانًا فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ أَخِيهِ يَا ابْنَ أَخِي هَلْ لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هَذَا الْأَمِيرِ

---

[1] رواه البخاري (٦٦٧٧) في الأيمان، باب قول الله تعالى: (إن الذين يشترون بعهد الله وأيمانهم)، ومسلم رقم (١٣٨) في الإيمان، باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار.]

فَاسْتَأْذِنْ لِي عَلَيْهِ قَالَ سَأَسْتَأْذِنُ لَكَ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاسْتَأْذَنَ الْحُرُّ لِعُيَيْنَةَ فَأَذِنَ لَهُ عُمَرُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ هِيْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ فَوَاللهِ مَا تُعْطِينَا الْجَزْلَ وَلَا تَحْكُمُ بَيْنَنَا بِالْعَدْلِ فَغَضِبَ عُمَرُ حَتَّى هَمَّ أَنْ يُوقِعَ بِهِ فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ وَإِنَّ هَذَا مِنَ الْجَاهِلِينَ وَاللهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِينَ تَلَاهَا عَلَيْهِ وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللهِ

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: عیینہ بن حصن بن حذیفہ اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس آئے، حر بن قیس ان لوگوں میں سے تھے جو عمر رضی اللہ عنہ کے مقرب تھے، عمر رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ وہ مقرب اسی کو بناتے تھے جو عالم اور قاری ہوتا، غرض ایسے لوگ ہی ان کی مجلس میں شامل ہوتے تھے بوڑھے جوان کی کوئی پابندی نہ تھی، عیینہ بن حصن نے اپنے بھتیجے سے کہا: تمھاری تو عمر تک رسائی ہے ذرا مجھے بھی ان کے پاس لے چلو، حر بن قیس نے کہا: اچھا میں اجازت طلب کرتا ہوں، آخر حُر نے عیینہ کیلئے اجازت حاصل کر لی، عیینہ جب عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو کہنے لگے:

يَا ابْنَ الْخَطَّابِ فَوَاللهِ مَا تُعْطِينَا الْجَزْلَ وَلَا تَحْكُمُ بَيْنَنَا بِالْعَدْلِ

اے خطاب کے بیٹے! نہ تو تم انصاف کرتے ہو اور نہ ہمارے ساتھ کچھ سخاوت سے پیش آتے ہو،

عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر غصہ ہوئے اور قریب تھا کہ اسے ماریں اس وقت حر نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ [الأعراف: ١٩٩]

اور بیشک یہ بھی جاہلوں سے ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جس وقت حُر نے یہ آیت تلاوت کی تو عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے:

وَاللّٰہِ مَا جَاوَزَھَا عُمَرُ حِینَ تَلَاھَا عَلَیْہِ وَکَانَ وَقَّافًا عِنْدَ کِتَابِ اللّٰہِ

"عمر رضی اللہ عنہ کتاب اللہ سن کر وہی رک جاتے۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جس وقت حر نے یہ آیت تلاوت کی تو عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے، ذرا بھی آگے نہ بڑھے، کیونکہ وہ اللہ کی کتاب کو سنتے ہی رک جانے والے تھے۔" [1]

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قسم چھوڑ دی اور معاف کر دیا

﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [النور:٢٢]

"اور تم میں سے (دینی) بزرگی والے اور (دنیوی) کشائش والے (اب) اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ وہ (اس بہتان کے جرم میں شریک) رشتہ داروں اور محتاجوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (مالی امداد نہ) دیں گے انھیں چاہیے کہ (ان کا قصور) معاف کر دیں اور (ان کی غلطی سے) درگزر کریں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں بخش دے، اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔"

عائشہ رضی اللہ عنہا پر طوفان اٹھانے والوں میں بعض مسلمان بھی نادانی سے شریک

---

[1] صحیح بخاری (٤٦٤٢) باب خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ وفی الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.]

ہوگئے۔ ان میں سے ایک مسطح تھے جو ایک مفلس مہاجر ہونے کے علاوہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے کیونکہ ان کی ماں ام مسطح ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خالہ زاد بہن تھی۔ قصہ افک سے پہلے ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کی امداد اور خبر گیری کیا کرتے۔

فَأَنْزَلَ اللّٰهُ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ﴾ الْعَشْرَ الْآيَاتِ كُلَّهَا فِي بَرَاءَتِي، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ، وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحٍ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ: وَاللّٰهِ لَا أُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحٍ شَيْئًا أَبَدًا، بَعْدَ الَّذِي قَالَ لِعَائِشَةَ. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ، أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ﴾ الْآيَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: بَلَى وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لِي، فَرَجَعَ إِلَى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِي كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ، وَقَالَ: وَاللّٰهِ لَا أَنْزِعُهَا عَنْهُ أَبَدًا

جب یہ قصہ ختم ہوا اور عائشہ صدیقہ کی برأت آسمان سے نازل ہو چکی، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ آئندہ مسطح کی امداد نہ کروں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یعنی تم میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بزرگی اور دنیا کی وسعت دی ہے انھیں لائق نہیں کہ ایسی قسم کھائیں ان کا ظرف بہت بڑا اور ان کے اخلاق بہت بلند ہونے چاہیں۔ محتاج رشتہ داروں اور اللہ کے لیے وطن چھوڑنے والوں کی اعانت سے دستکش ہو جانا بزرگوں اور بہادروں کا کام نہیں۔ اگر قسم کھا لی ہے تو ایسی قسم کو پورا مت کرو، اس کا کفارہ ادا کر دو۔ تمھاری شان یہ ہونی چاہیے کہ خطا کاروں کی خطا سے اغماض اور درگزر کرو۔ ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھاری کوتاہیوں سے درگزر کرے گا۔ کیا تم اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر کی امید اور خواہش نہیں رکھتے؟ اگر رکھتے ہو تو تم کو اس کے بندوں کے معاملہ میں یہ ہی خُو اختیار کرنی چاہیے۔ گویا اس میں تخلق بِأَخْلَاقِ اللّٰهِ کی تعلیم ہے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب سنا

﴿اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾۔ [النور:٢٢]

(کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے؟)

تو فوراً بول اٹھے:

بَلٰى وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لِي

کیوں نہیں اللہ کی قسم میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے معاف کر دے۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہے:

بَلٰى يَا رَبَّنَا اِنَّا نُحِبُّ

(بیشک اے پروردگار! ہم ضرور چاہتے ہیں)

یہ کہہ کر مسطح کی جو امداد کرتے تھے بدستور جاری فرما دی، بلکہ بعض روایات میں ہے کہ پہلے سے دگنی کر دی۔

[صحیح بخاری، بَابُ الْيَمِينِ فِيمَا لَا يَمْلِكُ وَفِي الْمَعْصِيَةِ وَفِي الْغَضَبِ(٦٦٧٩).]

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی معاف کر دیا

منافقین نے جب عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا تو ان کے اس پراپیگنڈا میں حسان رضی اللہ عنہ بھی آگئے، مسروق فرماتے ہیں: ہم عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ان کو اشعار سنا رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ

"وہ سنجیدہ اور پاک دامن کبھی اس پر تہمت نہ ہوئی۔ وہ ہر صبح بھوکی رہتی ہے نہیں کھاتی نادان بہنوں کا گوشت"

عائشہ رضی اللہ عنہا نے حسان رضی اللہ عنہ سے کہا یہ تو ٹھیک ہے مگر تم ایسے نہیں ہو۔ مسروق کا کہنا ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: آپ حسان کو اپنے پاس کیوں آنے دیتی ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور میں فرمایا ہے ﴿وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ یعنی جس نے اس تہمت کے لگانے میں زیادہ حصہ لیا

اس کو برا عذاب ہوگا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اندھے ہو جانے سے زیادہ کیا عذاب ہوگا آپ نے پھر حسان رضی اللہ عنہ کی تعریف کی:

إِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ أَوْ يُهَاجِي عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حسان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کافروں سے مقابلہ کرتا اور مشرکوں کی ہجو کرتا تھا۔" ❶

نماز میں گفتگو سے رک گئے

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نماز میں گفتگو کرتے تھے اور ہم میں سے ایک شخص دوسرے سے اپنی حاجتیں بیان کرتا تھا، یہاں تک کہ یہ آیت اتری:

﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾۔ [البقرة:٢٣٨]

"سب نمازوں کی محافظت کیا کرو اور بالخصوص درمیانی نماز کی، اور اللہ کے حضور سراپا ادب و نیاز بن کر قیام کیا کرو۔"

فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ

تو ہم لوگوں کو نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔ ❷

مسجد کے قریب منتقل نہ ہوئے

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ خَلَتِ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَأَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَنْتَقِلُوا إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

---

❶ أخرجه البخاری(٤٧٥٥)فی تفسير سورة النور، باب(لولا إذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بأنفسهم خيرا) ومسلم رقم(٢٧٧٠)فی التوبة، باب حديث الإفک وقبول توبة القاذف.] ❷ رواه البخاری(١٢٠٠)العمل فی الصلاة، باب ما ينهى عنه من الكلام فی الصلاة، ومسلم رقم(٥٣٩)فی المساجد، باب تحريم الكلام فی الصلاة ونسخ ما كان من إباحته.]

وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ أَرَدْنَا ذٰلِكَ فَقَالَ يَا بَنِي سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ

"جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مسجد نبوی کے آس پاس کچھ مکانات خالی ہوئے تو قبیلہ بنو سلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے محلے سے اٹھ کر یہیں قرب مسجد کے مکانات میں آ بسیں جب اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے فرمایا: مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے؟ کیا ٹھیک ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہا: ہاں! آپ نے دو مرتبہ فرمایا اے بنو مسلمہ اپنے مکانات میں ہی رہو تمھارے قدم اللہ کے ہاں لکھے جاتے ہیں۔"

[أخرجه مسلم (٦٦٥) في المساجد، باب فضل كثرة الخطا إلى المساجد.]

اتنا ہی کرو جتنا کہ کہا گیا ہے

عن أَنَسٍ أَنَّ الْيَهُودَ كَانُوا إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ فِيهِمْ لَمْ يُؤَاكِلُوهَا وَلَمْ يُجَامِعُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ فَسَأَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى وَيَسْأَلُونَكَ عن الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْيَهُودَ فَقَالُوا مَا يُرِيدُ هٰذَا الرَّجُلُ أَنْ يَدَعَ مِنْ أَمْرِنَا شَيْئًا إِلَّا خَالَفَنَا فِيهِ فَجَاءَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ فَقَالَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ الْيَهُودَ تَقُولُ كَذَا وَكَذَا فَلَا نُجَامِعُهُنَّ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا فَخَرَجَا فَاسْتَقْبَلَهُمَا هَدِيَّةٌ مِنْ لَبَنٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلَ فِي آثَارِهِمَا فَسَقَاهُمَا فَعَرَفَا أَنْ لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا

"انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہود میں سے جب کسی عورت کو حیض آتا تو وہ اس کو نہ تو اپنے ساتھ کھلاتے اور نہ ان کو گھروں میں اپنے ساتھ رکھتے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ﴾

آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ فرما دیں کہ وہ گندگی ہے پس جدا رہو عورتوں سے حیض میں۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جماع کے علاوہ ہر کام کرو یہود کو یہ بات پہنچی تو انھوں نے کہا کہ یہ آدمی (نبی) کا کیا ارادہ ہے ہمارا کوئی کام نھیں چھوڑتا جس میں ہماری مخالفت نہ کرتا ہو، یہ سن کر حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہودی اس اس طرح کہتے ہیں، تو کیا ہم عورتوں سے جماع ہی نہ کریں تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ ﷺ کو ان دونوں پر غصہ آیا ہے وہ دونوں اٹھ کر باہر نکل گئے اتنے میں نبی کریم ﷺ کی طرف دودھ کا ہدیہ آیا تو آپ ﷺ نے ان کے پیچھے آدمی بھیجا اور ان کو دودھ پلایا تو ہم نے

معلوم کیا کہ آپ کو ان پر غصہ نہ تھا۔" ❶

وراثت چھوڑ دی

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَيْنَ تَنْزِلُ فِي دَارِكَ بِمَكَّةَ فَقَالَ وَهَلْ تَرَكَ عَقِيلٌ مِنْ رِبَاعٍ أَوْ دُورٍ وَكَانَ عَقِيلٌ وَرِثَ

❶ رواه مسلم رقم (٣٠٢) في الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها، وأبو داود رقم (٢١٦٥) في النكاح، باب في إتيان الحائض ومباشرتها.]

أَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا شَيْئًا لِأَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ وَكَانَ عَقِيلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانُوا يَتَأَوَّلُونَ قَوْلَ اللهِ تَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ الْآيَةَ

"اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مکہ میں اپنے گھر میں کہاں اتریں گے؟ آپ نے فرمایا: عقیل نے جائیداد یا گھر کہاں چھوڑا ہے؟ عقیل اور طالب ابوطالب کے وارث ہوئے اور جعفر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کسی چیز کے بھی وارث نہ ہوئے، اس لئے کہ وہ دونوں مسلمان تھے اور عقیل اور طالب کافر تھے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس لئے کہتے تھے کہ مومن کافر کا وارث نہ ہوگا۔

ابن شہاب نے کہا: لوگ اللہ تعالیٰ کے اس قول پر عمل کرتے تھے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾۔ [الأنفال:۷۲]

"بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے (اللہ کے لئے) وطن چھوڑ دیے اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور (ان کی) مدد کی وہی لوگ ایک دوسرے کے

حقیقی دوست ہیں، اور جو لوگ ایمان لائے (مگر) انھوں نے (اللہ کے لیے) گھر بار نہ چھوڑے تو تمھیں ان کی دوستی سے کوئی سروکار نھیں یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اور اگر وہ دین (کے معاملات) میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر (ان کی) مدد کرنا واجب ہے مگر اس قوم کے مقابلہ میں (مدد نہ کرنا) کہ تمھارے اور ان کے درمیان (صلح و امن کا) معاہدہ ہو، اور اللہ ان کاموں کو جو تم کر رہے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔" ❶

ایک مسلمان کافر کا یا کافر مسلمان کا وارث نھیں ہو سکتا۔ جو مسلمان ہجرت کر کے مدینہ نھیں پہنچے، وہ نہ تمھارے ولی یا وارث ہیں اور نہ تم ان کے ولی یا وارث ہو سکتے ہو، تا آنکہ وہ ہجرت کر کے تمھارے پاس نہ پہنچ جائیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک دارالحرب میں رہنے والا مسلمان دارالاسلام میں رہنے والے مسلمان کا وارث نھیں ہو سکتا اور اس کے برعکس بھی۔ جیسا کہ ایک مسلمان کافر کا یا کافر مسلمان کا وارث نھیں ہو سکتا۔

اس لیے جعفر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کی وراثت چھوڑ دی۔ قرآن پر عمل کرنے کا شوق ہو تو پھر ہی وراثت چھوڑی جا سکتی ہے۔

کافر بیویوں کو فوراً طلاق دے دی

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا جَآءَكُمُ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ مُهَٰجِرَٰتٍ فَٱمْتَحِنُوهُنَّ ٱللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَٰنِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى ٱلْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَءَاتُوهُم مَّآ أَنفَقُواْ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَن تَنكِحُوهُنَّ

---

❶ رواه البخاري (١٥٨٨) في الحج، باب توريث دور مكة وبيعها وشرائها، ومسلم رقم (١٣٥١) في الحج، باب النزول بمكة للحاج وتوريث دورها.]

إِذَآ ءَاتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا۟ بِعِصَمِ ٱلْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوا۟ مَآ أَنفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوا۟ مَآ أَنفَقُوا۟ ذَٰلِكُمْ حُكْمُ ٱللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ [الممتحنة:١٠]

”اے ایمان والو! جب تمھارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کی جانچ پڑتال کر لیا کرو۔ اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ پھر اگر تمھیں یہ معلوم ہو کہ وہ (فی الواقع) مومن ہیں تو انھیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو۔ ایسی عورتیں ان (کافروں) کیلئے حلال نہیں اور نہ ہی وہ ان عورتوں کیلئے حلال ہیں ۔ اور کافروں نے جو کچھ (ایسی مومن عورتوں پر) خرچ کیا ہو انھیں دے دو۔ اور ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کچھ گناہ نہیں جبکہ تم انھیں ان کے حق مہر ادا کر دو۔ اور تم خود بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھو۔ اور جو کچھ تم نے ان پر خرچ کیا ہے وہ ان (کافروں) سے مانگ لو۔ اور جو مہر کافروں نے اپنی (مسلمان) بیویوں کو دیے تھے وہ ان (مسلمانوں) سے مانگ لیں ۔ یہ اللہ کا حکم ہے جو تمھارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے، دانا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے کافروں سے صلح کی اور ابھی تو آپ حدیبیہ کے نیچے کے حصے میں ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں سے کہہ دیا گیا کہ جو عورت مہاجرہ آئے اس کا با ایمان ہونا اور خلوص نیت سے ہجرت کرنا بھی معلوم ہو جائے تو اس کے کافر خاوندوں کو ان کے دیے ہوئے مہر واپس کر دو اسی طرح کافروں کو بھی یہ حکم سنا دیا گیا، اس حکم کی وجہ وہ عہد نامہ تھا جو ابھی ابھی مرتب ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے: اے مسلمانو! ان عورتوں کا اپنے نکاح میں باقی رکھنا حرام ہے جو کافرہ ہیں، اسی طرح کافر عورتوں سے نکاح کرنا بھی حرام ہے اس کے حکم

نازل ہوتے ہی عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو کافر بیویوں کو فوراً طلاق دے دی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی جن دو کافرہ بیویوں کو طلاق دی ان میں سے پہلی کا نام قریبہ تھا یہ ابو امیہ بن مغیرہ کی لڑکی تھی اور دوسری کا نام ام کلثوم تھا جو عمرو بن حرول خزاعی کی لڑکی تھی، عبید اللہ کی والدہ یہ ہی تھی، اس سے ابوجہم بن حذیفہ بن غانم خزاعی نے نکاح کرلیا یہ بھی مشرک تھا۔ اور دوسری نے صفوان بن امیہ سے۔

اسی طرح اس حکم کے ماتحت طلحہ بن عبید اللہ نے اپنی کافرہ بیوی اروٰی بنت ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کو طلاق دے دی اس سے خالد بن سعید بن عاص نے نکاح کرلیا۔

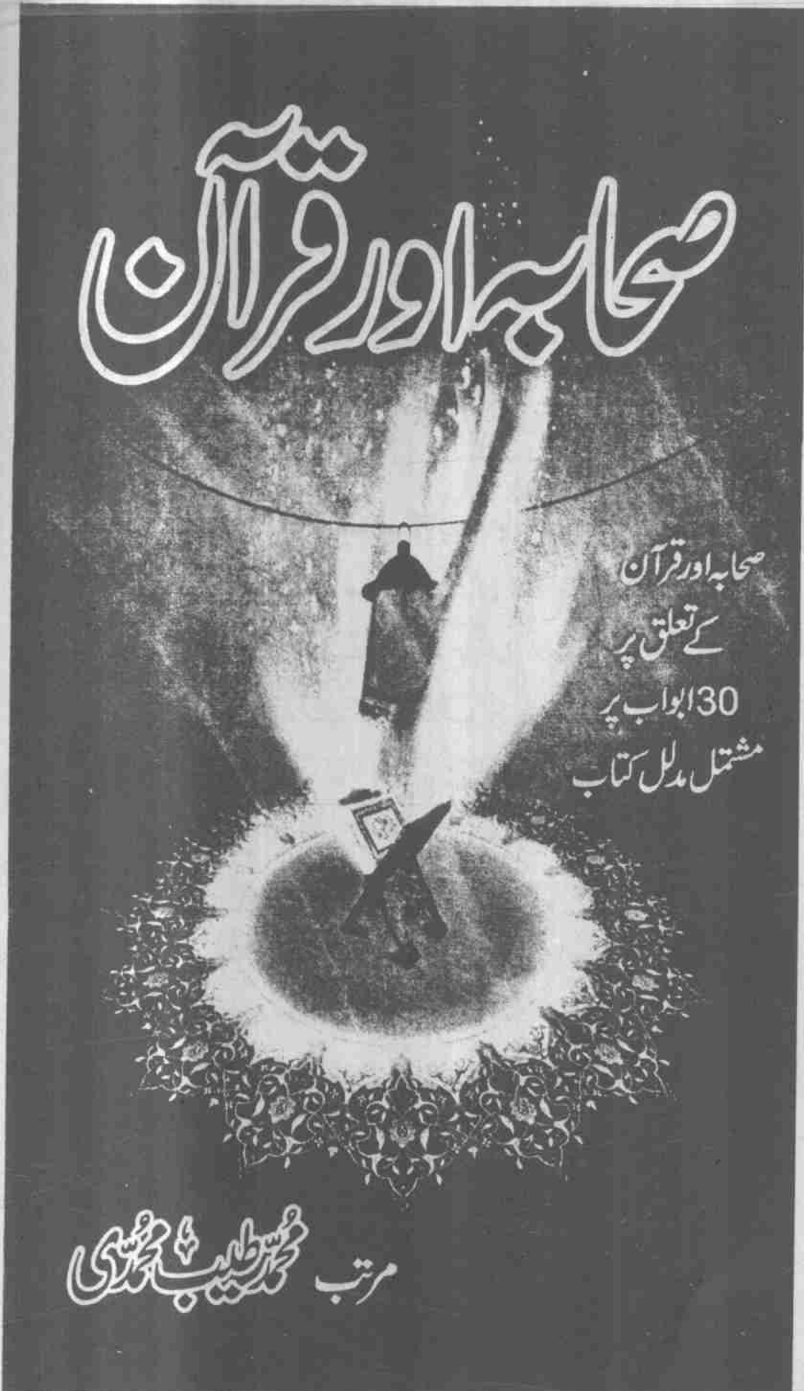
مردوں کی وجہ سے حجر اسود کو بوسہ نہیں دیا

قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنَا قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ إِذْ مَنَعَ ابْنُ هِشَامٍ النِّسَاءَ الطَّوَافَ مَعَ الرِّجَالِ قَالَ كَيْفَ يَمْنَعُهُنَّ وَقَدْ طَافَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الرِّجَالِ قُلْتُ أَبَعْدَ الْحِجَابِ أَوْ قَبْلُ قَالَ إِي لَعَمْرِي لَقَدْ أَدْرَكْتُهُ بَعْدَ الْحِجَابِ قُلْتُ كَيْفَ يُخَالِطْنَ الرِّجَالَ قَالَ لَمْ يَكُنَّ يُخَالِطْنَ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَطُوفُ حَجْرَةً مِنَ الرِّجَالِ لَا تُخَالِطُهُمْ فَقَالَتْ امْرَأَةٌ انْطَلِقِي نَسْتَلِمْ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ انْطَلِقِي عَنْكِ وَأَبَتْ يَخْرُجْنَ مُتَنَكِّرَاتٍ بِاللَّيْلِ فَيَطُفْنَ مَعَ الرِّجَالِ وَلَكِنَّهُنَّ كُنَّ إِذَا دَخَلْنَ الْبَيْتَ قُمْنَ حَتَّى يَدْخُلْنَ وَأُخْرِجَ الرِّجَالُ وَكُنْتُ آتِي عَائِشَةَ أَنَا وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ فِي جَوْفِ ثَبِيرٍ قُلْتُ وَمَا حِجَابُهَا قَالَ هِيَ فِي قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ لَهَا غِشَاءٌ وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَهَا غَيْرُ ذَلِكَ وَرَأَيْتُ عَلَيْهَا دِرْعًا مُوَرَّدًا

"ابن جریج بیان کرتے ہیں: جب ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے

ساتھ طواف کرنے سے منع کیا تو عطاء بن ابی رباح نے کہا، تو انھیں کیسے روکتا ہے جب کہ نبی ﷺ کی بیویوں نے مردوں کے ساتھ حج کیا، میں نے پوچھا: پردہ کی آیت نازل ہونے کے بعد یا اس سے پہلے؟ انھوں نے کہا: قسم ہے میری عمر کی، میں نے پردہ کی آیت نازل ہونے کے بعد ان کو دیکھا ہے، میں نے پوچھا مرد، ان عورتوں سے ملتے نہیں تھے، عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے جدا رہ کر طواف کرتی تھیں، ایک عورت نے کہا، ام المومنین چلیے حجر اسود کو بوسہ دیں، انھوں نے کہا: تو چل، اور انکار کر دیا۔ ازواج نبی ﷺ رات کو اس طرح نکلتیں کہ پہچانی نہ جاتیں اور مردوں کے ساتھ طواف کرتیں، لیکن جب وہ خانہ کعبہ میں داخل ہونا چاہتیں تو باہر ہی کھڑی رہتیں، جب مرد باہر نکل جاتے تو اندر جاتیں، تو میں اور عبید بن عمیر عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے تھے اور وہ جوف ثبیر میں ٹھہرتی تھیں، میں نے ان سے پوچھا ان کا پردہ کیا تھا؟ انھوں نے کہا: وہ ایک ترکی قبہ میں تھیں، ان پر پردہ پڑا تھا اس قبہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان اس کے علاوہ کوئی پردہ حائل نہ تھا اور میں نے ان کو گلابی رنگ کا کرتہ پہنے ہوئے دیکھا۔

[أخرجه البخاري (١٦١٨) في الحج، باب طواف النساء مع الرجال.]


صحابہ اور قرآن
صحابہ اور قرآن
کے تعلق پر
30 ابواب پر
مشتمل مدلل کتاب
مرتب محمد طیب محمدی

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قرآن پر یقین

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قرآن پر یقین

﴿الم ○ غُلِبَتِ الرُّومُ ○ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ○ فِي بِضْعِ سِنِينَ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ○ بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ○﴾ [سورۃ الروم]

"اہل روم (فارس سے) مغلوب ہوگئے۔قریب ترین زمین (شام) میں، اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے۔ چند ہی سال میں (یعنی دس سال سے کم عرصہ میں)، اَمر تو اللہ ہی کا ہے پہلے (غلبہ فارس میں) بھی اور بعد (کے غلبہ روم میں) بھی، اور اس وقت اہل ایمان خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے، وہ مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔"

سورۂ روم کی ان ابتدائی آیات میں دو ایسی پیش گوئیاں کی گئی ہیں جو اسلام اور پیغمبر اسلام کی رسالت کے حق ہونے پر زبردست دلیل ہیں۔ ان میں سے پہلی پیش گوئی یہ تھی کہ اگر آج روم شکست کھا گیا ہے تو چند ہی سالوں میں روم پھر ایران پر غالب آجائے گا اور دوسری پیش گوئی یہ تھی کہ اگر آج مسلمان مشرکین مکہ کے ہاتھوں

مظلوم و مقہور ہیں تو ان کو بھی اسی دن مشرکین مکہ پر غلبہ حاصل ہوگا جس دن روم ایران پر غالب آئے گا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو نبوت عطا ہوئی تو اس وقت عرب کے اطراف میں دو بڑی طاقتیں موجود تھیں۔ ایک روم کی عیسائی حکومت، جو دو باتوں میں مسلمانوں سے قریب تھے۔ ایک یہ کہ دونوں اہل کتاب تھے، دوسرے دونوں آخرت پر یقین رکھتے تھے، لہٰذا مسلمانوں کی ہمدردیاں انھی کے ساتھ تھیں۔ مسلمانوں کی عیسائی حکومت سے ہمدردی کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ اس زمانہ میں مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور قریشیوں کی مسلمانوں کو واپس لانے کی کوشش کے باوجود حبشہ کے عیسائی بادشاہ نے مسلمانوں کو اپنے ہاں پناہ دی اور قریش کی سفارت بری طرح ناکام ہوئی اور انھیں خالی ہاتھ وہاں سے آنا پڑا تھا۔ دوسری بڑی طاقت ایران کی تھی، جو دو وجہوں سے مشرکین مکہ سے قریب تھے۔ ایک یہ کہ ایرانی دو خداؤں کے قائل اور آتش پرست تھے اور مشرکین بت پرست تھے اور دوسرے یہ کہ دونوں آخرت کے منکر تھے۔ انھی وجوہ کی بنا پر مشرکین مکہ کی ہمدردیاں ایران کے ساتھ تھیں۔

رسول اللہ ﷺ اور عیسیٰ (علیہ السلام) کے درمیان چھ سو برس کا وقفہ تھا۔

جب آپ ﷺ کو نبوت ملی تو اس وقت روم و ایران میں جنگ شروع تھی اور اس کی خبریں مکہ میں بھی پہنچتی رہتی تھیں۔ جب ایران کی فتح کی کوئی خبر آتی تو مشرکین مکہ بغلیں بجاتے اور اس خبر کو اپنے حق میں نیک فال قرار دیتے اور کہتے کہ جس طرح ایران نے روم کا سر کچلا ہے، ایسے ہی ہم بھی کسی وقت مسلمانوں کا سر کچل دیں گے۔ اس جنگ میں ایرانیوں نے رومیوں کو فیصلہ کن شکست دی، جس کے نتیجے میں عرب کے ساتھ ملنے والے علاقوں میں روم کا اقتدار بالکل ختم ہوگیا۔ یہ خبر مشرکین کے لیے بڑی خوش کن اور مسلمانوں کے لیے بہت صدمے کا باعث تھی۔ مشرکین نے انھیں یہ کہہ کر چھیڑنا شروع کردیا کہ جس طرح ایران نے روم کو ختم

کر دیا ہے، ایسے ہی ہم بھی تمھیں مٹا ڈالیں گے۔ ایسے حالات میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ اگرچہ بظاہر اہل روم کی فتح کے کوئی آثار نہیں تھے مگر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی آیات پر پورا یقین تھا۔ اسی یقین کی بنیاد پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشرکین کے ساتھ شرط بھی باندھ لی۔

نیار بن مکرم الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیات اتریں:

﴿الم ○ غُلِبَتِ الرُّومُ ○ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ○ فِي بِضْعِ سِنِينَ﴾ ۔[الروم]

تو ان دنوں فارس کے لوگ رومیوں پر پوری طرح غالب تھے، لیکن مسلمان ان پر رومیوں کے غلبے کو پسند کرتے تھے، کیونکہ رومی اور مسلمان اہل کتاب تھے اور اللہ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے:

﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ○ بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ○﴾ ۔[الروم]

جبکہ قریش فارس کے غلبے کو پسند کرتے تھے، کیونکہ مشرکین اور فارس والے اہل کتاب نہیں تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتاریں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نکلے اور مکہ کے کناروں میں زور زور سے یہ آیات سنانے لگے:

﴿الم ○ غُلِبَتِ الرُّومُ ○ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ○ فِي بِضْعِ سِنِينَ﴾ ۔[الروم]

قریش کے کچھ لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا، ہمارے تمہارے درمیان یہ بات طے ہوگئی، تمہارے ساتھی کا گمان ہے کہ روم فارس پر "بضع سنین" (چند سالوں) میں غالب آجائیں گے، تو کیا ہم اس پر تمہارے ساتھ شرط نہ رکھ لیں؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، کیوں نہیں! اور یہ جوئے کی شرط حرام ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ تو ابوبکر

رضی اللہ عنہ اور مشرکین نے شرط باندھ لی اور شرط کی مقدار طے کرلی۔ انھوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا، بتاؤ کتنی مدت مقرر کرتے ہو۔ "بِضْعٌ" تین سال سے نو سال تک ہوتا ہے، تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک اوسط وقت مقرر کرلو جہاں مدت پوری ہو جائے، تو انھوں نے چھ سال کی مدت مقرر کرلی۔ پھر یہ ہوا کہ رومیوں کے غالب آنے سے پہلے چھ سال گزر گئے، تو مشرکین نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے طے شدہ شرط وصول کرلی۔ لیکن جب ساتواں سال شروع ہوا تو رومی اہل فارس پر غالب آگئے، تو اس پر مسلمانوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا چھ سال مقرر کرنا ان کا قصور قرار دیا کہ انھوں نے چھ سال کی مدت کیوں مقرر کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو "بضع" کا لفظ فرمایا ہے، جو نو (۹) سال تک پر بولا جاتا ہے اور اس وقت بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔

[ترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الروم (۳۱۹٤) وقال الألباني حسن]

اس حدیث چند باتیں معلوم ہوتی ہیں، پہلی یہ کہ جس وقت یہ آیات نازل ہوئیں رومی اس وقت بری طرح سے مغلوب تھے کہ تمام لوگوں کی نگاہوں میں چند سالوں کے اندر ان کا غالب آنا ممکن نہیں تھا۔ دوسری یہ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اللہ تعالیٰ کی آیات پر اتنا مضبوط ایمان تھا کہ ظاہری اسباب کے بالکل مخالف ہونے کے باوجود انھوں نے ان کے سچا ہونے پر مشرکین کے ساتھ شرط طے کرلی۔

قرآن اور صحابہ کا عجیب تعلق
سمجھ نہ آتی تو پریشان ہوجاتے پھر قرآن اترتا

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سوچ اور فکر ہر وقت یہ ہوتی تھی کہ قرآن نازل ہونا ہے اور ہم نے اس پر عمل کرنا ہے، جب قرآن اترتا تو صحابہ فوراً عمل کرتے، اور جب قرآن کی کسی ایت کی سمجھ نہ آتی تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اس ایت کا مطلب پوچھتے، آخرت، ایمان یا احکام کے متعلق کوئی بات ہوتی جس پر عمل کی سمجھ نہ آتی تو پریشان ہوجاتے، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے پریشانی کا اظہار فرماتے تو صحابہ کی پریشانی کا حل آسمان سے اترتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قرآن سناتے تو ان پریشانی کافور ہو جاتی، یوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اور آسمان سے اترنے والی وحی کا ایک دوسرے سے عجیب تعلق تھا۔ آیئے اس بات کا مشاہدہ کیجیے:

یتیموں کا کھانا الگ کیا پھر اکٹھا کیا

”عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ [الانعام:۵۲]

”یتیموں کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر احتیاط سے۔“

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾ [النسا:۱۰]

"جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طریقہ پر کھا رہے ہیں تو دراصل وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔"

تو جن جن لوگوں کے پاس یتیم تھے (یعنی ان کے زیر کفالت وسرپرستی تھے) انھوں نے اپنا کھانا پینا ان کے کھانے پینے سے الگ کرلیا۔ پس اگر یتیم کا کھانا بچ جاتا وہ اس کو اٹھا کر رکھ دیتے یہاں تک کہ وہ کھانا خود اس یتیم ہی کو کھانا پڑتا یا سڑ جاتا۔ پس اس حکم پر عمل کرنا لوگوں کے لئے دشوار ہوگیا۔ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى قُلْ إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ [البقرة:(۲۲۰)]

"لوگ تم سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں: وہ ان کے لئے بھلائی کرنا اچھا ہے اور اگر تم ان کے ساتھ مل جل کر رہو تو وہ تمھارے بھائی ہیں۔" اس کے بعد لوگوں نے ان کے کھانے پینے کو اپنے کھانے پینے کے ساتھ شریک کرلیا۔

[أبو داود (۲۸۷۱) فی الوصایا، باب مخالطة الیتیم فی الطعام، وأخرجه ابن جریر۔]

صحابہ کرام کا عمل دیکھو کس طرح ایت سنتے ہی ہنڈیاں الگ کردیں، اور اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی دیکھو کس طرح صحابہ کرام پر مہربانی فرمائی کہ ساتھ ملانے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ کیسی شان ہے صحابہ کی؟

صحیح بخاری میں ہے: ابن سیرین رحمہ اللہ کو یتیم کے مال میں زیادہ پسند یہ تھا کہ اس کے خیر خواہ اور اس کے اولیاء جمع ہوں اور غور کریں کہ اس کے لیے کیا مفید ہے، پھر وہی کام اس کے مال سے کریں جو اس کے لیے مفید ہے۔اور طاؤس رحمہ اللہ سے جب یتیموں کے معاملہ میں پوچھا جاتا تو وہ یہ آیت پڑھ دیتے:

﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾

یتیموں کے بارے میں خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے، عطاء رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ولی ہر شخص پر بقدر اس کے حصہ کے خرچ کرے۔

جس نے ظلم نہیں کیا وہ امن والا ہے

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾۔ [الانعام:۸۲]

"وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔"

تو صحابہ پر بہت گراں گزری (کیونکہ انھوں نے ظلم کو اس کے عام معنوں، معصیت یا زیادتی پر محمول کیا تھا) اور رسول اللہ سے عرض کیا:

أَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ

ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے کبھی ظلم نہ کیا ہو؟ آپ نے انھیں بتایا یہاں ظلم کا لفظ اپنے خاص معنیٰ یعنی شرک کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ سورہ لقمان میں ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

﴿يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾

"بیٹا کبھی شرک نہ کرنا کیونکہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔" ❶

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کیسا ایمان تھا قرآن کی بات سن کر پریشان ہو گے کہ اگر امن اور ہدایت ہی ہم سے چھن گئی تو ہمارا کیا بنے گا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری ایت پڑھی تو انھیں سکون ملا۔

منکرین حدیث اور اہل قرآن کا ردّ

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زبان اگرچہ عربی زبان تھی اور قرآن بھی عربی زبان میں نازل ہوا تھا۔ تاہم بعض دفعہ انھیں آیت کا صحیح مفہوم سمجھنے میں دشواری پیش آجاتی تھی۔ اور یہی مطلب ہے ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ﴾۔[البقرۃ:۱۲۹] کا۔مگر مسلمانوں میں سے ہی بعض لوگ ایسے ہیں جو حدیث رسول اللہ سے بے نیاز ہو کر محض لغت کی مدد سے قرآن کا مفہوم متعین کرنے کی کوشش کرتے ہیں انھیں اپنے اس نظریہ کا انجام سوچ لینا چاہیے

ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تعالیٰ تم سے حساب لیں گے عمل

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

"اللہ ہی کی ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

---

❶ صحیح البخاری(۳۳٦۰)باب قوله تعالی:(واتخذ اللّٰه إبراهيم خليلا)ومسلم رقم (۱۲٤)في الإيمان، باب بيان حكم عمل الكافر إذا أسلم بعده.

اور جو باتیں تمھارے نفسوں میں ہیں اگر تم ان کو ظاہر کرو گے یا چھپاؤ گے اللہ تعالیٰ تم سے حساب لیں گے، جسے چاہیں گے معاف فرما دیں گے اور جسے چاہیں گے عذاب دیں گے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے،

فَاشْتَدَّ ذَلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر یہ آیت کریمہ گراں گزری

ثُمَّ بَرَكُوا عَلَى الرُّكَبِ فَقَالُوا أَيْ رَسُولَ اللهِ كُلِّفْنَا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا نُطِيقُ الصَّلَاةَ وَالصِّيَامَ وَالْجِهَادَ وَالصَّدَقَةَ وَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيْكَ هَذِهِ الْآيَةُ وَلَا نُطِيقُهَا

"وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر یعنی دو زانو ہو کر آپ ﷺ سے عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ ہمیں ان اعمال کے کرنے کا مکلف بنایا گیا ہے جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے نماز روزہ جہاد اور صدقہ تو آپ ﷺ پر یہ آیات نازل ہوئیں جس میں ذکر کیے گئے احکام کی ہم طاقت نہیں رکھتے (یعنی دل میں کوئی وسوسہ نہ آنے پائے)

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَقُولُوا كَمَا قَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا بَلْ قُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ فَلَمَّا اقْتَرَأَهَا الْقَوْمُ ذَلَّتْ بِهَا أَلْسِنَتُهُمْ فَأَنْزَلَ اللهُ فِي إِثْرِهَا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو جس طرح تم سے پہلے اہل کتاب کہہ چکے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور نافرمانی کی (اس پر عمل نہیں کریں گے) بلکہ تم اس طرح کہو کہ ہم نے سن لیا اور ہم نے بخوشی مان لیا، ہم آپ

سے مغفرت چاہتے ہیں اے پروردگار اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا: (سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے یہ کہنے کے فورا بعد ہی یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں:

﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾

[البقرة:٢٨٥]

"ایمان لائے رسول اس چیز پر جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی اور مومنین بھی سارے کے سارے ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر ہم اس کے تمام رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور ان سب نے یوں کہا ہم نے سن لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اور ہم نے خوشی سے مان لیا ہم آپ سے مغفرت چاہتے ہیں اے ہمارے رب اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

فَلَمَّا فَعَلُوا ذٰلِكَ نَسَخَهَا اللّٰهُ تَعَالَى فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا قَالَ نَعَمْ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا قَالَ نَعَمْ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ قَالَ نَعَمْ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ قَالَ نَعَمْ

جب انھوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ﴿وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي

اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾ [البقرة:٢٨٤] منسوخ فرما کر یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ [البقرة:٢٨٦]

”اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق، اسی کے لیے ہے جو اس نے (نیکی) کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے (گناہ) کمایا، اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں۔“ تب اللہ نے فرمایا، ہاں! (میں نے قبول فرمایا، پھر ہے) اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی بھاری بوجھ نہ ڈال، جیسے تو نے اسے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے۔“ اللہ نے فرمایا، ہاں! (میں نے قبول فرما لیا، پھر ہے) اے ہمارے رب! اور ہم سے وہ چیز نہ اٹھوا جس (کے اٹھانے) کی ہم میں طاقت نہ ہو۔“ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے، سو کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔“ اللہ نے فرمایا، ہاں! (میں نے قبول فرما لیا)۔“ [1]

کیسا ایمان تھا صحابہ کا کہ دل کے وسوسے جو انسان کے اختیار میں نہیں اس پر مواخذے کا سن کر پریشان ہو گئے، اور رسول اللہ نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے لہذا اسی پر کاربند رہو، صحابہ نے یہ سن کر کوئی بات نہیں کی، سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہہ کر چل

[1] أخرجه مسلم رقم (١٢٥) في الإيمان، باب بيان: أنه سبحانه وتعالى لم يكلف إلا ما يطاق.]

دیے، بعد میں اللہ نے ان کے الفاظ پر قرآن اتار دیا، اور ان کا حل بھی بیان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ آیا ہے کہ نھیں سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہہ دیا۔ اس میں نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کمال ایمان کا اظہار تھا اسی لیے اللہ نے ان کی تعریف ان الفاظ میں بیان فرمادی:

﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾

[البقرۃ:۲۸۵]

جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾[آل عمران:۱۰۲]

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بہت گھبرائے اور عرض کیا: اس قدر احتیاط کس سے ممکن ہے۔ اس وقت سورۃ تغابن کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾۔ [التغابن:۱٦]

یعنی ممکنہ حد تک اللہ سے ڈرتے رہو۔

تفسیر بغوی میں لکھا ہے:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر شاق گزرا، کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! ﷺ اس حکم کی پوری تعمیل کرنے کی کس میں جرات ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا

لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

[التغابن:١٦]

: جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور سنو اور اطاعت کرو اور (اپنے مال) خرچ کرو۔ یہ تمھارے ہی لیے بہتر ہے اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔"

اس ایت نے پہلی ایت کی وضاحت کر دی۔

اللہ تعالیٰ سے کما حقہ ڈرنے کا معنی یہ ہے کہ تمام گناہوں سے اجتناب کیا جائے، تمام احکام پر عمل کرنا اور تمام گناہوں سے بچنا استطاعت کے مطابق ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾-[البقرة:٢٨٦]

رہی یہ بات کہ انسان اپنے متعلق کوئی غلط اندازہ قائم کر لے۔ مثلاً وہ یہ فرض کر لے کہ فلاں کلام میری استطاعت سے باہر ہے۔ حالانکہ وہ اسکی استطاعت میں ہو۔ تو ایسی بات پر اس کا ضرور مواخذہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ کو ہر بات کا علم ہے۔

﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ پریشان ہو گئے

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾[النساء:١٢٣]

"(نجات کا دارومدار) نہ تمھاری آرزوؤں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر، جو بھی برے کام کرے گا اس کی سزا پائے گا اور اللہ کے سوا کسی کو اپنا حامی و مددگار نہ پائے گا۔"

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! کیا میں تمھیں ایسی آیت نہ پڑھاؤں جو مجھ پر نازل ہوئی ہے؟ عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ؟ پھر آپ ﷺ نے مجھے یہ آیت پڑھائی۔ پھر مجھے کچھ معلوم نہیں ہے مگر یہ کہ میں نے اپنی کمر ٹوٹتی ہوئی محسوس کی اور انگڑائی لی تو آپ ﷺ نے پوچھا: ابوبکر کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ

بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي وَأَيُّنَا لَمْ يَعْمَلْ سُوءً ا وَإِنَّا لَمُجْزَوْنَ بِمَا عَمِلْنَا

میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، ہم میں سے کون ہے جو برائی نہیں کرتا؟ تو کیا ہمیں تمام اعمال کی سزا دی جائے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَمَّا أَنْتَ يَا أَبَا بَكْرٍ وَالْمُؤْمِنُونَ فَتُجْزَوْنَ بِذَلِكَ فِي الدُّنْيَا حَتَّى تَلْقَوْا اللهَ وَلَيْسَ لَكُمْ ذُنُوبٌ وَأَمَّا الْآخَرُونَ فَيُجْمَعُ ذَلِكَ لَهُمْ حَتَّى يُجْزَوْا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

اے ابوبکر! تمھیں اور مسلمانوں کو دنیا میں اس کا بدلہ دیا جائے گا تاکہ تم اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت گناہوں سے پاک ہو۔ لیکن دوسرے لوگوں کی برائیاں جمع کی جائیں گی تاکہ انھیں قیامت کے دن بدلہ دیا جائے۔

[أخرجه الترمذي، رقم (٣٠٤٢) في التفسير، باب ومن سورة النساء.]

مسند احمد میں ہے

أَنَّ أَبَا بَكْرٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ الصَّلَاحُ بَعْدَ هَذِهِ الْآيَةِ لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَعْمَلْ سُوًّا يُجْزَ بِهِ فَكُلَّ سُؤٍ عَمِلْنَا جُزِينَا بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَفَرَ اللهُ لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَسْتَ تَمْرَضُ أَلَسْتَ تَنْصَبُ أَلَسْتَ تَحْزَنُ أَلَسْتَ تُصِيبُكَ اللَّأْوَاءُ قَالَ بَلَى قَالَ فَهُوَ مَا تُجْزَوْنَ بِهِ

"ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس آیت کے بعد کیا خیر باقی رہ جاتی ہے کہ تمھاری خواہشات اور اہل کتاب کی خواہشات کا کوئی اعتبار نہیں، جو برا عمل کرے گا، اس کا بدلہ پائے گا، تو کیا ہمیں ہر برے عمل کی سزا دی جائے گی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر! اللہ آپ کی بخشش فرمائے، کیا آپ بیمار نہیں ہوتے؟ کیا آپ پریشان نہیں ہوتے؟ کیا آپ غمگین نہیں ہوتے؟ کیا آپ رنج و تکلیف کا شکار نہیں ہوتے؟ عرض کیا کیوں نہیں! فرمایا: یہی تو بدلہ ہے۔

[مسند احمد (٦٨) حديث صحيح بطرقه وشواهده، بتحقيق شعيب الارناؤط]

یہ آیت تو آپ کے صحابہ پر گراں ہوگئی ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ قَالَ كَبُرَ ذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَا أُفَرِّجُ عَنْكُمْ فَانْطَلَقَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللهِ إِنَّهُ كَبُرَ عَلَى أَصْحَابِكَ هَذِهِ الْآيَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكَاةَ إِلَّا لِيُطَيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ أَمْوَالِكُمْ وَإِنَّمَا فَرَضَ الْمَوَارِيثَ لِتَكُونَ لِمَنْ بَعْدَكُمْ فَكَبَّرَ عُمَرُ ثُمَّ قَالَ لَهُ أَلَا أُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ وَإِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب یہ آیت کریمہ:

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾۔ [التوبہ:٣٤]

نازل ہوئی تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بڑے متفکر ہوئے ان کی حالت دیکھ کر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمھارے اس فکر کو ابھی دور کیے دیتا ہوں، چنانچہ

وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! یہ آیت تو آپ کے صحابہ پر بڑا بار ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زکوۃ کو اسی لئے فرض کیا ہے تاکہ وہ تمھارے باقی مال کو پاک کر دے، نیز اللہ تعالیٰ نے میراث کو اس لئے مقرر کیا ہے تاکہ جو لوگ تمھارے بعد رہ جائیں وہ ان کا حق ہو جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اس جوش مسرت سے کہ ایک مشکل آسان ہو گئی اللہ اکبر کہا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا میں تمھیں ایک ایسی بہترین چیز نہ بتا دوں جسے انسان اپنے پاس رکھ کر خوش ہو اور وہ نیک بخت عورت ہے کہ اس کی طرف مرد دیکھے تو اس کی طبیعت خوش ہو جب وہ اسے کوئی حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اور جب وہ گھر میں موجود نہ ہو تو اس کے بچوں کی حفاظت کرے۔

[رَوَاهُ أَبُو دَاوُد: (١٦٦٤) بَاب فِي حُقُوقِ الْمَالِ]

قرآن حکیم نے زکوۃ نہ دینے والوں کو انتباہ فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾۔ [التوبہ: ٣٤]

"جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور پھر اس میں سے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی خبر دے دیجئے۔"

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ بڑے متفکر ہوئے اور انھیں بڑا خوف معلوم ہوا کیونکہ وہ آیت کے ظاہری مفہوم سے یہ سمجھے کہ مطلقاً مال جمع کرنا شریعت کی نظر میں بڑا سخت جرم ہے جس کے بارہ میں یہ آیت آگاہ کر رہی ہے چنانچہ

عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی یہ کیفیت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارہ میں عرض کیا: اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زکوۃ تو اسی لئے فرض کی گئی ہے کہ اس کی ادائیگی سے بقیہ مال پاک ہو جائے جب مال میں سے زکوۃ ادا کر دی جائے گی تو جو مال باقی رہ گیا ہے وہ پاک ہو جائے گا، اب اگر وہ مال جمع کیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لہٰذا آیت کریمہ میں جو وعید بیان فرمائی گئی ہے وہ مطلقاً مال جمع کرنے کے بارہ میں نہیں ہے بلکہ وہ اس صورت کے لئے ہے کہ مال جمع کیا ہے اور اس کی زکوۃ ادا نہ کی جائے، اگر کوئی شخص زکوۃ نکال کر مال جمع کرے تو اس کے لئے کوئی وعید نہیں ہے۔

آپ نے یہ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میراث کو اسی لئے فرض قرار دیا ہے تا کہ وہ تمھارا مال تمھارے بعد والوں یعنی تمھارے وارثوں کا حق ہو جائے۔ گویا اس بات سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف اشارہ فرمایا: اگر مطلقاً مال جمع کرنا شریعت کی نظر میں قابل نفریں فعل ہوتا تو اللہ تعالیٰ نہ زکوۃ کو فرض قرار دیتا اور نہ میراث فرض قرار پاتی، زکوۃ اور میراث کا فرض ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جائز طریقوں سے جمع کرنا برا نہیں ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اس مال کا حق یعنی زکوۃ و صدقہ ادا ہوتا رہنا چاہیے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بتایا کہ جب تک زکوۃ ادا ہوتی رہے مال جمع کرنا ممنوع نہیں ہے اور صحابہ نے ایک الجھن اور خوف سے نکل کر اطمینان و خوشی محسوس کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کیفیت کے پیش نظر ان کو اس چیز کی طرف رغبت دلائی جو مال سے بہر صورت بہتر ہے یعنی عورت۔ گویا اس بارہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ نیک بخت و خوبصورت بیوی مال سے بدرجہا بہتر اور افضل ہے کیونکہ روپیہ پیسہ اور سونا چاندی کسی کے پاس ٹھہرنے والی چیز نہیں ہے پھر یہ کہ

سونے چاندی کو جمع کر کے اپنے خزانہ میں محفوظ رکھو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں نہ اس سے کوئی نفع اور نہ راحت ۔ ہاں جب اپنی کسی ضرورت کے تحت اسے خرچ کرو اور وہ تم سے جائے تو صرف اس وقت وہ تمھارے کام آئے، بخلاف بیوی کے وہ جب تک تمھارے ساتھ ہے تمھاری رفیق حیات اور باعث راحت بنی رہتی ہے۔ جب تم اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہو تو تمھاری طبیعت خوش ہو جاتی ہے تمھیں کوئی ضرورت ہوتی ہے تو وہ فوراً اسے پورا کرتی ہے جب تم اسے کوئی حکم کرتے ہو تو فوراً اطاعت کرتی ہے ہر وقت تمھاری نفسیاتی تسکین و راحت کا ذریعہ بنی رہتی ہے جب تم گھر سے باہر نکلتے ہو تو تمھارے بچوں اور تمھارے مال و اسباب کی نگہبان ہوتی ہے اور اس سے تمھاری اولاد پیدا ہوتی ہے جو نہ صرف یہ کہ زندگی میں تمھاری قوت بازو بنتی ہے بلکہ مرنے کے بعد تمھاری جانشین ہو کر خاندان کا نام زندہ و روشن رکھتی ہے۔ اس طرح عورت سے بہت زیادہ منفعت اور راحت حاصل ہوتی ہے پھر یہ کہ بیوی نہ صرف یہ کہ اپنے شوہر کی دنیاوی زندگی میں اطمینان و سکون اور خوشی و مسرت کے سدا بہار پھول کھلاتی ہے بلکہ اخروی طور پر اس کو بہت برے افعال اور برے کاموں سے روکتی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا: جس شخص نے نکاح کیا اس نے اپنا دو تہائی ایمان و دین مضبوط کر لیا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ أَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِ اللهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مَنْ كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا فَوَيْلٌ لَهُ إِنَّمَا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تُنَزَّلَ الزَّكَاةُ فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللهُ طُهْرًا لِلْأَمْوَالِ

”عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک اعرابی نے آپ سے پوچھا: مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر بتلایئے جو لوگ سونے اور چاندی کا خزانہ بنا کر

رکھتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا: اگر کسی نے سونا چاندی جمع کیا اور اس کی زکوٰۃ نہ دی تو اس کے لیے ویل (خرابی) ہے۔ یہ حکم زکوٰۃ کے احکام نازل ہونے سے پہلے تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا حکم نازل کردیا تو اب وہی زکوٰۃ مال و دولت کو پاک کردینے والی ہے۔" [1]

ان کا کیا ہوگا جو قبلہ کی تبدیلی سے پہلے فوت ہوگئے۔

براء بن عازب بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم (جب ہجرت کرکے) مدینہ تشریف لائے تو پہلے اپنے ننہال میں، جو انصار تھے، ان کے ہاں اترے اور آپ نے (مدینہ کے بعد) سولہ مہینے یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی، مگر آپ کو یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کا قبلہ کعبہ کی طرف ہو جائے (چنانچہ ہوگیا) اور سب سے پہلی نماز جو آپ نے (کعبہ کی طرف) پڑھی عصر کی نماز تھی، اور آپ کے ہمراہ کچھ لوگ نماز میں تھے ان میں سے ایک شخص نکلا اور کسی مسجد کے لوگوں پر اس کا گذر ہوا اور وہ (بیت المقدس کی طرف) نماز پڑھ رہے تھے، تو اس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرکے کہتا ہوں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی ہے (یہ سنتے ہی) وہ لوگ جس حالت میں تھے، اسی حالت میں کعبہ کی طرف گھوم گئے۔

اور جب آپ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے، یہود اور تمام اہل کتاب بہت خوش تھے، مگر جب آپ نے اپنا منہ کعبہ کی طرف پھیر لیا تو یہ ان کو ناگوار ہوا۔

---

[1] صحیح بخاری (۱٤۰٤) باب مَا أُدِّيَ زَكَاتُهُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ۔]

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں: تحویل قبلہ سے پہلے اسی قدیم قبلہ پر کچھ لوگ فوت ہو چکے تھے، ہم یہ نہ سمجھ سکے کہ ان کے متعلق کیا خیال کیا جائے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾۔ [بقرۃ:۱٤٣]

نازل فرمائی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب قبلہ تبدیل ہو گیا تو صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

كَيْفَ بِاِخْوَانِنَا الَّذِينَ مَاتُوا وَهُمْ يُصَلُّونَ اِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ

ہمارے ان بھائیوں کا کیا ہوگا جو بیت المقدس کی طرف چہرے (رخ) کر کے نماز پڑھتے تھے اور اس حکم سے (قبلہ کی تبدیلی) پہلے فوت ہو گئے۔ اس پر آیت نازل ہوئی:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيْمَانَكُمْ﴾۔ [البقرۃ:۱٤٣]

"اللہ ایسا نہیں کہ تمھارے ایمانوں کو ضائع کر دے"۔ [1]

جو شراب کی حرمت سے پہلے فوت ہو گئے ان کا کیا بنے گا

"انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ابو طلحہ کے مکان میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا اس زمانہ میں لوگ فضیخ شراب استعمال کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ اعلان کر دے سن لو شراب حرام کر دی گئی، انس کا بیان ہے مجھ سے ابو طلحہ نے کہا: باہر جا اور اس شراب کو بہا دے چنانچہ میں باہر نکلا اور اس کو بہا دیا۔ اس دن مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی

[1] سنن الترمذی (٢٩٦٨) فی التفسیر، باب ومن سورۃ البقرۃ، وأبو داود (٤٦٨٠) فی السنۃ، باب الدلیل علی زیادۃ الإیمان ونقصانه، وإسنادہ حسن۔]

قَالَ رِجَالٌ كَيْفَ بِأَصْحَابِنَا وَقَدْ مَاتُوا يَشْرَبُونَ الْخَمْرَ فَنَزَلَتْ

بعض لوگوں نے کہا: ایک قوم قتل کی گئی اور شراب ان کے پیٹ میں تھی؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

[المائدہ: ۹۳]

"جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے انھیں اس بات پر کچھ گناہ نہ ہوگا جو وہ (تحریم شراب سے) پہلے پی چکے۔ جبکہ آئندہ پرہیز کریں اور ایمان لائیں۔ اور نیک عمل کریں اور تقویٰ اختیار کریں اور ایمان لائیں۔ پھر (جس جس چیز سے روکا جائے اس سے) بچے رہیں اور نیکی کریں کیونکہ اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" [1]

آپ اعلیٰ درجات میں ہوں گے ہم آپ کو کیسے ملیں گے

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا﴾۔ [النساء: ٦٩]

"اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔"

---

[1] أخرجه الترمذي (٣٠٥٠) في التفسير، باب ومن سورة المائدة، وقال: هذا حديث حسن صحيح. وأخرجه أبو داود الطيالسي ٢/ ١٨، والطبري رقم (١٢٥٢٩)، وإسناده قوي، وصححه ابن حبان رقم (١٧٤٠) موارد.]

ابن جریر میں ہے کہ ایک انصاری صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ نے دیکھا کہ سخت مغموم ہیں سبب دریافت کیا تو جواب ملا کہ رسول اللہ ﷺ یہاں تو صبح شام ہم لوگ آپ کی خدمت میں آ بیٹھتے ہیں دیدار بھی ہو جاتا ہے اور دو گھڑی صحبت بھی میسر ہو جاتی ہے، لیکن کل قیامت کے دن تو آپ نبیوں کی اعلیٰ مجلس میں ہوں گے ہم تو آپ تک پہنچ بھی نہ سکیں گے۔؟ رسول اللہ ﷺ نے کچھ جواب نہ دیا، اس پر جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لائے رسول اللہ ﷺ نے آدمی بھیج کر انھیں یہ خوشخبری سنا دی۔

ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: یہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا درجہ آپ پر ایمان لانے والوں سے یقینا بہت ہی بڑا ہے پس جب کہ جنت میں یہ سب جمع ہوں گے تو آپس میں ایک دوسرے کو کیسے دیکھیں گے اور کیسے ملیں گے؟ تو یہ آیت اتری۔

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ میں آپ کو اپنی جان سے اپنے اہل عیال سے اور اپنے بچوں سے بھی زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔ میں گھر میں ہوتا ہوں لیکن شوق زیارت مجھے بے قرار کر دیتا ہے صبر نہیں ہو سکتا دوڑتا بھاگتا آتا ہوں اور دیدار کر کے چلا جاتا ہوں لیکن جب مجھے آپ کی اور اپنی موت یاد آتی ہے اور اس کا یقین ہے کہ آپ جنت میں نبیوں کے سب سے بڑے اونچے درجے میں ہوں گے تو ڈر لگتا ہے کہ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے محروم ہو جاؤں گا، آپ نے تو کوئی جواب نہیں دیا لیکن یہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

صحیح مسلم میں ہے:

أَنَّ رَبِيعَةَ بْنَ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيَّ قَالَ كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

---

[1] رواہ الطبرانی وابن مردویہ وابو نعیم فی الحلیہ، والضیاء المقدسی فی صفہ الجنۃ۔[ضیاء المقدسی نے اس کو حسن کہا، اس روایت کے اور بھی طریق ہیں۔]

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِي سَلْ فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ

"ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا اور پانی وغیرہ لا دیا کرتا تھا ایک بار آپ نے مجھ سے فرمایا: کچھ مانگ لے میں نے کہا: جنت میں میں آپ کی رفاقت کا طالب ہوں، فرمایا: اس کے سوا اور کچھ؟ میں نے کہا: وہ بھی یہی، فرمایا: میری رفاقت کے لئے میری مدد کر کثرت سجود سے۔"

[صحيح مسلم(٤٨٩)باب فَضْلِ السُّجُودِ والحَثِّ عَلَيهِ.]

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: وَمَا أَعْدَدْتَ لِلسَّاعَةِ؟ قَالَ: حُبَّ اللهِ وَرَسُولِهِ، قَالَ: فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ: فَمَا فَرِحْنَا، بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحًا أَشَدَّ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ: فَأَنَا أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ، وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ، وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِأَعْمَالِهِمْ.

"انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کی بابت دریافت کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کے لئے کیا سامان تیار کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: میں نے بجز اس کے کوئی تیاری نہیں کی کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہوں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسی کے ساتھ ہو گے جس کو تم دوست رکھتے ہو، انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم کسی بات پر اتنے خوش نہیں ہوئے جس قدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر کہ تم اسی کے ساتھ ہو گے جس کو تم دوست رکھو گے

مسرور ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عمر رضی اللہ عنہ کو دوست رکھتا ہوں اور مجھے امید واثق ہے کہ چونکہ مجھے ان حضرات سے محبت ہے لہذا میں ان کے ہمراہ ہوں گا اگرچہ میں نے ان حضرات جیسے اعمال نہیں کئے۔"

[رواه مسلم (٢٦٣٩) في البر والصلة، باب المرء مع من أحب.]

اس روایت میں بخاری کے الفاظ یہ ہیں:

قَالَ أَنَسٌ فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ

"انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں اور ان سے اپنی اس محبت کی وجہ سے امید رکھتا ہوں کہ میرا حشر انھیں کے ساتھ ہوگا، اگرچہ میں ان جیسے عمل نہ کر سکا۔" [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جنتی لوگ اپنے سے بلند درجہ والے جنتیوں کو ان کے بالا خانوں میں اس طرح دیکھیں گے جیسے تم چمکتے ستارے کو مشرق یا مغرب میں دیکھتے ہو ان میں بہت کچھ فاصلہ ہوگا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: یہ منزلیں تو انبیاء کرام کے لئے ہی مخصوص ہوں گی؟ عام آدمی وہاں تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ان منزلوں تک وہ بھی پہنچیں گے جو اللہ پر ایمان لائے رسولوں کو سچا جانا اور مانا۔"

کوئی حرج نہیں، کھالو

حافظ عبد السلام حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

طبری نے اپنی معتبر سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ جب اللہ

[1] صحیح بخاری (٣٦٨٨) باب مَنَاقِبِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَبِي حَفْصٍ الْقُرَشِيِّ الْعَدَوِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ [النساء: ۲۹]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔" تو مسلمانوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپس میں اپنے اموال باطل طریقے سے کھانے سے منع فرمایا ہے اور کھانا ہمارے ان اموال میں سے ہے جو سب سے بہتر ہیں، اس لیے ہم میں سے کسی کو حلال نہیں کہ کسی کے ہاں کھانا کھائے، تو لوگوں نے ایک دوسرے کے ہاں کھانا چھوڑ دیا، اس پر یہ آیت اتری:

﴿لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ [النور: ٦١]

"اندھے پر کوئی رکاوٹ نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے اور نہ خود تمھارے لئے (کوئی مضائقہ ہے) کہ تم اپنے گھروں سے (کھانا) کھالو یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں

کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا جن گھروں کی کنجیاں تمھارے اختیار میں ہیں (یعنی جن میں ان کے مالکوں کی طرف سے تمھیں ہر قسم کے تصرّف کی اجازت ہے) یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (کھانا کھا لینے میں مضائقہ نہیں)، تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ تم سب کے سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ، پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے (گھر والوں) پر سلام کہا کرو (یہ) اللہ کی طرف سے بابرکت پاکیزہ دعا ہے، اس طرح اللہ اپنی آیتوں کو تمھارے لئے واضح فرماتا ہے تاکہ تم (احکام شریعت اور آدابِ زندگی کو) سمجھ سکو۔"

[طبری: ٢٦٤٢٦]

اس تفسیر کے مطابق اندھے، لنگڑے اور بیمار کو اجازت دی گئی ہے کہ معذور ہونے کی وجہ سے ان کا لوگوں پر حق ہے کہ وہ بھوک مٹانے کے لیے ہر جگہ اور ہر گھر سے کھا سکتے ہیں، انھیں خواہ مخواہ کی عزت نفس کے یا حرام سے اجتناب کے خیال میں مبتلا ہو کر کسی دوسرے کے کھانے سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ مجاہد نے آیت زیر تفسیر کے متعلق فرمایا: " آدمی کسی اندھے یا لنگڑے یا بیمار کو لے کر اپنے باپ یا بھائی یا بہن یا پھوپھی یا خالہ کے گھر (کچھ کھلانے کے لیے) لے جاتا تو وہ معذور لوگ اس میں گناہ محسوس کرتے کہ یہ لوگ ہمیں دوسروں کے گھروں میں لے جاتے ہیں۔ اس پر یہ آیت ان کے لیے رخصت بیان کرنے کے لیے اتری۔"

[مسند عبدالرزاق و سنده صحيح]

تفسیر بغوی میں لکھا ہے:

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: قرآن کریم کی جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ [النساء: ٢٩]

"اے ایمان والو! نہ کھاؤ ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر۔"

تو لوگوں کو اندھے، لنگڑے بیمارے لوگوں کے ساتھ مل کر کھانے میں یہ تردد پیش آنے لگا کہ بیمار تو عادۃ کم کھاتا ہے، نابینا کو کھانے کی چیزوں میں یہ امتیاز نہیں ہوتا کہ کونسی چیز عمدہ ہے، لنگڑے کو اپنی نشست ہموار نہ ہونے کے سبب کھانے میں تکلف ہوتا ہے، تو ممکن ہے کہ یہ لوگ کم کھائیں ہمارے پاس زیادہ آجائے تو ان کی حق تلفی ہوئی کیونکہ مشترک کھانے میں سب کا حصہ مساوی ہونا چاہئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں اس تعمق اور تکلف میں پڑنے سے ان کو آزاد کر دیا گیا کہ سب مل کر کھاؤ معمولی کمی بیشی کی فکر نہ کرو،

سعید بن مسیب نے فرمایا: مسلمان جب کسی جہاد وغزوہ کے لئے جاتے تو اپنے گھروں کی کنجیاں ان معذوروں کے سپرد کر دیتے تھے اور یہ کہہ دیتے تھے کہ گھر میں جو کچھ ہے وہ تم لوگ کھا پی سکتے ہو۔ مگر یہ لوگ اس احتیاط کی بنا پر ان کے گھروں میں سے کچھ نہ کھاتے کہ شاید ان کی منشاء کی خلاف ہو جائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

مسند بزار میں بسند صحیح عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی مضمون منقول ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو ہر صحابی کی دلی خواہش یہ ہوتی تھی کہ سب آپ کی رفاقت میں شریک جہاد ہوں اور اپنے مکانوں کی کنجیاں ان غریب معذورین کے سپرد کر دیتے تھے اور ان کو اجازت دیتے تھے کہ ہمارے پیچھے آپ ہمارے گھروں میں جو کچھ ہے کھا پی سکتے ہو مگر یہ لوگ غایت تقوی سے اس اندیشہ پر کہ شاید ان کی یہ اجازت بطیب خاطر نہ ہو اس سے پرہیز کرتے تھے۔

امام بغوی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ آیت مذکورہ میں جو لفظ ﴿صدیقکم﴾ کا آیا ہے یعنی اپنے دوست کے گھر سے بھی کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں، یہ حارث بن عمرو کے واقعہ میں نازل ہوا کہ وہ کسی جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے گئے اور اپنے دوست مالک بن زید کو اپنے گھر اور گھر والوں کی نگرانی سپرد کر دی۔ جب حارث واپس آئے تو دیکھا کہ مالک بن زید بہت ضعیف کمزور ہو رہے ہیں وجہ دریافت کرنے پر انھوں نے کہا: میں نے آپ کے گھر سے کچھ کھانا آپ کے پیچھے مناسب نہیں سمجھا (یہ سب روایات تفسیر مظہری میں ہیں) اور صاف بات یہی ہے کہ اس قسم کے تمام واقعات اس آیت کے نزول کا سبب ہوتے ہیں۔

شعرا صحابہ پریشان ہوگے

﴿وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ○ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ○ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ﴾

[الشعراء: ۲۲۵]

"اور شاعروں کی پیروی بہکے ہوئے لوگ ہی کرتے ہیں، کیا تو نے نہیں دیکھا کہ وہ (شعراء) ہر وادی (خیال) میں (یونھی) سرگرداں پھرتے رہتے ہیں (انھیں حق میں سچی دلچسپی اور سنجیدگی نہیں ہوتی بلکہ فقط لفظی و فکری جولانیوں میں مست اور خوش رہتے ہیں) اور یہ کہ وہ (ایسی باتیں) کہتے ہیں جنھیں (خود) کرتے نہیں ہیں، سوائے ان (شعراء) کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہے (یعنی اللہ اور

رسول ﷺ کے مدح خواں بن گئے) اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد (ظالموں سے بزبان شعر) انتقام لیا (اور اپنے کلام کے ذریعے اسلام اور مظلوموں کا دفاع کیا بلکہ ان کا جوش بڑھایا تو یہ شاعری مذموم نہیں)، اور وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا عنقریب جان لیں گے کہ وہ (مرنے کے بعد) کونسی پلٹنے کی جگہ پلٹ کر جاتے ہیں۔"

جب یہ آیت نازل ہوئی: تو عبداللہ بن رواحہ، حسان بن ثابت اور کعب بن مالک جو شعراء صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں مشہور ہیں، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ !اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اور ہم بھی شعر کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آیت کے آخری حصہ کو پڑھو۔ مقصد یہ تھا کہ تمھارے اشعار بیہودہ اور غلط مقصد کے لئے نہیں ہوتے اس لئے تم اس استثناء میں داخل ہو جو آخر آیت میں مذکور ہے اس لئے مفسرین نے فرمایا: ابتدائی آیت میں مشرکین شعرا مراد ہیں کیونکہ گمراہ لوگ سرکش شیطان اور نافرمان جن ان ہی کے اشعار کی اتباع کرتے تھے اور روایت کرتے تھے۔ (کمافی فتح الباری)

اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی

﴿اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾۔ [الانفال:٦٦]

"اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی ہے، اور اسے معلوم ہے کہ تم میں (کسی قدر) کمزوری ہے سو (اب تخفیف کے بعد حکم یہ ہے کہ) اگر تم میں سے (ایک) سو (آدمی) ثابت قدم رہنے والے ہوں (تو) وہ دو سو (کفار) پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے (ایک) ہزار ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے دو ہزار

(کافروں) پر غالب آئیں گے، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ﴾

اگر تم میں بیس آدمی صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو (کافروں) پر غالب آ جائیں گے

تو مسلمانوں پر یہ بات بہت بھاری ہوئی کہ ایک مسلمان دس کافروں کے مقابلہ سے نہ بھاگے، تو اللہ نے آیت تخفیف نازل فرمائی:

﴿اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾۔ [الانفال:٦٦] ❶

دور نبوی کی آخری جنگوں میں عملاً ایسا ہوا بھی تھا۔ ایک جنگ میں ایک ہزار مسلمانوں نے (٨٠) اسی ہزار کافروں کا مقابلہ کیا اور جنگ مؤتہ کے موقع پر تین ہزار مسلمان ایک لاکھ کافروں کے مقابلہ میں ڈٹے رہے اور یہ نسبت ایک اور دس کی نسبت سے بھی زیادہ بنتی ہے۔ پھر خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی ایسی بہت سی مثالیں مل جاتی ہیں۔ البتہ اس تخفیف والی آیت سے علماء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ اگر کافروں کی تعداد دگنی یا اس سے کم ہو تو اس صورت میں جنگ سے فرار حرام ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب گزشتہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں کو اپنے سے دس گنا کفار کے مقابلے میں ڈٹے رہنے کا حکم دشوار

---

❶ صحيح البخاري (٤٦٥٢) في تفسير سورة الأنفال، باب (يا أيها النبي حرض المؤمنين على القتال)]

معلوم ہوا، پھر تخفیف کا حکم آ گیا اور اپنے سے دوگنا کے مقابلے میں ثابت قدم رہنا واجب اور بھاگنا حرام قرار دے دیا گیا۔

[صحیح بخاری، (٤٦٥٣) التفسیر، سورة الأنفال، باب الآن خفف الله عنکم ـ ـ]

اگر کفار دوگنا سے زیادہ ہوں تو بھاگنا گناہ نہیں، لیکن لڑنا اور جمے رہنا بہر حال افضل ہے، جیسا کہ عہد نبوی اور خلفائے راشدین کے عہد کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ (ابن کثیر، قرطبی)

اس آیت میں یہ خوش خبری بھی ہے کہ مسلمانوں کے لشکر ہزاروں تک جائیں گے۔

خیر خواہ ہوں تو کوئی حرج نہیں

﴿لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝﴾

[التوبة:٩١،٩٢]

”کمزور اور مریض اور وہ لوگ جن کے پاس شرکت جہاد کے لئے خرچ کرنے کو کچھ نہیں، (اگر پیچھے رہ جائیں) تو کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ ہوں۔ ایسے محسنین پر کوئی الزام نہیں اور اللہ درگزر کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اور نہ ایسے لوگوں پر (طعنہ و الزام کی راہ ہے) جبکہ وہ آپ کی خدمت میں (اس لئے) حاضر ہوئے کہ آپ انھیں (جہاد کے لئے) سوار کریں (کیونکہ ان کے پاس اپنی کوئی سواری نہ

تھی تو) آپ نے فرمایا: میں (بھی) کوئی (زائد سواری) نہیں پاتا ہوں جس پر تمھیں سوار کرسکوں، (تو) وہ (آپ کے اذن سے) اس حالت میں لوٹے کہ ان کی آنکھیں (جہاد سے محرومی کے) غم میں اشکبار تھیں کہ (افسوس) وہ (اس قدر) زاد راہ نہیں پاتے جسے وہ خرچ کرسکیں (اور شریک جہاد ہوسکیں)۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے اصحاب کی ایک جماعت آئی جن میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! ہمیں کوئی سواری عطا کیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ کی قسم ! میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے جس پر میں تمھیں سوار کروں۔ وہ روتے ہوئے واپس چلے گئے کیونکہ جہاد سے رہ جانا ان پر بہت شاق تھا۔ اور ان کے پاس زاد راہ تھا نہ سواری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اپنے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور جہاد پر حرص کی وجہ سے ان کے عذر میں یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ [1]

اس آیت پر ان لوگوں کو خلوص کے ساتھ غور کرنا چاہیے جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا و آخرت کے خزانوں کے مالک اور مختار کل ہیں۔ یہ حضرات آپ کے اس فرمان کا ترجمہ کیا کریں گے:

﴿لَآ اَجِدُ مَآ اَحۡمِلُكُمۡ عَلَيۡهِ﴾

"میں وہ چیز نہیں پاتا جس پر تمھیں سوار کروں۔"

ان بھائیوں کو اللہ کا خوف کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک الملک اور

---

[1] تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج ٦ ص ١٨٦٤۔ ١٨٦٣، رقم الحدیث: ١٠٢٠٠، مطبوعہ مکہ مکرمہ، ١٤١٧ھ]

مختارکل کہہ کر اللہ کا شریک بنانے سے توبہ کرنی چاہیے، کیونکہ یہ گناہ اللہ کے ہاں کسی صورت قابل معافی نہیں ہے۔

اس آیت میں تین طرح کے لوگوں کو جہاد سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ ایک وہ جو بڑھاپے یا کسی اور وجہ سے اتنے کمزور ہو چکے ہوں کہ جہاد پر جانے کے قابل ہی نہ رہے ہوں ۔ دوسرے مریض جو اس وقت جہاد پر جا ہی نہ سکتے ہوں اور اس شق میں ایسے تیماردار بھی شامل ہیں جن کا بیمار کے پاس رہنا لازمی ہو اور اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو جیسے غزوہ بدر میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ صرف اس وجہ سے شامل نہ ہو سکے تھے کہ ان کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ سخت بیمار تھیں اور جب مجاہدین واپس آئے تو ان کی وفات ہو چکی تھی۔ اور تیسرے وہ لوگ جن کے پاس جہاد کے لیے خرچ نہ ہو۔ کیونکہ اس دور میں ہر مجاہد کو اپنی سواری، اسلحہ اور زاد راہ کا خود انتظام کرنا ہوتا تھا۔ پھر ان تینوں قسم کے معذورین کے ساتھ یہ لازمی شرط بھی عائد کر دی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ ہوں ۔ بالفاظ دیگر جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ نہ ہوں ان کا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا کیونکہ ایسے لوگ صرف منافق ہی ہو سکتے ہیں ۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک شخص بیمار ہے اور اس بیماری کی حالت میں جہاد کا اعلان ہو جاتا ہے۔ اب اگر وہ شخص منافق ہے تو اس کے احساسات یہ ہوں گے کہ کیا اچھا ہوا کہ میں اس وقت بیمار ہوں اور جہاد سے بچنے کا یہ کیسا معقول بہانہ میسر آ گیا ہے۔ اس کے برعکس ایک مومن کے احساسات یہ ہوں گے کہ کاش میں اس وقت بیمار نہ ہوتا اور اس اجر سے محروم نہ رہتا جو جہاد کرنے والوں کو ملے گا، یا وہ یہ آرزو کرے گا کہ اللہ اسے جلد از جلد صحت عطا کرے تاکہ وہ بھی جہاد میں شامل ہو سکے یا وہ اپنے تیمارداروں سے کہے گا کہ میرا اللہ مالک ہے تم وقت ضائع نہ کرو اور جہاد پر چلے جاؤ۔ غرض ایک ایک بات سے انسان کی نیت اور احساسات کا پتہ چل سکتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ مریض ہونے کے لحاظ سے تو یہ دونوں یکساں ہیں مگر ان کے احساسات بالکل متضاد ہیں : یہ احساسات ہی انھیں منافق اور مومن کی قسموں میں تقسیم کر دیتے ہیں اور جن لوگوں کے احساسات میں اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی ہے انھی کا عذر شرعی لحاظ سے قابل قبول ہے اور ایسے لوگوں کو جہاد میں شامل ہی سمجھا جائے گا جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے :۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں : جب تم کوئی سفر کرتے ہو یا کوئی وادی عبور کرتے ہو تو وہ تمھارے ساتھ ہوتے ہیں ۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا: اس کے باوجود کہ وہ مدینہ میں ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس کے باوجود کہ وہ مدینہ میں ہیں انھیں عذر نے روکا ہے۔"

[صحیح بخاری (۲۸۳۹) کتاب المغازی۔ باب مَنْ حَبَسَهُ الْعُذْرُ عَنِ الْغَزْوِ.]

بلکہ ایسے معذور لوگوں کا رسول اللہ نے ان اموال غنیمت سے حصہ بھی نکالا ہے۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ جنگ خیبر کی فتح کے فوراً بعد جو مہاجر حبشہ سے ہجرت کر کے پہنچے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اموال غنائم میں شریک کر لیا تھا۔ [1]

تو اب نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو

﴿ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ۔[المجادلہ: ۱۳]

"کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ اپنی سرگوشی سے پہلے صدقے ادا کرو ۔ پھر جب تم نے ایسا نہیں کیا اور اللہ نے بھی تمھیں (اس سے) معاف کر دیا تو

[1] صحیح بخاری (۳۱۳۶) باب وَمِنَ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ الْمُسْلِمِينَ۔و کتاب المغازی۔ باب غزوۃ خیبر)

اب نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔"

آپ سے سرگوشی کی عام اجازت میں سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ لوگ معمولی اور بیکار قسم کی باتوں میں آپ کا قیمتی وقت ضائع کرتے رہتے تھے۔ ایسی سرگوشیاں کرنے والے اکثر چوہدری ٹائپ کے مالدار منافق ہی ہوا کرتے تھے۔ صدقہ کے حکم کے بعد منافقین تو بخل کی وجہ سے رک گئے اور مسلمان ویسے ہی سنبھل گئے۔ یہ حکم زیادہ سے زیادہ دس دن تک بحال رہا اور اس پر صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک بار عمل کیا۔ [1]

وفی روایۃ ذکرھا رزین: ما عمل بھذہ الآیۃ غیری [2]

جب مندرجہ بالا مقاصد حاصل ہو گئے تو اللہ نے اس حکم کو منسوخ فرما دیا۔ اور ساتھ ہی مسلمانوں کو تاکید کی گئی کہ نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا پورا پورا خیال رکھیں اور اللہ اور اس کے رسول کی سچے دل سے اطاعت بجالائیں اور ایسا کوئی کام نہ کریں جو ان کی منشا کے خلاف ہو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے آسانی

﴿إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ

[1] أخرجه الترمذی رقم (٣٢٩٧) فی التفسیر، باب ومن سورة المجادلة، أخرجه ابن جرير ٢٨/١٥، وفی سنده علی بن علقمة الأنماری الراوی عن علی، وقد اختلف فيه. قال البخاری: فی حديثه نظر، وذكره ابن حبان فی الثقات، وقال ابن عدی: ما أری بحديثه بأساً، وقد حسن الترمذی حديثه هذا.]

[2] ذكره الحافظ ابن كثير ٣٢٦/٤ عن ليث بن أبی سليم عن مجاهد عن علی بنحوه، ولم يعزه لأحد.

الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ
فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا
الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ
مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا
اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾۔[المزمل(۲۰)]

:آپ کا پروردگار یقینا جانتا ہے کہ آپ قریبا دو تہائی رات اور (کبھی) نصف رات اور (کبھی) ایک تہائی رات (نماز میں) کھڑے ہوتے ہیں اور آپ کے ساتھیوں میں سے بھی ایک گروہ (کھڑا ہوتا ہے) اور رات، دن کو تو اللہ ہی کم وبیش کرتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ تم اوقات کا صحیح شمار نہ کرسکو گے لہذا اس نے تم پر مہربانی فرما دی۔ لہذا اب جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکو۔ پڑھ لیا کرو۔ اسے معلوم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے، کچھ دوسرے اللہ کے فضل کی تلاش میں سفر کرتے ہیں اور کچھ دوسرے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، لہذا جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکو پڑھ لیا کرو۔ اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کیا کرو اور اللہ کو اچھا قرض دیتے رہو، اور جو بھی بھلائی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے تو اسے اللہ کے ہاں اس حال میں موجود پاؤ گے کہ وہ (اصل عمل سے) بہتر اور اجر کے لحاظ سے بہت زیادہ ہوگی۔ اور اللہ سے معافی مانگتے رہو، اللہ یقینا بخشنے والا ہے، رحم کرنے والا ہے۔"

اس آیت کی تفسیر میں حافظ عبد السلام حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

سعد بن ہشام کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا، مجھے رسول

اللہ ﷺ کے قیام اللیل کی کیفیت بتایئے ؟ انھوں نے کہا: کیا تم نے سورۃ ﴿یَاأَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾ نہیں پڑھی ؟ میں نے کہا، کیوں نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدا میں قیام اللیل کو فرض کیا تو نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب ایک سال تک قیام اللیل کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی آخری آیات کو بارہ مہینوں تک آسمان پر روکے رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی آخری آیات نازل کر کے تخفیف کر دی، تو پھر قیام اللیل فرض ہونے کے بعد نفل رہ گیا۔

[صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب جامع صلوۃ اللیل ومن نام عنها أو مرض: ٧٤٦]

سورۃ مزمل کے اول اور آخر کے نزول کے متعلق سند کے لحاظ سے یہی بات سب سے زیادہ صحیح ہے۔ صحیح مسلم کی اسی روایت کے آخر میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات کو درست قرار دیا۔ اس لئے بعض روایات میں آٹھ ماہ یا سولہ ماہ کا جو ذکر آیا ہے وہ روایات مرجوح ہیں اور سعید بن جبیر (تابعی) کا قول کہ سورۃ مزمل کا آخری حصہ دس سال بعد نازل ہوا، یہ عائشہ اور ابن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے جلیل القدر صحابہ کے ثابت شدہ فرمان کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

ہمارے دور کے بعض لوگوں نے عائشہ اور ابن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین کے صحیح قول کو چھوڑ کر ایک تابعی سعید بن جبیر کے قول کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ سورۃ مزمل کے آغاز کے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ مکہ کے ابتدائی درو میں نازل ہوئی، جب کہ آخری آیت میں جہاد اور زکوۃ کا ذکر ہے جو مدینہ میں فرض ہوئے، اس لئے اس کے اول و آخر میں دس سال کی مدت کا فاصلہ ہی ہونا چاہیے۔ حالانکہ یہ بات ہی غلط ہے کہ مکی سورتوں میں جہاد یا زکوۃ کا ذکر نہیں، اگرچہ یہ عملاً جہاد مدینہ میں شروع ہوا اور زکوۃ کا نصاب وغیرہ مدینہ میں مقرر ہوا مگر مکی سورتوں میں جہاد کا ذکر بھی ہے اور زکوۃ کا بھی۔ (انتهى تفسير القرآن الكريم)

رسول اللہ ﷺ ایک سال تک تقریباً دو تہائی رات یا نصف یا ثلث قیام کرتے رہے اور صحابہ کی ایک جماعت بھی آپ کے اتباع میں اتنا قیام کرتی رہی، گھڑیاں موجود نہیں تھیں، اسی خیال سے کہ حکم کی تعمیل میں کوتاہی نہ ہوجائے زیادہ سے زیادہ قیام کی کوشش کرتے مگر رات کے نصف یا ثلث کا صحیح اندازہ ان کے بس کی بات نہیں تھی، اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو دن رات کا خالق ہے اور جسے دن رات کا خوب اندازہ ہے کہ رات کبھی لمبی ہوتی ہے کبھی چھوٹی، کبھی گرمی میں آتی ہے کبھی سردی میں، وہ خوب جانتا ہے کہ تم ہمیشہ یہ عمل ہرگز نہیں کرسکو گے، اس لئے اس نے مہربانی فرما کر آسانی فرمادی، اب جتنا آسانی سے قیام کرسکتے ہو کرو۔

جب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہرگز یہ طاقت نہیں رکھتے کہ ہمیشہ رات کا دوثلث یا نصف یا ثلث قیام کرسکیں تو پھر بعض بزرگوں کے متعلق جو حکایات بیان کی جاتی ہیں کہ انھوں نے چالیس (۴۰) سال تک عشاء اور فجر کی نماز ایک وضو سے پڑھی، ان کے متعلق غور کرنا چاہیے کہ جس کام کی طاقت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ میں بھی ہرگز نہیں وہ ان لوگوں میں کیسے آگئی؟ پھر رسول اللہ ﷺ تو رات کو گیارہ یا تیرہ رکعات پڑھتے تھے، مگر ان بزرگوں کا کمال بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ہر رات ہزار ہزار رکعات پڑھتے تھے۔ اب یا تو ان حکایات کو جھوٹا ماننا پڑے گا یا ماننا پڑے گا کہ ان بزرگوں کی پوری کوشش تھی کہ ہر کام میں رسول اللہ ﷺ سے آگے بڑھ کر دکھائیں۔

اس آیت کے نزول کو چار سال کا عرصہ گزر چکا ہے

أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ قَالَ مَا كَانَ بَيْنَ إِسْلَامِنَا وَبَيْنَ أَنْ عَاتَبَنَا اللهُ بِهَذِهِ الْآيَةِ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللهِ إِلَّا أَرْبَعُ سِنِينَ

"عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب سے ہم اسلام لائے اس وقت

سے لے کر اس آیت:

﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ﴾

[الحديد: ١٦]

"کیا وقت نہیں آیا ان کے لئے جو ایمان لائے کہ گڑگڑائیں ان کے دل اللہ کی یاد سے"

کے نزول تک چار سال کا عرصہ گزرا ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر عتاب فرمایا ہے۔

[صحيح مسلم (٣٠٢٧) في التفسير، باب قوله تعالى (ألم يأن للذين آمنوا أن تخشع قلوبهم).]

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے قرآن کا نزول

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کوئی مسئلہ پیش آجاتا تو ان کو یقین ہوتا کہ اب آسمان سے وحی اترے گی اور ہمارے مسئلے کا حل قرآن کی صورت میں ضرور نازل ہوگا۔ آیئے دیکھتے ہیں قرآن نے کس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تربیت کی ہے اور صحابہ کس طرح قرآن کے نزول کے منتظر رہتے تھے۔

میں سچا ہوں اور اللہ ضرور میرے معاملہ میں کوئی حکم نازل فرمائے گا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيكِ ابْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّنَةَ أَوْ حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِذَا رَأَى أَحَدُنَا عَلَى امْرَأَتِهِ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْبَيِّنَةَ وَإِلَّا حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ فَقَالَ هِلَالٌ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنِّي لَصَادِقٌ فَلَيُنْزِلَنَّ اللهُ مَا يُبَرِّءُ ظَهْرِي مِنَ الْحَدِّ فَنَزَلَ جِبْرِيلُ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ فَقَرَأَ حَتَّى بَلَغَ إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَجَاءَ هِلَالٌ فَشَهِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللهَ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ فَلَمَّا كَانَتْ عِنْدَ الْخَامِسَةِ

وَقَّفُوهَا وَقَالُوا إِنَّهَا مُوجِبَةٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَتَلَكَّأَتْ وَنَكَصَتْ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهَا تَرْجِعُ ثُمَّ قَالَتْ لَا أَفْضَحُ قَوْمِي سَائِرَ الْيَوْمِ فَمَضَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْصِرُوهَا فَإِنْ جَائَتْ بِهِ أَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيكِ ابْنِ سَحْمَاءَ فَجَائَتْ بِهِ كَذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا مَا مَضَى مِنْ كِتَابِ اللهِ لَكَانَ لِي وَلَهَا شَأْنٌ

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی کو شریک بن سحماء سے زنا کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اتہام لگایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہلال گواہ لاؤ، ورنہ تمھارے اوپر تہمت لگانے کی حد جاری کی جائے گی اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! جب ہم سے کوئی اپنی بیوی کو زنا کرتا دیکھے تو گواہ کہاں تلاش کرتا پھرے یہ تو بہت دشوار ہے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ گواہ لاؤ ورنہ حد قذف جاری کی جائے گی۔ ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم ہے اس اللہ کی! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق بنا کر مبعوث فرمایا ہے میں سچا ہوں اور اللہ ضرور میرے معاملہ میں کوئی حکم نازل فرمائے گا، اس وقت جبرائیل یہ آیت

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ○ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ○ وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ○ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ○﴾۔ [النور: ٦ تا ٩]

"اور جو لوگ اپنی بیویوں پر (بدکاری کی) تہمت لگائیں اور ان کے پاس سوائے اپنی ذات کے کوئی گواہ نہ ہوں تو ایسے کسی بھی ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ (وہ خود) چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ (الزام لگانے میں) سچا ہے۔ اور پانچویں مرتبہ یہ (کہے) کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو۔ اور (اسی طرح) یہ بات اس (عورت) سے (بھی) سزا کو ٹال سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر (خود) گواہی دے کہ وہ (مرد اس تہمت کے لگانے میں) جھوٹا ہے۔ اور پانچویں مرتبہ یہ (کہے) کہ اس پر (یعنی مجھ پر) اللہ کا غضب ہو اگر یہ (مرد اس الزام لگانے میں) سچا ہو۔"

لے کر آئے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ متوجہ ہوئے عورت کو بلایا ہلال بھی آئے اور لعان کیا اور رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: اللہ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سچا کون ہے؟ اور ایک کی بات ضرور جھوٹی ہے پھر تم میں سے کوئی ہے جو توبہ کرے پھر وہ عورت کھڑی ہوئی اور چار مرتبہ اس طرح لعان کیا کہ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ میں سچی ہوں اور پانچویں مرتبہ جب یہ کہنے لگی کہ اگر میں جھوٹی ہوں تو اللہ کی مجھ پر لعنت ہو تو لوگوں نے کہا: یہ بہت بڑی اور سخت بات ہے ایسا مت کہو کیونکہ اگر جھوٹ ہوا تو باعث عذاب ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ سن کر وہ ہچکچائی اور گردن ڈال دی ہم نے سوچا کہ شاید یہ رجوع کرے گی مگر اس نے پانچویں دفعہ یہ کہتے ہوئے کہ کیا میں قوم پر دھبہ لگاؤں گی وہ جملہ ادا کر ہی دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دیکھتے رہو اگر بچہ سیاہ آنکھوں والا بھاری سرین اور موٹی پنڈلیوں والا ہوا تو جان لینا کہ شریک بن سحماء کا ہے، کیونکہ شریک اسی طرح کا تھا، چنانچہ جب اس عورت نے ایسے ہی بچہ کو جنم دیا جو شریک کے مشابہ تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ کا مذکورہ حکم

نہ ہوتا (جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ لعان کرنے والوں پر تعزیر جاری نہیں ہوگی) تو پھر میں اس عورت کے ساتھ دوسرا ہی معاملہ کرتا (یعنی شریک کے ساتھ اس بچہ کی مشابہت اس عورت کی بدکاری کا ایک واضح قرینہ ہے اس لئے اس کی اس بدکاری پر میں اس کو ایسی سزا دیتا کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہوتی۔)

تمہارے اور تمہاری بیوی کے متعلق اللہ کا حکم نازل ہو چکا ہے

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ أَنَّ عُوَيْمِرًا الْعَجْلَانِيَّ جَاءَ إِلَى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ لَهُ يَا عَاصِمُ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ سَلْ لِي يَا عَاصِمُ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عَاصِمٌ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا حَتَّى كَبُرَ عَلَى عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ إِلَى أَهْلِهِ جَاءَ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ يَا عَاصِمُ مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَاصِمٌ لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ قَدْ كَرِهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْأَلَةَ الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْهَا قَالَ عُوَيْمِرٌ وَاللهِ لَا أَنْتَهِي حَتَّى أَسْأَلَهُ عَنْهَا فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتَّى أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسْطَ النَّاسِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَنْزَلَ اللهُ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا قَالَ سَهْلٌ فَتَلَاعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ عُوَيْمِرٌ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا

فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَكَانَتْ تِلْكَ سُنَّةَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ

"سہل بن سعد ساعدی سے فرماتے ہیں: عویمر عجلانی، عاصم بن عدی انصاری کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: اے عاصم! بتاؤ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پائے اگر وہ اس کو قتل کر دیتا ہے تو تم اسے قصاص میں قتل کر دیتے ہو، پھر وہ (بیچارہ) کیا کرے؟ اے عاصم اس کے متعلق نبی ﷺ سے میری خاطر دریافت کر، عاصم نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، تو آپ نے ان مسئلوں کو (جو بلا ضرورت پوچھے جائیں) برا جانا اور معیوب سمجھا، عاصم نے نبی ﷺ سے جو بات سنی وہ ان کو گراں گزری، جب عاصم اپنے گھر واپس ہوئے تو عویمر نے آکر پوچھا: رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا: عاصم نے فرمایا: تم میرے پاس اچھی چیز نہیں لائے، نبی ﷺ نے میرے اس سوال کو جو میں نے آپ سے کیا برا سمجھا ہے، عویمر نے کہا: میں باز نہیں آؤں گا جب تک کہ آپ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھ نہ لوں، چنانچہ عویمر خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور لوگوں کی موجودگی میں پوچھا: یا رسول اللہ! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پائے اور وہ اس کو قتل کر دے تو آپ اس سے قصاص لیتے ہیں بتایئے پھر وہ کیا کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمھارے متعلق اور تمھاری بیوی کے متعلق اللہ کا حکم نازل ہو چکا ہے جاؤ اس کو لے کر آؤ، پھر ان دونوں نے لعان کیا اور میں نبی ﷺ کے ساتھ موجود تھا، جب دونوں لعان سے فارغ ہو گئے، تو عویمر نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں اس کو روک لوں، تو میں جھوٹا ہوں گا، پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم دینے

سے پہلے اس کو تین طلاق دے دیں، ابن شہاب نے کہا: لعان کرنے والوں کا یہی طریقہ ہوگیا۔" [1]

اے خولہ! تیرے متعلق اللہ نے قرآن اتار دیا ہے

"خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اللہ تعالیٰ نے سورۃ مجادلہ کی ابتدائی آیات واللہ میرے اور اوس بن صامت کے متعلق نازل فرمائی تھیں میں اوس کے نکاح میں تھی بہت زیادہ بوڑھا ہو جانے کی وجہ سے ان کے مزاج میں تلخی اور چڑچڑا پن آ گیا تھا، ایک دن وہ میرے پاس آئے اور میں نے انھیں کسی بات کا جواب دیا تو وہ ناراض ہو گئے اور کہنے لگے:

أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي

تو مجھ پر ایسے ہے جیسے میری ماں کی پشت۔

تھوڑی دیر بعد وہ باہر چلے گئے اور کچھ دیر تک اپنی قوم کی مجلس میں بیٹھ کر واپس آ گئے، اب وہ مجھ سے اپنی خواہش کی تکمیل کرنا چاہتے تھے، لیکن میں نے ان سے کہہ دیا:

كَلَّا وَالَّذِي نَفْسُ خُوَيْلَةَ بِيَدِهِ لَا تَخْلُصُ إِلَيَّ وَقَدْ قُلْتَ مَا قُلْتَ حَتَّى يَحْكُمَ اللهُ وَرَسُولُهُ فِينَا بِحُكْمِهِ قَالَتْ فَوَاثَبَنِي وَامْتَنَعْتُ مِنْهُ فَغَلَبْتُهُ بِمَا تَغْلِبُ بِهِ الْمَرْأَةُ الشَّيْخَ الضَّعِيفَ فَأَلْقَيْتُهُ عَنِّي

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں خویلہ کی جان ہے ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، تم نے جو بات کہی ہے اس کے بعد تم میرے قریب نہیں آ سکتے تا آنکہ اللہ اور اس کا رسول ہمارے متعلق کوئی فیصلہ فرما دے، انھوں نے مجھے قابو

[1] رواه البخاري في تفسير سورة النور، باب قوله عز وجل: (والذين يرمون أزواجهم﴾ ٤٧٤٥ ومسلم رقم (١٤٩٢) في اللعان.]

کرنا چاہا اور میں نے ان سے اپنا بچاؤ کیا اور ان پر غالب آ گئی جیسے کوئی عورت کسی بوڑھے آدمی پر غالب آ جاتی ہے اور انھیں اپنی طرف سے دوسری طرف دھکیل دیا۔

ثُمَّ خَرَجْتُ إِلَى بَعْضِ جَارَاتِي فَاسْتَعَرْتُ مِنْهَا ثِيَابَهَا ثُمَّ خَرَجْتُ حَتَّى جِئْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَذَكَرْتُ لَهُ مَا لَقِيتُ مِنْهُ فَجَعَلْتُ أَشْكُو إِلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَلْقَى مِنْ سُوءِ خُلُقِهِ قَالَتْ فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَا خُوَيْلَةُ ابْنُ عَمِّكِ شَيْخٌ كَبِيرٌ فَاتَّقِي اللّٰهَ فِيهِ قَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا بَرِحْتُ حَتَّى نَزَلَ فِيَّ الْقُرْآنُ فَتَغَشَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ يَتَغَشَّاهُ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ لِي يَا خُوَيْلَةُ قَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيكِ وَفِي صَاحِبِكِ ثُمَّ قَرَأَ عَلَيَّ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ إِلَى قَوْلِهِ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ

پھر میں نکل کر اپنی پڑوسن کے گھر گئی اور اس سے اس کے کپڑے عاریۃً مانگے اور انھیں پہن کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئی اور ان کے سامنے بیٹھ کر وہ تمام واقعہ سنا دیا جس کا مجھے سامنا کرنا پڑا تھا، اور نبی کے سامنے ان کے مزاج کی تلخی کی شکایت کرنے لگی، نبی ﷺ فرمانے لگے: خویلہ! تمھارا چچا زاد بہت بوڑھا ہو گیا ہے، اس کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، واللہ میں وہاں سے اٹھنے نہیں پائی تھی کہ میرے متعلق قرآن کریم کا نزول شروع ہو گیا، اور نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: خویلہ! اللہ تمھارے اور تمھارے شوہر کے متعلق فیصلہ نازل فرما دیا ہے، پھر نبی ﷺ نے

﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللّٰهِ

وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ○.... إِلَى قَوْلِهِ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

آیات مجھے پڑھ کر سنائیں۔ پھر نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرِيهِ فَلْيُعْتِقْ رَقَبَةً قَالَتْ فَقُلْتُ وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ مَا عِنْدَهُ مَا يُعْتِقُ قَالَ فَلْيَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَتْ فَقُلْتُ وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ شَيْخٌ كَبِيرٌ مَا بِهِ مِنْ صِيَامٍ قَالَ فَلْيُطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ قَالَتْ قُلْتُ وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ مَا ذَاكَ عِنْدَهُ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّا سَنُعِينُهُ بِعَرَقٍ مِنْ تَمْرٍ قَالَتْ فَقُلْتُ وَأَنَا يَا رَسُولَ اللهِ سَأُعِينُهُ بِعَرَقٍ آخَرَ قَالَ قَدْ أَصَبْتِ وَأَحْسَنْتِ فَاذْهَبِي فَتَصَدَّقِي عَنْهُ ثُمَّ اسْتَوْصِي بِابْنِ عَمِّكِ خَيْرًا قَالَتْ فَفَعَلْتُ

اپنے شوہر سے کہو کہ ایک غلام آزاد کرے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ !و اللہ ان کے پاس آزاد کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: پھر اسے دو مہینے مسلسل روزے رکھنے چاہیے، میں نے عرض کیا: رسول اللہ !و اللہ وہ تو بہت بوڑھے ہیں ان میں روزے رکھنے کی طاقت نہیں ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: پھر ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق کھجوریں کھلا دے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ!و اللہ ان کے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک ٹوکری کھجور سے ہم اس کی مدد کریں گے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ !ایک ٹوکری کھجوریں سے میں بھی ان کی مدد کروں گی، نبی ﷺ نے فرمایا: بہت خوب بہت عمدہ جاؤ اور اس کی طرف سے اسے صدقہ کردو اور اپنے ابن عم کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت پر

عمل کرو چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔"

[مسند احمد: ٢٦٧٧٤]

عائشہ رضی اللہ عنہا کی سے وجہ تیمم کی آیت نازل ہوئی

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِي فَأَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهِ وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ فَأَتَى النَّاسُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فَقَالُوا أَلَا تَرَى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسِ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلَى فَخِذِي قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَعَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِي بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي فَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَخِذِي فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ فَأَنْزَلَ اللهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوا فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ فَأَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ

"عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتی ہیں کہ ہم کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، ہم جب بیداء یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ (کر گر) گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ڈھونڈنے کے لئے قیام کردیا، لوگ بھی آپ کے ہمراہ ٹھہر گئے، اس مقام میں کہیں پانی نہ تھا،

لہذا لوگ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا کہ آپ نہیں دیکھتے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب لوگوں کو ٹھہرا لیا، ان کے پاس پانی نہیں ہے، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر میرے زانو پر رکھے سو رہے تھے، تو انھوں نے کہا: تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب لوگوں کو ٹھہرا لیا، ان کے پاس پانی نہیں ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ پر غصہ ہوئے اور جو کچھ اللہ نے چاہا انھوں نے کہا اور اپنے ہاتھ سے میرے کولہا میں کونچہ دینے لگے، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے زانو پر سر مبارک رکھے ہوئے آرام فرما رہے تھے، اس وجہ سے میں حرکت نہ کر سکی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو پانی نہ تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی، سب نے تیمم کیا، اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے آل ابوبکر! یہ تمھاری پہلی برکت نہیں ہے، کہ جس سے مومنین فیضیاب ہوئے ہیں، بلکہ اس سے قبل بھی فیض پہنچ چکا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جس اونٹ پر میں تھی، اس کو ہٹایا تو اس کے نیچے ہار (بھی) مل گیا۔" [1]

رمضان کی راتیں حلال کردیں

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا

[1] رواه البخاري (٤٦٠٨) في التيمم، باب إذا لم يجد ماء ولا تراباً. ومسلم رقم (٣٦٧) في الحيض، باب التيمم.]

الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾۔ [البقرة:١٨٧]

”تمھارے لیے روزے کی رات اپنی عورتوں سے صحبت کرنا حلال کر دیا گیا ہے، وہ تمھارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔ اللہ نے جان لیا کہ بے شک تم اپنی جانوں کی خیانت کرتے تھے تو اس نے تم پر مہربانی فرمائی اور تمھیں معاف کر دیا، تو اب ان سے مباشرت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمھارے لیے لکھا ہے اور کھاؤ اور پیو، یہاں تک کہ تمھارے لیے سیاہ دھاگے سے سفید دھاگا فجر کا خوب ظاہر ہو جائے، پھر روزے کو رات تک پورا کرو اور ان سے مباشرت مت کرو جب کہ تم مسجدوں میں معتکف ہو۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں، سو ان کے قریب نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ اپنی آیات لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ وہ بچ جائیں۔“

براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب رمضان المبارک کے روزے فرض کیے گئے تو لوگ رات کو بھی اپنی عورتوں سے الگ رہا کرتے یہاں تک کہ تمام رمضان گزر جاتا مگر بعض لوگوں نے چپکے سے جماع کر لیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ﴾۔ [البقرة:١٨٧]

”اللہ نے جانا کہ تم اپنے آپ کی خیانت کرتے تھے تو تم سے معاف کر دیا۔“

[أخرجه البخاري (٤٥٠٨) باب أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ ...]

تفسیر ابن کثیر میں ہے: ابتدا میں جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو روزہ کھولنے سے لے کر صرف نماز عشاء تک کھانا پینا اور عورت سے صحبت جائز تھی، اگر کسی شخص نے عشاء کی نماز پڑھ لی، یا وہ اس سے پہلے سو گیا تو اس کا روزہ شروع ہو جاتا تھا، پھر اگلے روز افطار یعنی سورج غروب ہونے تک کھانا پینا اور جماع اس پر حرام ہوتا تھا، بعض لوگ ضبط نہ کر سکے اور رات کو بیویوں سے صحبت کر بیٹھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں لوگ جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو ان پر کھانا پینا اور بیویاں حرام ہو جاتی تھیں اور وہ اگلی شام تک کے لیے روزے دار ہو جاتے تھے۔۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

[أبو داؤد، الصيام، باب مبدأ فرض الصيام: ٢٣١٣]

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا فَحَضَرَ الْإِفْطَارُ فَنَامَ قَبْلَ أَنْ يُفْطِرَ لَمْ يَأْكُلْ لَيْلَتَهُ وَلَا يَوْمَهُ حَتَّى يُمْسِيَ وَإِنَّ قَيْسَ بْنَ صِرْمَةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَ صَائِمًا فَلَمَّا حَضَرَ الْإِفْطَارُ أَتَى امْرَأَتَهُ فَقَالَ لَهَا أَعِنْدَكِ طَعَامٌ قَالَتْ لَا وَلَكِنْ أَنْطَلِقُ فَأَطْلُبُ لَكَ وَكَانَ يَوْمَهُ يَعْمَلُ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَجَاءَتْهُ امْرَأَتُهُ فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ خَيْبَةً لَكَ فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ فَفَرِحُوا بِهَا فَرَحًا شَدِيدًا وَنَزَلَتْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ

براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (شروع اسلام میں) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم جب روزہ سے ہوتے اور افطار کا وقت آتا تو کوئی روزہ دار اگر افطار سے پہلے بھی سو جاتا تو پھر اس رات میں بھی اور آنے والے دن میں بھی انھیں کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی تا آنکہ پھر شام ہو جاتی، پھر ایسا ہوا کہ

قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی روزے سے تھے جب افطار کا وقت ہوا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کیا تمھارے پاس کچھ کھانا ہے؟ انھوں نے کہا (اس وقت کچھ) نہیں ہے لیکن میں جاتی ہوں کہیں سے لاؤں گی، دن بھر انھوں نے کام کیا تھا اس لیے آنکھ لگ گئی جب بیوی واپس ہوئیں اور انھیں (سوتے ہوئے) دیکھا تو فرمایا: افسوس تم محروم ہی رہے، لیکن دوسرے دن وہ دوپہر کو بیہوش ہوگئے جب اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ﴾

حلال کر دیا گیا تمھارے لیے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت کرنا اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم بہت خوش ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ﴾

کھاؤ پیو یہاں تک کہ ممتاز ہو جائے تمھارے لیے صبح کی سفید دھاری (صبح صادق) سیاہ دھاری (صبح کاذب) سے۔"

[صحیح بخاری (۱۹۱۵) الصوم، باب قول اللہ جل ذکرہ (أحل لكم...)۔ أبو داؤد (۲۳۱٤)]

قاسم بن محمد فرماتے ہیں: روزہ کی ابتداء میں آدمی عشاء سے عشاء تک روزہ رکھتا تھا جب کوئی شخص سو جاتا تو وہ نہ تو اپنے گھر والوں سے صحبت کر سکتا نہ کھا سکتا اور نہ ہی کچھ پی سکتا ایک مرتبہ عمر اپنی اہلیہ کے پاس آئے انھوں نے کہا: میں سو گئی تھی لیکن پھر بھی عمر نے ان سے صحبت کر لی اور صرمہ بن انس شام روزے سے تھے وہ افطار کرنے سے پہلے ہی سو گئے تھے۔

دستور یہ تھا کہ جب کوئی سو جاتا تو وہ کھا پی نہ سکتا تھا چنانچہ انھوں نے روزہ

کی حالت میں صبح کی اور قریب تھا کہ روزہ ہلاک کر دے اس پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ﴾

"کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ سفید دھاری سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے۔"

اور اس میں "من الفجر" یعنی صبح کی سفید دھاری رات کی سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی حفاظت کے لیے نماز قصر کا حکم نازل ہوا

"ابوعیاش زرقی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام عسفان میں تھے، اس وقت مشرکوں کے سردار خالد بن ولید تھے، ہم نے ظہر پڑھی تو مشرکین کہنے لگے: ہم سے چوک ہوگئی، ہم غفلت کا شکار ہوگئے، کاش! ہم نے دوران نماز ان پر حملہ کر دیا ہوتا،

فَنَزَلَتْ آيَةُ الْقَصْرِ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

چناچہ ظہر اور عصر کے درمیان نماز قصر کی آیت نازل ہوئی،

پھر جب عصر کا وقت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہوئے، مشرکین آپ کے سامنے تھے، لوگوں نے آپ کے پیچھے ایک صف بنائی اور اس صف کے پیچھے ایک دوسری صف بنائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کے ساتھ بیک وقت رکوع کیا، لیکن سجدہ آپ نے اور صرف اس صف کے لوگوں نے کیا جو آپ سے قریب تر تھے اور باقی (پچھلی صف کے) لوگ کھڑے نگرانی کرتے رہے، پھر جب یہ لوگ سجدہ کر کے کھڑے ہوگئے تو باقی دوسرے لوگوں نے جو ان کے پیچھے تھے، سجدے کئے، پھر قریب والی

صف پیچھے ہٹ کر دوسری صف کی جگہ پر چلی گئی، اور دوسری صف آگے بڑھ کر پہلی صف کی جگہ پر آ گئی، پھر سب نے مل کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رکوع کیا، اس کے بعد سجدہ صرف آپ اور آپ سے قریب والی صف نے کیا اور بقیہ لوگ کھڑے نگرانی کرتے رہے، جب رسول اللہ ﷺ اور قریب والی صف کے لوگ بیٹھ گئے تو بقیہ دوسروں نے سجدہ کیا، پھر سب ایک ساتھ بیٹھے اور ایک ساتھ سلام پھیرا، آپ نے عسفان میں اسی طرح نماز پڑھی اور بنی سلیم سے جنگ کے روز بھی اسی طرح نماز پڑھی۔

[سنن ابوداود (١٢٣٦) باب صلاة الخوف]

اللہ تعالیٰ تمھیں تمھاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتے ہیں

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ فِي بَنِي سَلِمَةَ مَاشِيَيْنِ، فَوَجَدَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَعْقِلُ شَيْئًا، فَدَعَا بِمَاءٍ، فَتَوَضَّأَ مِنْهُ، ثُمَّ رَشَّ عَلَيَّ فَأَفَقْتُ، فَقُلْتُ: مَا تَأْمُرُنِي أَنْ أَصْنَعَ فِي مَالِي يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَنَزَلَتْ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ [النساء: ١١]

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدل چلتے ہوئے قبیلہ بنوسلمہ میں میری عیادت کے لیے تشریف لائے، ان حضرات نے مجھے دیکھا کہ میری عقل زائل ہوچکی ہے آپ نے پانی منگوایا اور اس سے مجھ پر چھڑکا تو مجھے افاقہ ہوا گیا، تو میں نے پوچھا: میں مال میں کیا وصیت کروں، تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ

وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ وَلَدٌ وَّوَرِثَهُ أَبَوٰهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَا أَوْ دَيْنٍ اٰبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾

[النساء:۱۱]

"اللہ تمھیں تمھاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے، پھر اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں (دو یا) دو سے زائد تو ان کے لئے اس ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے، اور اگر وہ اکیلی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے، اور مورث کے ماں باپ کے لئے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ (ملے گا) بشرطیکہ مورث کی کوئی اولاد ہو، پھر اگر اس میت (مورِث) کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف اس کے ماں باپ ہوں تو اس کی ماں کے لئے تہائی ہے (اور باقی سب باپ کا حصہ ہے)، پھر اگر مورث کے بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے (یہ تقسیم) اس وصیت (کے پورا کرنے) کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہو گی)، تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تمھیں معلوم نہیں کہ فائدہ پہنچانے میں ان میں سے کون تمھارے قریب تر ہے، یہ (تقسیم) اللہ کی طرف سے فریضہ (یعنی مقرر) ہے، بیشک اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔"

[صحیح بخاری (۴۵۷۷) باب قولہ یوصیکم اللّٰہ فی أولادکم (النساء:۱۱) و مسلم (۱۶۱۶)]

بیٹیوں کو دو ثلث دو

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ حَتَّى جِئْنَا امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ فِي الْأَسْوَاقِ، فَجَاءَتِ الْمَرْأَةُ بِابْنَتَيْنِ لَهَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَاتَانِ بِنْتَا ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ قُتِلَ مَعَكَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَقَدِ اسْتَفَاءَ عَمُّهُمَا مَالَهُمَا وَمِيرَاثَهُمَا كُلَّهُ، فَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالًا إِلَّا أَخَذَهُ، فَمَا تَرَى يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَوَاللهِ لَا تُنْكَحَانِ أَبَدًا إِلَّا وَلَهُمَا مَالٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقْضِي اللهُ فِي ذَلِكَ، قَالَ: وَنَزَلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ (النساء : ۱۱) الْآيَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ادْعُوا لِي الْمَرْأَةَ وَصَاحِبَهَا فَقَالَ لِعَمِّهِمَا: أَعْطِهِمَا الثُّلُثَيْنِ وَأَعْطِ أُمَّهُمَا الثُّمُنَ، وَمَا بَقِيَ فَلَكَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَخْطَأَ بِشْرٌ فِيهِ إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، وَثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، قُتِلَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ

"جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک عورت اپنی دو بچیوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ سعد بن ربیع کی بیٹیاں ہیں جو آپ کے ساتھ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے ان بچیوں کے چچا نے ان دونوں کا مال اور میراث وصول کر کے سارے کا سارا اپنے پاس رکھ لیا ہے اور ان کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا، یا رسول اللہ! آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ اللہ کی قسم ان کے پاس اگر مال نہ ہوا تو ان سے کبھی کوئی نکاح نہ کرے گا۔ آپ نے فرمایا: اللہ ہی اس کا فیصلہ فرمائے گا، اس موقع پر سورہ نساء نازل ہوئی اور اس میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾

اللہ نے تمھاری اولاد کے بارے میں تم کو ارشاد فرمایا کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیاں کے حصے کے برابر ہے۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا: عورت اور

اس کے مدمقابل کو میرے پاس بلا لاؤ پھر آپ نے ان بچیوں کے چچا سے کہا: دونوں کو دو تہائی دے دو اور ان کی والدہ کو آٹھواں حصہ جو باقی بچے وہ تمھارا ہے۔ ❶

سر کے بال منڈوا لو اور فدیہ دے دو

﴿...فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ [البقرة:١٩٦]

”اور اگر کوئی تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کسی طرح کی تکلیف ہو تو (اگر وہ سر منڈائے تو) اس کے بدلے روزے رکھے یا صدقہ کرے یا قربانی کرے۔“

”سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم احرام باندھے ہوئے تھے، لیکن مشرکین نے ہمیں عمرہ کرنے سے روک دیا۔ میرے سر پر پٹے (لمبے لمبے بال) تھے (جن میں) اتنی جوئیں پڑ گئی تھیں کہ میرے منہ پر گر رہی تھیں۔ اسی اثنا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے، آپ نے فرمایا: ”کیا تمھارے سر کی جوئیں تمھیں تکلیف پہنچا رہی ہیں؟“ میں نے کہا، جی ہاں! تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

❶ أبو داود رقم (٢٨٩١) في الفرائض، باب ما جاء في ميراث الصلب، الترمذي رقم (٢٠٩٢) في الفرائض، باب ما جاء في ميراث البنات، وإسناده قوي، وحسنه الترمذي.]

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ﴾

”پھر تم میں سے جو بیمار ہو، یا اسے اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو روزے یا صدقے یا قربانی میں سے کوئی ایک فدیہ ہے۔“

مسلم کی روایت میں ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے کعب سے فرمایا: ”تم سر منڈوا دو اور تین روزے رکھو، یا چھ مساکین کو کھانا کھلاؤ، یا قربانی کرو۔“ [1]

”عبداللہ بن معقل بیان کرتے ہیں کہ میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے پاس مسجد (کوفہ) میں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے ان سے روزوں کے متعلق فدیے کی ادائیگی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ مجھے جب نبی ﷺ کی خدمت میں لے جایا گیا تو میرے چہرے پر جوئیں گر رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ”میرا خیال نہیں تھا کہ تمھاری تکلیف یہاں تک پہنچ جائے گی، کیا تمھارے پاس ایک بکری موجود ہے؟“ میں نے عرض کی، نہیں! تو آپ نے فرمایا: ”تین روزے رکھ لو، یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو اور ہر مسکین کو نصف صاع کھانا دو اور اپنے سر کو منڈوا دو۔“ تو یہ آیت خاص طور پر میرے بارے میں نازل ہوئی تھی، لیکن اس کا حکم تم سب کے لیے عام ہے۔ [2]

حج میں تجارت کی رخصت دے دی گئی

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاِذَآ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ: ۴۱۹۱۔ مسلم، کتاب الحج، باب جواز حلق الرأس للمحرم إذا کان بہ أذی۔ الخ: ۱۲۰۱]

[2] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالی فمن کان منکم مریضا): ۴۵۱۷۔ مسلم، کتاب الحج، باب جواز حلق الرأس للمحرم إذا کان بہ أذی: ۱۲۰۱]

أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَٰتٍ فَٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ عِندَ ٱلْمَشْعَرِ ٱلْحَرَامِ ۖ وَٱذْكُرُوهُ كَمَا هَدَىٰكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِۦ لَمِنَ ٱلضَّآلِّينَ ﴿

[البقرة:١٩٨]

”اس کا تمھیں کچھ گناہ نہیں کہ (حج کے دنوں میں بذریعہ تجارت) اپنے پروردگار سے روزی طلب کرو۔“

”ابو امامہ تیمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ہم کرائے کا کام کرتے ہیں تو کیا ہمارا حج ہو جائے گا؟ فرمایا، کیا تم طواف نہیں کرتے، عرفہ میں نہیں آتے، جمرات کو رمی نہیں کرتے اور اپنے سروں کو نہیں منڈواتے؟ ہم نے عرض کی، کیوں نہیں! تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک شخص نے یہی سوال کیا تھا، جو تم نے مجھ سے پوچھا تو آپ نے اسے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ جبریل (علیہ السلام) یہ آیت کریمہ لے کر نازل ہو گئے:

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا۟ فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ﴾

[البقرة:١٩٨]

”اس کا تمھیں کچھ گناہ نہیں کہ (حج کے دنوں میں بذریعہ تجارت) اپنے پروردگار سے روزی طلب کرو۔“

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور فرمایا: ”تم حاجی ہو۔“

(یعنی تمھارا حج بالکل ٹھیک ہے)

[مسند أحمد: ٢/١٥٥، ح: ٦٤٤٠، النيسابوري، ٥١، مستدرك ١ـ ٤٤٩)]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجاز اور عکاظ والے زمانہ جاہلیت میں تجارت کرتے تھے، جب اسلام آیا تو انھوں نے (حج کے ایام میں) تجارت کو ناپسند کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾

تو انھوں نے دوبارہ تجارت شروع کر دی۔

[أخرجه البخاري (١٧٧٠) باب التجارة أيام الموسم، والبيع في أسواق الجاهلية]

امام قرطبی فرماتے ہیں: جب اللہ نے حج کو جماع، فسق اور جھگڑے سے پاک کرنے کا حکم دیا تو تجارت کی رخصت دے دی اور ابتغاء فضل (فضل تلاش کرنے) سے مراد تجارت ہے۔ [تفسیر قرطبی ۲۔ ۴۱۳]

جنتی لوگوں کے لیے جنتی اعمال آسان ہوتے ہیں

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ أَفَلَا نَتَّكِلُ قَالَ لَا اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ ثُمَّ قَرَأَ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى إِلَى آخِرِ الْآيَةِ

"علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کا ٹھکانا جنت اور دوزخ میں نہ لکھ دیا ہو، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر ہم اس پر بھروسہ کیوں نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں (بلکہ) عمل کرو، اس لئے کہ ہر شخص کو اسی چیز میں آسانی ہو جاتی ہے جس کے لئے پیدا کیا گیا ہے، پھر آپ نے آیت ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى ○ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى﴾ پڑھی۔ [1]

جہاد میں آسانی پیدا فرما دی

﴿الْآنَ خَفَّفَ اللهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِنْ يَكُنْ

[1] رواه البخاري (٤٩٤٥) في تفسير سورة (والليل إذا يغشى)، ومسلم (٢٦٤٧) في القدر، باب كيفية الخلق الآدمي في بطن أمه.

مِّنكُم مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾۔ [الانفال: ٦٦]

"اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی اور اسے معلوم ہوا کہ (اب) تم میں ضعف ہے لہٰذا اگر تم میں سے سو صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر ہزار ہوں تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ﴾

[الانفال: ٦٥]

اگر تم میں بیس آدمی صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو (کافروں) پر غالب آ جائیں گے تو مسلمانوں پر یہ بات بہت بھاری ہوئی کہ ایک مسلمان دس کافروں کے مقابلہ سے نہ بھاگے، تو اللہ نے آیت تخفیف نازل فرمائی:

﴿الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا﴾

[الانفال: ٦٦]

"اب اللہ نے آسانی کر دی ہے اور جان لیا کہ تم میں کمزوری پیدا ہوگئی ہے تو اب اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آ جائیں گے ابن عباس کہتے ہیں: اس تخفیف سے مسلمانوں کے استقلال میں بھی فرق آ گیا۔" [1]

---

[1] صحيح البخاري (٤٦٥٢) في تفسير سورة الأنفال، باب (يا أيها النبي حرض المؤمنين على القتال)، وأبو داود رقم (٢٦٤٦) في الجهاد، باب التولي يوم الزحف]

دور نبوی کی آخری جنگوں میں عملاً ایسا ہوا بھی تھا۔ ایک جنگ میں ایک ہزار مسلمانوں نے (۸۰) اسی ہزار کافروں کا مقابلہ کیا اور جنگ مؤتہ کے موقع پر تین ہزار مسلمان ایک لاکھ کافروں کے مقابلہ میں ڈٹے رہے اور یہ نسبت ایک اور دس کی نسبت سے بھی زیادہ بنتی ہے۔ پھر خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی ایسی بہت سی مثالیں مل جاتی ہیں۔ البتہ اس تخفیف والی آیت سے علماء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ اگر کافروں کی تعداد دگنی یا اس سے کم ہو تو اس صورت میں جنگ سے فرار حرام ہے۔

لونڈیوں سے اجازت ہے

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابُوا سَبَايَا يَوْمَ أَوْطَاسٍ لَهُنَّ أَزْوَاجٌ مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ فَكَانَ أُنَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفُّوا وَتَأَثَّمُوا مِنْ غِشْيَانِهِنَّ قَالَ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي ذَلِكَ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں غزوہ اوطاس کے قیدیوں میں مال غنیمت کے طور پر عورتیں ملیں، وہ عورتیں شوہروں والی تھیں، ہمیں یہ چیز اچھی محسوس نہ ہوئی کہ ان کے (مشرک) شوہروں کی زندگی میں ان سے تعلقات قائم کریں (چنانچہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا) تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ﴾

"اور شوہر والی عورتیں (بھی تم پر حرام ہیں) سوائے ان (جنگی قیدی عورتوں) کے جو تمھاری ملک میں آجائیں، (ان احکام حرمت کو) اللہ نے

تم پر فرض کر دیا ہے۔"

یعنی شوہر والی عورتیں بھی حرام ہیں، البتہ جو تمھاری باندیاں ہیں، ان سے فائدہ اٹھانا حلال ہے۔ ❶

جن عورتوں کے شوہر موجود ہوں ان سے نکاح بھی حرام ہے، ہاں جنگ کی صورت میں دارالحرب سے جو عورتیں قیدی بن کر آئیں تو اموال غنیمت کی تقسیم کے بعد جن کے حصہ میں آئیں گی ان کے لیے "استبراء" کے بعد ان سے صحبت جائز ہے، خواہ پیچھے ان کے خاوند موجود ہی کیوں نہ ہوں۔ "استبراء" یہ ہے کہ وہ عورت ایک حیض سے پاک ہوجائے، یا اگر حاملہ ہے تو وضع حمل ہوجائے۔ آپ دیکھیں! قرآن نے کس طرح صحابہ کرام کی معمولی سی پریشانی کو بھی فوراً دور کر دیا۔

میں تو نابینا ہوں، میرے متعلق کیا حکم ہے

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ لَمَّا نَزَلَتْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا فَجَاءَ بِكَتِفٍ فَكَتَبَهَا وَشَكَا ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ ضَرَارَتَهُ فَنَزَلَتْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ

"براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب آیت

﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (جو کاتب وحی تھے) کو بلایا' آپ ایک چوڑی ہڈی ساتھ لے کر حاضر ہوئے اور اس آیت کو لکھا اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے جب اپنے نابینا ہونے کی شکایت کی تو آیت یوں نازل ہوئی:

---

❶ رواہ مسلم رقم (١٤٥٦) فی الرضاع، باب جواز وطئ المسبیة بعد الاستبراء]

﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ ❶

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ فَأَقْبَلْتُ حَتَّى جَلَسْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَأَخْبَرَنَا أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْلَى عَلَيْهِ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ قَالَ فَجَاءَهُ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَهُوَ يُمِلُّهَا عَلَيَّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ لَوْ أَسْتَطِيعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُ وَكَانَ رَجُلًا أَعْمَى فَأَنْزَلَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهُ عَلَى فَخِذِي فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتَّى خِفْتُ أَنْ تَرُضَّ فَخِذِي ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ

”سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں مروان بن حکم (خلیفہ اور اس وقت کے امیر مدینہ) کو مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو ان کے قریب گیا اور پہلو میں بیٹھ گیا اور پھر انھوں نے ہمیں خبر دی کہ زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے انھیں خبر دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے آیت لکھوائی:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ﴾

انھوں نے بیان کیا: پھر عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مجھ سے آیت مذکورہ لکھوا رہے تھے، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! اگر مجھ میں جہاد کی طاقت ہوتی تو میں جہاد میں شریک ہوتا۔ وہ نابینا تھے' اس پر اللہ

---

❶ صحیح البخاری (۲۸۳۱) فی الجہاد، باب قول اللہ تعالی (لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر أولی الضرر).]

تبارک تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر وحی نازل کی۔ اس وقت آپ ﷺ کی ران میری ران پر تھی میں نے آپ پر وحی کی شدت کی وجہ سے آپ ﷺ کی ران کا اتنا بوجھ محسوس کیا کہ مجھے ڈر ہو گیا کہ کہیں میری ران پھٹ نہ جائے۔ اس کے بعد وہ کیفیت آپ ﷺ سے ختم ہو گئی اور اللہ عزوجل نے فقط غیر أولی الضرر نازل فرمایا۔ ❶

❶ صحیح البخاری، (۲۸۳۲) باب قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالَی لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ

قرآن نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تربیت کیسے کی

اس باب میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے وہ معاملات بیان ہوں گے جہاں قرآن نے ان کی تربیت فرمائی۔اور صحابہ کرام کو بھی ہر معاملہ میں یہ سوچ دامن گیر ہوتی تھی کہ ہمارے اس معاملہ میں اب قرآن اترے گا اور ہماری تربیت و اصلاح فرمائے گا۔آیئے اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

یہ خیال رہتا کہ قرآن اترے گا اور ہماری اصلاح فرمائے گا

صحابہ کرام کو یہ خیال رہتا تھا کہ قرآن اترے گا اور ہماری اصلاح فرمائے گا،اور جو وہ عمل کرتے اگر اس پر قرآن نہ اترتا تو اس کو صحیح سمجھتے ،اور یہ سمجھتے کہ قرآن نے ہمارے اس عمل کو برقرار رکھا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قرآن نازل ہو رہا تھا اور ہم عزل کرتے تھے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ

"جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب قرآن نازل ہو رہا تھا ہم عزل کرتے تھے۔

[صحيح بخاري (٥٢٠٩) باب العزل]

میں نے سوچا شاید میرے متعلق کوئی آیت نازل ہوئی ہے

صحابہ کرام کو ہر معاملہ میں یہ سوچ دامن گیر ہوتی تھی کہ ہمارے اس معاملہ میں

قرآن اترے گا اور ہماری تربیت و اصلاح فرمائے گا، ذرا سا کوئی کھٹکا ہوتا تو فوراً یہ فکر لاحق ہو جاتی کہ اب قرآن اترے گا اور ہماری اصلاح فرمائے گا۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ جِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ قَالَ فَرَآنِي مُقْبِلًا فَقَالَ هُمُ الْأَخْسَرُونَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ فَقُلْتُ مَا لِي لَعَلَّهُ أُنْزِلَ فِيَّ شَيْءٌ قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمُ الْأَكْثَرُونَ إِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَحَثَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَمُوتُ رَجُلٌ فَيَدَعُ إِبِلًا أَوْ بَقَرًا لَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا إِلَّا جَاءَتْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا كَانَتْ وَأَسْمَنَهُ تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا كُلَّمَا نَفِدَتْ أُخْرَاهَا عَادَتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ

"ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے، مجھے آتے دیکھا تو فرمایا: رب کعبہ کی قسم! وہ قیامت کے دن خسارہ پانے والے ہیں، ابوذر فرماتے ہیں: میں نے سوچا کیا ہو گیا شاید میرے متعلق کوئی آیت نازل ہوئی ہے، عرض کیا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، یا رسول اللہ ﷺ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ مالدار لوگ ہیں، مگر جس نے ایسے ایسے اور ایسے دیا، پھر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے لپ بنا کر دائیں بائیں اور سامنے کی طرف اشارہ کیا، پھر فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جو شخص مرتے وقت اونٹ گائے وغیرہ بغیر زکوۃ کے چھوڑ جاتا ہے قیامت کے دن یہی جانور اس سے زیادہ طاقتور اور موٹا ہو کر آئے گا اور اس کو اپنے کھروں تلے روندتے اور سینگ مارتے ہوئے گزر جائے

گا، جب وہ گزر جائے گا تو پچھلا جانور لوٹے گا اور اس کے ساتھ اس طرح ہوتا رہے گا، یہاں تک کہ لوگ حساب کتاب سے فارغ ہو جائیں۔“ [1]

ہمیں ڈر لگتا ہے کہ ہمارے متعلق کتاب نازل ہو

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ كُنْتُ امْرَأً قَدْ أُوتِيتُ مِنْ جِمَاعِ النِّسَاءِ مَا لَمْ يُؤْتَ غَيْرِي فَلَمَّا دَخَلَ رَمَضَانُ تَظَاهَرْتُ مِنْ امْرَأَتِي حَتَّى يَنْسَلِخَ رَمَضَانُ فَرَقًا مِنْ أَنْ أُصِيبَ فِي لَيْلَتِي شَيْئًا فَأَتَتَابَعُ فِي ذَلِكَ إِلَى أَنْ يُدْرِكَنِي النَّهَارُ وَأَنَا لَا أَقْدِرُ عَلَى أَنْ أَنْزِعَ فَبَيْنَا هِيَ تَخْدُمُنِي إِذْ تَكَشَّفَ لِي مِنْهَا شَيْءٌ فَوَثَبْتُ عَلَيْهَا فَلَمَّا أَصْبَحْتُ غَدَوْتُ عَلَى قَوْمِي فَأَخْبَرْتُهُمْ خَبَرِي وَقُلْتُ لَهُمْ انْطَلِقُوا مَعِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُخْبِرُهُ بِأَمْرِي فَقَالُوا لَا وَاللهِ لَا نَفْعَلُ نَتَخَوَّفُ أَنْ يَنْزِلَ فِينَا قُرْآنٌ أَوْ يَقُولَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَةً يَبْقَى عَلَيْنَا عَارُهَا وَلَكِنْ اذْهَبْ أَنْتَ فَاصْنَعْ مَا بَدَا لَكَ قَالَ فَخَرَجْتُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ خَبَرِي فَقَالَ لِي أَنْتَ بِذَاكَ فَقُلْتُ أَنَا بِذَاكَ فَقَالَ أَنْتَ بِذَاكَ فَقُلْتُ أَنَا بِذَاكَ قَالَ أَنْتَ بِذَاكَ قُلْتُ نَعَمْ هَا أَنَا ذَا فَأَمْضِ فِيَّ حُكْمَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنِّي صَابِرٌ لَهُ قَالَ أَعْتِقْ رَقَبَةً قَالَ فَضَرَبْتُ صَفْحَةَ رَقَبَتِي بِيَدِي وَقُلْتُ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَصْبَحْتُ أَمْلِكُ غَيْرَهَا قَالَ فَصُمْ شَهْرَيْنِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ وَهَلْ أَصَابَنِي مَا أَصَابَنِي إِلَّا فِي الصِّيَامِ قَالَ فَتَصَدَّقْ قَالَ فَقُلْتُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ بِتْنَا لَيْلَتَنَا هَذِهِ وَحْشَاءَ مَا لَنَا عَشَاءٌ قَالَ اذْهَبْ

---

[1] رواه البخاري (١٤٠٨) في الزكاة، باب إثم مانع الزكاة. ومسلم رقم (٩٨٧) في الزكاة، باب إثم مانع الزكاة.]

إِلَى صَاحِبِ صَدَقَةِ بَنِي زُرَيْقٍ فَقُلْ لَهُ فَلْيَدْفَعْهَا إِلَيْكَ فَأَطْعِمْ عَنْكَ مِنْهَا وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ سِتِّينَ مِسْكِينًا ثُمَّ اسْتَعِنْ بِسَائِرِهِ عَلَيْكَ وَعَلَى عِيَالِكَ قَالَ فَرَجَعْتُ إِلَى قَوْمِي فَقُلْتُ وَجَدْتُ عِنْدَكُمُ الضِّيقَ وَسُوءَ الرَّأْيِ وَوَجَدْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّعَةَ وَالْبَرَكَةَ قَدْ أَمَرَ لِي بِصَدَقَتِكُمْ فَادْفَعُوهَا لِي قَالَ فَدَفَعُوهَا إِلَيَّ

"سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں عورتوں کو بہت چاہتا تھا اور میں کسی مرد کو نہیں جانتا جو عورتوں سے اتنی صحبت کرتا ہو، جیسے میں کرتا تھا۔ خیر رمضان آیا تو میں نے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا، اخیر رمضان تک، تاکہ رات کے وقت اس کے قریب نہ چلا جاؤں، دن ہونے تک میں اسی طرح کرتا تھا اور اپنے اندر اتنی طاقت نہ پاتا تھا کہ اس سے مکمل جدا ہوجاؤں، ایک رات میری بیوی میری خدمت کر رہی تھی کہ اس کی ران سے کپڑا اوپر ہوگیا، میں اس سے صحبت کر بیٹھا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں کے پاس گیا اور ان سے بیان کیا کہ میرے لئے یہ مسئلہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو۔ انھوں نے کہا: ہم تو نہیں پوچھیں گے ایسا نہ ہو کہ ہمارے متعلق کتاب نازل ہو، جو تاقیامت باقی رہے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کچھ (غصہ) فرما دیں اور اس کی شرمندگی تاعمر ہمیں باقی رہے، لیکن اب تم خود ہی جاؤ اور جو مناسب سمجھو کرو۔ چنانچہ میں وہاں سے نکلا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا واقعہ بیان کر دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: یہ کام کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! اور میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! اور میں اللہ عزوجل کے حکم پر صابر رہوں گا، جو میرے بارے میں اترے، آپ نے فرمایا: تو ایک غلام آزاد کر، میں

نے کہا: قسم اس کی جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ بھیجا، میں تو بس اپنے ہی نفس کا مالک ہوں، آپ نے فرمایا: اچھا! دو ماہ لگاتار روزے رکھ، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ جو بلا مجھ پر آئی یہ روزہ رکھنے ہی سے تو آئی، آپ نے فرمایا: تو صدقہ دے اور ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا، میں نے کہا: قسم اس کی جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہم تو اس رات بھی فاقے سے تھے، ہمارے پاس رات کا کھانا نہ تھا، آپ نے فرمایا: بنی زریق کے صدقات کے ذمے دار کے پاس جا اور اس سے کہہ وہ تجھے جو مال دے اس میں سے ساٹھ مساکین کو کھلا اور جو بچے اسے اپنے استعمال میں لا، چنانچہ میں اپنی قوم میں جب واپس آیا تو ان سے کہا: مجھے تمھارے پاس سے تنگی اور بری رائے ملی اور نبی ﷺ کے یہاں کشادگی اور برکت، نبی ﷺ نے میرے لیے تمھارے صدقات کا حکم دیا ہے، لہٰذا وہ میرے حوالے کرو، چنانچہ انھوں نے وہ مجھے دے دیے۔ [1]

اور جب کھانا کھا لو تو چل دو

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَدْخُلُوا۟ بُيُوتَ ٱلنَّبِىِّ إِلَّآ أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَٰظِرِينَ إِنَىٰهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَٱدْخُلُوا۟ فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَٱنتَشِرُوا۟ وَلَا مُسْتَـْٔنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى ٱلنَّبِىَّ فَيَسْتَحْىِۦ مِنكُمْ ۖ وَٱللَّهُ لَا يَسْتَحْىِۦ مِنَ ٱلْحَقِّ ۚ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَٰعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا۟ رَسُولَ

[1] رواه أبو دود رقم (٢٢١٣) في الطلاق، باب في الظهار، والترمذی رقم (١٢٠٠) في الطلاق، باب ما جاء في كفارة الظهار، ورقم (٣٢٩٥)]

اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾۔ [الاحزاب:۵۳]

"مومنو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے اور اس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے، لیکن جب تمھاری دعوت کی جائے تو جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو چل دو، اور باتوں میں جی لگا کہ نہ بیٹھ رہو، یہ بات پیغمبر کو ایذا دیتی ہے۔ اور تم کو یہ شایان نھیں کہ پیغمبر کو تکلیف دو، اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو، بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑا (گناہ کا کام) ہے۔"

"انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید سے فرمایا: زینب سے میرا ذکر کرو، زید رضی اللہ عنہ گئے یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچے اور وہ آٹے کا خمیر کر رہی تھیں، زید کہتے ہیں: جب میں نے انھیں دیکھا تو میرے دل میں ان کی عظمت آئی یہاں تک کہ مجھ میں ان کی طرف دیکھنے کی طاقت نہ تھی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر کیا تھا چنانچہ میں نے ان سے پیٹھ پھیری اور اپنی ایڑیوں پر لوٹا، پھر میں نے کہا: اے زینب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی طرف پیغام بھیجا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے یاد کرتے ہیں، اس نے کہا: میں کچھ بھی نھیں کر سکتی اس وقت تک جب تک کہ میرے رب کا حکم نہ آئے، استخارہ کرلوں، اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑی ہوگئی اور قرآن نازل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بغیر اجازت آئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا جو کہا اور ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں روٹی اور گوشت کھلایا اور جب دن چڑھ گیا تو لوگ کھا کر چلے گئے اور باقی لوگوں نے گھر میں ہی کھانے کے

بعد گفتگو کرنا شروع کر دی پس رسول اللہ ﷺ تشریف لے چلے اور میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلا پس آپ ﷺ اپنی ازواج کے حجرات کی طرف گئے انھیں سلام کیا اور انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں کو کیسا پایا؟ راوی کہتے ہیں: مجھے یاد نہیں میں نے آپ ﷺ کو خبر دی کہ لوگ جا چکے ہیں یا آپ ﷺ نے مجھے خبر دی، آپ ﷺ چلے یہاں تک کہ گھر میں داخل ہوئے اور میں نے آپ ﷺ کے ساتھ داخل ہونا چاہا تو آپ ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور آیت حجاب نازل ہوئی، کہتے ہیں اس آیت کے ذریعے قوم کو نصیحت جو کرنا تھی، کی گئی:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَدْخُلُوا۟ بُيُوتَ ٱلنَّبِىِّ إِلَّآ أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَٰظِرِينَ إِنَىٰهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَٱدْخُلُوا۟ فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَٱنتَشِرُوا۟ وَلَا مُسْتَـْٔنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى ٱلنَّبِىَّ فَيَسْتَحْىِۦ مِنكُمْ ۖ وَٱللَّهُ لَا يَسْتَحْىِۦ مِنَ ٱلْحَقِّ ﴾ [الأحزاب:٥٣]

"اے ایمان والو! نبی (مکرم ﷺ) کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو سوائے اس کے کہ تمھیں کھانے کے لئے اجازت دی جائے (پھر وقت سے پہلے پہنچ کر) کھانا پکنے کا انتظار کرنے والے نہ بنا کرو، ہاں جب تم بلائے جاؤ تو (اس وقت) اندر آیا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو (وہاں سے اٹھ کر) فوراً منتشر ہو جایا کرو اور وہاں باتوں میں دل لگا کر بیٹھے رہنے والے نہ بنو۔ یقیناً تمھارا ایسے (دیر تک بیٹھے) رہنا نبی (اکرم) کو تکلیف دیتا ہے اور وہ تم سے (اُٹھ جانے کا کہتے ہوئے) شرماتے ہیں اور اللہ حق (بات کہنے) سے

نہیں شرماتا۔" [1]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو (ولیمہ میں) گوشت اور روٹی کھلائی گئی۔ مجھے لوگوں کو دعوت دینے کے لیے بھیجا گیا۔ لوگ آتے اور کھا کر چلے جاتے، پھر دوسرے لوگ آتے اور کھا کر چلے جاتے۔ میں نے سب کو دعوت دی، تا آنکہ کوئی شخص بھی باقی نہ رہا۔ آخر میں میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اب تو کوئی باقی نہیں رہا جسے میں دعوت دوں، تو آپ نے فرمایا: "اچھا، اب کھانا (یعنی دسترخوان) اٹھا دو۔" (سب لوگ کھانا کھا کر جا چکے تھے لیکن) تین شخص گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں گئے اور فرمایا: "اے اہل بیت! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللہِ" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا، وَ عَلَیْكَ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللہ اور پوچھا، آپ نے اپنی اہل بیت (یعنی بیوی) کو کیسا پایا؟ اللہ آپ کو برکت دے۔ اسی طرح آپ نے اپنی سب بیویوں کے حجروں کا دورہ کیا اور سب کو عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح سلام کیا۔ سب نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح آپ کو جواب دیا۔ چنانچہ جب آپ لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ وہ تینوں آدمی اب تک بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج میں بڑی شرم تھی۔ آپ (دوبارہ) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف چلے گئے۔ مجھے یاد نہیں کہ اس کے بعد میں نے یا کسی اور نے آپ کو جا کر بتایا کہ اب وہ تینوں آدمی چلے گئے ہیں۔ چناچہ آپ لوٹے اور اس حالت میں کہ

---

[1] رواه مسلم رقم (١٤٢٨) في النكاح، باب زواج زينب بنت جحش ونزول الحجاب وإثبات وليمة العرس، والنسائي ٦/٧٩ في النكاح، باب صلاة المرأة إذا خطبت واستخارتها ربها.

دروازے کی دہلیز میں آپ کا ایک پیر اندر تھا اور ایک باہر اور آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ لٹکا دیا اور اس وقت پردہ کی آیت نازل ہوئی۔"

[صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله لا تدخلوا بیوت النبی): ٤٧٩٣]

رسول اللہ ﷺ جب شب زفاف میں زینب بن جحش کے پاس گئے تو آپ نے کھجور اور ستو ولیمہ کیا اور بکری ذبح کی۔ انس کہتے ہیں: میری والدہ ام سلیم نے آپ کی طرف پتھر کے چھوٹے برتن میں (کھجور، ستو اور گھی سے تیار کردہ) حلوہ بھیجا، نبی ﷺ نے مجھے صحابہ کو کھانے کے لئے بلانے کا حکم دیا، چنانچہ لوگ آتے اور کھا کر چلے جاتے، پھر اور لوگ آتے اور کھا کر چلے جاتے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں نے سب کو بلا لیا اب اور کوئی باقی نہیں رہا۔ آپ نے فرمایا: اچھا اب کھانا اٹھا دو، چنانچہ کھانا اٹھا دیا گیا اور بجز تین افراد کے سب چلے گئے جو بہت دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان سے بہت تنگی ہوئی اور آپ بہت حیا دار تھے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا۔ [ابن کثیر ٣-٥٠٤، قرطبی ١٤-٢٢٤]

گھروں میں اجازت کے بغیر نہ آؤ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾۔ [النور:٢٧]

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو نہ داخل ہوا کرو (دوسرے) گھروں میں اپنے گھروں کے علاوہ یہاں تک کہ تم انس حاصل کر لو (یعنی اجازت لے لو) اور سلام کر لو ان کے رہنے والوں پر یہی بہتر ہے تمہارے لیے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔"

یہ وہ شرعی آداب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو گھروں میں جانے کی اجازت طلب کرنے کے بارے میں سکھلائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اپنے گھروں کے سوا دوسرے لوگوں کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں، یعنی داخل ہونے سے پہلے اجازت لیں۔

﴿حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا﴾ کا لفظی ترجمہ ہے" یہاں تک کہ تم انس حاصل کرلو۔" اس لیے اس میں نہ صرف اجازت حاصل کرنے کا مفہوم شامل ہے، بلکہ یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ تم معلوم کرلو کہ گھر میں کوئی ہے بھی یا نہیں اور ہے تو اسے تمہارا آنا ناگوار تو نہیں ہے؟

اجازت مانگنے کا طریقہ، بنو عامر کا ایک آدمی آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی، کہنے لگا: "کیا میں اندر آجاؤں؟" نبی ﷺ نے اپنے خادم سے کہا: "اس کے پاس جاؤ اور اسے اجازت مانگنے کا طریقہ سکھاؤ کہ وہ اس طرح کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ؟)" السلام علیکم، کیا میں اندر آسکتا ہوں؟" اس آدمی نے یہ بات سن لی اور کہا: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ؟" تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اجازت دے دی اور وہ داخل ہوگیا۔"

[أبو داود، الأدب، باب كيف الاستئذان؟: ٥١٧٧]

کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "میں نبی ﷺ کے پاس گیا اور آپ کے پاس سیدھا چلا آیا، میں نے نہ سلام کہا (اور نہ اجازت مانگی)، تو آپ ﷺ نے فرمایا اِرْجِعْ فَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ)" واپس جاؤ اور کہو السلام علیکم۔"

[أبو داود، الأدب، باب كيف الاستئذان؟: ٥١٧٦، صححه الألباني]

اجازت زیادہ سے زیادہ تین مرتبہ مانگے، اگر اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے۔

دروازہ کھٹکھٹانے یا سلام کہنے پر اگر گھر والے پوچھیں، کون ہے تو اپنا نام بتائے۔

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس ایک قرض کے سلسلے میں حاضر ہوا، جو

میرے والد کے ذمے تھا، میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، آپ ﷺ نے پوچھا مَنْ ذَا ؟ فَقُلْتُ أَنَا، فَقَالَ أَنَا أَنَا) "کون ہے؟" میں نے کہا: "میں ہوں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "میں، میں۔" گویا آپ نے اسے ناپسند فرمایا۔

[صحیح بخاري، الاستئذان، باب إذا قال من ذا؟ فقال أنا : ٦٢٥٠]

ہزیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک آدمی آیا اور نبی ﷺ کے دروازے کے سامنے کھڑا ہو کر اجازت مانگنے لگا، تو نبی ﷺ نے فرمایا هٰكَذَا عَنْكَ أَوْ هٰكَذَا، فَإِنَّمَا الْاِسْتِئْذَانُ مِنَ النَّظَرِ) "اس طرف ہو جاؤ یا اس طرف، کیونکہ دیکھنے ہی کی وجہ سے اجازت مانگی جاتی ہے۔"

[أبوداؤد، الأدب، باب كيف الاستئذان ؟ : ٥١٧٤، صححه الألباني]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(لَوِ اطَّلَعَ فِيْ بَيْتِكَ أَحَدٌ وَ لَمْ تَأْذَنْ لَهُ خَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ)

"اگر کوئی آدمی تیرے گھر میں جھانکے، جبکہ تو نے اجازت نہ دی ہو اور تو کنکری پھینک کر اس کی آنکھ پھوڑ دے تو تجھ پر کچھ گناہ نہ ہوگا۔" ایسی صورت میں آنکھ پھوڑنے پر نہ قصاص ہے، نہ دیت۔

[صحیح بخاري، الديات، باب من أخذ حقه ــ : ٦٨٨٨]

﴿ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ ..﴾ ان آداب میں دونوں طرف کا فائدہ ہے، اجازت مانگنے والے کا بھی اور گھر والوں کا بھی۔ (ابن کثیر)

﴿لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو کہ جس طرح تمھیں دوسروں کا بلا اجازت آ گھسنا برا محسوس ہوتا ہے، اسی طرح دوسروں کو تمہارا بلا اجازت در آنا بھی برا محسوس ہوتا ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں نے اجازت مانگنے کے حکم پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ (الا ما شاء اللہ) رشتہ داروں، ہمسایوں بلکہ اجنبیوں تک کے گھروں میں

آنے جانے کے لیے اجازت کی ضرورت ہی نہیں رہی، اس پر مزید عام بے پردگی اور بےلباسی سے بدتر لباس ہے، جس سے مسلم معاشرے میں بےحیائی کا سیلاب آ رہا ہے۔ جس کے نتیجے میں بدکاری، بدگمانی، تہمت تراشی، رقابت، قتل و غارت اور دوسری برائیاں پھیل رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حدود اور اپنے احکام پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

گھروں میں ان کی پشتوں سے آنا کوئی نیکی نہیں

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِينَا كَانَتِ الْأَنْصَارُ إِذَا حَجُّوا فَجَاؤُا لَمْ يَدْخُلُوا مِنْ قِبَلِ أَبْوَابِ بُيُوتِهِمْ وَلَكِنْ مِنْ ظُهُورِهَا فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَدَخَلَ مِنْ قِبَلِ بَابِهِ فَكَأَنَّهُ عُيِّرَ بِذَلِكَ فَنَزَلَتْ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا

”براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی انصار جب حج کر کے واپس ہوتے تو اپنے گھروں کے دروازے سے داخل نہ ہوتے بلکہ گھروں کی پشت کی طرف سے داخل ہوتے، ایک انصاری شخص آیا اور اپنے گھر کے دروازے سے داخل ہوا تو اسے عار دلائی گئی، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ نیکی کی بات یہ نہیں ہے کہ تم اپنے گھروں میں ان کی پشت سے آؤ بلکہ نیکی یہ ہے کہ گناہ سے بچو اور تم گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ۔“

[صحيح البخاري (٤٧٤٧) في تفسير سورة النور، باب (ويدرأ عنها العذاب).]

صلح حدیبیہ کا ایک منظر

نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کے ہجرت کرنے کے بعد چھ سال تک مسلمان مشرکینِ مکہ کے ساتھ مختلف جنگوں میں مشغول رہے اور مہاجرین اور انصار اس عرصہ

میں مشرکین کی دشمنی کے باعث مکہ مکرمہ میں جا کر حج اور عمرہ کی سعادت حاصل نہ کر سکے، ہجرت کے چھٹے سال نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ مکرمہ جا کر عمرہ کرنے کا قصد فرمایا، یہ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۳۰) اور یہ مہینہ ان مہینوں میں سے ہے جن کو اشہر حرم کہا جاتا ہے اور عربوں کی ہمیشہ سے روایت رہی ہے کہ وہ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب میں باہمی لڑائیاں موقوف کر دیتے ہیں، کیونکہ پہلے تین مہینوں میں لوگ حج کے لئے سفر کرتے تھے اور حج کے بعد واپس جاتے تھے اور رجب کے مہینہ میں عمرہ کا سفر کرتے تھے، اس لئے یہ امن کا زمانہ تھا اور اس مہینہ میں مشرکین سے بہ ظاہر جنگ کا کوئی خطرہ نہ تھا اس لئے آپ اپنے چودہ سو اصحاب کے ساتھ عمرہ کرنے کے قصد سے روانہ ہوئے، آپ کے اکثر اصحاب نے احرام باندھا ہوا تا اور اپنے اونٹوں کی گردنوں میں قربانی کی علامت کے طور پر لوہے کا نعل بھی ڈالا ہوا تھا، جب مسلمان حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو مشرکین نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو حدیبیہ کے مقام پر روک لیا اور اس شرط پر آپ کو عمرہ کرنے کی اجازت دی کہ اس سال تو آپ واپس جائیں اور اگلے سال بغیر ہتھیاروں کے آئیں اور صرف تلوار کو میان میں رکھنے کی اجازت ہے، پھر آپ صرف تین دن مکہ میں قیام کر کے واپس چلے جائیں اور دس سال کے لئے مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان صلح کا معاہدہ کیا۔

اس موقع پر آپ نے فرمایا تھا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، قریش جو بھی ایسا مطالبہ رکھیں گے جس میں اللہ کی حرمتوں کی تعظیم ہوگی تو میں ان کے مطالبہ کو پورا کر دوں گا۔

اس صلح میں انھوں نے یہ شرطیں رکھیں:

(۱) مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں اور اگلے سال عمرہ کرنے کے لئے آئیں اور تلواروں کو میان میں رکھ کر آئیں، اس کے علاوہ اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ

لائیں۔(۲) اگر اہل مکہ میں سے کوئی مسلمان آپ کے ساتھ جانا چاہے تو آپ اس کو ساتھ نہیں لے جا سکیں گے (۳) اگر مکہ سے کوئی شخص مدینہ چلا جائے تو آپ کو اسے مکہ واپس بھیجنا ہوگا (٤) اگر مدینہ سے کوئی شخص مکہ چلا آیا تو ہم اس کو واپس نہیں کریں گے (۵) مکہ کے گرد جو قبائل ہیں ان کو اختیار ہوگا خواہ وہ آپ کے حلیف بن جائیں یا ہمارے حلیف بن جائیں، سو بنو خزاعہ آپ کے حلیف بن گئے اور بنو بکر مشرکین کے حلیف بن گئے،

سیدنا سہل بن حنیف کہتے ہیں: صلح حدیبیہ کے موقع پر ہم رسول اللہ کے ساتھ موجود تھے۔ جب آپ نے مشرکین مکہ سے صلح کی، اگر ہم لڑائی مناسب سمجھتے تو لڑ سکتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے اور آپ سے کہا:

أَلَسْتَ نَبِيَّ اللهِ حَقًّا، قَالَ: بَلَى، قُلْتُ: أَلَسْنَا عَلَى الحَقِّ، وَعَدُوُّنَا عَلَى البَاطِلِ، قَالَ: بَلَى، قُلْتُ: فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا إِذًا؟ قَالَ: إِنِّي رَسُولُ اللهِ، وَلَسْتُ أَعْصِيهِ، وَهُوَ نَاصِرِي، قُلْتُ: أَوَلَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي البَيْتَ فَنَطُوفُ بِهِ؟ قَالَ: بَلَى، فَأَخْبَرْتُكَ أَنَّا نَأْتِيهِ العَامَ، قَالَ: قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَإِنَّكَ اٰتِيهِ وَمُطَّوِّفٌ بِهِ، قَالَ: فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ: يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَيْسَ هَذَا نَبِيَّ اللهِ حَقًّا؟ قَالَ: بَلَى، قُلْتُ: أَلَسْنَا عَلَى الحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى البَاطِلِ؟ قَالَ: بَلَى، قُلْتُ: فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا إِذًا؟ قَالَ: أَيُّهَا الرَّجُلُ إِنَّهُ لَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَيْسَ يَعْصِي رَبَّهُ، وَهُوَ نَاصِرُهُ، فَاسْتَمْسِكْ بِغَرْزِهِ، فَوَاللهِ إِنَّهُ عَلَى الحَقِّ، قُلْتُ: أَلَيْسَ كَانَ يُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي البَيْتَ وَنَطُوفُ بِهِ؟ قَالَ: بَلَى، أَفَأَخْبَرَكَ أَنَّكَ تَأْتِيهِ العَامَ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمُطَّوِّفٌ بِهِ، ـ قَالَ الزُّهْرِيُّ: قَالَ عُمَرُ ـ: فَعَمِلْتُ لِذَلِكَ أَعْمَالًا

" عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ کے پاس آکر عرض کیا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں میں ضرور سچا نبی ہوں میں نے عرض کیا کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ حضرت نے فرمایا: کیوں نہیں تم حق پر ہو، میں نے عرض کیا: پھر ہم اپنے دین میں کیوں نرمی برتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اس کی نافرمانی نہیں کرتا وہی ہمارا مددگار ہے، میں نے عرض کیا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے بیان نہ کرتے تھے کہ ہم کعبہ میں جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں نے یہ کہا تھا کہ تم اسی سال کعبہ میں جاؤ گے اور طواف کرو گے؟ میں نے کہا نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کعبہ میں جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے، عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے کہا: ابوبکر کیا محمد اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! بیشک وہ اللہ کے رسول ہیں، میں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ انھوں نے کہا ہاں یہ بات درست ہے میں نے کہا پھر کیوں ہم اپنے دین کے بارے میں دبتے رہیں تو ابوبکر نے کہا اے عمر! بے شک یہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ اپنے پروردگار کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ ان کا مددگار ہے لہٰذا تم ان کی مخالفت نہ کرو، کیونکہ اللہ کی قسم وہ حق پر ہیں، میں نے کہا کیا وہ ہم سے بیان نہ کرتے تھے کہ ہم کعبہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں کہا تھا مگر کیا تم سے یہ بھی کہا تھا کہ تم اسی سال کعبہ جاؤ گے۔؟ میں نے کہا: یہ تو نہیں کہا تھا، ابوبکر نے کہا: پھر تم کعبہ ضرور جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔

زہری کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اس جسارت کے کفارہ

میں میں نے بہت سی عبادتیں کیں۔" [1]

اور جب معاہدہ لکھنے سے فراغت ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے کہا: اٹھو اور اونٹوں کو نحر کرو (یعنی ان کی قربانی کرو)، پھر اپنے سر مونڈ لو، اللہ کی قسم! آپ کے اصحاب میں سے (رنج کی وجہ سے) کوئی شخص نہیں اٹھا حتیٰ کہ آپ نے تین بار یہ ارشاد ہرایا، پس جب ان میں سے کوئی بھی نہیں اٹھا تو آپ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، پھر آپ نے ان کو صحابہ کے طرز عمل کی خبر دی، ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا نبی اللہ! کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ آپ باہر جائیں اور کسی سے کوئی بات نہ کریں حتیٰ کہ اپنے اونٹ کو نحر کر دین (اس کی قربانی کر دیں) پھر آپ اپنے حجام کو بلائیں اور وہ آپ کا سر مونڈ دے، نبی ﷺ باہر گئے اور کسی سے کوئی بات نہ کی، حتیٰ کہ آپ نے اپنی قربانی کے اونٹ کو نحر (ذبح) کر دیا اور آپ نے اپنے حجام کو بلایا اور اس نے آپ کا سر مونڈ دیا، جب صحابہ نے یہ دیکھا تو وہ بھی کھڑے ہوگئے اور انھوں نے بھی اپنے اپنے اونٹ نحر کر دیئے اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے اور ان کا حال دیکھ کر یوں لگتا تھا کہ وہ مارے رنج وغم کے ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے۔

ایت اترنے کا انتظار رہتا

زید بن اسلم اپنے والد سے فرماتے ہیں: حدیبیہ کے مقام پر نبی اکرم ﷺ رات کو چلا کرتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ہمراہ ہوا کرتے تھے، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کوئی بات پوچھی تو رسول اللہ ﷺ نے جواب نہیں دیا، پھر پوچھی پھر جواب نہیں دیا، پھر پوچھی اور پھر جواب نہیں دیا، آخر عمر رضی اللہ عنہ اپنے دل میں کہنے لگے اے عمر رضی اللہ عنہ! تیری ماں تجھ کو روئے تو نے تین دفعہ بات پوچھی اور تجھے رسول اللہ ﷺ نے جواب نہیں

---

[1] رواه البخاري (٢٧٣١) في الشروط، باب الشروط في الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب. وأبو داود (٢٧٦٥) في الجهاد باب في صلح العدو.]

دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فَحَرَّكْتُ بَعِيرِي ثُمَّ تَقَدَّمْتُ أَمَامَ الْمُسْلِمِينَ، وَخَشِيتُ أَنْ يَنْزِلَ فِيَّ قُرْآنٌ، فَمَا نَشِبْتُ أَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِي، قَالَ: فَقُلْتُ: لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ نَزَلَ فِيَّ قُرْآنٌ، وَجِئْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُورَةٌ، لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَرَأَ: (إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا) (الفتح:۱)

"میں نے اونٹ کو ایڑ لگائی اور مسلمانوں سے آگے نکل گیا اس خوف سے کہ کہیں میرے متعلق کوئی آیت نہ اترے، تھوڑی دیر کے بعد کوئی مجھے پکار رہا تھا میں اور خوف زدہ ہوا کہ شاید میرے حق میں قرآن اترا ہے، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا، آپ نے ارشاد فرمایا: رات کو میرے اوپر ایک سورۃ اتری ہے اور وہ مجھے ان تمام چیزوں سے محبوب ہے جن پر سورج نے طلوع کیا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا﴾ تلاوت فرمائی۔"

[صحيح البخاري (٤١٧٧) في تفسير سورة الفتح، باب (إنا فتحنا لك فتحاً مبينا).]

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا﴾

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْرِفُ كَلِمَةً وَقَالَ عُثْمَانُ آيَةً لَوْ أَخَذَ النَّاسُ كُلُّهُمْ بِهَا لَكَفَتْهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَيَّةُ آيَةٍ قَالَ وَمَنْ يَتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا

ابوذر کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں اگر تمام لوگ اس کو اختیار کرلیں تو وہ ان کے لیے کافی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ کے رسول! کون سی آیت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا﴾ [الطلاق: ۲]

''اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نجات کا راستہ نکال دے گا۔'' ❶

سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ کے متعلق چار آیات نازل ہوئیں

''مصعب بن سعد کہتے ہیں:

أُنْزِلَتْ فِيَّ أَبِي أَرْبَعُ آيَاتٍ قَالَ قَالَ أَبِي أَصَبْتُ سَيْفًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ نَفِّلْنِيهِ قَالَ ضَعْهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ نَفِّلْنِيهِ أُجْعَلُ كَمَنْ لَا غَنَاءَ لَهُ قَالَ ضَعْهُ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُ

میرے والد صاحب (سعد بن ابی وقاص) کے بارے قرآن کریم کی چار آیات مبارکہ نازل ہوئی ہیں، میرے والد کہتے ہیں: ایک غزوہ میں مجھے ایک تلوار ملی، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ مجھے عطاء فرما دیں، فرمایا: اسے رکھ دو، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ مجھے عطاء فرما دیجیے، کیا میں اس شخص کی طرح سمجھا جاؤں گا جسے کوئی ضرورت ہی نہ ہو؟ نبی ﷺ نے پھر فرمایا: اسے جہاں سے لیا ہے وہیں رکھ دو، اس پر سورۃ انفال کی ابتدائی آیت نازل ہوئی۔

پھر جب میں نے اسلام قبول کیا تھا تو میری والدہ نے مجھ سے کہا:

أَلَيْسَ اللهُ يَأْمُرُكَ بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَبِرِّ الْوَالِدَيْنِ وَاللهِ لَا آكُلُ طَعَامًا وَلَا أَشْرَبُ شَرَابًا حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ فَكَانَتْ لَا تَأْكُلُ حَتَّى يَشْجُرُوا فَمَهَا بِعَصًا فَيَصُبُّوا فِيهِ الشَّرَابَ وَالطَّعَامَ

کیا اللہ نے تمھیں صلہ رحمی اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم نہیں

---

❶ سنن ابن ماجه (۴۲۲۰) مسند احمد (۵/۱۷۸، سنن الدارمی/الرقاق ۱۷ (۲۷۶۷) (ضعیف) (سند میں انقطاع ھے، کیونکہ ابوالسلیل کی ملاقات ابوذر رضی اللّٰہ عنہ سے نہیں ھے)]

دیا؟ واللہ! میں اس وقت تک کچھ کھاؤں گی اور نہ پیوں گی جب تک تم محمد ﷺ کا انکار نہ کردو گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، انھوں نے کھانا پینا چھوڑ دیا حتی کہ لوگ زبردستی ان کے منہ میں لکڑی ڈال کر اسے کھولتے اور اس میں کوئی پینے کی چیز انڈیل دیتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝ وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾

"اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کی کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس (کی حقیقت) کا تجھے کچھ علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کرنا، اور دنیا (کے کاموں) میں ان کا اچھے طریقے سے ساتھ دینا، اور (عقیدہ و امور آخرت میں) اس شخص کی پیروی کرنا جس نے میری طرف توبہ وطاعت کا سلوک اختیار کیا۔ پھر میری ہی طرف تمھیں پلٹ کر آنا ہے تو میں تمھیں ان کاموں سے باخبر کردوں گا جو تم کرتے رہے تھے۔"

وَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَرِيضٌ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أُوصِي بِمَالِي كُلِّهِ فَنَهَانِي قُلْتُ النِّصْفُ قَالَ لَا قُلْتُ الثُّلُثُ فَسَكَتَ فَأَخَذَ النَّاسُ بِهِ

پھر ایک مرتبہ نبی ﷺ میری بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے، میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا میں اپنے کل مال کی وصیت کر دوں؟ نبی ﷺ نے مجھے اس سے منع فرمایا: نصف سے متعلق سوال پر بھی منع کر دیا، لیکن ایک

تہائی کے سوال پر آپ ﷺ خاموش رہے اور اس کے بعد لوگوں نے اس پر عمل شروع کر دیا۔

وَصَنَعَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ طَعَامًا فَأَكَلُوا وَشَرِبُوا وَانْتَشَوْا مِنَ الْخَمْرِ وَذَاكَ قَبْلَ أَنْ تُحَرَّمَ فَاجْتَمَعْنَا عِنْدَهُ فَتَفَاخَرُوا وَقَالَتِ الْأَنْصَارُ الْأَنْصَارُ خَيْرٌ وَقَالَتِ الْمُهَاجِرُونَ الْمُهَاجِرُونَ خَيْرٌ فَأَهْوَى لَهُ رَجُلٌ بِلَحْيَيْ جَزُورٍ فَفَزَرَ أَنْفَهُ فَكَانَ أَنْفُ سَعْدٍ مَفْزُورًا فَنَزَلَتْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ إِلَى قَوْلِهِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ

پھر حرمت شراب کا حکم نازل ہونے سے قبل ایک انصاری نے دعوت کا اہتمام کیا، مدعوین نے خوب کھایا پیا اور شراب کے نشے میں مدہوش ہو گئے اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا شروع کر دیا، انصار کہنے لگے: انصار بہتر ہیں اور مہاجرین اپنے آپ کو بہتر قرار دینے لگے، اسی دوران ایک آدمی نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی اٹھائی اور ایک آدمی کی ناک زخمی کر دی، جن صاحب کی ناک زخمی ہوئی وہ سعد رضی اللہ عنہ تھے، اس پر سورۃ مائدہ کی آیت تحریم خمر نازل ہوگئی۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ [المائدہ:۹۱،۹۰]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر گندے ہیں، شیطان کے کام

سے ہیں، سو اس سے بچو، تا کہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمھارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمھیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو۔"

[مسند احمد (۱۵۷۱)]

اس طرح بچہ بھینگا پیدا نہیں ہوتا

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ يَهُودَ كَانَتْ تَقُولُ إِذَا أُتِيَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ دُبُرِهَا فِي قُبُلِهَا ثُمَّ حَمَلَتْ كَانَ وَلَدُهَا أَحْوَلَ قَالَ فَأُنْزِلَتْ نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ

"جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہود نے کہا: جب عورت سے اس کے پیچھے کی جانب سے اس کے اگلے حصہ میں وطی کی جائے تو اس کا بچہ بھینگا پیدا ہوگا، تو آیت

﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾

[البقرۃ: ۲۲۳]

"تمھاری عورتیں تمھاری کھیتیاں ہیں پس تم اپنی کھیتیوں میں جیسے چاہو آؤ۔" نازل کی گئی۔ [1]

بُرے القاب سے نہ پکارو

عَنْ أَبِي جَبِيرَةَ بْنِ الضَّحَّاكِ قَالَ فِينَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي بَنِي سَلِمَةَ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ مِنَّا رَجُلٌ إِلَّا وَلَهُ اسْمَانِ أَوْ

---

[1] صحيح البخاري (٤٥٢٨) في التفسير، باب (نساؤكم حرث لكم فأتوا حرثكم أنى شئتم)، ومسلم رقم (١٤٣٥) في النكاح، باب جواز جماع المرأة في قبلها من قدامها ومن ورائها من غير تعرض للدبر.]

ثَلَاثَةٌ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَا فُلَانُ فَيَقُولُونَ مَهْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ يَغْضَبُ مِنْ هَذَا الِاسْمِ فَأُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ

"ابو جبیرہ رضی اللہ عنہ بن الضحاک کہتے ہیں: یہ آیت

﴿وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ﴾۔[الحجرات:۱۱]

ایک دوسرے کو برے القابات سے مت پکارو ایمان کے بعد برا نام رکھنا نہایت برا ہے۔

ہم بنو سلمہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آئے تو ہم میں سے ہر آدمی کے دو دو، تین تین نام تھے نبی ﷺ کسی کو کوئی نام لے کر بلاتے تو لوگ کہتے: یا رسول اللہ! اسے اس نام سے نہ بلائیں، کیونکہ وہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔تو اس پر آیت اتری۔"

﴿وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ﴾۔[الحجرات:۱۱]

"اور نہ ایک دوسرے کے برے نام رکھا کرو، کسی کے ایمان (لانے) کے بعد اسے فاسق و بدکردار کہنا بہت ہی برا نام ہے، اور جس نے توبہ نہیں کی سو وہی لوگ ظالم ہیں۔"

[وأبو داود رقم (٤٩٦٢) في الأدب، باب في الألقاب، وإسناده حسن.]

اپنی عورتوں سے باتیں کرنے اور زیادہ کھلنے سے بھی بچتے تھے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنَّا نَتَّقِي الْكَلَامَ وَالِانْبِسَاطَ إِلَى نِسَائِنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هَيْبَةَ أَنْ يَنْزِلَ فِينَا شَيْءٌ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكَلَّمْنَا وَانْبَسَطْنَا

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اپنی

عورتوں سے باتیں کرنے اور زیادہ کھلنے سے بھی بچتے تھے اس خوف سے کہ کہیں ہمارے متعلق قرآن نازل نہ ہو جائے، جب سے رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو ہم باتیں کرنے لگے۔"

[أخرجه البخاري (٥١٨٧) في النكاح، باب الوصاة بالنساء.]

تمھیں حاجت کے لیے نکلنے کی اجازت دے دی ہے

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾۔ [الاحزاب:٥٩]

"اے پیغمبر! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (موٹھوں) پر چادر لٹکا (کر گھونگھٹ نکال) لیا کریں۔ یہ امر ان کے لیے موجب شناخت ہوگا تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: خَرَجَتْ سَوْدَةُ بَعْدَمَا ضُرِبَ الْحِجَابُ لِحَاجَتِهَا، وَكَانَتِ امْرَأَةً جَسِيمَةً لَا تَخْفَى عَلَى مَنْ يَعْرِفُهَا، فَرَآهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ: يَا سَوْدَةُ، أَمَا وَاللّٰهِ مَا تَخْفَيْنَ عَلَيْنَا، فَانْظُرِي كَيْفَ تَخْرُجِينَ، قَالَتْ: فَانْكَفَأْتُ رَاجِعَةً، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي، وَإِنَّهُ لَيَتَعَشَّى وَفِي يَدِهِ عَرْقٌ، فَدَخَلَتْ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِي، فَقَالَ لِي عُمَرُ كَذَا وَكَذَا، قَالَتْ: فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ ثُمَّ رُفِعَ عَنْهُ، وَإِنَّ الْعَرْقَ فِي يَدِهِ مَا وَضَعَهُ، فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: سودہ پردے کا حکم فرض ہونے کے بعد ایک مرتبہ

اپنی حاجت کے لیے نکلیں، یہ چونکہ بھاری جسم کی تھیں اس لیے جو شخص انھیں پہچانتا اس پر مخفی نہ رہتی تھیں، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھ لیا اور کہا: سودہ اللہ کی قسم! تم ہم پر مخفی نہیں رہی ہو، دیکھ لو تم کس طرح نکلتی ہو، وہ کہتی ہیں: میں فورا واپس ہوگئی، رسول اللہ میرے گھر میں تشریف فرما تھے، آپ ٹہل رہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں گوشت سے خالی ہڈی تھی، میں نے داخل ہوتے ہی عرض کیا: یا رسول اللہ! میں حاجت کے لیے باہر نکلی تھی اور مجھ سے عمر نے یوں کہا، آپ کہتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہڈی تھی کہ اللہ نے آپ پر وحی نازل فرمائی یہاں تک کہ وحی کی کیفیت دور ہوئی درآنحالیکہ ہڈی اب بھی آپ کے ہاتھ ہی میں تھی، پھر آپ نے فرمایا: اللہ نے تمھیں حاجت کے لیے نکلنے کی اجازت دے دی ہے۔ [1]

پھر اس قدر آہستہ بولتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ پوچھنا پڑتا

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں:

كَادَ الْخَيِّرَانِ أَنْ يَهْلِكَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، لَمَّا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفْدُ بَنِي تَمِيمٍ، أَشَارَ أَحَدُهُمَا بِالْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ التَّمِيمِيِّ الْحَنْظَلِيِّ أَخِي بَنِي مُجَاشِعٍ، وَأَشَارَ الْآخَرُ بِغَيْرِهِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِعُمَرَ: إِنَّمَا أَرَدْتَ خِلَافِي، فَقَالَ عُمَرُ: مَا أَرَدْتُ خِلَافَكَ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

"قریب تھا کہ دونوں بہترین شخصیتیں یعنی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نقصان اٹھا لیتے، واقعہ یوں پیش آیا کہ جب بنوتمیم کا وفد بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا تو

---

[1] صحیح البخاری (٤٧٩٥) فی تفسیر سورۃ الأحزاب، باب قولہ: (لا تدخلوا بیوت النبی إلا أن یؤذن لکم)، ومسلم (٢١٧٠)، باب إباحۃ الخروج للنساء لقضاء حاجۃ الإنسان.

شیخین میں سے ایک نے اقرع بن حابس کو ان کا امیر مقرر کرنے کا مشورہ دیا اور دوسرے نے کسی اور کا، ابوبکر عمر (رضی اللہ عنہما) سے کہنے لگے کہ آپ تو بس میری مخالفت کرنا چاہتے ہیں، عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: میرا تو آپ کی مخالفت کا کوئی ارادہ نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ان دونوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾۔ [الحجرات:۲]

"اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور ان کے ساتھ اس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اعمال ہی غارت ہوجائیں اور تمھیں (ایمان اور اعمال کے برباد ہوجانے کا) شعور تک بھی نہ ہو۔"

قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ، فَكَانَ عُمَرُ بَعْدُ، وَلَمْ يَذْكُرْ ذَلِكَ عَنْ أَبِيهِ يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ، إِذَا حَدَّثَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِيثٍ حَدَّثَهُ كَأَخِي السِّرَارِ لَمْ يُسْمِعْهُ حَتَّى يَسْتَفْهِمَهُ

اس آیت کے بعد عمر رضی اللہ عنہ جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات کرتے تو اتنی پست آواز سے کرتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ پوچھنا پڑتا۔ یہ بات ابن زبیر نے اپنے نانا جان (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کی بیان نہیں کی۔ (جبکہ عمل ان کا بھی یہی تھا) [1]

---

[1] صحیح البخاری (۷۳۰۲) فی تفسیر سورۃ الحجرات، باب (لا ترفعوا أصواتکم فوق صوت النبی)، و باب (إن الذین ینادونک من وراء الحجرات أکثرھم لا یعقلون)، وفی المغازی۔

مسند بزار میں ہے آیت

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَرْفَعُوٓاْ أَصْوَٰتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ ٱلنَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُواْ لَهُۥ بِٱلْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَٰلُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ ۔[الحجرات:۲]

کے نازل ہونے کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم اللہ کی اب تو میں آپ سے اس طرح باتیں کروں گا جس طرح کوئی سرگوشی کرتا ہے۔"

میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾ ۔[الممتحنة:۱]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے، اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں زیادہ جاننے والا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو کوئی ایسا

کرے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔"

"علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور زبیر اور مقداد (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو بھیجا اور فرمایا: جاؤ یہاں تک کہ جب تم روضہ خاخ میں پہنچو گے تو ایک سوار عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہوگا اس کو اس سے لے لینا، چنانچہ ہم لوگ اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے گئے یہاں تک کہ روضہ خاخ میں پہنچے تو ہم لوگوں نے اس سوار عورت کو پایا ہم نے کہا: خط نکال، وہ کہنے لگی میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، ہم نے اسے کہا:

لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ

خط نکال دے ورنہ کپڑے اتار دیں گے،

فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَأَتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

چنانچہ اس نے اپنی چوٹی سے وہ خط نکالا ہم لوگ اس کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے،

فَإِذَا فِيهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِمَّنْ بِمَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هَذَا يَا حَاطِبُ قَالَ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مِنْ قُرَيْشٍ وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِمَكَّةَ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ أَنْ أَصْطَنِعَ إِلَيْهِمْ يَدًا يَحْمُونَ قَرَابَتِي وَمَا فَعَلْتُ ذَلِكَ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا عَنْ دِينِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ فَقَالَ عُمَرُ دَعْنِي يَا رَسُولَ اللهِ فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ فَقَالَ إِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ

بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ قَالَ عَمْرٌو وَنَزَلَتْ فِيهِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ قَالَ لَا أَدْرِي الْآيَةَ فِي الْحَدِيثِ أَوْ قَوْلُ عَمْرٍو

وہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام لکھا گیا تھا، جس میں رسول اللہ ﷺ کے بعض امر کے متعلق خبر دی گئی تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے حاطب! یہ کیا بات ہے؟ انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھ پر جلدی نہ کریں، میں قریشی نہ تھا بلکہ ان کے حلیفوں میں سے تھا، اور آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی ان کے ساتھ قرابتیں ہیں، جس کے سبب سے وہ ان کے گھر اور مال کی نگہداشت کرتے ہیں اور چونکہ نسب کے لحاظ سے میرا ان سے کوئی تعلق نھیں تھا اس لئے میں نے چاہا کہ ان پر کوئی احسان کردوں تاکہ وہ میری قرابت کی حفاظت کریں اور میں نے کفر کی بناء پر یا اپنے دین سے پھر جانے کی بناء پر ایسا نھیں کیا، نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے سچ کہا، عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ اس کی گردن اڑا دوں، آپ نے فرمایا: وہ بدر میں شریک ہوا تھا اور کیا تم کو معلوم ہے اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ جو چاہو کرو میں نے تمھیں بخش دیا ہے، عمرو نے کہا: اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ﴾

اے ایمان والو! میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ [1]

---

[1] رواه البخاری فی الجهاد، باب الجاسوس(٣٠٠٧) فی المغازی، باب فتح مكة، وباب فضل من شهد بدراً، ومسلم رقم (٢٤٩٤)فی فضائل الصحابة، باب من فضائل أهل بدر وقصة حاطب بن أبی بلتعة

منافقوں سے ہوشیار رہو

﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا﴾ [النساء: ۸۸]

(مسلمانو!) تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ بن گئے۔ حالانکہ اللہ نے انھیں انکے اعمال کی بدولت اوندھا کردیا ہے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جسے اللہ نے گمراہ کیا ہے، اسے راہِ راست پر لے آؤ؟ حالانکہ جسے اللہ گمراہ کردے آپ اس کے لیے کوئی راہ نہیں پا سکتے۔"

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُحُدٍ رَجَعَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَتْ فِرْقَةٌ نَقْتُلُهُمْ وَقَالَتْ فِرْقَةٌ لَا نَقْتُلُهُمْ فَنَزَلَتْ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا تَنْفِي الرِّجَالَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيدِ

"زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب میدان احد میں تشریف لے گئے، تو آپ کے ساتھ منافق بھی تھے جو جنگ سے پہلے ہی لوٹ آئے تھے ان کے بارے میں بعض مسلمان تو کہتے تھے کہ انھیں قتل کر دینا چاہیے اور بعض کہتے تھے نہیں، یہ بھی ایماندار ہیں، اس پر یہ آیت اتری، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ شہر طیبہ ہے جو خود بخود میل کچیل کو اس طرح دور کردے گا جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو چھانٹ دیتی ہے۔" [1]

ابن اسحاق میں ہے کہ کل لشکر جنگ احد میں ایک ہزار کا تھا، عبداللہ بن ابی

---

[1] رواه البخاري (۱۸۸٤) في فضائل المدينة، باب المدينة تنفي الخبث، ومسلم رقم (۲۷۷٦) في المنافقين في فاتحته، والترمذي رقم (۳۰۳۱) في التفسير، باب ومن سورة النساء.]

سلول تین سو آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر واپس لوٹ آیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پھر سات سو ہی رہ گئے تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مکہ سے نکلے، انھیں یقین تھا کہ اصحاب رسول سے ان کی کوئی روک ٹوک نہیں ہوگی کیونکہ بظاہر کلمہ کے قائل تھے ادھر جب مدنی مسلمانوں کو اس کا علم ہوا تو ان میں سے بعض کہنے لگے ان نامرادوں سے پہلے جہاد کرو یہ ہمارے دشمنوں کے طرف دار ہیں، اور بعض نے کہا: سبحان اللہ! جو لوگ تم جیسا کلمہ پڑھتے ہیں تم ان سے لڑو گے؟ صرف اس وجہ سے کہ انھوں نے ہجرت نہیں کی اور اپنے گھر نہیں چھوڑے، ہم کس طرح ان کے خون اور ان کے مال اپنے اوپر حلال کر سکتے ہیں؟ ان کا یہ اختلاف رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوا آپ خاموش تھے تو یہ آیت نازل ہوئی (ابن ابی حاتم)

سعید بن معاذ کے بیٹے فرماتے ہیں: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب تہمت لگائی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کوئی ہے جو مجھے عبداللہ بن ابی کی ایذاء سے بچائے اس پر اوس و خزرج کے درمیان جو اختلاف ہوا اس کی بابت یہ آیت نازل ہوئی ہے، ان کی ہدایت کی کوئی راہ نہیں۔ یہ تو چاہتے ہیں کہ سچے مسلمان بھی ان جیسے گمراہ ہو جائیں ان کے دلوں میں اس قدر عداوت ہے، تو تمھیں ممانعت کی جاتی ہے کہ جب تک یہ ہجرت نہ کریں انھیں اپنا نہ سمجھو، یہ خیال نہ کرو کہ یہ تمھارے دوست اور مددگار ہیں، بلکہ یہ خود اس لائق ہیں کہ ان سے باقاعدہ جہاد کیا جائے۔

جو جنگ نہیں کرتے ان سے صلہ رحمی منع نہیں

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ أَتَتْنِي أُمِّي رَاغِبَةً فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آصِلُهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى فِيهَا لَا يَنْهَاكُمُ اللهُ عَنِ

الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ

"اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کہتی ہیں: میرے پاس میری ماں جو مسلمان نہیں ہوئی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آئی تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! ابن عیینہ کا بیان ہے کہ اللہ نے انھی کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾

[الممتحنہ:۸]

"اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے منع نہیں کرتا، جو تم سے دین میں جنگ نہیں کرتے۔

[أخرجه البخاري (۵۹۷۸) بَابُ صِلَةِ الْوَالِدِ الْمُشْرِكِ]

فوراً کہہ دیتے ﴿هٰذَا إِفْكٌ مُّبِيْنٌ﴾

﴿لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوْا هٰذَا إِفْكٌ مُّبِيْنٌ﴾۔ [النور:۱۲]

"ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اس (بہتان) کو سنا تھا تو مومن مرد اور مومن عورتیں اپنوں کے بارے میں نیک گمان کر لیتے اور (یہ) کہہ دیتے کہ یہ کھلا (جھوٹ پر مبنی) بہتان ہے۔"

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کی دینی اور اخلاقی تربیت کی گئی ہے اور انھیں احساس دلایا گیا ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اسلام ان سے تقاضا کرتا ہے کہ جس طرح ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو پاک دامن سمجھتا ہے، تو دوسروں کے بارے میں بھی ان کا ایسا ہی گمان ہونا چاہیے اور اگر کوئی بدطینت منافق ان میں سے کسی کے خلاف کوئی افترا پردازی کرتا ہے تو اس کی تصدیق نہیں کرنی

چاہیے، بلکہ اسی وقت اس کی تردید کر دینی چاہیے اور کہہ دینا چاہیے کہ یہ ایک مسلمان بھائی یا بہن کے خلاف بہتان تراشی ہے اور بالخصوص جو افترا پردازی نبی کریم ﷺ کی طاہرہ اور پاکیزہ بیوی سے متعلق ہو، اس کے لیے تو مسلمانوں کے دل و دماغ میں جگہ ہونی ہی نہیں چاہیے۔

﴿سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾ کیوں نہیں کہا

﴿وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَن تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝﴾ [النور:۱٦]

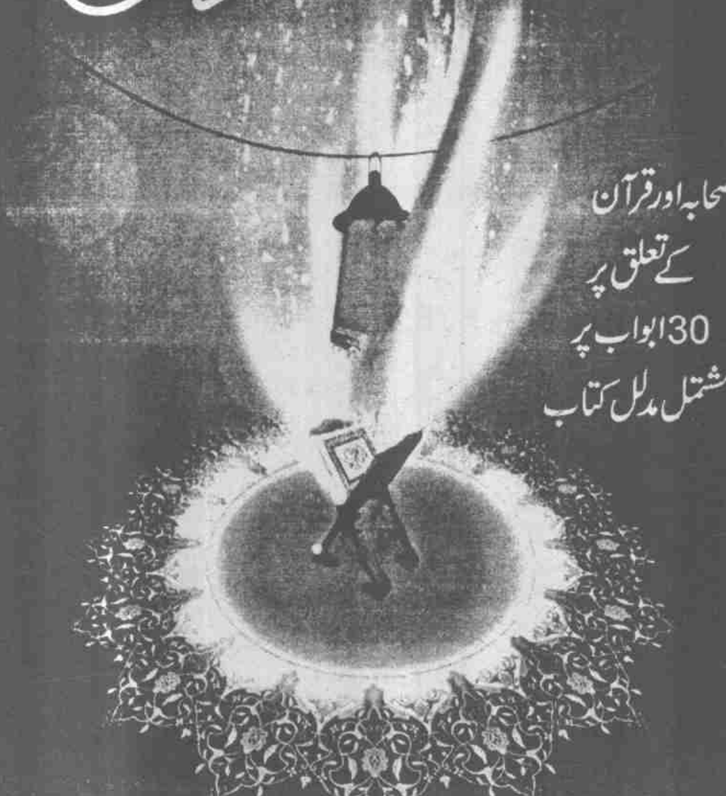
اور جب تم نے یہ (بہتان) سنا تھا تو تم نے (اسی وقت) یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے لئے یہ (جائز ہی) نہیں کہ ہم اسے زبان پر لے آئیں (بلکہ تم یہ کہتے کہ اے اللہ!) تو پاک ہے (اس بات سے کہ ایسی عورت کو اپنے حبیب مکرم ﷺ کی محبوب زوجہ بنا دے)، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ نصیحت کرتا ہے تمھیں (اس سے) کہ تم دوبارہ کرو اس کی مثل کبھی بھی اگر ہو تم ایمان والے۔"

یہ ادب سکھایا جا رہا ہے کہ جب تم نے یہ بات سنی تو بجائے اس کے کہ اس پر خاموش رہتے، یا اس پر یقین کرتے، یا اسے آگے پھیلاتے، تم نے سنتے ہی یہ کیوں نہ کہا کہ ہمارا حق نہیں کہ ہم یہ بات زبان پر لائیں، بلکہ ایسی بات سے اپنی شدید نفرت کے اظہار کے لیے ساتھ ہی یہ بھی کہنا تھا:

﴿سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾

تو پاک ہے کہ تیرے نبی کی بیوی بدکاری کے ارتکاب سے آلودہ ہو، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ کیونکہ ممکن ہی نہیں کہ نبی کی بیوی بدکار ہو، وہ کافر تو ہو سکتی ہے، بدکار نہیں، کیونکہ انبیاء کفار کی طرف مبعوث ہوتے ہیں تو ضروری ہے کہ جو چیز کفار کے نزدیک قابل نفرت ہو وہ اس سے پاک ہوں اور ظاہر ہے کہ عورت کی بدکاری ان کے نزدیک بھی قابل نفرت ہے۔

صحابہ اور قرآن



صحابہ اور قرآن
کے تعلق پر
30 ابواب پر
مشتمل مدلل کتاب

مرتب محمد طیب محمدی

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے وہ اعمال جن کی قبولیت کی بشارتیں قرآن میں نازل ہوئیں

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے وہ اعمال جن کی قبولیت کی بشارت ان کو دنیا میں ہی قرآن نے دے دی، ادھر صحابہ نے عمل کیا ادھر آسمان سے ان قبولیت کی بشارت نازل ہوگئی۔ جو ان کے اخلاص اور محبت الٰہی کی دلیل ہے۔

ایمان کو رشتے داروں پر ترجیح دینے والے

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾۔ [المجادلہ:۲۲]

”آپ ان لوگوں کو جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کبھی اس شخص سے دوستی کرتے ہوئے نہ پائیں گے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھتا ہے خواہ وہ ان کے باپ (اور دادا) ہوں یا بیٹے (اور پوتے) ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے قریبی رشتہ دار ہوں۔ یہی وہ

لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس (اللہ) نے ایمان ثبت فرما دیا ہے اور انھیں اپنی روح (یعنی فیض خاص) سے تقویت بخشی ہے، اور انھیں (ایسی) جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہوگیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے ہیں، یہی اللہ (والوں) کی جماعت ہے، یاد رکھو! بیشک اللہ (والوں) کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے۔"

اس آیت میں "کتب" کا لفظ ہے، اور "کتب" کا معنی ہے: جمع کیا، کتاب کو بھی کتاب اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں بہت سارے مضامین جمع ہوتے ہیں، اس لحاظ سے اس آیت کا معنی ہے: اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کو جمع کر دیا، یعنی وہ ہر اس چیز پر ایمان لے آئے جس پر ایمان لانا ضروری ہے اور وہ ان لوگوں میں سے نھیں ہیں جو بعض آیات پر ایمان لائے اور بعض پر ایمان نھیں لائے۔

اور جمہور مفسرین نے یہ کہا ہے کہ "کتب" کا معنی ہے: "اثبت و خلق" یعنی ایمان انکے دلوں میں پیدا کر دیا اور ثابت کر دیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان کو لکھنا ممکن نھیں ہے، اس لئے اس کو ایجاد اور خلق کے معنی پر محمول کرنا ضروری ہے۔

اپنے اپنے رشتے داروں کو قتل کیا

علی رضی اللہ عنہ، حمزہ رضی اللہ عنہ اور عبیدہ ابن الحارث رضی اللہ عنہ نے اپنے قریبی رشتہ داروں عتبہ، شیبہ اور ولید کو بدر کی لڑائی میں قتل کیا۔

جنگ بدر میں جب عتبہ بن ربیعہ نے مبارزت کی اور مسلمانوں کو مقابلے کے لیئے للکارا تو حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ مقابلہ کے لیئے آگے بڑھے، لیکن صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ۔

[کتاب المغازی للواقدی ج۱ ص۷۰ مطبوعہ عالم الکتب، بیروت، ۱٤۰٤ھ]

اپنے اپنے رشتے داروں کو قتل کرتے ہیں

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے) بیان کرتے ہیں کہ جب (غزوۂ بدر میں) قیدی گرفتار ہو کر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: "تمہاری ان قیدیوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟" تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! وہ ہمارے چچازاد اور ہماری برادری کے لوگ ہیں، لہٰذا میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں، اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ اس مال سے کافروں کے مقابلے میں ہماری دفاعی قوت مضبوط ہوگی۔ دوسرا فائدہ یہ کہ ممکن ہے اللہ ان قیدیوں کو اسلام کی طرف لا کر ہدایت سے نواز دے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے) پوچھا: "اے ابن خطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟" عمر رضی اللہ عنہ نے (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے کی نفی کرتے ہوئے) کہا، نہیں، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میری رائے وہ نہیں ہے جو ابوبکر کی ہے، میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان قیدیوں کو ہمارے سپرد کر دیں تاکہ ہم ان کی گردنیں اڑا دیں۔ علی کا بھائی عقیل اس کے سپرد کیا جائے، وہ اس کی گردن اڑائے اور میرے فلاں عزیز کو میرے سپرد کیجیے، میں اس کی گردن اڑاتا ہوں، کیونکہ یہ لوگ کفر کے سردار اور کفار کے رؤسا ہیں۔

[صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر و إباحة الغنائم: ١٧٦٣]

باپ کو قتل کر دیا

ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں، ان کی خدمات اسلام میں بہت زیادہ ہیں، ان کا ایمان بھی مشاہدے کا ایمان تھا، یہ امت محمدیہ کے امین ہیں۔ ان کا درج ذیل واقعہ ایمان افروز واقعہ ہے۔

جنگ بدر کے دن ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے باپ ان کو اپنے بت دکھا رہے تھے اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان سے اعراض کر رہے تھے، لیکن جب ان کے باپ باز نہ

آئے، بت دکھاتے رہے اور ان کی تعریف کرتے رہے تو حضرت ابوعبیدہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اور پھر ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (1)

بیٹے کو قتل کر دیتا

جنگ بدر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ مسلمانوں کو لڑنے کے لئے للکار رہے تھے۔ حضرت ابوبکر نے ان کے مقابلہ پر جانا چاہا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی ذات سے ہمیں فائدہ پہنچاؤ۔

[الاستیعاب ج۲ ص ۳۶۸، رقم الدیث: ۱۴۰۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ)]

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے اسلام لانے کے بعد خود بیان کیا کہ ابا جان! جنگ کے دوران کئی دفعہ آپ میری تلوار کی زو میں آئے مگر باپ ہونے کے ناطے میں نے آپ پر وار نہ کیا۔ اس کے جواب میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر تم میری تلوار کی زد میں آجاتے تو کبھی نہ چھوڑتا۔

ماموں کو قتل کر دیا

عمر رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں اپنے ماموں العاص بن ہشام بن المغیرہ کو قتل کر دیا تھا۔

[سیرت ابن ھاشم ج۲ ص ۳۲۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)]

باپ کے قتل کا مجھے حکم دینا

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ نے جو مخلص مسلمان تھے آنحضرت سے عرض کیا کہ "اے اللہ کے رسول اگر آپ حکم دیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں۔" آپ نے منع فرمایا۔

---

(1) المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۶۰، المستدرک، حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ھے کہ امام طبرانی کی سند جید ھے۔ الاصابہ ج ۳ ص ۴۷۶ مطبوعہ دار لاکتب العلمیہ، بیروت، حافظ ابن کثیر نی اس روایت کو حافظ بیھقی کے حوالے سے ذکر کیا ھے۔ تفسیر ابن کثیر، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

ایک دفعہ رئیس المنافقین اور اس کا بیٹا دونوں ایک سفر سے واپس آرہے تھے۔ مدینے کے قریب پہنچے تو باپ نے کہا کہ ہم واپس پہنچ کر ان ذلیل مسلمانوں کو شہر سے نکال باہر کریں گے تب ہمارا دل مطمئن ہوگا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم سب کو ذلیل کہہ رہے ہو، ان میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ پھر آپ نے تلوار سونت لی اور باپ سے کہا کہ میں تمھیں شہر میں داخل نہیں ہونے دونگا جب تک تم اپنے الفاظ واپس نہیں لیتے اور اہل ایمان کے عزت والے ہونے کا اقرار نہیں کرتے، چناچہ عبداللہ بن ابی نے اقرار کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو باعزت ہیں اور ہم ہی ذلیل ہیں۔ اس کے بعد بیٹے نے باپ کو شہر میں داخل کی اجازت دی۔

بھائی کو قتل کیا

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے حقیقی بھائی عبید بن عمیر کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔

آپ حکم دیں میں بیٹی کی گردن اتار دوں

صحیح مسلم کی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں سے ایلا کرنے کا واقعہ مذکور ہے، جب بیویوں نے زیادہ خرچے کا مطالبہ کیا تو آپ ناراض ہوگئے اور قسم اٹھائی کہ ایک ماہ تک اپنی بیویوں کے قریب نہیں جاؤں گا۔ آپ نے ایک چوبارے میں علیحدگی اختیار کرلی جس سے مسلمانوں کو سخت پریشانی لاحق ہوگئی۔ عمر رضی اللہ عنہ سے آپ کی جدائی برداشت نہ ہوسکی اس لے دردولت پر حاضر ہوکر ملاقات کی اجازت چاہی مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی۔ آپ نے دوسری دفعہ کوشش کی مگر پھر بھی اجازت نہ ملی۔ تیسری دفعہ آپ نے بلند آواز سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کر کے عرض کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کی سفارش کے لئے تو حاضر نہیں ہوا جو آپ مجھے شرف ملاقات سے محروم کر رہے ہیں۔

وَاللّٰهِ لَئِنْ أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضَرْبِ عُنُقِهَا

لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَهَا

اللہ کی قسم اگر آپ حکم دیں تو میں اس کی گردن اتار کر آپ کے سامنے پیش کردوں۔ غرضیکہ نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان اس قدر پختہ تھا کہ اللہ نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔ اس حقیقت کے باوجود جو لوگ ان کے ایمان میں شک کرتے ہیں اور ان کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں۔

[صحيح مسلم (١٤٧٩) بَاب فِي الْإِيلَاءِ وَاعْتِزَالِ النِّسَاءِ وَتَخْيِيرِهِنَّ]

ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کے ایثار پر قرآن اترا

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾۔ [الحشر:٩]

"اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود حاجت مند ہوں اور جو اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔"

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ إِلَى نِسَائِهِ فَقُلْنَ مَا مَعَنَا إِلَّا الْمَاءُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَضُمُّ أَوْ يُضِيفُ هَذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَا فَانْطَلَقَ بِهِ إِلَى امْرَأَتِهِ فَقَالَ أَكْرِمِي ضَيْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ مَا عِنْدَنَا إِلَّا قُوتُ صِبْيَانِي فَقَالَ هَيِّئِي طَعَامَكِ وَأَصْبِحِي سِرَاجَكِ وَنَوِّمِي صِبْيَانَكِ إِذَا أَرَادُوا عَشَاءً فَهَيَّأَتْ طَعَامَهَا وَأَصْبَحَتْ سِرَاجَهَا وَنَوَّمَتْ صِبْيَانَهَا ثُمَّ قَامَتْ كَأَنَّهَا تُصْلِحُ سِرَاجَهَا فَأَطْفَأَتْهُ فَجَعَلَا يُرِيَانِهِ أَنَّهُمَا يَأْكُلَانِ فَبَاتَا طَاوِيَيْنِ فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِكَ اللهُ اللَّيْلَةَ أَوْ عَجِبَ مِنْ فَعَالِكُمَا فَأَنْزَلَ اللهُ وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ

يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے اپنی ازواج کے پاس اس کا کھانا منگانے کے لئے ایک آدمی کو بھیجا، تو انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: کون ہے؟ جو اس مہمان کو اپنے ساتھ لے جائے، یا یہ فرمایا: کون ہے جو اس کی میزبانی کرے؟ ایک انصاری نے عرض کیا: میں (یا رسول اللہ) پس وہ اسے اپنی زوجہ کے پاس لے گیا اور اس سے کہا: رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی خوب خاطر کرنا، اس نے کہا: ہمارے ہاں تو صرف بچوں کا کھانا ہے، انصاری نے کہا: تم کھانا تو تیار کرو اور چراغ روشن کرو، بچے اگر کھانا مانگیں تو انھیں سلا دینا، اس بی بی نے کھانا تیار کر کے چراغ روشن کیا اور بچوں کو سلا دیا پھر وہ گویا چراغ کو ٹھیک کرنے کے لئے کھڑی ہوئی، مگر اسے گل کر دیا، اب وہ دونوں میاں بیوی مہمان کو یہ دکھاتے رہے کہ کھانا کھا رہے ہیں، حالانکہ (درحقیقت) انھوں نے بھوکے رہ کر رات گذار دی، جب وہ انصاری صبح کو آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رات تمھارے کام سے بڑا خوش ہوا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾. [الحشر:۹]

"اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود حاجت مند ہوں اور جو اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔" ❶

---

❶ رواہ البخاری (۳۷۹۸) فی فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب (ویؤثرون علی أنفسهم ولو کان بهم خصاصة)، ومسلم رقم (۲۰۵٤) فی الأشربة، باب إکرام الضیف وفضل إیثاره.]

وہ انصاری صحابی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی عورت ام سلیم رضی اللہ عنہا تھیں۔

انصار اور مہاجرین کا ایثار

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلَىٰٓ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾۔ [الحشر:۹]

"اور (ان لوگوں کے لیے بھی) جو ان (کے آنے) سے پہلے ایمان لا چکے تھے اور یہاں (دارالہجرت میں) مقیم تھے۔ جو بھی ہجرت کر کے ان کے پاس آئے وہ اس سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ انھیں (مال فے) سے دیا جائے وہ اپنے دلوں میں اس کی کوئی حاجت نہیں پاتے اور ان (مہاجرین) کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں خواہ خود فاقہ سے ہوں اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی کمال فضیلت بیان فرمائی جو مسلمانوں کے ہجرت کر کے مدینہ آنے سے پیشتر بیعت عقبہ کی رو سے ایمان لا چکے تھے اور انھوں نے مہاجر مسلمانوں کو آتے ہی اپنے گلے سے لگا لیا تھا۔ اور مہاجرین کی آباد کاری کے سلسلہ میں وہ مثال قائم کی جس کی مثال پیش کرنے سے پوری دنیا کی تاریخ قاصر ہے۔ ان اولین انصار نے مہاجرین کو اپنی جائیداد، گھر بار اور نخلستانوں میں شریک کر لیا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَتِ الْأَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا النَّخِيلَ، قَالَ: لَا، فَقَالَ: تَكْفُونَا الْمَئُونَةَ وَنُشْرِكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ، قَالُوا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس وقت انصار مدینہ نے آپ سے عرض کیا: ہم میں اور ہمارے مہاجر بھائیوں میں کھجور کے درخت تقسیم کر دیجیے تو آپ نے فرمایا: ایسا نہیں ہوسکتا (جائیداد تمھاری ہی رہے گی) تب انصار مہاجرین سے کہنے لگے۔ اچھا ایسا کرو: درختوں کی خدمت تم کرو، ہم پیداوار میں تمھیں شریک بنا لیتے ہیں۔ تب مہاجر کہنے لگے: بہت خوب! ہم نے سنا اور مان لیا۔" ❶

اس سے اگلا ایثار یہ تھا کہ رسول اللہ نے فرمایا: مہاجرین تو کھیتی باڑی نہیں جانتے، تو انصار نے اس معاملہ میں بھی اپنے مہاجر بھائیوں کی مدد کی۔ تاہم نصف پیداوار انھیں دینا قبول کر لیا۔ اور اب جب بنونضیر کے اموال فے تقسیم کرنے کی باری آئی تو انصار نے از خود یہ کہہ دیا کہ یہ اموال مہاجرین میں تقسیم کر دیجیے۔ اور ہمارے پہلے نخلستان ہی ہمارے پاس رہنے دیجیے۔ (یعنی اب ان میں مہاجرین شریک نہ ہوں گے) بلکہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہم ان میں سے بھی دینے کو تیار ہیں۔ یہ تھا وہ ایثار جس کی بنا پر ان کا درجہ بہت بلند ہوگیا تھا۔ اور اللہ نے بطور خاص ان انصار کی تعریف فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے بطور حق یہ ارشاد فرمایا: ایسے ایثار کرنے والے انصار کا بھی اموال فئے میں خاص طور پر خیال رکھا جائے۔ لیکن وہ از راہ ایثار اپنے اس حق سے اپنے مہاجر بھائیوں کے حق میں دستبردار ہوگئے، مہاجرین کی آمد پر جس قدر خوشی انصار کو ہوئی تھی وہ درج ذیل حدیث سے واضح ہوتی ہے

مہاجرین کی آمد پر انصار کی خوشی

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَجَعَلَا يُقْرِئَانِنَا

---

❶ أخرجه البخاری (٢٧١٩) فی المزارعة، باب إذا قال: اکفنی مؤونة النخل أو غیره وتشرکنی فی الثمر.]

الْقُرْآنَ ثُمَّ جَاءَ عَمَّارٌ وَبِلَالٌ وَسَعْدٌ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي عِشْرِينَ ثُمَّ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَأَيْتُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ فَرِحُوا بِشَيْءٍ فَرَحَهُمْ بِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْوَلَائِدَ وَالصِّبْيَانَ يَقُولُونَ هَذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَاءَ فَمَا جَاءَ حَتَّى قَرَأْتُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فِي سُوَرٍ مِثْلِهَا

”سیدنا براء بن عازب کہتے ہیں: مدینہ میں آپ کے اصحاب میں سے سب سے پہلے مصعب بن عمیر (رضی اللہ عنہ) اور عبداللہ بن ام مکتوم (رضی اللہ عنہ) ہمارے پاس آئے۔ وہ دونوں ہمیں قرآن پڑھاتے رہے۔

پھر عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، بلال رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آئے، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیس آدمی اپنے ساتھ لیے ہوئے آئے۔ پھر ان کے بعد آپ تشریف لائے۔ مدینہ والے اتنے خوش کبھی بھی نہ ہوئے تھے جتنے خوش آپ کی تشریف آوری سے ہوئے۔ بچے بچیاں تک یوں کہہ رہے تھے۔ دیکھو! یہ اللہ کے رسول تشریف لائے ہیں۔ میں آپ کی آمد سے پہلے ہی سورہ اعلیٰ اور اس جیسی کئی سورتیں پڑھ چکا تھا۔“

[صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورۃ الاعلی (٤٩٤١)]

اس ایثار نے مہاجرین کے دل میں جو مقام حاصل کیا تھا وہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (وفات کے وقت) وصیت کی: میرے بعد جو خلیفہ ہو وہ مہاجرین کا حق پہچانے اور انصار کا بھی حق پہچانے۔ جنھوں نے نبی اکرم کی ہجرت سے پہلے مدینہ میں جگہ پکڑی اور ایمان کو سنبھالا۔ خلیفہ پر لازم ہے کہ ان میں سے جو نیک ہوں اس کی قدر کرے اور برے کی برائی سے درگزر کرے۔

أُوصِي الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي بِالْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ خَيْرًا أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ

حَقَّهُمْ وَأَنْ يَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ وَأُوصِيهِ بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا الَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ أَنْ يُقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيُعْفَى عَنْ مُسِيئِهِمْ وَأُوصِيهِ بِذِمَّةِ اللهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُوفَى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ وَأَنْ لَا يُكَلَّفُوا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ

"عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مرض الموت میں فرمایا: میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو مہاجرین اولین کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں کہ ان کا حق پہنچائیں اور ان کی عزت کی حفاظت کرنا اور میں انصار کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں جنھوں نے دار الھجرت اور ایمان میں ٹھکانہ پکڑا ان کے احسان کرنے والوں کے احسان کو قبول کریں اور ان کے بروں کی برائی سے درگزر کریں اور میں اس سے وصیت کرتا ہوں اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ کا کہ ان کے (ذمیوں) عہد کو پورا کریں اور ان کے دشمنوں سے لڑے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ لادیں۔" ❶

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ، وَكَانَ آخِرَ مَجْلِسٍ جَلَسَهُ مُتَعَطِّفًا مِلْحَفَةً عَلَى مَنْكِبَيْهِ، قَدْ عَصَبَ رَأْسَهُ بِعِصَابَةٍ دَسِمَةٍ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِلَيَّ، فَثَابُوا إِلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ هَذَا الحَيَّ مِنَ الْأَنْصَارِ، يَقِلُّونَ وَيَكْثُرُ النَّاسُ، فَمَنْ وَلِيَ شَيْئًا مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَطَاعَ أَنْ يَضُرَّ فِيهِ أَحَدًا أَوْ يَنْفَعَ فِيهِ أَحَدًا، فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيئِهِمْ

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

❶ صحیح البخاری (۱۳۹۲) باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأبی بکر وعمر رضی اللہ عنہما]

آخری مجلس تھی، آپ ﷺ بیٹھے اس حال میں کہ اپنے دونوں مونڈھوں پر چادر لپیٹے ہوئے تھے اور اپنے سر پر پٹی باندھے ہوئے تھے، اللہ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا: اے لوگو میرے پاس آؤ تو لوگ آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے، پھر فرمایا: امابعد! یہ انصار کی جماعت کم ہوتی جائے گی اور لوگ زیادہ ہوجائیں گے، اس لئے امت محمدیہ میں سے جو شخص حاکم بنایا جائے اور وہ کسی کو نقصان پہنچائے یا نفع پہنچانے پر قادر ہو، تو انصار کے نیکو کاروں کی نیکی (بھلائی) کو قبول کرے اور بروں کی برائی سے درگذر کرے۔" [صحیح بخاری (۹۲۷) بابُ مَنْ قالَ فِی الخُطْبَةِ بَعْدَ الثَّناءِ: أَمَّا بَعْدُ]

زخموں سے چور ہونے کے باوجود اللہ و رسول کی بات پر لبیک

﴿الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ ○ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾

[آل عمران: ۱۷۳]

"جن لوگوں نے زخم کھا چکنے کے بعد بھی اللہ اور رسول ﷺ کے حکم پر لبیک کہا، ان میں جو صاحبان احسان ہیں اور پرہیزگار ہیں، ان کے لئے بڑا اجر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں: جب لوگوں نے ان سے کہا: لوگوں نے تمھارے مقابلے کو ایک بڑا لشکر جمع کرلیا ہے لہذا ان سے بچ جاؤ تو ان کا ایمان اور بھی زیادہ ہوگیا اور کہنے لگے: ہمیں تو اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔"

امام محمد ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

جب ابوسفیان احد سے واپس ہوا تو وہ راستہ میں ایک جگہ اپنے واپس ہونے پر پچھتایا اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم نے اچھا نھیں کیا تم نے بہت سے مسلمانوں کو قتل کر دیا تھا اور جب ان میں سے تھوڑے رہ گئے تو تم واپس آ گئے' واپس چلو اور انکی بنیاد ختم کر دو اور ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکو' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ارادہ سے رسول اللہ ﷺ کو مطلع کر دیا' آپ نے مسلمانوں سے فرمایا ان کافروں کا تعاقب کرو' مسلمان اگرچہ جنگ احد میں زخمی اور دل شکستہ تھے لیکن انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم پر لبیک کہی اور دشمن کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گئے' ابوسفیان کو جب یہ خبر ملی کہ مسلمان ان کا پیچھا کر رہے ہیں تو وہ خوف زدہ ہو کر مکہ روانہ ہو گئے نبی کریم ﷺ نے حمراء الاسد (ایک مقام ہے) تک ان کا پیچھا کیا۔

[جامع البیان ج ٤ ص ١١٧' مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت' ١٤٠٩ھ]

اس کی تائید میں صحیح بخاری کی یہ روایت ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ قَالَتْ لِعُرْوَةَ يَا ابْنَ أُخْتِي كَانَ أَبَوَاكَ مِنْهُمُ الزُّبَيْرُ وَأَبُو بَكْرٍ لَمَّا أَصَابَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَصَابَ يَوْمَ أُحُدٍ وَانْصَرَفَ عَنْهُ الْمُشْرِكُونَ خَافَ أَنْ يَرْجِعُوا قَالَ مَنْ يَذْهَبُ فِي إِثْرِهِمْ فَانْتَدَبَ مِنْهُمْ سَبْعُونَ رَجُلًا قَالَ كَانَ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَالزُّبَيْرُ

"عائشہ رضی اللہ عنہا نے

﴿الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾

کی تفسیر میں عروۃ بن الزبیر سے فرمایا: اے میری بہن کے بیٹے ان

مسلمانوں میں تمھارے باپ زبیر اور ابوبکر رضی اللہ عنہ شامل تھے ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احد میں زخمی ہو گئے اور مشرکین واپس چلے گئے تو آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ مشرکین لوٹ آئیں گے آپ نے فرمایا ان کا پیچھا کون کرے گا؟ تو ستر مسلمانوں نے لبیک کہا ان میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے ۔"

[صحیح بخاری (٤٠٧٧) باب الذین استجابوا للہ والرسول]

امام واقدی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی اس بات پر مدح فرمائی ہے کہ انھوں نے زخمی ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہی اور یہ مدح اسی وقت لائق ہے جب وہ غزوہ احد کے فوراً بعد غزوہ حمراء الاسد کے لیے روانہ ہوں' کیونکہ اس وقت وہ تازہ تازہ زخمی ہوئے تھے اور غزوہ بدر صغری تو ایک سال بعد واقع ہوا تھا اس وقت ان کے زخم مندمل ہو چکے تھے ۔ اور دوسری آیت جس میں مسلمانوں کو شیطان کے ڈرانے کا ذکر ہے وہ غزوہ بدر صغری کے مناسب ہے کیونکہ اسی موقع پر نعیم بن مسعود' ابوسفیان کے کہنے سے مسلمانوں کو ڈرانے مدینہ گیا تھا۔

اسی ضمن میں بخاری کی درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمایئے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الوَكِيلُ، قَالَهَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَالُوا: ﴿إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا، وَقَالُوا: حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الوَكِيلُ﴾ ۔ [آل عمران: ١٧٣]

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انھوں نے ﴿حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الوَكِيلُ﴾ کہا تھا اور جب لوگوں نے رسول اللہ سے کہا قریش کے کافروں نے آپ کے مقابلے کے لیے بڑا لشکر

جمع کر لیا ہے، تو آپ نے بھی یہی کلمہ کہا اور یہ خبر سن کر صحابہ کا ایمان بڑھ گیا اور انھوں نے بھی یہی کلمہ ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ کہا۔"

[أخرجه البخاري (٤٥٦٣) في تفسير باب (إن الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم]

حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حمراء الاسد، یعنی جنگ احد سے اگلے روز کا واقعہ ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ احد سے پلٹ کر جب مشرکین چند منزل دور چلے گئے تو آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے یہ کیا حماقت کی کہ مسلمانوں کا پوری طرح خاتمہ کیے بغیر واپس چلے آئے۔ چنانچہ وہ مدینے پر دوبارہ حملہ کرنے کا منصوبہ بنانے لگے، ادھر جب رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ نے مسلمانوں کو مشرکین کے تعاقب میں نکلنے کا حکم دیا، تاکہ وہ واقعی پلٹ کر مدینہ پر حملہ نہ کر دیں۔ اس وقت اگرچہ شرکائے احد میں سے اکثر لوگ سخت زخمی اور تھکے تھے لیکن اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کی تعمیل میں فوراً نکل کھڑے ہوئے۔ جب مدینہ سے تقریباً آٹھ میل کے فاصلے پر حمراء الاسد (نامی جگہ) پہنچے تو مشرکین کو ان کے آنے کی اطلاع مل گئی اور انھوں نے آپس میں کہا کہ اس مرتبہ تو واپس چلتے ہیں، اگلے سال پھر آئیں گے۔ اس صورت حال کے پیش نظر نبی ﷺ بھی مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ چنانچہ آیت میں اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے اور مسلمانوں کو بشارت ہے۔ (ابن کثیر)

[تفسیر القرآن الکریم]

درخت کے نیچے بیعت کرنے والے 1500 سے اللہ راضی ہوگیا

یہ پندرہ سو صحابہ کرام تھے۔

عَنْ قَتَادَةَ قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ بَلَغَنِي أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ كَانَ يَقُولُ كَانُوا أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً فَقَالَ لِي سَعِيدٌ حَدَّثَنِي جَابِرٌ كَانُوا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً الَّذِينَ بَايَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ

"قتادہ کہتے ہیں: میں نے سعید بن مسیب سے پوچھا' مجھے معلوم ہوا ہے کہ

جابر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ (حدیبیہ کی صلح کے موقع پر) صحابہ کی تعداد چودہ سو تھی۔ اس پر سعید بن مسیب نے بیان کیا کہ مجھ سے جابر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا اس موقع پر پندرہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیبیہ میں بیعت کی تھی۔

[صحیح بخاری(۴۱۵۳)]

"جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ صلح حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی ہوئی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چھاگل رکھا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ جو پانی آپ کے سامنے ہے، اس پانی کے سوا نہ تو ہمارے پاس وضو کے لیے کوئی دوسرا پانی ہے اور نہ پینے کے لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ چھاگل میں رکھ دیا اور پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان میں سے چشمے کی طرح پھوٹنے لگا اور ہم سب لوگوں نے اس پانی کو پیا بھی اور اس سے وضو بھی کیا۔ میں نے پوچھا آپ لوگ کتنی تعداد میں تھے؟ کہا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی کافی ہوتا۔ ویسے ہماری تعداد اس وقت پندرہ سو تھی۔

[صحیح بخاری(۳۵۷۶)]

"جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حدیبیہ کے موقع پر فرمایا تھا کہ تم لوگ تمام زمین والوں میں سب سے بہتر ہو۔ ہماری تعداد اس موقع پر چودہ سو تھی۔"

[صحیح بخاری(۴۱۵۵)]

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾ ۔[الفتح:۱۸]

”بیشک اللہ مومنوں سے راضی ہوگیا جب وہ (حدیبیہ میں) درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، سو جو (جذبہ صدق و وفا) ان کے دلوں میں تھا اللہ نے معلوم کر لیا تو اللہ نے ان (کے دلوں) پر خاص تسکین نازل فرمائی اور انھیں ایک بہت ہی قریب فتح کا انعام عطا کیا۔“

اس ایت میں بیعت رضوان والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کے عظیم الشان اجر و انعام کی تصریح فرمائی گئی ہے۔

اس آیت کا آغاز ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ﴾ سے ہوا ہے، اسے لقد کی تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ اللہ راضی ہوگیا ان ایمان والوں سے جو آپ ﷺ کے ہاتھ پر (اے پیغمبر!) بیعت کر رہے تھے۔

اس سے دو اہم باتیں معلوم ہوگئیں، ایک یہ کہ جن حضرات نے اس بیعت میں شرکت فرمائی تھی وہ سب کے سب سچے پکے مومن تھے، اور دوسرے یہ کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کا سرٹیفکیٹ مل گیا، اور اللہ ان سے راضی ہوگیا، اسی لئے اس بیعت کو بیعت رضوان یعنی رضاء خداوندی والی بیعت کہا جاتا ہے، اور آیت کریمہ کو قد اور لام تاکید کی ڈبل تاکید سے شروع فرمایا گیا ہے۔

اسی وجہ سے اس بیعت کا نام بیعت رضوان پڑ گیا یعنی ایسی مخلصانہ اور سرفروشانہ بیعت جس پر اللہ نے ان لوگوں کو اپنی خوشنودی کا سرٹیفیکیٹ دے دیا۔ لیکن اس کے باوجود بعض لوگ ان صحابہ کرام کے ایمان میں بھی شک کرتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ بلاشبہ یہ لوگ بیعت رضوان کے وقت تو اسلام کے وفادار اور اس کے لئے مخلص تھے مگر بعد میں بے وفا ثابت ہوئے۔ گویا ان لوگوں نے پہلا الزام تو ان عظیم المرتبت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر لگایا تھا۔ دوسرا اللہ تعالیٰ پر لگایا جسے اپنی رضامندی کا سرٹیفکیٹ دیتے وقت اتنا بھی پتا نہ چل سکا کہ جن لوگوں کو میں یہ سند دے رہا ہوں وہ تو بعد میں بے وفا نکلیں گے۔ گویا یہ نظریہ ممتاز صحابہ کرام کی توہین

ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب پر بھی زبردست چوٹ ہے۔ ایسے لوگوں کو اپنے ایمان کی خیر منانا چاہیے۔

بیعت رضوان کا سبب

جب رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کے لیے روانہ ہوئے اور حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو مشرکین نے وہاں مسلمانوں کو روک لیا اور کہا کہ ہم آپ لوگوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ حدیبیہ ایک کنواں تھا اور اسی کی وجہ سے وہاں کے گاؤں کا نام حدیبیہ مشہور ہوگیا اور یہ مکہ سے تقریباً آٹھ نو میل کے فاصلہ پر ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر ٹھہرے اور وہاں سے عثمان رضی اللہ عنہ کو نمائندہ بنا کر بھیجا کہ مکہ والوں کو یقین دلائیں کہ ہم صرف عمرہ کے لئے آئے ہیں لڑائی وغیرہ کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

عثمان جب پیغام رسانی سے فارغ ہوئے تو اہل مکہ نے ان سے کہا کہ اگر تم چاہو تو خانہ کعبہ کا طواف کرلو، انھوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ سے پہلے طواف نہیں کروں گا۔ اس بات پر وہ لوگ چراغ پا ہوگئے اور عثمان رضی اللہ عنہ کو واپس جانے سے روک دیا ادھر مسلمانوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک ہم مکہ والوں سے بدلہ نہیں لیں گے، یہاں سے واپس نہیں جائیں گے اور مسلمانوں کو جان کی بازی لگانے کے لئے اپنے ہاتھ پر بیعت کرنے کا حکم دیا۔

اس بیعت سے اہل بدعت کے علم غیب کلی، حاضر و ناظر، اور اختیار کلی جیسے شرکیہ عقائد کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ کیونکہ پیغمبر ﷺ اگر عالم غیب ہوتے اور ہر جگہ موجود ہوتے تو حدیبیہ سے اس قدر مضطرب اور پریشان نہ ہوتے۔ اور خون عثمان کا بدلہ لینے کے لئے اس طرح بیعت نہ لیتے کیونکہ عثمان رضی اللہ عنہ تو حدیبیہ سے چند ہی میل کے

فاصلے پر مکہ مکرمہ میں بخیر و عافیت تشریف فرما تھے۔ اور جب نبیوں کے امام محمد رسول اللہ ﷺ بھی عالم غیب نہیں تو پھر اور کون ہو سکتا ہے جو کہ عالم غیب ہو سکے؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو عالم غیب اور مختار کل ماننا عقل کے بھی خلاف ہے اور نقل کے بھی۔

جن حضرات نے حدیبیہ کے اس نازک موقع پر اور احرام کی حالت میں ہونے کے باوجود پیغمبر کے ہاتھ پر جہاد اور موت کی بیعت کی، انھوں نے اپنے صدق ایمان کا عملی طور پر پورا پورا ثبوت پیش کر دیا، اور انھوں نے اپنی اس بیعت کا حق ادا کر دیا، اس لیے ان کو اللہ تعالیٰ کی رضاء و خوشنودی کی سند اس صراحت و وضاحت کے ساتھ عطاء فرمائی گئی جو ایک بے مثال انعام اور عدیم النظیر اعزاز و اکرام تھا جس سے اللہ جل و علا شانہ نے ان کو نوازا، رضی اللہ تعالیٰ عنھم وارضاھم وعنا معھم اجمعین، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کی محبت سے سرشار رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

بیعت رضوان والوں کے دلوں کا حال

﴿فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ﴾

"جو (جذبہ صدق و وفا) ان کے دلوں میں تھا اللہ نے معلوم کر لیا"

اللہ نے جان لیا اس کو جو کہ ان کے دلوں میں تھا۔ یعنی صدق و صفا اور نور ایمان ویقین جس کی بنا پر ان کو اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں اور عنایتوں سے نوازا گیا، کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ کی داد و دہش اور بخشش و عطاء یوں ہی نہیں مل جاتی، اور اس کے یہاں محض ظاہرداری سے کام نہیں چل سکتا، بلکہ وہاں پر اصل دار و مدار دل کی دنیا اور اس کے اندر چھپی ہوئی نیتوں پر ہوتا ہے، دلوں کے اس منفرد اور کٹھن امتحان میں یہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صاف و کھرے نکلے اور پورے اترے، اسلئے ان کو رضاء خداوندی کے اس عظیم الشان اور بے مثال سرٹیفکیٹ سے نوازا گیا، کیونکہ سنت الٰہی یہی ہے کہ اللہ کے بندے جب اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو

ظاہری حالات خواہ کتنے ہی نامساعد کیوں نہ ہوں، رب کریم ان کی حوصلہ افزائی فرماتا ہے اور ان کو اپنی خاص رحمتوں اور عنایتوں سے نوازتا ہے، اور خداوند قدس کی طرف سے حاصل ہونے والی حوصلہ افزائی انسان کو ایسی قوت بخشتی ہے کہ اس کو کوئی طاقتور سے طاقتور دشمن بھی شکست نہیں دے سکتا۔

بیعت رضوان والوں کے لیے سکون واطمینان قلوب کی نوازش

﴿فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾ [الفتح:١٨]

"تو اللہ نے ان (کے دلوں) پر خاص تسکین نازل فرمائی اور انھیں ایک بہت ہی قریب فتح کا انعام عطا کیا۔"

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس صدق و صفا اور نور ایمان و یقین کی بنا پر ان کو خاص عنایت سے نوازا۔ ان پر سکون و اطمینان کی خاص کیفیت نازل فرمائی۔ جس سے ان کے دلوں میں نہ کوئی خوف تھا نہ پریشانی، جس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ نہتے خالی ہاتھ، اور احرام کی دو چادروں میں ملبوس ہونے کے باوجود، کفار کے ساتھ ان کے گھر میں لڑنے کے لئے تیار ہوگئے، اور پیغمبر کے ہاتھ پر رضا و رغبت موت کیلئے بیعت کی، اس بے مثال صدق و اطمینان اور اطاعت و فداکاری کی مثال چشم فلک نے نہ اس سے پہلے کبھی دیکھی ہوگی، نہ اس کے بعد قیامت تک کبھی دیکھ سکے گی، فرضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

باطن کی صفائی اور نیت و ارادہ کی سچائی انسان کو اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں اور عنایتوں کا موردو مستحق بنا دیتی ہے۔ اور اسی کی بدولت انسان پر اس رب ذوالجلال کی طرف سے رحمتوں اور عنایتوں کی بارش ہوتی ہے جتنا کسی کا باطن صاف اور ایمان و یقین قوی و مضبوط ہوگا اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کی عنایات کا مستحق بنے گا۔ اسلئے ہمیشہ اور ہر حال میں اس کے ساتھ اپنے قلب و باطن اور ارادہ عمل کا معاملہ صحیح رکھنے کی ضرورت

ہے کہ یہی اصل اور اساس ہے سارے معاملے کی۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے اور بدرجہ تمام وکمال نصیب فرمائے، آمین

بیعت رضوان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بیعت قرار دے دیا

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾. [الفتح:١٠]

"بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔"

اس ارشاد سے رسول کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی عظمت وشان اس طرح واضح ہو جاتی ہے کہ رسول کے ہاتھ پر بیعت کرنا دراصل اللہ سے بیعت کرنا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ اللہ کے نمائندے اور اس کے رسول ہیں۔ اسی لئے رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ انعام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بے مثال جذبہء اطاعت و اتباع کی وجہ سے عطا کیا ہے کا۔ یہ جان نثاری کا عظیم الشان و بے مثال نمونہ اور مظہر تھا کہ بالکل نہتے اور احرام کی حالت میں ہونے اور اپنے گھروں سے سینکڑوں میل دور ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے حکم و ارشاد پر بے چون و چرا پورے صدق وصفا اور جذبہ فدا کاری کے ساتھ خوشی بخوشی آپ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کرتے ہیں۔ اسی لئے ان سب کو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی سند اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی کتاب حکیم میں اور اس دنیا میں ہی مل گئی۔ اور اسی لئے اس بیعت کو بھی بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ اس سب کے باوجود جو کوئی ان قدسی صفت حضرات صحابہ سے بغض وعناد رکھے اس سے بڑھ کر ظالم اور بدبخت کون ہوسکتا ہے؟

یہ بیعت رضوان کے شرف سے مشرف ہونے والے صحابہ کرام کی ایک عظیم

الشان خصوصیت اور ان کا امتیاز ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان کو نصیب ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر تھا۔ جو لوگ ان قدسی صفت حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بغض وعناد رکھتے ہیں وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی کتاب حکیم اور اس کی ان نصوص کریمہ سے بغض وعناد رکھتے ہیں جو کہ کفر ہے۔ ایسے لوگ اپنے بارے میں اور اپنے انجام کے بارے میں خود دیکھ اور سوچ لیں۔

بیعت رضوان والوں کا مقام

اس درخت کے نیچے بیعت کرنے والے صحابہ کرام کو بیعت کے وقت ہی کائنات کی سب سے بڑی نعمت مل گئی اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی، کیونکہ اس سے بڑی نعمت کوئی نہیں، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ﴾ [التوبة:٧٢]

"اور اللہ کی طرف سے تھوڑی سی خوشنودی سب سے بڑی ہے۔"

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ﴾

"بلاشبہ یقینا اللہ ایمان والوں سے اس وقت راضی ہوگیا جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔"

اس رضا ہی کی وجہ سے اس کا نام بیعت رضوان ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کا داخلہ لازم وملزوم ہیں۔

قرآن مجید کے علاوہ صحیح احادیث میں بھی بیعت رضوان میں شریک صحابہ کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے۔

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان

کرتے ہیں: حدیبیہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا:

أَنْتُمْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ وَكُنَّا أَلْفًا وَأَرْبَعَ مِائَةٍ وَلَوْ كُنْتُ أُبْصِرُ الْيَوْمَ لَأَرَيْتُكُمْ مَكَانَ الشَّجَرَةِ

"تم زمین والوں میں سب سے بہتر ہو۔" اور (اس وقت) ہم چودہ سو تھے اور اگر آج مجھے دکھائی دیتا ہوتا تو میں تمھیں اس درخت کی جگہ دکھاتا۔"

[صحیح بخاری، المغازی، باب غزوۃ الحدیبیة (۳۱۵۲)]

ام مبشر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

لَا يَدْخُلُ النَّارَ إِنْ شَاءَ اللهُ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا

ان شاء اللہ اس درختوں والوں میں سے کوئی بھی آگ میں داخل نہیں ہوگا جنھوں نے اس کے نیچے بیعت کی۔

[صحیح مسلم، فضائل الصحابة باب من فضائل اصحاب الشجرة...؟(۲٤۹٦)]

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ عَبْدًا لِحَاطِبٍ جَاءَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْكُو حَاطِبًا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ لَيَدْخُلَنَّ حَاطِبٌ النَّارَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبْتَ لَا يَدْخُلُهَا فَإِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَةَ

"حاطب رضی اللہ عنہ کا ایک غلام حاطب رضی اللہ عنہ کی شکایت لے کر آیا اور کہنے لگا: "یا رسول اللہ! حاطب ضرور آگ میں داخل ہوگا۔" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو جھوٹ بولتا ہے، وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ وہ بدر اور حدیبیہ میں حاضر ہوا ہے۔"

[صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل حاطب بن ابی بلتعة... (۲٤۹۵)]

جس درخت کے نیچے بیعت کی

جمہور مفسرین کے نزدیک یہ درخت سمرۃ (کیکر) کا درخت تھا جسے ببول بھی کہا جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس درخت کو چھپا دیا تاکہ کہیں لوگ اس کی تعظیم و تقدیس کے ذریعے شرک میں مبتلا نہ ہو جائیں، اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: قدرت کی طرف سے اس درخت کو اس طرح چھپا دیا گیا کہ ہم میں سے دو آدمیوں کے درمیان بھی اس کے بارے میں اتفاق رائے نہیں پایا جاتا تھا، نیز آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس درخت کا اس طرح چھپا دیا جانا قدرت کی طرف سے بہت بڑی رحمت تھی، اور امر واقع بھی یہی ہے کہ جو لوگ آج کل کے دور میں ہر ایرے غیرے درختوں، پتھروں اور قبروں تک کو پوجنے سے نہیں چوکتے تو ان کو اگر وہ درخت مل جاتا، جس کے نیچے بیعت رضوان جیسا تاریخ ساز اور مقدس واقعہ پیش آیا، تو اس کے ساتھ یہ کیا کچھ نہ کرتے، پھر بھی نافع فرماتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب کچھ لوگوں نے ایک درخت کے بارے میں یہ مشہور کر دیا کہ یہ وہی درخت ہے جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی اور لوگ اس کی زیارت و تعظیم کو آنے لگے، تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی اطلاع ملتے ہی اسے فوری طور پر کٹوا کر ختم کر دیا

[ملاحظہ و تفسیر المراغی، جامع البیان، فتح البیان اور محاسن التاویل وغیرہ]

سبحان اللہ! کہاں یہ صورت حال اور عظیم الشان نمونہ عبرت و بصیرت کہ عمر رضی اللہ عنہ اس درخت کو کٹوا دیتے ہیں، جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی، اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیعت خود لی اور جس کا ذکر قرآن حکیم میں اس صراحت و وضاحت سے فرمایا گیا ہے، اور کہاں آج کے جاہل مسلمان کا یہ طرز عمل، کہ وہ جگہ جگہ، طرح طرح کے درختوں خود ساختہ سرکاروں اور آستانوں کی کھلم کھلا اور طرح طرح سے پوجا پاٹ کا ارتکاب کر رہا ہے، جہاں کوئی بزرگ بیٹھا تھا اس کو بیٹھک کے

نام سے مقدس مقام قرار دے دیا گیا، اور اس کی زیارت و درشن کے پروگرام بنائے جانے لگے، اور طرح طرح کی خرافات کا ارتکاب کیا جانے لگا، اور ایسے لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اللہ کے نبی بذات خود اپنی تریسٹھ سالہ حیات طیبہ میں کہاں کہاں نہ بیٹھے ہوں گے، پھر آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور انکے بعد ان کی پیروی کرنے والے تابعین عظام کہاں کہاں نہ بیٹھے ہوں گے، اور حرمین شریفین کی ارض طیبہ کا تو چپہ چپہ پاک و مقدس اور عظیم الشان روایات کا امین و پاسدار ہے، مگر اس سب کے باوجود جب وہاں اس طرح کی کسی بیٹھک کا کوئی تصور تک نہیں تو پھر اور کسی جگہ اس کا کیا سوال پیدا ہوسکتا ہے؟ کاش کہ ان لوگوں کو اتنی واضح اور جلی حقیقت سمجھ آجاتی، اور یہ اس طرح کی شرکیات کی دلدل میں نہ پھنستے، اور اپنی عاقبت خراب نہ کرتے، مگر کہاں اور کیسے؟ جبکہ یہ اس بارہ میں سوچنے اور غور کرنے کے بھی روادار نہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ ایسے لوگ اس طرح کی خود ساختہ اور من گھڑت چیزوں کو رواج دینے کیلئے طرح طرح کے جھوٹے قصے بناتے اور پھیلاتے ہیں۔

مولانا عبد الرحمن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس درخت کے نیچے رسول اللہ نے بیعت لی تھی اس کے متعلق دو طرح کی روایات ملتی ہیں۔ طبری کی روایت کے مطابق مسلمان اس درخت کی زیارت کو جانے لگے۔ وہ وہاں جا کر نمازیں اور نوافل وغیرہ ادا کرتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے اسے اپنے دور خلافت میں کٹوا دیا۔ اس کے مقابلہ میں صحیح اور معتبر روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگلے ہی سال خود بیعت رضوان میں شامل ہونے والے بعض صحابہ وہاں گئے تو وہ خود بھی اس درخت کو پہچان نہ سکے جس کے نیچے بیعت لی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں درج ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ انْطَلَقْتُ حَاجًا فَمَرَرْتُ بِقَوْمٍ يُصَلُّونَ قُلْتُ مَا هٰذَا الْمَسْجِدُ قَالُوا هٰذِهِ الشَّجَرَةُ حَيْثُ بَايَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ فَأَتَيْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ سَعِيدٌ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ كَانَ فِيمَنْ بَايَعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ قَالَ فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ نَسِينَاهَا فَلَمْ نَقْدِرْ عَلَيْهَا فَقَالَ سَعِيدٌ إِنَّ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَعْلَمُوهَا وَعَلِمْتُمُوهَا أَنْتُمْ فَأَنْتُمْ أَعْلَمُ

طارق بن عبدالرحمن کہتے ہیں: میں حج کی نیت سے روانہ ہوا۔ راستے میں کچھ لوگوں کو نماز ادا کرتے دیکھا تو پوچھا کہ یہ مسجد کیسی ہے؟ کہنے لگے: یہاں وہ درخت تھا جس کے نیچے آپ نے صحابہ سے بیعت رضوان لی تھی۔ یہ سن کر میں سعید بن مسیب کے پاس آیا۔ تو انھوں نے کہا: میرے والد (مسیب بن حزم) ان لوگوں سے تھے جنھوں نے درخت کے تلے بیعت کی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ جب میں دوسرے سال وہاں گیا تو اس درخت کو پہچان نہ سکا سعید کہتے ہیں: آپ کے اصحاب تو اس درخت کو پہچان نہ سکے۔ اور تم لوگ ان سے زیادہ علم رکھتے ہو۔ (کہ اسے پہچان کر وہاں مسجد بنا ڈالی)

[صحيح بخاری۔ كتاب المغازی۔ باب غزوة الحديبية (٤١٦٤).]

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ كَانَ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَرَجَعْنَا إِلَيْهَا الْعَامَ الْمُقْبِلَ فَعَمِيَتْ عَلَيْنَا

"سعید بن مسیب اپنے والد سے بیان کرتے ہیں: کہ انھوں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اس درخت کے تلے بیعت کی تھی۔ وہ فرماتے ہیں: جب ہم دوسرے سال ادھر گئے تو ہمیں پتہ نہیں چلا کہ وہ کون سا درخت تھا۔

[صحيح بخاری۔ كتاب المغازی۔ باب غزوة الحديبية (٤١٦٤).]

صہیب رضی اللہ عنہ کی ہجرت

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ﴾۔ [البقرة:۲۰۷]

”اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو اللہ کی رضا مندی تلاش کرنے کے لیے اپنی جان بیچ دیتا ہے اور اللہ بندوں پر بے حد نرمی کرنے والا ہے۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: یہ آیت صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے یہ مکہ میں مسلمان ہوئے تھے جب مدینہ کی طرف ہجرت کرنی چاہی تو کافروں نے ان سے کہا ہم تمھیں مال لے کر نھیں جانے دیں گے اگر تم مال چھوڑ کر جانا چاہتے ہو تو تمھیں اختیار ہے۔

قریش نے ان سے کہا تھا کہ جب آپ مکہ میں آئے آپ کے پاس مال نہ تھا یہ سب مال یہیں کمایا اب اس مال کو لے کر ہم جانے نہ دیں گے چنانچہ آپ نے مال کو چھوڑا اور دین لے کر خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئے۔

جب آپ ہجرت کے ارادے سے نکلے اور کفار مکہ کو علم ہوا تو سب نے آن کر گھیر لیا آپ نے اپنے ترکش سے تیر نکال لئے اور فرمایا: اے مکہ والو! تم خوب جانتے ہو کہ میں کیسا تیر انداز ہوں میرا ایک نشانہ بھی خطا نھیں جاتا جب تک یہ تیر ختم نہ ہوں گے میں تم کو چھیدتا رہوں گا اس کے بعد تلوار سے تم سے لڑوں گا اور اس میں بھی تم میں سے کسی سے کم نھیں ہوں جب تلوار کے بھی ٹکڑے ہو جائیں گے پھر تم میرے پاس آسکتے ہو پھر جو چاہو کر لو اگر یہ تمھیں منظور ہے تو ٹھیک، ورنہ سنو میں تمھیں اپنا کل مال دیئے دیتا ہوں سب لے لو اور مجھے جانے دو وہ مال لینے پر رضامند ہو گئے اور اس طرح آپ نے ہجرت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی وہاں بذریعہ وحی یہ آیت نازل ہو چکی تھی آپ کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مبارک باد دی۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک بڑی جماعت آپ کے استقبال کے لئے حرہ تک آئی اور مبارکبادیاں دیں کہ آپ نے بڑا اچھا بیوپار کیا بڑے نفع کی تجارت کی، آپ یہ سن کر فرمانے لگے: اللہ تعالیٰ آپ کی تجارتوں کو بھی نقصان والی نہ کرے آخر بتاؤ تو یہ مبارکبادیاں کیا ہیں ۔ ان بزرگوں نے فرمایا: آپ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی ہے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوشخبری سنائی۔

انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی شہادت قبول ہوگئی

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ غَابَ عَمِّي أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِينَ لَئِنِ اللهُ أَشْهَدَنِي قِتَالَ الْمُشْرِكِينَ لَيَرَيَنَّ اللهُ مَا أَصْنَعُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ وَانْكَشَفَ الْمُسْلِمُونَ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هَؤُلَاءِ يَعْنِي أَصْحَابَهُ وَأَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هَؤُلَاءِ يَعْنِي الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ يَا سَعْدُ بْنَ مُعَاذٍ الْجَنَّةَ وَرَبِّ النَّضْرِ إِنِّي أَجِدُ رِيحَهَا مِنْ دُونِ أُحُدٍ قَالَ سَعْدٌ فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا صَنَعَ قَالَ أَنَسٌ فَوَجَدْنَا بِهِ بِضْعًا وَثَمَانِينَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ أَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ أَوْ رَمْيَةً بِسَهْمٍ وَوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَقَدْ مَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُونَ فَمَا عَرَفَهُ أَحَدٌ إِلَّا أُخْتُهُ بِبَنَانِهِ قَالَ أَنَسٌ كُنَّا نُرَى أَوْ نَظُنُّ أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِيهِ وَفِي أَشْبَاهِهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے چچا انس بن نضر جنگ بدر میں

شریک نہ ہو سکے تھے، تو انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلی جنگ جو آپ ﷺ نے مشرکین سے کی ہے، میں اس میں شریک نہ تھا، اگر اللہ مجھے مشرکوں کی جنگ اب دکھا دے، تو بیشک اللہ آپ ﷺ کو دکھلا دے گا کہ میں کیا کیا کروں گا، جب جنگ احد کا دن آیا اور مسلمانوں نے فرار کیا، تو انھوں نے کہا: اے اللہ! میں تجھ سے اس حرکت کی عذر خواہی کرتا ہوں جو ان مسلمانوں نے کی ہے اور میں تیرے سامنے بیزاری ظاہر کرتا ہوں اس حرکت سے جو ان لوگوں نے کی ہے، اور جب وہ آگے بڑھے، تو سعد بن معاذ ان سے ملے، انھوں نے کہا: اے سعد! قسم ہے نضر کے پروردگار کی جنت قریب ہے، مجھے احد کی طرف سے جنت کی خوشبو آرہی ہے، سعد کہا کرتے تھے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگرچہ میں بھی عربی بہادر اور جانباز ہوں، لیکن انس نے جو کیا وہ میں نہیں کر سکتا، انس بن مالک کہتے ہیں: ہم نے اپنے چچا کو میدان جنگ میں اس طرح مقتول پایا کہ اسّی (۸۰) سے کچھ اوپر زخم تلوار کے اور نیزوں اور تیر کے ان کے جسم پر آئے تھے، اور مشرکوں نے ان کا مثلہ بھی کر دیا تھا (یعنی ان کے کان ناک وغیرہ کاٹ ڈالے تھے) اس سبب سے ان کی بہن کے سوا کسی نے ان کو نہیں پہچانا، انھوں نے ان کو ان کی انگلیوں سے پہچان لیا، انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے تھے، ہمیں خیال ہوتا ہے کہ یہ آیت ان کے اور ان جیسے مسلمانوں کے لئے نازل ہوئی ہے:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾

[الأحزاب: ۲۳]

"مومنوں میں سے (بہت سے) مردوں نے وہ بات سچ کر دکھائی جس پر انھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا، پس ان میں سے کوئی (تو شہادت پا کر) اپنی نذر پوری کر چکا ہے اور ان میں سے کوئی (اپنی باری کا) انتظار کر رہا ہے، انھوں نے (اپنے عہد میں) ذرا بھی تبدیلی نہیں کی۔"

انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی کرامت

وَقَالَ إِنَّ أُخْتَهُ وَهِيَ تُسَمَّى الرُّبَيِّعَ كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ امْرَأَةٍ فَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ أَنَسٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا فَرَضُوا بِالْأَرْشِ وَتَرَكُوا الْقِصَاصَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ

"انس کہتے ہیں کہ ان کی بہن نے جن کا نام ربیع تھا ایک عورت کے آگے والے دانت توڑ ڈالے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے قصاص کا حکم دے دیا تھا، انس بن نضر نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ قسم ہے اس کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو بھیجا ہے، میری بہن کے دانت تو توڑے نہیں جا سکتے، اس کے بعد مدعی لوگ دیت پر راضی ہو گئے اور قصاص انھوں نے معاف کر دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے بندوں میں بعض ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر قسم کھالیں تو وہ اس کو پورا کرتے ہے۔" [1]

جن کی توبہ قبول ہوئی ﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾

سورۃ توبہ میں جن کی توبہ قبولیت کا ذکر ہے، وہ تین آدمی یہ ہیں، سیدنا کعب

---

[1] رواه البخاري (٢٨٠٥) باب غزوة أحد، وفي الجهاد، باب قول الله تعالى: (من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه)، ومسلم (١٩٠٣) باب ثبوت الجنة للشهيد.

بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن الربیع رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں حضرات سے بائیکاٹ کا حکم دے دیا تھا یہاں تک کہ کوئی پچاس دن بعد ان کی توبہ قبول ہوئی، ان تینوں حضرات نے اگرچہ نہایت سچائی کے ساتھ اپنے جرم وقصور کا اقرار و اعتراف کرلیا لیکن ان کو اپنے قصور کی معافی فوراً نہیں ملی تھی، بلکہ ان کے معاملے کا فیصلہ آئندہ پر رکھا گیا تھا، یہ تینوں حضرات مخلص اور سچے ایماندار تھے۔

عبداللہ بن کعب جو اپنے والد (کعب بن مالک رضی اللہ عنہ) کو نابینا ہو جانے کی وجہ سے پکڑ کر چلایا کرتے تھے، فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا انھوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام لڑائیوں میں حاضر رہا۔ مگر تبوک اور بدر میں پیچھے رہ گیا، مگر بدر میں پیچھے رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا عتاب نہیں ہوا، جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض یہ تھی کہ قافلہ قریش کا تعاقب کیا جائے، دشمنوں کو اللہ تعالیٰ نے اچانک حائل کردیا اور جنگ ہوگئی، میں لیلۃ العقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے اسلام پر قائم رہنے کا عہد لیا اور مجھے تو لیلۃ العقبہ جنگ بدر کے مقابلہ میں عزیز ہے، اگرچہ جنگ بدر کو لوگوں میں زیادہ شہرت اور فضیلت حاصل ہے۔

اور جنگ تبوک میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے قبل کبھی میرے پاس دو سواریاں جمع نہیں ہوئی تھیں مگر اس غزوہ کے وقت میں دو سواریوں کا مالک بن گیا، اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ جب کہیں جنگ کا خیال کرتے تو صاف صاف پتہ نشان اور جگہ نہیں بتاتے تھے بلکہ کچھ گول مول الفاظ میں ظاہر کرتے تھے تاکہ کوئی دوسرا مقام سمجھتا رہے، غرض جب لڑائی کا وقت آیا تو گرمی بہت شدید تھی راستہ طویل اور بے آب و گیاہ تھا دشمن کی تعداد زیادہ تھی لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پورے طور پر آگاہ کردیا کہ ہم تبوک جا رہے ہیں تاکہ

تیاری کرلیں، اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کثیر تعداد میں مسلمان موجود تھے مگر کوئی ایسی کتاب وغیرہ نہیں تھی کہ اس میں سب کے نام لکھے ہوئے ہوں، کعب کہتے ہیں : کوئی مسلمان ایسا نہیں تھا کہ جو اس لڑائی میں شریک ہونا نہ چاہتا ہو مگر ساتھ ہی یہ خیال بھی کرتے تھے کہ کسی کی غیر حاضری رسول اللہ ﷺ کو اس وقت تک معلوم نہیں ہوسکتی جب تک کہ وحی نہ آئے، غرض رسول اللہ ﷺ نے لڑائی کی تیاریاں شروع کردیں اور یہ وقت تھا جب کہ میوہ پک رہا تھا اور سایہ میں بیٹھنا اچھا معلوم ہوتا تھا، سب تیاریاں کر رہے تھے مگر میں ہر صبح کو یہی سوچتا تھا کہ میں تیاری کرلوں گا کیا جلدی ہے میں تو ہر وقت تیاری کر سکتا ہوں، اسی طرح دن گزرتے رہے ایک روز صبح کو رسول اللہ ﷺ روانہ ہو گئے میں نے سوچا ان کو جانے دو اور میں دو ایک دن میں تیاری کر کے راستہ میں ان سے شامل ہو جاؤں گا غرض دوسری صبح کو میں نے تیاری کرنی چاہی مگر نہ ہو سکی اور میں یوں ہی رہ گیا تیسرے روز بھی یہی ہوا اور پھر میرا برابر یہی حال ہوتا رہا، اب سب لوگ بہت دور نکل چکے تھے میں نے کئی مرتبہ قصد کیا کہ آپ ﷺ سے جا کر مل جاؤں مگر تقدیر میں نہ تھا، کاش! ایسا کرلیتا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے چلے جانے کے بعد میں جب مدینہ میں چلتا پھرتا تو مجھ کو یا تو منافق نظر آتے یا وہ نظر آتے جو کمزور ضعیف اور بیمار تھے، مجھے بہت افسوس ہوتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے راستہ میں مجھے کہیں بھی یاد نہیں کیا۔

البتہ تبوک پہنچ کر جب سب لوگوں میں تشریف فرما ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کعب بن مالک کہاں ہیں؟ بنی سلمہ کے ایک آدمی عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے کہا : یا رسول اللہ ﷺ وہ تو اپنے حسن و جمال پر ناز کرنے کی وجہ سے رہ گئے ہیں تو معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا : تم نے اچھی بات نہیں کی۔ اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول! ہم تو انھیں اچھا آدمی جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر خاموش ہو رہے، کعب بن

مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آ رہے ہیں تو میں سوچنے لگا کہ کوئی ایسا حیلہ بہانہ ہاتھ آ جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ سے مجھے بچا سکے، پھر میں اپنے گھر کے سمجھدار لوگوں سے مشورہ کرنے لگا کہ اس سلسلہ میں کچھ تم بھی سوچو، مگر جب یہ بات معلوم ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے بالکل قریب آ گئے ہیں تو میرے دل سے اس حیلہ کا خیال دور ہو گیا اور میں نے یقین کر لیا کہ جھوٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ سے نہیں بچا سکے گا، صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لے آئے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ جب سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور دو رکعت نفل ادا فرماتے، اب جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے انھوں نے آنا شروع کیا اور اپنے اپنے عذر بیان کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے یہ لوگ اسی (۸۰) تھے یا اس سے کچھ زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کے عذر قبول کر لئے اور ان سے دوبارہ بیعت لی اور ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور ان کے دلوں کے خیالات کو اللہ کے حوالے کر دیا، کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بھی آیا، السلام علیکم کہا، آپ نے ایسی مسکراہٹ سے جس میں غصہ بھی جھلک رہا تھا جواب دیا اور فرمایا آؤ، میں سامنے جا کر بیٹھ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کعب تم کیوں پیچھے رہ گئے تھے؟ حالانکہ تم نے تو سواری کا بھی انتظام کر لیا تھا؟ میں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا درست ہے، میں اگر کسی اور کے سامنے ہوتا تو ممکن تھا کہ اس سے بہانہ وغیرہ کر کے چھوٹ جاتا کیونکہ میں بول بھی خوب سکتا ہوں مگر اللہ گواہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ اگر آج میں نے جھوٹ بول کر آپ کو راضی کر لیا تو کل اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا اس لئے میں سچ ہی بولوں گا چاہے آپ میرے اوپر غصہ ہی کیوں نہ فرمائیں، آئندہ کو تو اللہ کی مغفرت اور بخشش کی امید

رہے گی اللہ کی قسم میں قصور وار ہوں حالانکہ مال و دولت میں کوئی بھی میرے برابر نھیں ہے مگر میں یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی شریک نہ ہو سکا۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: کعب نے صحیح بات بیان کردی، اچھا جاؤ اور اللہ کے حکم کا اپنے حق میں انتظار کرو، غرض میں اٹھ کر چلا تو بنی سلمہ کے آدمی بھی میرے ساتھ ہو لئے اور کہنے لگے کہ ہم نے تو اب تک تمھارا کوئی گناہ نھیں دیکھا ہے تم نے بھی دوسرے لوگوں کی طرح رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی بہانہ پیش کردیا ہوتا حضور کی دعا مغفرت کے لئے کافی ہوتی، وہ برابر مجھے یہی سمجھاتے رہے یہاں تک کہ میرے دل میں یہ خیال آنے لگا کہ واپس رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤں اور پہلے والی بات کو غلط ثابت کر کے کوئی بہانہ پیش کردوں، پھر میں نے ان سے پوچھا: کیا کوئی اور بھی ہے جس نے میری طرح اپنے گناہ کا اعتراف کیا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں دو آدمی اور بھی ہیں جنھوں نے اقرار کیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان سے بھی وہی فرمایا ہے جو کہ تم سے ارشاد کیا ہے، میں نے ان کے نام پوچھے، تو انھوں نے بتایا: ایک مرارہ بن ربیع عمروی، دوسرے ہلال بن امیہ واقفی، یہ دونوں نیک آدمی تھے اور جنگ بدر میں شریک ہو چکے تھے مجھے ان سے ملنا اچھا معلوم ہوتا تھا، غرض ان دو آدمیوں کا نام سن کر مجھے اطمینان ہوگیا اور میں چل دیا، رسول اللہ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو منع فرمادیا تھا کہ ان تین آدمیوں سے کوئی کلام نہ کرے مگر دوسرے رہ جانے والے اور جھوٹے بہانے کرنے والوں کے لئے یہ حکم نھیں دیا تھا۔

آخر لوگوں نے ہم سے الگ رہنا شروع کردیا اور ہم ایسے ہو گئے جیسے ہمیں کوئی جانتا ہی نھیں ہے گویا آسمان و زمین بدل گئے ہیں غرض پچاس راتیں اسی حال میں گزر گئیں، میرے دونوں ساتھی تو گھر میں بیٹھ گئے مگر میں ہمت والا تھا نکلتا رہا نماز جماعت میں شریک ہوتا بازار وغیرہ جاتا مگر کوئی بات نھیں کرتا تھا، میں رسول

اللہ ﷺ کی خدمت میں بھی آیا آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم مصلے پر رونق افروز ہوتے، میں سلام کرتا اور مجھے ایسا شبہ ہوتا کہ آپ ﷺ کے ہونٹ ہل رہے ہیں شاید سلام کا جواب دے رہے ہیں، پھر میں آپ ﷺ کے قریب ہی نماز پڑھنے لگتا مگر آنکھ چرا کر آپ ﷺ کو بھی دیکھتا رہتا کہ آپ ﷺ کیا کرتے رہتے ہیں چنانچہ میں جب نماز میں ہوتا تو آپ ﷺ مجھے دیکھتے رہتے اور جب میری نظر آپ سے ملتی تو آپ ﷺ منہ پھیر لیا کرتے تھے، اس حال میں مدت گزر گئی اور میں لوگوں کی خاموشی سے عاجز آ گیا۔

اور پھر اپنے چچا زاد بھائی ابوقتادہ کے پاس باغ میں آیا اور سلام کیا اور اس سے مجھے بہت محبت تھی مگر اللہ کی قسم! اس نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا، میں نے کہا: اے ابوقتادہ تو مجھے اللہ اور اس کے رسول کا طرفدار جانتا ہے یا نہیں؟ مگر اس نے جواب نہ دیا۔ پھر میں نے قسم کھا کر یہی بات کہی مگر جواب ندارد! میں نے تیسری مرتبہ یہی کہا تو ابوقتادہ نے صرف اتنا جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو خوب معلوم ہے، پھر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا آنسو جاری ہو گئے اور میں واپس چل دیا۔

میں ایک دن بازار میں جا رہا تھا کہ ایک نصرانی کسان جو ملک شام کا رہنے والا تھا اور اناج فروخت کرنے آیا تھا وہ میرا پتہ لوگوں سے معلوم کر رہا تھا تو لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا کہ یہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، وہ میرے پاس آیا اور غسان کے نصرانی بادشاہ کا ایک خط مجھے دیا جس میں لکھا تھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمھارے رسول اللہ ﷺ تم پر بہت زیادتی کر رہے ہیں حالانکہ اللہ نے تم کو ذلیل نہیں بنایا ہے تم بہت کام کے آدمی ہو تم میرے پاس آ جاؤ ہم تم کو بہت آرام سے رکھیں گے، میں نے سوچا یہ دوہری آزمائش ہے اور پھر اس خط کو آگ کے تندور میں ڈال دیا ابھی صرف چالیس راتیں گزری تھیں اور دس باقی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کے قاصد

خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مجھ سے آ کر کہا: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: تم اپنی بیوی سے الگ رہو، میں نے کہا: کیا مطلب ہے؟ طلاق دے دوں یا کچھ اور؟ خزیمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بس الگ رہو اور مباشرت وغیرہ مت کرو، ایسا ہی حکم میرے دونوں ساتھیوں کو بھی ملا تھا، غرض میں نے بیوی سے کہا: تم اپنے رشتہ داروں میں جا کر رہو جب تک اللہ تعالیٰ میرا فیصلہ نہ فرما دے، کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول ﷺ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ میرا خاوند بہت بوڑھا ہے اگر میں اس کا کام کر دیا کروں تو کوئی برائی تو نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ نہیں مگر وہ صحبت نہیں کر سکتا، اس نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ اس میں تو ایسی خواہش ہی نہیں ہے اور جب سے یہ بات ہوئی ہے رو رہا ہے اور تب سے اس کا یہی حال ہے۔

کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھ سے کچھ میرے عزیزوں نے کہا: تم بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر اپنی بیوی کے بارے میں ایسی ہی اجازت حاصل کر لو تاکہ وہ تمھاری خدمت کرتی رہے جس طرح ہلال رضی اللہ عنہ کی بیوی کو اجازت مل گئی ہے میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں کبھی ایسا نہیں کر سکتا معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کیا فرمائیں میں نوجوان آدمی ہوں ہلال کی مانند ضعیف نہیں ہوں، غرض اس کے بعد وہ دس راتیں بھی گزر گئیں اور میں پچاسویں رات کو صبح کو نماز کے بعد اپنے گھر کے پاس بیٹھا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ زندگی اجیرن ہو چکی ہے اور زمین میرے لئے باوجود اپنی وسعت کے تنگ ہو چکی ہے کہ اتنے میں کوہ سلع پر سے کسی پکارنے والے نے پکار کر کہا: اے کعب بن مالک! (رضی اللہ عنہ) تم کو بشارت دی جاتی ہے، اس آواز کے سنتے ہی میں خوشی سے سجدہ میں گر پڑا اور یقین کر لیا کہ اب یہ مشکل آسان ہو گئی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر کے بعد لوگوں سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کا

قصور معاف کر دیا ہے، اب تو لوگ میرے پاس اور میرے ان ساتھیوں کے پاس خوشخبری اور مبارکباد کے لئے جانے لگے، اور ایک آدمی زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے کو بھگاتے میرے پاس آئے، اور ایک دوسرا آدمی بنی سلمہ کا سلع پہاڑ پر چڑھ گیا اس کی آواز جلدی میرے کانوں تک پہنچ گئی اس وقت میں اس قدر خوش ہوا کہ اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس کو دے دیے میرے پاس ان کے سوائی کوئی دوسرے کپڑے نہیں تھے، میں نے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے دو کپڑے لے کر پہنے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانے لگا راستہ میں لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو مجھے مبارکباد دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ انعام تمھیں مبارک ہو، کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں مسجد میں گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور دوسرے لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے، طلحہ بن عبید اللہ مجھے دیکھ کر دوڑے مصافحہ کیا پھر مبارک باد دی، مہاجرین میں سے یہ کام صرف طلحہ رضی اللہ عنہ نے کیا، اللہ گواہ ہے کہ میں ان کا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا، کعب کہتے ہیں: پھر جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے کعب! یہ دن تمھیں مبارک ہو جو سب دنوں سے اچھا ہے تمھاری پیدائش سے لے کر آج تک، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ معافی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف کیا گیا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تھے تو چہرہ مبارک چاند کی طرح چمکنے لگتا تھا اور ہم آپ کی خوشی کو پہچان جاتے تھے، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی اس نجات اور معافی کے شکریہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خیرات نہ کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تھوڑا کرو اور کچھ اپنے لئے بھی رکھو کیونکہ یہ تمھارے لئے فائدہ

مند ہے، میں نے عرض کیا: ٹھیک ہے میں اپنا خیبر کا حصہ روک لیتا ہوں، پھر میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے سچ بولنے کی وجہ سے نجات پائی ہے اب میں تمام زندگی سچ ہی بولوں گا، اللہ کی قسم! میں نہیں کہہ سکتا کہ سچ بولنے کی وجہ سے اللہ نے کسی پر ایسی مہربانی فرمائی ہو جیسی مجھ پر کی ہے، اس وقت سے جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سچی بات کہہ دی پھر اس وقت سے اب تک میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، اور میں امید کرتا ہوں کہ زندگی بھر اللہ مجھے جھوٹ سے بچائے گا، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ﴾۔ [التوبہ:۱۱۷]

"اللہ نے نبی کو اور مہاجرین و انصار کو معاف کر دیا"

اللہ کی قسم! قبول اسلام کے بعد اس سے بڑھ کر میں نے کوئی انعام اور احسان نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے مجھے سچ بولنے کی توفیق دے کر ہلاک ہونے سے بچا لیا ورنہ دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی تباہ اور ہلاک ہو جاتا جنھوں نے آپ ﷺ سے جھوٹ بولا جھوٹے حلف اٹھائے تو پھر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ﴾۔ [التوبہ:۹۵]

"جب تم ان کے پاس لوٹ کر آؤ گے تو وہ تمھارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے اعراض کرو۔ سو تم ان سے اعراض ہی کرو کیونکہ وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ یہ ان کے کاموں کا بدلہ ہے جو وہ کرتے رہے۔"

کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم تینوں ان منافقوں سے علیحدہ رہے جنھوں نے نہ جانے کتنے بہانے بنائے اور جھوٹے حلف اٹھائے اور رسول اللہ ﷺ نے

ان کی بات کو قبول کرلیا اور ان سے بیعت لے لی اور دعائے مغفرت فرمائی مگر ہمارا معاملہ چھوڑ دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ ۔[التوبہ:۱۱۸]

"اور ان تین آدمیوں پر بھی (مہربانی کی) جن کا معاملہ ملتوی رکھا گیا تھا۔ حتیٰ کہ زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی اپنی جانیں بھی تنگ ہوگئیں اور انھیں یہ یقین تھا کہ اللہ کے سوا ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ۔ پھر اللہ نے ان پر مہربانی کی تا کہ وہ توبہ کریں ۔ اللہ تعالیٰ یقینا توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔"

ان تین کو معاف کیا جو پیچھے رہ گئے تھے، اس سے وہ لوگ مراد نہیں ہیں جو جان بوجھ کر رہ گئے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہم ان سے پیچھے رہے جنھوں نے قسمیں کھائیں عذر بیان کئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے عذر کو قبول کر لیا۔ [1]

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم تین آدمیوں کے لیے، جن کا معاملہ التواء میں ڈال دیا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے معافی کا حکم اتارا اور باقی جن لوگوں نے جھوٹے بہانے تراشے تھے ان کا ذکر بری طرح کیا گیا، اتنا برا ذکر اللہ نے اور کسی کا نہیں کیا۔ فرمایا:

﴿يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ [التوبہ:۹۴]

---

[1] صحیح البخاری ٤٤١٨ باب حدیث کعب بن مالک. وفی باب (وعلی الثلاثة الذین خلفوا) ومسلم رقم(۲۷٦۹)فی التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالک.]

”جب تم ان کے پاس واپس آ ؤ گے تو وہ آپ کے سامنے معذرت شروع کر دیں گے۔ آپ ان سے کہہ دیجیے بہانے نہ بناؤ، ہم تمھاری باتوں پر یقین نہیں کریں گے۔ کیونکہ اللہ نے ہمیں تمھارے حالات بتلا دیے ہیں۔ اور آئندہ بھی اللہ اور اس کا رسول تمھارے کام دیکھ لیں گے، پھر تم ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔“

[صحیح بخاری کتاب التفسیر]

اونگھ نازل کی صحابہ کو امن دینے کے لیے

﴿اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ﴾۔ [الانفال (۱۱)]

”جب اس نے اپنی طرف سے (تمھیں) امن وسکون (فراہم کرنے) کے لئے تم پر غنودگی طاری فرما دی اور تم پر آسمان سے پانی اتارا تا کہ اس کے ذریعے تمھیں (ظاہری و باطنی) طہارت عطا فرما دے اور تم سے شیطان (کے باطل وسوسوں) کی نجاست کو دور کر دے اور تمہارے دلوں کو (قوت یقین) سے مضبوط کر دے اور اس سے تمہارے قدم (خوب) جما دے۔“

عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ فِيمَنْ تَغَشَّاهُ النُّعَاسُ يَوْمَ أُحُدٍ حَتَّى سَقَطَ سَيْفِي مِنْ يَدِي مِرَارًا يَسْقُطُ وَآخُذُهُ وَيَسْقُطُ فَآخُذُهُ

”ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ان لوگوں میں تھا جنھیں غزوہ احد کے موقع پر اونگھ نے آگھیرا تھا اور اسی حالت میں میری تلوار کئی مرتبہ (ہاتھ سے چھوٹ کر بے اختیار) گر پڑی تھی۔ میں اسے اٹھا لیتا، پھر گر جاتی اور میں اسے پھر اٹھا لیتا۔“

[صحیح بخاری (٤٠٦٨) باب ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُعَاسًا يَغْشَى طَائِفَةً]

حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

جنگ بدر میں فرشتوں کے ساتھ مدد کے علاوہ یہ دوسری مدد تھی۔ یہ اونگھ دو طرح سے آئی، ایک تو یہ کہ جس رات کی صبح کو لڑائی ہونے والی تھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خوب سوئے، حالانکہ دشمن کی فکر لگی ہوئی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند بھیج دی، تاکہ وہ تازہ دم ہو جائیں اور دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”بدر کے دن مقداد رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی کے پاس گھوڑا نہیں تھا، میں نے دیکھا کہ ہم میں سے ہر شخص سو رہا تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے نماز پڑھتے رہے اور رو رو کر دعائیں کرتے رہے، حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔“

[أحمد: ١/١٢٥، ح: ١٠٢٣، قال شعیب أرنؤوط إسنادہ صحیح]

اس نیند کے ساتھ مسلمان تازہ دم ہو گئے۔ دوسرا یہ کہ لڑائی سے پہلے میدان میں آنے پر تمام مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے اونگھ طاری کر دی، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لڑائی کے دوران میں اونگھ طاری ہونے کا واقعہ جنگ احد میں بھی پیش آیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآىِٕفَةً مِّنْكُمْ﴾۔ [آل عمران: ١٥٤]

”پھر اس غم کے بعد اس نے تم پر ایک امن نازل فرمایا، جو ایک اونگھ تھی، جو تم میں سے کچھ لوگوں پر چھا رہی تھی۔“

یہاں مذکور آیت ﴿اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ﴾ میں یہ معاملہ بدر کے دن پیش آیا، جس سے مسلمانوں کے دلوں سے دشمن کا خوف ختم ہو گیا اور امن و اطمینان کی کیفیت پیدا ہوگئی۔“ سبھی شرکاء پر ایک ہی وقت میں اونگھ طاری کرنا، جس سے وہ بے سدھ ہو کر سو بھی نہ جائیں، بلکہ دشمن کی حرکت پر فوراً متحرک ہو جائیں اور اس اونگھ کی برکت سے انھیں ہر قسم کے خطرے سے بے خوف کر کے امن عطا کرنا، یقیناً

ایک عظیم معجزہ تھا۔ اہل علم فرماتے ہیں، لڑائی کے دوران میں اونگھ آنا اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہوتی ہے۔

﴿الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ﴾

ابوبکر رضی اللہ عنہ کمزور غلاموں کو خرید کر آزاد کرتے تھے، ان کے والد نے ان سے کہا بیٹے! کاش تم ایسے غلاموں کو خرید کر آزاد کرتے جو تمھارے دست و بازو بنتے یا تمھارا سہارا بنتے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے سہارے کی ضرورت نہیں ہے، اسی بات میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ○ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ ○ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ○ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ﴾

[اللیل: ۱۸تا۲۱]

"جو اپنا مال (اللہ کی راہ میں) دیتا ہے کہ (اپنے جان و مال کی) پاکیزگی حاصل کرے۔ اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جا رہا ہو۔ مگر (وہ) صرف اپنے ربِ عظیم کی رضا جوئی کے لئے (مال خرچ کر رہا ہے)۔ اور عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے عطاء کا قول ہے کہ جب بلال رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو وہ بتوں کی طرف گئے اور ان کے اوپر پاخانہ کر دیا، بلال رضی اللہ عنہ عبداللہ بن جدعان کے غلام تھے، مشرکوں نے اس سے بلالؓ کی اس حرکت کی شکایت کی، اس نے بلال رضی اللہ عنہ کو ان کے حوالے کر دیا اور سو اونٹ بتوں پر قربانی کے لیے دیے، انھوں نے بلال رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا اور اسے تپتی ریت پر لٹا کر عذاب دینے لگے، وہ برابر احد احد کہتے جاتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اس پر ہوا تو آپ نے فرمایا: تجھے احد احد کہنا نجات دلائے گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتایا بلال رضی اللہ عنہ کو اللہ

واسطے عذاب دیا جا رہا ہے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رطل بھر سونا لیا اور اس سے بلال رضی اللہ عنہ کو خرید لیا تو مشرکوں نے کہا: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کام یونہی نہیں کیا ضرور ان پر بلال کا کوئی احسان ہوگا، اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی:

﴿الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى ○ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ○ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ○ وَلَسَوْفَ یَرْضٰى﴾

[اللیل ۱۸تا۲۱]

”جو اپنا مال (اللہ کی راہ میں) دیتا ہے کہ (اپنے جان و مال کی) پاکیزگی حاصل کرے۔ اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جا رہا ہو۔ مگر (وہ) صرف اپنے رب عظیم کی رضا جوئی کے لئے (مال خرچ کر رہا ہے)۔ اور عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔“

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: اکثر مفسرین کہتے ہیں: یہ آیتیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہیں یہاں تک کہ بعض مفسرین نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ بیشک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس میں داخل ہیں اور اس کی عمومیت میں ساری امت سے پہلے ہیں، گو الفاظ آیت کے عام ہیں لیکن آپ سے اول اس کے مصداق ہیں ان تمام اوصاف میں اور کل کی کل نیکیوں میں سب سے پہلے اور سب سے آگے اور سب سے بڑھے چڑھے ہوئے آپ ہی تھے آپ صدیق تھے پرہیزگار تھے بزرگ تھے سخی تھے۔ آپ مالوں کو اپنے مولا کی اطاعت میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد میں دل کھول کر خرچ کرتے رہتے تھے ہر ایک کیساتھ احسان وسلوک کرتے اور کسی دنیوی فائدے کی چاہت پر نہیں کسی کے احسان کے بدلے نہیں بلکہ صرف اللہ کی مرضی کے لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کے لیے جتنے لوگ تھے خواہ بڑے ہوں خواہ چھوٹے سب پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے احسانات کے بار تھے

یہاں تک کہ عروہ بن مسعود جو قبیلہ ثقیف کا سردار تھا صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جبکہ صدیق نے اسے ڈانٹا ڈپٹا اور دو باتیں سنائیں تو اس نے کہا: اگر آپ کے احسان مجھ پر نہ ہوتے جس کا بدلہ میں نہیں دے سکا تو میں آپ کو ضرور جواب دیتا پس جبکہ عرب کے سردار اور قبائل عرب کے بادشاہ کے اوپر آپ کے اس قدر احسان تھے کہ وہ سر نہیں اٹھا سکتا تھا تو بھلا اور تو کہاں؟ اسی لیے یہاں بھی فرمایا گیا کہ کسی پر احسان کا بدلہ انھیں دینا نہیں بلکہ صرف دیدار الٰہی کی خواہش ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ نُودِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ کے راستے میں دو چیزیں خرچ کرے گا اسے فرشتے جنت کے دروازوں سے بلائیں گے کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ اچھا ہے پھر جو شخص نمازی ہوگا اسے نماز کے دروازہ سے بلایا جائے گا، جو مجاہد ہوگا اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے جو روزہ دار ہوگا اسے باب الریان سے بلایا جائے گا، اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والا ہوگا اسے زکوٰۃ کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں یا رسول

اللہ! جو لوگ ان دروازوں (میں سے کسی ایک دروازہ) سے بلائے جائیں گے مجھے ان سے بحث نہیں، آپ یہ فرمائیں کہ کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی انھیں میں سے ہوں گے۔" (صحیح بخاری: ۱۸۹۷)

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شجاعت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ یہود کی درس گاہ میں تشریف لے گئے وہاں آپ نے چند یہودیوں کو ایک شخص فنحاص بن عازورا کے پاس جمع دیکھا جو کہ ان کے علماء میں سے تھا آپ نے اس سے کہا اللہ سے ڈر اور اسلام قبول کر لے، اللہ کی قسم تو جانتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، وہ تمھارے پاس اللہ کی جانب سے حق لائے ہیں جسے تم اپنی کتاب تورات میں لکھا ہوا پاتے ہو، پس تو آپ پر ایمان لے آ اور ان کی تصدیق کر اور اللہ کو قرض حسنہ دے تو جنت میں داخل ہو جائے گا اور اللہ تجھے دوگنا ثواب دے گا، اس پر فنحاص کہنے لگا اے ابوبکر تو گمان کرتا ہے کہ ہمارا رب ہم سے قرض مانگتا ہے حالانکہ فقیر غنی سے مانگتا ہے اگر جو تو کہتا ہے سچ ہے تب تو اللہ فقیر ہوا اور ہم غنی ہوئے، کیونکہ اگر وہ غنی ہوتا تو ہم سے قرض نہ مانگتا، ابوبکر یہ سن کر غصہ میں آگئے آپ نے اس کے چہرے پر زوردار طمانچہ مارا اور کہا اے اللہ کے دشمن اللہ کی قسم اگر ہمارے اور تمھارے درمیان معاہدہ نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ فنحاص نے رسول اللہ کے پاس آ کر کہا اے محمد آپ دیکھ رہے ہیں: آپ کے ساتھی نے میرے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے رسول اللہ نے ابوبکر سے پوچھا تمھیں اس کام پر کس چیز نے برانگیختہ کیا تو انھوں نے جواب دیا یا رسول اللہ اس اللہ کے دشمن نے بہت بری بات کی ہے اس نے کہا: اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں مجھے اللہ کی خاطر غصہ آگیا اور میں نے اس وجہ سے اس کے چہرے پر طمانچہ مار دیا، فنحاص نے اس بات کا انکار

کر دیا تو اللہ نے اس کی تردید اور ابو بکر کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ ۔[آل عمران:۱۸۱]

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بات سن لی جنھوں نے کہا تھا: اللہ تو محتاج ہے اور ہم غنی ہیں، جو کچھ انھوں نے کہا ہے اسے ہم لکھ رکھیں گے اور جو وہ انبیاء کو ناحق کرتے رہے (وہ بھی لکھ رکھا ہے) ہم (قیامت کے دن ان سے) کہیں گے کہ اب جلا دینے والے عذاب کا مزا چکھو

[تفسیر قرطبی،٤ـ١٢٩،زاد المیسر ١ـ٥١٤،ابن کثیر.]

بدر میں مبارزت کرنے والے

﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ﴾ ۔[الحج:١٩]

”یہ دو جھگڑنے والے (گروہ) ہیں انھوں نے جھگڑا کیا اپنے رب کے بارے میں۔“

پہلا غزوہ جس میں رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں دو بدو جنگ ہوئی غزوۂ بدر تھا، جس میں سب سے پہلے میدان میں نکلنے والے حمزہ بن عبد المطلب، عبیدہ بن حارث اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے، جو اپنے قریب ترین رشتہ داروں عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ کے مقابلے میں نکلے تھے۔ چنانچہ اس آیت کا اولین مصداق یہی تین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْنَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ

”قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت ہمارے حق

میں نازل ہوئی ہے:

﴿هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِیۡ رَبِّهِمۡ﴾. [الحج:١٩]

"یہ دو جھگڑنے والے (گروہ) ہیں انھوں نے جھگڑا کیا اپنے رب کے بارے میں۔"

عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يُقْسِمُ قَسَمًا إِنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ نَزَلَتْ فِي الَّذِينَ بَرَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةَ وَعَلِيٍّ وَعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَعُتْبَةَ وَشَيْبَةَ ابْنَيْ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ

"قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو قسم کھا کر کہتے ہوئے سنا: یہ آیت

﴿هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِیۡ رَبِّهِمۡ﴾. [الحج:١٩]

"یہ دو جھگڑنے والے (گروہ) ہیں انھوں نے جھگڑا کیا اپنے رب کے بارے میں۔"

ان لوگوں کے حق میں اتری جو بدر کے روز لڑنے کے لئے اترے تھے، حمزہ علی اور عبیدہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مسلمانوں کی طرف سے، اور عتبہ و شیبہ جو ربیعہ کے بیٹے تھے اور ولید بن عتبہ یہ کافروں کی طرف سے تھے۔ ❶

اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں پہلا شخص ہوں جو قیامت کے دن اس جھگڑے کے لیے رحمٰن کے سامنے دونوں زانوؤں کے بل بیٹھوں گا اور اپنا مقدمہ پیش کروں گا۔" ❷

---

❶ رواه البخاري (٣٩٦٩) في قصة غزوة بدر. (٤٧٤٣) في تفسير سورة الحج، باب (هذان خصمان اختصموا في ربهم)۔ مسلم: ٣٠٣٣]

❷ صحيح بخاري، التفسير، باب (هٰذان خصمان اختصموا في ربهم): ٤٧٤٤]

ان تینوں حضرات کے بعد قیامت تک آنے والے وہ تمام مجاہد بھی اس آیت میں شامل ہیں جنھوں نے توحید کی خاطر کفار سے جہاد کیا یا کریں گے۔

بنی سلمہ اور بنی حارثہ کا اللہ تعالیٰ دوست ہے

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِينَا إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا بَنِي سَلِمَةَ وَبَنِي حَارِثَةَ وَمَا أُحِبُّ أَنَّهَا لَمْ تَنْزِلْ وَاللهُ يَقُولُ وَاللهُ وَلِيُّهُمَا

"جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سورۃ آل عمران کی مندرجہ بالا آیت میں دو گروہ سے بنی سلمہ اور بنی حارثہ مراد ہیں، اور یہ آیت نازل ہونا مجھے پسند ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کی مدد کا وعدہ کیا ہے۔"

أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: فِينَا نَزَلَتْ: (إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا، وَاللهُ وَلِيُّهُمَا) (آل عمران:۱۲۲) قَالَ: نَحْنُ الطَّائِفَتَانِ بَنُو حَارِثَةَ، وَبَنُو سَلِمَةَ وَمَا نُحِبُّ ـ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً ـ وَمَا يَسُرُّنِي أَنَّهَا لَمْ تُنْزَلْ لِقَوْلِ اللهِ: (وَاللهُ وَلِيُّهُمَا)

"جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قرآن کی یہ آیت ہمارے حق میں نازل کی گئی تھیں کیونکہ ہمارے ہی دو گروہ تھے۔ ایک بنی سلمہ، ایک بنی حارثہ، ہم اس آیت کے نزول کو اچھا خیال کرتے ہیں اگرچہ اس میں ہماری کمزوری کا ذکر ہے مگر ﴿وَاللهُ وَلِيُّهُمَا﴾ کی وجہ سے ہم خوش ہیں اور ہم کو اس وجہ سے خوشی ہوئی کہ اللہ ہمارا محافظ اور مددگار ہے۔"

[رواہ البخاری: ٤٥٥٨ باب (إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا) (آل عمران:١٢٢)]

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقُولُ لِأَحَدٍ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا لِعَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ وَفِيهِ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى مِثْلِهِ الْآيَةَ قَالَ لَا أَدْرِي قَالَ مَالِكٌ الْآيَةَ أَوْ فِي الْحَدِيثِ

"سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سوائے عبداللہ بن سلام کے روئے زمین پر چلنے والوں میں سے کسی کے متعلق میں نے نبی ﷺ سے یہ نہیں سنا کہ وہ اہل جنت سے ہے، سعد بن وقاص فرماتے ہیں: انھی کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے:

﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى مِثْلِهِ﴾ [الاحقاف:۱۰]

"بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے گواہی دی۔

[رواہ البخاری (۳۸۱۲) بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ]

حافظ عبد السلام حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

اس آیت میں ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ سے کون مراد ہے؟ مفسرین کے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ سب سے مشہور قول یہ ہے کہ اس سے مراد عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس کی دلیل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو عبد اللہ بن سالم کے سوا کسی ایسے شخص کے بارے میں جو زمین پر چل پھر رہا ہو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ وہ جنتیوں میں سے ہے۔"

سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انھی کے بارے میں یہ آیت اتری:

﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى مِثْلِهِ﴾

"اور بنی اسرائیل میں سے ایک شہادت دینے والے نے اس جیسے (قرآن) کی شہادت دی۔"

مگر اس میں یہ اشکال ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔ (تو اس کا جواب یہ ہے کہ) بیشک سورت مکی ہے مگر یہ آیت مدنی ہوسکتی ہے، یا ہوسکتا ہے کہ مکہ میں پہلے ہی بنی اسرائیل میں سے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جنھوں نے بنی اسرائیل میں سے رسول اللہ ﷺ کے حق ہونے کی شہادت دی اور آپ پر ایمان لائے۔ کیونکہ اصول تفسیر میں یہ بات طے ہے کہ بعض اوقات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ فرماتے ہیں: یہ آیت فلاں مسئلے یا فلاں شخص کے بارے میں اتری، حالانکہ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ آیت اس شخص یا اس مسئلے پر منطبق ہوتی اور صادق آتی ہے۔

میں، عثمان، طلحہ اور زبیر (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ان ہی میں سے ہیں

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ﴾ ۔ [الحجر:٤٧]

”ان کے دلوں میں اگر کچھ کدورت ہوئی بھی تو ہم اسے نکال دیں گے اور وہ بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے۔“

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ہم اہل بدر کے حق میں نازل ہوا اور یہ بھی آپ فرمایا: مجھے امید ہے کہ میں اور عثمان اور طلحہ اور زبیر (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ان میں سے ہوں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ﴾

علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد نے رفض کی بیخ و بنیاد کا قلع قمع کر دیا۔ [1]

جو بھی درخت کاٹا یا باقی رکھا یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے تھا

﴿مَا قَطَعْتُم مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ﴾ ۔ [الحشر:٥]

---

[1] اس روایت کو ابو نعیم نے الفتن میں اور سعید بن منصور ' ابن ابی شیبہ ' طبرانی اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے۔

"(مومنو) تم نے کھجور کے جو بھی درخت کاٹے یا انھیں اپنی جڑوں پر قائم رہنے دیا تو یہ سب کچھ اللہ ہی کا حکم تھا اور یہ اس لیے ہوا کہ اللہ فاسقوں کو رسوا کرے۔

مدینہ کے گرد بنونضیر کا ایک نہایت خوبصورت باغ تھا۔ جسے بویرہ کہتے تھے اس میں بہت سے کھجوروں کے درخت تھے۔ جب مسلمانوں نے بنونضیر کا محاصرہ کرنا چاہا تو یہ درخت محاصرہ میں آڑے آرہے تھے۔ چنانچہ جو جو درخت رکاوٹ بن سکتے تھے مسلمانوں نے ان کو کاٹ کر اور جہاں زیادہ گنجان تھے وہاں انھیں آگ لگا کر محاصرہ کرنے کے لیے اپنی راہ صاف کر لی۔ جب آگ کے شعلوں نے اس باغ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس وقت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا:

وَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ

"بنی لؤی (قریش) کے سردار یہ بات معمولی سمجھ کر برداشت کر رہے تھے کہ بویرہ کا باغ پوری طرح آگ کی لپیٹ میں آکر جل رہا ہے۔" [1]

جب راستہ صاف کرنے کی خاطر مسلمانوں نے یہ درخت کاٹے تو اس پر مخالفین نے ایک شور بپا کر دیا کہ دیکھو مسلمان درختوں کو کاٹ کر فساد فی الارض کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ اصلاح فی الارض کے دعویدار بنے پھرتے ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: تم نے جو بھی کھجوروں کا درخت کاٹا یا اسے اپنی جڑوں پر برقرار رہنے دیا تو یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے تھا۔ یہ آیت نازل فرمائی:

﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ﴾

اس نے کاٹنے سے منع کرنے والے کی بھی تصدیق کر دی اور کاٹنے والے کے

---

[1] رواه البخاري (٢٣٢٦)، باب قطع الشجر والنخيل، ومسلم رقم (١٧٤٦) في الجهاد، باب جواز قطع أشجار الكفار وتحريقها.]

لے حلت بھی بیان کر دی اور یہ خبر دی کہ ان درختوں کو کاٹنا اور ان کی حالت پر چھوڑ دینا دونوں اللہ کے حکم سے تھے۔ ❶

رسول اللہ نے مسلمانوں کو جنگ کے موقعوں پر درخت کاٹنے سے منع کیا تھا اور اسے فساد فی الارض قرار دیا تھا۔ مگر بنونضیر کی مسلسل بدعہدیوں کی وجہ سے ان کا استیصال ضروری ہوگیا۔ لہٰذا اس خاص موقع کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی تھی۔ تخریبی کاروائی جنگی ضروریات کے لیے ناگزیر ہو وہ فساد فی الارض کی تعریف میں نہیں آتی۔ ❷

بنونضیر کے درختوں کے کاٹنے کا تفصیلی واقعہ

غزوہ بنونضیر کا مختصر قصہ اور سبب یہ ہے کہ مشرکوں نے دھوکہ بازی سے صحابہ کرام کو بیئر معونہ میں شہید کر دیا ان کی تعداد ستر تھی ان میں سے ایک عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ بچ کر بھاگ نکلے مدینہ شریف کی طرف آئے، آتے آتے موقع پا کر انھوں نے قبیلہ بنو عامر کے دو شخصوں کو قتل کر دیا حالانکہ یہ قبیلہ رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ کر چکا تھا اور آپ نے انھیں امن و امان دے رکھا تھا لیکن اس کی خبر عمرو کو نہ تھی، جب یہ مدینے پہنچے اور رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تم نے انھیں قتل کر ڈالا اب مجھے ان کے وارثوں کو دیت یعنی جرمانہ قتل ادا کرنا پڑے گا، بنو نضیر اور بنو عامر میں بھی حلف و عقد اور آپس میں مصالحت تھی اس لئے رسول اللہ ﷺ ان کی طرف چلے تاکہ کچھ یہ دیں کچھ آپ دیں اور بنو عامر کو راضی کر لیا جائے۔

قبیلہ بنونضیر کی گڑھی مدینہ کے مشرق کی جانب کئی میل کے فاصلے پر تھی جب آپ یہاں پہنچے تو انھوں نے کہا: ہاں! رسول اللہ ﷺ ہم موجود ہیں ابھی ابھی

❶ سنن ترمذی (۳۳۰۳) باب وَمِنْ سُورَةِ الْحَشْرِ، (نیسابوری ۳۴۳، سیوطی ۲۹۰.]

❷ صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب حدیث بنی نضیر (۴۰۳۱) مسلم۔ کتاب الجهاد۔ باب اجلاء الیهود من الحجاز]

جمع کر کے اپنے حصے کے مطابق آپ کی خدمت میں حاضر کرتے ہیں، ادھر آپ سے ہٹ کر یہ لوگ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اس سے بہتر موقع کب ہاتھ لگے گا۔ اس وقت آپ قبضے میں ہیں آؤ کام تمام کر ڈالو، چنانچہ یہ مشورہ ہوا کہ جس دیوار سے آپ لگے بیٹھے ہیں اس گھر پر کوئی چڑھ جائے اور وہاں سے بڑا سا پتھر آپ ﷺ پر پھینک دے کہ آپ ﷺ دب جائیں، عمرو بن مجاش بن کعب اس کام پر مقرر ہوا اس نے آپ کی جان لینے کا بیڑا اٹھایا اور چھت پر چڑھ گیا چاہتا تھا کہ پتھر لڑھکا دے اتنے میں اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ آپ یہاں سے اٹھ کھڑے ہوں چنانچہ آپ فوراً ہٹ گئے اور یہ بدباطن اپنے برے ارادے میں ناکام رہے۔ آپ کے ساتھ اس وقت چند صحابہ تھے، مثلاً ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ وغیرہ آپ یہاں سے فوراً مدینہ کی طرف چل پڑے، ادھر جو صحابہ آپ کے ساتھ نہ تھے اور مدینہ میں آپ کے منتظر تھے انھیں دیر لگنے کے باعث خیال ہوا اور وہ آپ کو ڈھونڈنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے لیکن ایک شخص سے معلوم ہوا کہ آپ مدینہ شریف پہنچ گئے ہیں، چنانچہ یہ لوگ وہیں آئے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کیا واقعہ ہے؟

آپ نے سارا قصہ کہہ سنایا اور حکم دیا کہ جہاد کی تیاری کرو مجاہدین نے کمریں باندھ لیں اور اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہوئے۔ یہودیوں نے لشکروں کو دیکھ کر اپنے قلعہ کے پھاٹک بند کر دیے اور پناہ گزین ہوگئے آپ نے محاصرہ کر لیا پھر حکم دیا کہ ان کے کھجور کے درخت جو آس پاس ہیں وہ کاٹ دیے جائیں اور جلا دیے جائیں، اب تو یہود چیخنے لگے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ تو زمین میں فساد کرنے سے اوروں کو روکتے تھے اور فسادیوں کو برا کہتے تھے پھر یہ کیا ہونے لگا؟ پس ادھر تو درخت کٹنے کا غم، ادھر جو کمک آنے والی تھی اس کی طرف سے مایوسی ان دونوں چیزوں نے ان یہودیوں کی کمر توڑ دی۔

کمک کا واقعہ یہ ہے کہ بنو عوف بن خزرج کا قبیلہ جس میں عبداللہ بن ابی بن سلول اور ودیعہ بن مالک، ابن ابو قوقل اور سوید اور داعس وغیرہ تھے ان لوگوں نے بنونضیر کو کہلوا بھیجا تھا کہ تم مقابلے پر جمے رہو اور قلعہ خالی نہ کرو ہم تمھاری مدد پر ہیں تمھارا دشمن ہمارا دشمن ہے ہم تمھارے ساتھ مل کر اس سے لڑیں گے اور اگر تم نکلے تو ہم بھی نکلیں گے، لیکن اب تک ان کا یہ وعدہ پورا نہ ہوا اور انھوں نے یہودیوں کی کوئی مدد نہ کی، ادھر ان کے دل مرعوب ہوگئے تو انھوں نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہماری جان بخشی کیجیے ہم مدینہ چھوڑ جاتے ہیں لیکن ہم اپنا جو مال اونٹوں پر لاد کر لے جاسکیں وہ ہمیں دے دیا جائے آپ نے ان پر رحم کھا کر ان کی یہ درخواست منظور فرمالی اور یہ لوگ یہاں سے چلے گئے جاتے وقت اپنے دروازں تک کو اکھیڑ کر لے گئے گھروں کو گرا گئے اور شام اور خیبر میں جا کر آباد ہوگئے، ان کے باقی کے مال، خاص رسول اللہ ﷺ کے ہوگئے کہ آپ جس طرح چاہیں انھیں خرچ کریں چنانچہ آپ نے مہاجرین اولین کو یہ مال تقسیم کردیا، ہاں انصار میں سے صرف دو شخصوں کو یعنی سہل بن حنیف اور ابو دجانہ سماک بن خرشہ کو دیا اس لئے کہ یہ دونوں حضرات مساکین تھے۔

بنونضیر کے ان قلعوں کا محاصرہ صرف چھ روز رہا تھا، محاصرین کو قلعہ کی مضبوطی یہودیوں کی زیادتی یکجہتی منافقین کی سازشیں اور خفیہ چالیں وغیرہ دیکھ کر ہرگز یہ یقین نہ تھا کہ اس قدر جلد یہ قلعہ خالی کردیں گے ادھر خود یہود بھی اپنے قلعہ کی مضبوطی پر نازاں تھے اور جانتے تھے کہ وہ ہر طرح محفوظ ہیں، لیکن امر اللہ ایسی جگہ سے آگیا جو ان کے خیال میں بھی نہ تھی، یہی دستور اللہ کا ہے کہ مکار اپنی مکاری میں ہی رہتے ہیں اور بے خبر ان پر عذاب الٰہی آجاتا ہے، ان کے دلوں میں رعب چھا گیا بھلا رعب کیوں نہ چھاتا محاصرہ کرنے والے وہ تھے جنھیں اللہ کی طرف سے رعب دیا گیا تھا کہ دشمن مہینہ بھر کی راہ پر ہو اور وہیں اس کا دل دہلنے لگا تھا۔

"لینہ" کہتے ہیں اچھی کھجوروں کے درختوں کو عجوہ اور برنی جو کھجور کی قسمیں ہیں بقول بعض وہ لینہ میں داخل نہیں۔ اور بعض کہتے ہیں صرف عجوہ اس میں داخل نہیں اور بعض کہتے ہیں ہر قسم کی کھجوریں اس میں داخل ہیں جن میں بویرہ بھی داخل ہے، یہودیوں نے جو بطور طعنہ کے کہا تھا کہ کھجوروں کے درخت کٹوا کر اپنے قول کے خلاف فعل کر کے زمین میں فساد کیوں پھیلاتے ہیں؟ یہ اس کا جواب ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ حکم رب سے اور اجازت اللہ سے دشمنان اللہ کو ذلیل و ناکام کرنے اور انھیں پست و بدنصیب کرنے کے لئے ہو رہا ہے جو درخت باقی رکھے جائیں وہ اجازت سے اور جو کاٹے جاتے ہیں وہ بھی مصلحت کے ساتھ، یہ بھی مروی ہے کہ بعض مہاجرین نے بعض کو ان درختوں کے کاٹنے سے منع کیا تھا کہ آخر کار تو یہ مسلمانوں کو بطور مال غنیمت ملنے والے ہیں پھر انھیں کیوں کاٹا جائے؟ جس پر یہ آیت اتری کہ روکنے والے بھی حق بجانب ہیں اور کاٹنے والے بھی برحق ہیں ان کی نیت مسلمانوں کے نفع کی ہے اور ان کی نیت کافروں کو غیظ و غضب میں لانے اور انھیں ان کی شرارت کا مزہ چکھانے کی ہے، اور یہ بھی ارادہ ہے کہ اس سے جل کر وہ غصے میں بھر کر میدان میں آئیں تو پھر دو دو ہاتھ ہو جائیں اور اعداء دین کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے، صحابہ نے یہ فعل کر تو لیا پھر ڈرے کہ ایسا نہ ہو کاٹنے میں یا باقی چھوڑنے میں اللہ کی طرف سے کوئی مواخذہ ہو تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی دونوں باتوں پر اجر ہے کاٹنے پر بھی اور چھوڑنے پر بھی، بعض روایتوں میں ہے کٹوائے بھی تھے اور جلوائے بھی تھے۔

صحابی رسول کا مال نہ دینے والا کافر ہے

عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَمِعْتُ خَبَّابًا قَالَ جِئْتُ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ السَّهْمِيَّ أَتَقَاضَاهُ حَقًّا لِي عِنْدَهُ فَقَالَ لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَا حَتَّى تَمُوتَ ثُمَّ تُبْعَثَ قَالَ وَإِنِّي لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوثٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ إِنَّ لِي هُنَاكَ مَالًا وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَهُ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا

”خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں عاص بن ابی وائل سہمی کے پاس آیا اور اس سے اپنی اجرت طلب کی، اس نے کہا: جب تک تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑو گے میں تمھاری اجرت نہیں دوں گا، میں نے کہا: تو اگر مر کر بھی زندہ ہو جائے یعنی قیامت تک تب بھی کفر نہیں کروں گا اس نے کہا: کیا میں مر کر پھر زندہ ہو کر اٹھوں گا؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: تو پھر ٹھیک ہے وہاں تو میرے پاس مال و اولاد سب ہی کچھ ہوگا تو پھر وہیں دے دوں گا، چنانچہ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا﴾

”کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور کہنے لگا: مجھے (قیامت کے روز بھی اسی طرح) مال و اولاد ضرور دیئے جائیں گے۔“ [المریم:۷۷] [1]

ان ایات میں اللہ تعالیٰ نے اس کافر کو لاجواب جواب دیا ہے:

کیا اسے غیب کی خبر ہے کہ قیامت کے دن اس کے پاس مال اور اولاد ہوگی، یا اس نے اللہ سے کوئی عہد و پیمان لے رکھا ہے؟ ہرگز نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے، ہم اس کی زبان درازی اور کذب بیان کو لکھ رہے ہیں اور قیامت کے دن اس کے سبب اس کے عذاب میں اضافہ کر دیں گے، اور موت کے ذریعہ اس سے تمام دنیاوی

---

[1] صحيح البخاري (٣٢٤٧) في تفسير سورة مريم، باب قوله (أفرأيت الذي كفر بآياتنا وقال لأوتين مالاً وولداً)، ومسلم (٢٧٩٥) في صفات المنافقين وأحكامهم.]

مال و متاع اور اولاد چھین لیں گے، اور وہ میدان محشر میں تنہا اور خالی ہاتھ آئے گا، کچھ بھی اس کے پاس نہیں ہوگا۔

صحابہ کا ایمان ضائع نہیں ہوگا

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمانے کے بعد مدینہ میں ۱۶ یا ۱۷ مہینہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی، مگر کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا خیال دل میں بسا ہوا تھا، آخر ایک دن (بحکم الٰہی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کعبہ کی طرف منہ کر کے پڑھی سب لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی، ایک شخص عبداللہ بن عباد جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر چکے تھے مسجد قبا کی طرف گئے، دیکھا کہ لوگ وہاں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں، اس شخص نے اسی حالت میں جب کہ وہ رکوع میں تھے پکار کر کہا: میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں میں نے ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے، یہ سن کر سب کعبہ کی سمت گھوم گئے البتہ لوگوں کو یہ تشویش تھی کہ جو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے ہوئے انتقال کر گئے، ان کی نمازیں ہوئیں یا نہیں؟ چنانچہ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ﴾۔ [البقرة:۱٤۳]

”اللہ ایسا نہیں ہے کہ تمھاری عبادتوں کو ضائع کر دے بلکہ اللہ اپنے بندوں پر مہربان اور رحیم ہے۔“

صحابہ کی نماز قبول ہوئی

﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ﴾

”اور مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے۔“

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ نے ایک لشکر بھیجا جس میں میں بھی تھا، ہمیں تاریکی نے گھیر لیا، یہاں تک کہ ہم قبلہ بھی نہ پہچانتے تھے، تو ہم میں سے ایک گروہ نے کہا: قبلہ شمال کی طرف ہے اور اسی طرف نماز پڑھی اور خط کھینچے، اور ہم میں سے بعض نے کہا: قبلہ جنوب کی جانب ہے اور انھوں نے بھی اس طرف خط کھینچ دیے، جب صبح ہوئی اور سورج طلوع ہوگیا تو وہ خطوط قبلہ علاوہ سمت میں تھے جب ہم سفر سے واپس لوٹے تو ہم نے نبی سے اس بارے میں پوچھا، آپ خاموش رہے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾

"اور مشرق ومغرب سب اللہ ہی کا ہے تو جدھر تم رخ کرو اور ادھر اللہ کی ذات ہے۔" [تفسیر ابن کثیر ۱۔۱۵۹]

ربیعہ اپنے والدگرامی سے روایت کرتے ہیں: ہم سفر میں تاریک رات میں نبی کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے، ایک مرتبہ یہ معلوم نہ ہوا کہ قبلہ کس سمت میں ہے، چنانچہ ہم میں سے ہر شخص نے اپنی حالت پر نماز پڑھی، جب صبح ہوئی تو ہم نے نبی اکرم سے اس کا تذکرہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾

"تو جدھر تم رخ کرو ادھر اللہ کا چہرہ ہے

[تفسیر الطبری ۱۔۴۰۱]

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب نجاشی کی وفات ہوئی تو جبرائیل نے نبی اکرم سے کہا نجاشی کا انتقال ہوگیا ہے آپ اس پر نماز جنازہ پڑھیے، چنانچہ رسول اللہ نے اپنے صحابہ کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور ان کی صفیں بنائیں پھر آپ آگے بڑھے اور

فرمایا: اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں نجاشی کی نماز جنازہ پڑھوں، لہذا تم بھی اس کی نماز جنازہ پڑھو پس رسول اللہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اصحاب رسول اللہ نے اپنے دل میں کہا ہم اس شخص پر کس طرح نماز پڑھیں جو اس حال میں مرگیا کہ وہ ہمارے قبلہ کے علاوہ کی طرف نماز پڑھا کرتا تھا کیونکہ نجاشی موت تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا رہا قبلہ کعبہ شریف کو بنا دیا گیا تھا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ﴾

"تو جدھر تم رخ کرو ادھر اللہ کی ذات ہے۔"

(النیسابوری ۳۳۔۳۱، والسیوطی ۱۵۔۱۶۔۱۷، والمستدرک ۲۔۲۶۷)

اور ابن ابی طلحہ والبی کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جب رسول اللہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو اللہ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا مدینہ کے اکثر لوگ یہود تھے وہ بہت خوش ہوئے آپ نے دس سے کچھ ماہ پر بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی اگرچہ آپ قبلہ ابراہیم کو محبوب رکھتے تھے جب اللہ نے اس کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا تو یہود شک میں پڑ گئے اور کہنے لگے: ان کو ان کے اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس پر پہلے تھے اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ﴾

"تو جدھر تم رخ کرو ادھر اللہ کی ذات ہے۔"

ایک ایت میں چار مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کا تذکرہ

"انس بیان کرتے ہیں: میں ابوطلحہ کے مکان میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا اس زمانہ میں لوگ فضیخ شراب استعمال کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ اعلان کر دے سن لو شراب حرام کر دی گئی، انس کا بیان ہے مجھ سے ابوطلحہ نے کہا: باہر جا اور اس شراب کو بہا دے چنانچہ میں باہر نکلا اور اس کو بہا دیا۔ اس دن مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔ بعض لوگوں نے کہا: جو لوگ دنیا سے چلے گئے اور شراب ان کے پیٹ میں تھی ان کا کیا ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

[المائدہ: ۹۳]

”جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے انھیں اس بات پر کچھ گناہ نہ ہوگا جو وہ (تحریم شراب سے) پہلے پی چکے۔ جبکہ آئندہ پرہیز کریں اور ایمان لائیں۔ اور نیک عمل کریں اور تقویٰ اختیار کریں اور ایمان لائیں۔ پھر (جس جس چیز سے روکا جائے اس سے) بچے رہیں اور نیکی کریں کیونکہ اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“ ❶

جب شراب کی حرمت کی آیات نازل ہوئیں تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ ان مسلمانوں کا کیا حال ہوگا جنھوں نے حکم تحریم آنے سے پہلے شراب پی اور اسی حالت میں انتقال کر گئے۔

جو پاک باز صحابہ ایمان و تقویٰ میں عمر گزار کر اور نسبت احسان حاصل کر کے اللہ کی راہ میں شہید ہو چکے ان کی نسبت اس طرح کے خلجان اور توہمات پیدا کرنے

❶ أخرجه الترمذي رقم (٣٠٥٤) في التفسير، باب ومن سورة المائدة، وقال: هذا حديث حسن صحيح، وأخرجه أبو داود الطيالسي ٢/ ١٨، والطبري رقم (١٢٥٢٩)، وإسناده قوي، وصححه ابن حبان رقم (١٧٤٠) موارد.]

کی قطعاً گنجائش نہیں، وہ ایک ایسی چیز کا استعمال کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں جو اس وقت حرام نہیں تھی مگر بعد کو حرام ہوئی۔

محققین نے لکھا ہے کہ تقویٰ (یعنی مضار دینی سے مجتنب ہونے کے) کئی درجے ہیں۔ اور ایمان ویقین کے مراتب بھی بلحاظ قوت وضعف متفاوت ہیں، تجربہ اور نصوص شرعیہ سے ثابت ہے کہ جس قدر آدمی ذکر وفکر، عمل صالح اور جہاد فی سبیل اللہ میں ترقی کرتا ہے اسی قدر خدا کے خوف اور اس کی عظمت وجلال کے تصور سے قلب معمور اور ایمان ویقین مضبوط ومستحکم ہوتا رہتا ہے۔

جن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق سوال کیا گیا تھا اس کا جواب ایک عام وتام ضابطہ بیان فرما کر ایسے عنوان سے دے دیا گیا جس میں ان مرحومین کی فضیلت ومنقبت کی طرف بھی لطیف اشارہ ہوگیا۔

صحابہ کرام کو ﴿أَنْتُمُ الْمُؤْمِنُونَ﴾ کہا

﴿مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾ ۔[آل عمران:۱۷۹]

"اللہ تعالیٰ مومنوں کو اسی حال پر نہ چھوڑے گا جس حال پر اس وقت تم ہو تا آنکہ وہ پاک کو ناپاک سے جدا نہ کردے۔"

اس ایت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ﴿أَنْتُمْ﴾ کہہ کر تعیین کر دی کہ صحابہ ایمان والے ہیں، جس کا مطلب یہ بنتا ہے أَنْتُمُ الْمُؤْمِنُونَ دوسری فضیلت یہ دی کہ طیب کہہ کر خبیث سے جدا کردیا۔

اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ وہ ایمان والوں کو اسی حالت پر چھوڑ دیں جس پر تم لوگ اب ہو، مومنین مخلصین اور منافقین کا ذبین کے درمیان ظاہری طور پر کوئی فرق و امتیاز نہیں، اور یہ سب باہم ملے جلے رہتے ہیں، اس لیے ان کے درمیان فرق وتمیز

کیلئے امتحان اور آزمائش ضروری ہے تاکہ کھرا کھوٹا الگ ہوجائے۔ اور ابتلاء و آزمائش کے ذریعے عملی طور پر ان دونوں گروہوں کے درمیان واضح طور پر تفریق و تمیز ہوجاتی ہے اور کسی کے لئے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ ابتلاء و آزمائش عقل و نقل دونوں کا تقاضا ہے کہ اسی سے کھرے کھوٹے کے درمیان تمیز ہوتی ہے۔ جس سے سچے ایماندار اور جھوٹے دعویدار الگ ہوجاتے ہیں۔

اس فرق و تمیز اور پاک کو ناپاک سے الگ کرنے کے لئے ابتلاء آزمائش ضروری ہے ۔ لہٰذا شدائد و مصائب کا پیش آنا ضروری اور حکمت کا تقاضا ہے۔ تاکہ ابتلاء و آزمائش کی بھٹی سے گزرنے کے بعد کھرا کھوٹا اور سچا جھوٹا سب نکھر کر سامنے آجائے، جیسا کہ غزوہ احد اور اس کے بعد غزوہ حمراء الاسد اور غزوہ بدر صغریٰ کے واقعات میں ہوا کہ ان کے ذریعے مومنین مخلصین کا صدق و اخلاص عملاً سب کے سامنے آگیا اور منافقین کا نفاق بھی کھل گیا۔ اور کسی کے لئے اس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی، اور حق و باطل پوری طرح واضح ہوگیا۔ ابتلاء و آزمائش کے نتیجے میں کھرا کھوٹا سب نکھر کر سامنے آجاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور لطف و عنایت سے ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر مستقیم و ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین

مومنات کے متعلق قرآن اترا

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے مروان اور مسور رضی اللہ عنہما سے سنا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے قصہ عمرہ حدیبیہ کو بیان کرتے تھے، راوی نے کہا: عروہ نے جب یہ قصہ مجھ سے بیان کیا تو اس میں یہ بات بھی بیان کی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے دن سہیل بن عمرو سے معاہدہ ایک معینہ مدت کے لئے تحریر کیا تو سہیل کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر ہمارا کوئی آدمی اگرچہ وہ مسلمان ہی ہوگیا

ہو تمھارے پاس آئے گا تو اسے واپس کرنا ہوگا اور تم اس درمیان میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتے، سہیل بن عمرو اس شرط پر اڑا ہوا تھا اور مسلمان نامنظور کر رہے تھے، لیکن سہیل بن عمرو نے اس شرط کو داخل معاہدہ کرلیا تھا، اس کے بعد ابوجندل بن سہیل بن عمرو کو اس کے باپ کے حوالہ کردیا گیا (یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مکہ سے بھاگ کر آئے تھے، اور اس درمیان میں جو کوئی بھی رسالت مآب ﷺ کے پاس حاضر ہوتا تھا آپ اس کو واپس کردیا کرتے تھے، خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ کچھ عورتیں بھی ہجرت کرکے آنے لگیں، ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بھی آئیں اور وہ بالغ تھیں اس کے رشتہ داروں نے رسول اللہ ﷺ سے واپسی کی درخواست کی، اس وقت سورۃ ممتحنہ کی وہ آیت اتری جو عورتوں کے بارے میں ہے:

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾۔ [الممتحنہ:١٢]

"اے نبی! جب آپ کی خدمت میں مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور چوری نہیں کریں گی اور بدکاری نہیں کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے کوئی جھوٹا بہتان گھڑ کر نہیں لائیں گی (یعنی اپنے شوہر کو دھوکہ دیتے ہوئے کسی غیر کے بچے کو اپنے پیٹ سے جنا ہوا نہیں بتائیں گی) اور (کسی بھی) امرِ شریعت میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی، تو آپ ان سے بیعت لے لیا

کریں اور ان کے لئے اللہ سے بخشش طلب فرمائیں، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔"

صلح حدیبیہ کے تقاضے سے صرف مہاجر مسلمانوں کا کفار کی طرف واپس کرنا واجب تھا نہ کہ مہاجر خواتین کا بھی۔

امام الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی ۵۱۶ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مروان اور مسور بن مخرمہ، رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ سہیل بن عمرو نے حدیبیہ کے دن نبی ﷺ سے صلح نامہ میں یہ شرط لکھوائی تھی کہ جو شخص بھی مشرکین میں سے آپ کے پاس آئے گا، خواہ وہ آپ کے دین پر ہو اسے آپ کو ہماری طرف واپس کرنا ہوگا، اسی شرط کے مطابق اس دن نبی ﷺ نے ابوجندل رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ سہیل بن عمرو کی طرف واپس کردیا تھا اور اس مدت میں مردوں میں سے جو بھی مسلمان ہو کر آپ کے پاس آیا آپ نے اس کو واپس کردیا اور مؤمنات بھی ہجرت کر کے آپ کے پاس آئیں اور ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بھی ان خواتین میں سے تھیں جو ہجرت کر کے آپ کے پاس آئیں، تب ان کے گھر والے آپ کے پاس گئے اور آپ سے سوال کیا کہ آپ ام کلثوم کو ان کی طرف واپس کردیں، آپ نے ام کلثوم کو ان کی طرف واپس نہیں کیا، کیونکہ یہ آیت نازل ہوچکی تھی کہ اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزما لیا کرو، اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے، پھر اگر تم کو ان کے ایمان کا یقین ہوجائے تو پھر ان کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ۔ الایۃ (الممتحنہ: ۱۰)

[صحیح البخاری (۲۷۱۲) بَاب مَا يَجُوزُ مِنَ الشُّرُوطِ فِي الْإِسْلَامِ وَالْأَحْكَامِ وَالْمُبَايَعَةِ]

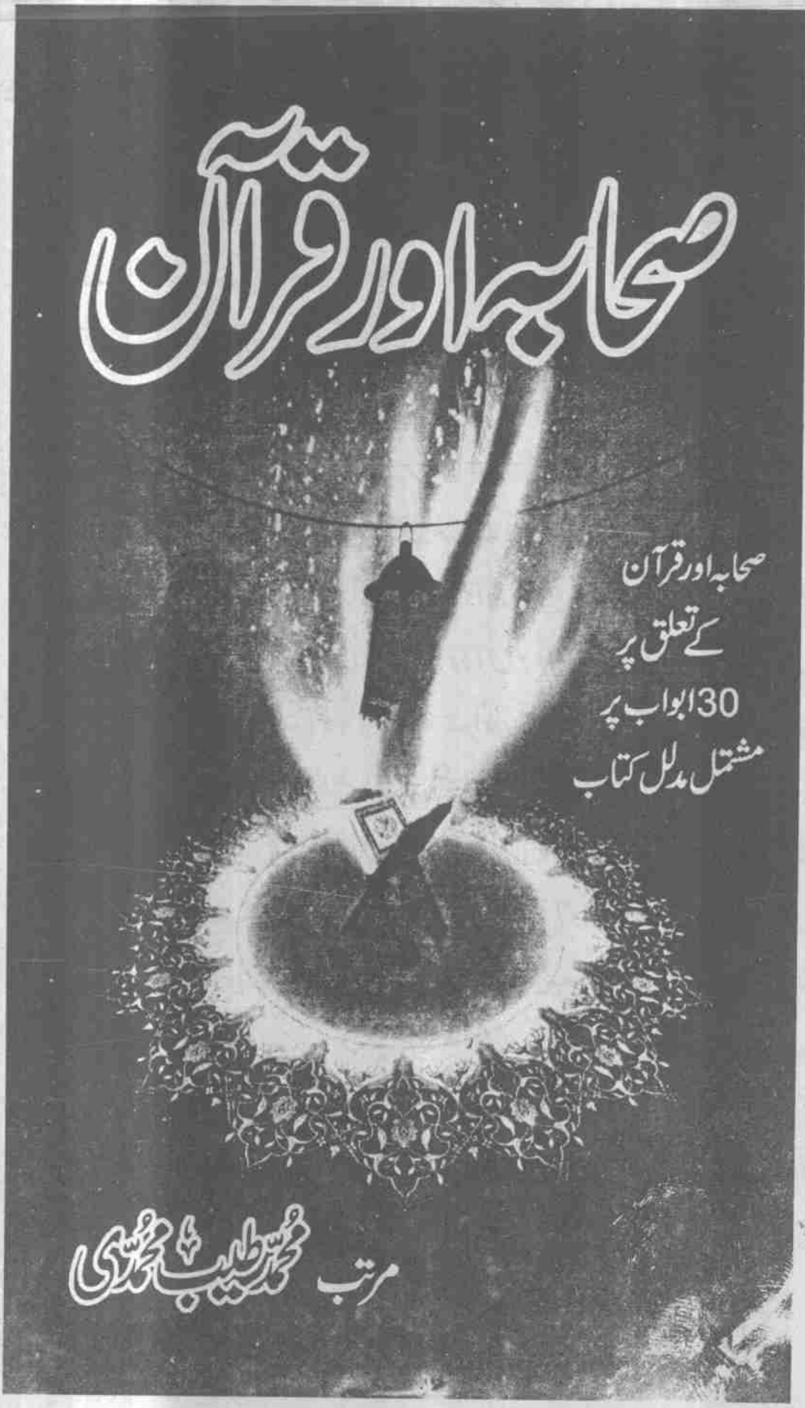
اس جگہ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ نبی ﷺ نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے کیونکہ معاہدہ میں یہ مذکور نہیں تھا کہ آپ کے پاس مکہ سے جو بھی آئے گا خواہ مرد ہو

یا عورت آپ کو اسے واپس کرنا بلکہ معاہدہ میں مردوں کی واپسی کی شرط تھی، عورتوں کی واپسی کی شرط نہیں تھی، معاہدہ کے الفاظ یہ تھے:

فَقَالَ سُهَيْلٌ: وَعَلَى أَنَّهُ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا [صحیح البخاری (۲۷۳۲)]

سہیل نے کہا، اور شرط یہ ہے کہ آپ کے پاس ہمارا جو مرد بھی آئے خواہ وہ آپ کے دین پر ہو، آپ کو اسے ہمیں واپس کرنا ہوگا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے جا رہے تھے، جب آپ حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو مشرکین مکہ نے آپ سے اس پر صلح کر لی کہ اہل مکہ میں سے جو آپ کے پاس آیا، آپ اس کو واپس کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جو ان کے پاس جائے گا وہ اس کو واپس نہیں کریں گے، اس پر صلح نامہ لکھا جا چکا تھا، لکھنے کے بعد سبیعہ بنت الحارث الاسلمیہ، مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئیں، پھر ان کے خاوند مسافر بن مخزوم (یا صیفی بن الراہب) آئے اور ان کو طلب کیا اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میری بیوی واپس کر دو، کیونکہ تم یہ شرط مان چکے ہو کہ ہمارے پاس سے جو بھی تمہارے پاس آئے گا تم اس کو واپس کر دو گے، اور ابھی تو اس صلح نامی کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی ہے، تب اللہ عزوجل نے یہ آیت (الممتحنہ: ۱۰) نازل فرمائی ہے۔ یعنی یہ شرط مردوں کے متعلق تھی خواتین اس میں داخل نہیں ہیں لہٰذا پوری مدت معاہدہ میں مسلمان ہو کر آنے والے مردوں کو تو مشرکین کی طرف واپس کیا گیا مگر جو خواتین مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئیں ان کو آپ نے واپس نہیں فرمایا۔


صحابہ اور قرآن
صحابہ اور قرآن
کے تعلق پر
30 ابواب پر
مشتمل مدلل کتاب
مرتب محمد طیب محمدی

صحابہ کا برموقع قرآن پڑھنا

صحابہ کرام کا قرآن کے ساتھ اتنا گہرا تعلق تھا کہ جب بھی کوئی مسئلہ درپیش آتا تو فورا اس کا حل قرآن سے نکال لیتے، یا جب بھی شریعت کے خلاف کوئی بات سامنے آتی تو اس کے جواب میں قرآن کی ایت سنا دیتے۔ آیئے! دیکھتے ہیں صحابہ کرام کس طرح برموقع قرآن پڑھ کر مسئلے کا حل بھی نکالتے اور مدمقابل کو بھی کس طرح جواب دیتے۔

اس کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَمْرِو بْنِ العَاصِ: أَخْبِرْنِي بِأَشَدِّ شَيْءٍ صَنَعَهُ المُشْرِكُونَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي حِجْرِ الكَعْبَةِ، إِذْ أَقْبَلَ عُقْبَةُ بْنُ أَبِي مُعَيْطٍ، فَوَضَعَ ثَوْبَهُ فِي عُنُقِهِ، فَخَنَقَهُ خَنْقًا شَدِيدًا فَأَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى أَخَذَ بِمَنْكِبِهِ، وَدَفَعَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ ﴿أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللهُ﴾ [غافر: ٢٨]

"عروہ بن زبیر کہتے ہیں: میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے دریافت کیا کہ سب سے زیادہ سخت بات جو مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کی تھی وہ مجھے بتاؤ، انھوں نے کہا: (سنو) ایک دن رسول اللہ ﷺ حطیم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں عقبہ بن ابی معیط آیا اور آپ ﷺ کی

گردن میں کپڑا ڈال کر زور سے گلا گھونٹنے لگا تو ابو بکر سامنے آئے اور اس کے شانے پکڑ لئے اور اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ہٹایا اور فرمایا:

﴿أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ﴾ ۔(غافر: ٢٨)

"تم ایک ایسے آدمی کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔" [1]

یہ ایت آل فرعون کے ایک آدمی نے پڑھی تھی جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ﴾

"اور فرعون کی آل میں سے ایک مومن آدمی نے کہا جو اپنا ایمان چھپاتا تھا، کیا تم ایک آدمی کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔"

تو یہی ایت ابوبکر نے اس وقت پڑھ دی جب عقبہ بن ابی معیط نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

محمد (ﷺ) تو صرف اللہ کے رسول ہیں

"عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ابوبکر رضی اللہ عنہ (رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد) اپنے گھر سے مدینہ میں آئے، تو مسجد نبوی میں گئے پھر خاموشی کے ساتھ میرے حجرے میں آئے، رسول اللہ کے چہرے کو کھولا، تو جھکے اور بوسہ دیا اور رو پڑے، پھر ارشاد فرمایا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو دو مرتبہ موت نہیں دے گا ایک رحلت ہے، جو واقع ہو چکی ہے، زہری کہتے ہیں: مجھ سے ابوسلمہ نے عبداللہ بن

[1] أخرجه البخاري (٣٨٥٦) بَابُ مَا لَقِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ بِمَكَّةَ

عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جب باہر آئے، تو دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں یہ کہہ رہے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات نھیں پائی ہے اور نہ اس وقت تک پائیں گے جب تک تمام منافقوں کو ختم نہ کریں گے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خاموش کرانا چاہا اور کہا بیٹھ جاؤ، مگر یہ نھیں مانے، لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے آپ نے ان کو چھوڑ کر تقریر شروع کر دی اور فرمایا:

أَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللهَ فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوت

اے لوگو سنو! تم میں سے جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا، تو وہ فوت ہو گئے اور جو تم میں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے فوت نھیں ہوگا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾

[آل عمران: ۱۴۴]

"اور نھیں ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر ایک رسول، بے شک اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے تو کیا اگر وہ فوت ہو جائے، یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نھیں پہنچائے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔"

"ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے، کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی تو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کسی کو اس آیت کی خبر ہی نھیں ہے، پھر تو جسے دیکھو،

وہ یہی آیت پڑھ رہا ہے، زہری کہتے ہیں : سعید بن مسیب نے کہا :عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو سن کر کہا: گویا اس سے پہلے میں نے یہ آیت سنی ہی نہیں،

فَعَقِرْتُ حَتَّى مَا تُقِلُّنِي رِجْلَايَ وَحَتَّى أَهْوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ حِينَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ

اس وقت ڈر گیا اور پاؤں کانپنے لگے، میں گر پڑا جب میں نے یہ ایت سنی اور معلوم ہوا کہ واقعی نبی انتقال فرما گئے۔

[أخرجه البخاري (٤٤٥٤) في المغازي، باب مرض النبي صلى الله عليه و سلم ووفاته.]

حدیث سن کر آیت پڑھ دی

ابن شہاب زہری کہتے ہیں : ہر وفات پانے والے بچے پر نماز پڑھی جائے گی اگرچہ وہ زانیہ کا ہی ہو۔ اس لئے کہ بچہ فطرت اسلام پر ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس کے والدین یا صرف اس کا باپ مسلمان ہونے کا دعوی کرے اور اگر اس کی ماں اسلام پر نہ ہو تو وہ چلا کر روئے تو اس پر نماز پڑھی جائے گی اور جو چلا کر نہ روئے تو اس پر نماز نہ پڑھی جائے گی اس لئے کہ وہ ساقط ہو گیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ

ہر بچہ اسلامی فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی، یا مجوسی بنا لیتے ہیں جس طرح جانور صحیح سالم عضو والا بچہ جنتا ہے، کیا تم اس میں سے کوئی عضو کٹا ہوا دیکھتے ہو؟ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ آیت مکمل

تلاوت کرتے:

﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾

"اللہ کی (بنائی ہوئی) فطرت (اسلام) ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے (اسے اختیار کرلو)، اللہ کی پیدا کردہ (سرشت) میں تبدیلی نہیں ہوگی، یہ دین مستقیم ہے لیکن اکثر لوگ (ان حقیقتوں کو) نہیں جانتے۔" ❶

تبتل اختیار نہ کر

سعد بن ہشام عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور کہا:

إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكِ عَنِ التَّبَتُّلِ فَمَا تَرَيْنَ فِيهِ قَالَتْ فَلَا تَفْعَلْ أَمَا سَمِعْتَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً فَلَا تَتَبَتَّلْ

میں مجرد (غیر شادی شدہ) رہنے کے سلسلے میں آپ کی رائے جاننا چاہتا ہوں تو انھوں نے کہا: ایسا ہرگز نہ کرنا، کیا تم نے نہیں سنا ہے؟ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً﴾

"ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا۔" [الرعد:۳۸]

تو (اے سعد!) تم تبتل (اور رہبانیت) اختیار نہ کرو۔ ❷

---

❶ صحیح البخاری فی الجنائز ۱۳۵۸ باب إذا أسلم الصبی، وأخرجه مسلم رقم (۲۶۵۸) فی القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة.]

❷ سنن نسائی (۳۲۱۶) (صحیح) (اگر حسن بصری نے اس کو سعد بن ہشام سے سنا ہے تو یہ صحیح ہے) قال الشیخ الألبانی: صحیح إن کان الحسن سمعه من سعد موقوف۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ﴾ پڑھ دی

”عروہ بن زبیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کے متعلق جس میں تہمت لگانے والوں نے ان پر تہمت لگائی تھی اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی پاکی نازل کی، بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (عائشہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا:

إِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً، فَسَيُبَرِّئُكِ اللهُ، وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ، فَاسْتَغْفِرِي اللهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ قُلْتُ: إِنِّي وَاللهِ لَا أَجِدُ مَثَلًا إِلَّا أَبَا يُوسُفَ، فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ

اگر تم بری ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ تمھاری پاکی نازل کر دے گا لیکن اگر تو آلودہ ہوگئی ہے تو اللہ سے مغفرت طلب کر اور اس کے حضور میں توبہ کر (عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ) میں نے اس پر کہا: اللہ کی قسم! میری اور آپ کی مثال یوسف (علیہ السلام) کے والد جیسی ہے (اور انھیں کی کہی ہوئی بات میں بھی دہراتی ہوں کہ)

﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ﴾

سو صبر کرنا (ہی) اچھا ہے اور تم جو کچھ بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی مدد کرے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکی میں سورۃ النور کی ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ﴾ سے آخر تک دس آیات اتاریں۔

[صحیح بخاری(٤٦٩٠)]

بھوک لگتی تو ایت پڑھ کر مطلب پوچھتے

”ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نھیں، میں بھوک کے مارے زمین پر اپنے پیٹ کے بل لیٹ جاتا تھا اور بھوک کے

سبب سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا، میں ایک دن اس راستہ پر بیٹھ گیا جہاں سے لوگ گزرتے تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ گزرے تو میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت پوچھی اور میں نے صرف اس غرض سے پوچھا تھا کہ مجھ کو کھانا کھلا دیں، وہ گزر گئے اور انھوں نے نہیں کیا (یعنی نہیں کھلایا) پھر میرے پاس سے عمر رضی اللہ عنہ گزرے ان سے بھی کتاب اللہ کی آیت پوچھی، میں نے صرف اس غرض سے پوچھا تھا کہ مجھ کو کھانا کھلا دیں، وہ بھی گزر گئے، اور مجھ کو کھانا نہیں کھلایا، پھر میرے پاس سے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے، جب آپ نے مجھ کو دیکھا تو مسکرائے اور میرے دل میں (جو بات تھی اسے میرے چہرے سے آپ نے پہچان لیا) پھر فرمایا: اے ابوہریرہ! (رضی اللہ عنہ) میں نے کہا: لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا: ساتھ چلو، اور آپ آگے بڑھے، میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا، آپ گھر میں داخل ہوئے، میں نے بھی داخل ہونے کی اجازت چاہی، مجھے بھی اجازت ملی، جب آپ اندر تشریف لے گئے تو آپ نے ایک پیالہ میں دودھ دیکھا تو دریافت فرمایا یہ کہاں سے آیا ہے، گھر والوں نے بتایا کہ فلاں مرد یا فلاں عورت نے آپ کو ہدیہ بھیجا ہے، آپ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! میں نے عرض کیا، لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انھیں میرے پاس بلا لاؤ۔

شاید وہ ایت یہ تھی:

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾

[الدھر: ۸]

"اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔"

حفصہ رضی اللہ عنہا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکالمہ

"ام مبشر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عِنْدَ حَفْصَةَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ إِنْ شَاءَ اللهُ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا قَالَتْ بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ فَانْتَهَرَهَا فَقَالَتْ حَفْصَةُ وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا

اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے ہوئے سنا انشاء اللہ اصحاب شجرہ میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں داخل نہ ہوگا جنھوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول کیوں نہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جھڑکا تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا

﴿وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾

"یعنی تم میں سے کوئی ایسا نھیں جو جہنم پر پیش نہ کیا جائے۔"

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تحقیق اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا﴾

"پھر ہم پرہیز گاروں کو نجات دے دیں گے اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل اس میں چھوڑ دیں گے۔"

[صحيح مسلم(٢٤٩٦)باب مِنْ فَضَائِلِ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ]

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قرآن کے ساتھ لگاؤ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اوڑھنا بچھونا قرآن تھا، ہر حال میں قرآن پڑھتے، قرآن سے تعلق قائم رکھتے، اس کے فرامین پر عمل کرتے، اس سے محبت رکھتے، آپ سے قرآن سنتے، نمازوں میں قرآن آپ نے کہاں سے پڑھا اس کا پورا پورا خیال رکھتے، کسی چیز کی ضرورت پڑتی تو قرآن کی ایت سے استدلال کرتے، کسی چیز کا اندازہ لگانا ہوتا تو قرآن کی ایت کے مطابق اس کا اندازہ لگاتے، کسی کو کوئی مقام عطا کرنا ہوتا تو اس کے لیے معیار قرآن بناتے، آیئے ان سب چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ کس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان چیزوں پر عمل پیرا تھے۔

عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس شوریٰ کے ارکان قاری قران تھے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِي مَعَ أَشْيَاخِ بَدْرٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِمَ تُدْخِلُ هٰذَا الْفَتَى مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءٌ مِثْلُهُ فَقَالَ إِنَّهُ مِمَّنْ قَدْ عَلِمْتُمْ قَالَ فَدَعَاهُمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَدَعَانِي مَعَهُمْ قَالَ وَمَا رُئِيتُهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ مِنِّي فَقَالَ مَا تَقُولُونَ فِي إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ أُمِرْنَا أَنْ نَحْمَدَ اللّٰهَ وَنَسْتَغْفِرَهُ إِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نَدْرِي أَوْ لَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ شَيْئًا فَقَالَ لِي يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَكَذَاكَ تَقُولُ قُلْتُ لَا قَالَ فَمَا تَقُولُ قُلْتُ هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمَهُ اللهُ لَهُ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ فَتْحُ مَكَّةَ فَذَاكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا قَالَ عُمَرُ مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ مجھے (اپنی مجلس میں) مشائخ بدر کے ساتھ بٹھاتے تھے تو بعض نے ان میں سے کہا: آپ رضی اللہ عنہ اس لڑکے کو جس کے برابر ہماری اولاد ہے ہمارے ساتھ کیوں بیٹھاتے ہیں، انھوں نے جواب دیا: پھر آپ لوگ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کن لوگوں (کس طبقہ) میں سے سمجھتے ہو، ابن عباس کہتے ہیں: پھر ایک دن انھیں اور ان کے ساتھ مجھے جہاں تک میں سمجھتا ہوں صرف اس لئے بلایا کہ انھیں میری طرف سے (علمی کمال) دکھا دیں، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے (ان لوگوں سے) کہا:

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾

تمھاری کیا رائے ہے؟ بعض نے کہا: جب اللہ ہماری مدد کرے اور فتح عطا فرمائے تو اس نے ہمیں حمد و استغفار کا حکم دیا ہے، بعض نے کہا: ہمیں معلوم نہیں، بعض نے کچھ بھی نہیں کہا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: اے ابن عباس! (رضی اللہ عنہ) کیا تمھارا بھی یہی خیال ہے؟ میں نے کہا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: جب اللہ کی مدد اور فتح مکہ حاصل ہوئی تو اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کی خبر دی ہے تو فتح مکہ آپ کی وفات کی علامت ہے، لہذا آپ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کیجئے اور استغفار کیجئے اللہ قبول کرنے والے ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا بھی یہی خیال ہے

جو تمھارا ہے۔“ ❶

اس آیت کا مطلب بیان کرو

﴿اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِیْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ۔[البقرة:٢٦٦]

”کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں اس کے لئے اس میں (کھجوروں اور انگوروں کے علاوہ بھی) ہر قسم کے پھل ہوں اور (ایسے وقت میں) اسے بڑھاپا آپہنچے اور (ابھی) اس کی اولاد بھی ناتواں ہو اور (ایسے وقت میں) اس باغ پر ایک بگولا آجائے جس میں (نری) آگ ہو اور وہ باغ جل جائے (تو اس کی محرومی اور پریشانی کا عالم کیا ہوگا)، اسی طرح اللہ تمھارے لئے نشانیاں واضح طور پر بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور کرو (سو کیا تم چاہتے ہو کہ آخرت میں تمھارے اعمال کا باغ بھی ریاکاری کی آگ میں جل کر بھسم ہو جائے اور تمھیں سنبھالا دینے والا بھی کوئی نہ ہو)۔“

عَنْ عُبَیْدِ بْنِ عُمَیْرٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَوْمًا لِأَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیمَ تَرَوْنَ هٰذِهِ الْآیَةَ نَزَلَتْ أَیَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ قَالُوا اللّٰهُ أَعْلَمُ فَغَضِبَ عُمَرُ فَقَالَ قُولُوا نَعْلَمُ أَوْ لَا نَعْلَمُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِی نَفْسِی مِنْهَا شَیْءٌ یَا أَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ قَالَ عُمَرُ یَا ابْنَ أَخِی قُلْ وَلَا تَحْقِرْ نَفْسَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ضُرِبَتْ مَثَلًا لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ أَیُّ

---

❶ صحیح البخاری، ٤٩٧٠، فی تفسیر سورة (إذا جاء نصر الله)، باب قوله (فسبح بحمد ربک واستغفره)۔

عَمَلٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ لِرَجُلٍ غَنِيٍّ يَعْمَلُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ بَعَثَ اللّٰهُ لَهُ الشَّيْطَانَ فَعَمِلَ بِالْمَعَاصِي حَتّٰى أَغْرَقَ أَعْمَالَهُ

"عبید بن عمیر فرماتے ہیں: ایک دفعہ عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس آیت کا مطلب پوچھا: صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا: و اللہ اعلم، عمر رضی اللہ عنہ نے غصہ سے کہا (یہ کیا بات ہوئی) صاف کہو کہ ہمیں معلوم ہے یا نھیں معلوم۔ اس وقت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے: امیر المومنین! میرے دل میں ایک بات آئی ہے آپ نے کہا: بھتیجے بیان کرو اور اپنے آپ کو چھوٹا نہ سمجھو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے: اللہ نے یہ عمل کی مثال بیان کی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کون سے عمل کی؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کسی بھی عمل کی، عمر رضی اللہ عنہ نے وضاحت کی: یہ ایک مال دار شخص کی مثال ہے جو اللہ کی اطاعت میں عمل کرتا رہتا ہے۔ پھر اللہ شیطان کو اس پر غالب کر دیتا ہے وہ گناہوں میں مصروف ہو جاتا ہے اور اس کے نیک اعمال سب کے سب فنا ہو جاتے ہیں۔" [1]

ریاکاری سے انسان کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں، جس طرح ایک شخص کا باغ ہو، اس میں ہر طرح کے پھل ہوں (یعنی اس سے بھرپور آمدنی کی امید ہو) وہ شخص بوڑھا ہو جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں (یعنی وہ خود بھی ضعف پیری کی وجہ سے محنت و مشقت سے عاجز آ چکا ہو اور اولاد بھی اس کے بڑھاپے کا سہارا تو کیا، خود اپنے بوجھ اٹھانے کے قابل بھی نہ ہو)، اس حالت میں تیز و تند ہوائیں چلیں اور اس کا سارا باغ جل جائے۔ اب نہ وہ خود دوبارہ اس باغ کو آباد کرنے کے قابل رہا نہ اس کی اولاد۔ یہی حال ان ریاکار خرچ کرنے والوں کا قیامت کے دن ہوگا کہ نفاق و ریاکاری کی وجہ سے ان کے سارے اعمال اکارت چلے جائیں گے، جب کہ

---

[1] أخرجه البخاري (٤٥٣٨) في تفسير سورة البقرة، باب قوله: [أيود أحدكم أن تكون له جنة من نخيل وأعناب].

وہاں نیکیوں کی شدید ضرورت ہوگی اور دوبارہ اعمال خیر کرنے کی مہلت و فرصت نہیں ہوگی۔ اللہ فرماتا ہے کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمھارا یہی حال ہو؟

اس میں شیطان کے غالب کرنے سے مراد یہ ہے کہ انسان حصول مال میں اس قدر مگن ہو جاتا ہے کہ اللہ کی اطاعت سے لاپروا ہو جاتا ہے۔ یا ایسی نافرمانیاں اور کفر و شرک کے کام کرتا ہے جس سے اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

بھوک لگی ہوتی تو آیت کا مطلب پوچھتا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا يَقُولُونَ أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَإِنِّي كُنْتُ أَلْزَمُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِبَعِ بَطْنِي حَتَّى لَا آكُلُ الْخَمِيرَ وَلَا أَلْبَسُ الْحَبِيرَ وَلَا يَخْدُمُنِي فُلَانٌ وَلَا فُلَانَةُ وَكُنْتُ أُلْصِقُ بَطْنِي بِالْحَصْبَاءِ مِنَ الْجُوعِ وَإِنْ كُنْتُ لَأَسْتَقْرِئُ الرَّجُلَ الْآيَةَ هِيَ مَعِي كَيْ يَنْقَلِبَ بِي فَيُطْعِمَنِي وَكَانَ أَخْيَرَ النَّاسِ لِلْمِسْكِينِ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ كَانَ يَنْقَلِبُ بِنَا فَيُطْعِمُنَا مَا كَانَ فِي بَيْتِهِ حَتَّى إِنْ كَانَ لَيُخْرِجُ إِلَيْنَا الْعُكَّةَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ فَنَشُقُّهَا فَنَلْعَقُ مَا فِيهَا

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لوگ میرے اوپر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ بہت حدیثیں بیان کرتا ہے؟ اصل وجہ یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیٹ بھرنے کے بعد ہر وقت لگا رہتا تھا، خمیری نان اور لباس فاخرہ پہننے کو نہ ملتا تھا اور لونڈی غلام میری خدمت کے لیے میرے پاس نہ تھے اور بھوک کے مارے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا، بعض آیتوں کے معنی مجھے معلوم ہوتے تھے لیکن اس کے باوجود بعض لوگوں سے میں اس لئے دریافت کرتا تھا کہ کوئی شخص مجھے اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلا دے، مساکین کے ساتھ سب سے زیادہ سلوک کرنے والے جعفر بن ابی

طالب رضی اللہ عنہ تھے، وہ مجھے اپنے ساتھ لے جایا کرتے اور جو کچھ ان کے گھر میں موجود ہوتا وہ مجھ کو کھلا دیا کرتے، وہ میرے پاس کپی لے آیا کرتے جس میں کچھ نہ ہونے کے سبب اس کو توڑ ڈالتے تھے پھر اس میں جو کچھ ہوتا اس کو میں چاٹ لیتا تھا۔" [1]

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں بھوک کے مارے زمین پر اپنے پیٹ کے بل لیٹ جاتا تھا اور بھوک کے سبب سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا، میں ایک دن اس راستہ پر بیٹھ گیا جہاں سے لوگ گزرتے تھے،

فَسَأَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ، مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِيُشْبِعَنِي، فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ، ثُمَّ مَرَّ بِي عُمَرُ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ، مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِيُشْبِعَنِي، فَمَرَّ فَلَمْ يَفْعَلْ، ثُمَّ مَرَّ بِي أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَبَسَّمَ حِينَ رَآنِي، وَعَرَفَ مَا فِي نَفْسِي وَمَا فِي وَجْهِي، ثُمَّ قَالَ: يَا أَبَا هِرٍّ قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: الْحَقْ وَمَضَى فَتَبِعْتُهُ، فَدَخَلَ، فَاسْتَأْذَنَ، فَأَذِنَ لِي، فَدَخَلَ، فَوَجَدَ لَبَنًا فِي قَدَحٍ، فَقَالَ: مِنْ أَيْنَ هَذَا اللَّبَنُ؟ قَالُوا: أَهْدَاهُ لَكَ فُلَانٌ أَوْ فُلَانَةُ، قَالَ: أَبَا هِرٍّ قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: الْحَقْ إِلَى أَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ لِي قَالَ: وَأَهْلُ الصُّفَّةِ أَضْيَافُ الإِسْلَامِ، لَا يَأْوُونَ إِلَى أَهْلٍ وَلَا مَالٍ وَلَا عَلَى أَحَدٍ، إِذَا أَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا إِلَيْهِمْ وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا، وَإِذَا أَتَتْهُ هَدِيَّةٌ أَرْسَلَ إِلَيْهِمْ وَأَصَابَ مِنْهَا وَأَشْرَكَهُمْ فِيهَا، فَسَاءَنِي ذَلِكَ، فَقُلْتُ: وَمَا هَذَا اللَّبَنُ فِي أَهْلِ الصُّفَّةِ، كُنْتُ أَحَقُّ أَنَا أَنْ أُصِيبَ مِنْ هَذَا اللَّبَنِ

[1] رواه البخاری (۳۷۰۸) باب مناقب جعفر بن أبی طالب، فی الأطعمة، باب الحلوی والعسل. والترمذی برقم (۳۷۷۰) فی المناقب، باب مناقب جعفر بن أبی طالب رضی اللہ عنه.

شَرْبَةً أَتَقَوَّى بِهَا، فَإِذَا جَاءَ أَمَرَنِي، فَكُنْتُ أَنَا أُعْطِيهِمْ، وَمَا عَسَى أَنْ يَبْلُغَنِي مِنْ هَذَا اللَّبَنِ، وَلَمْ يَكُنْ مِنْ طَاعَةِ اللهِ وَطَاعَةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدٌّ، فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَأَقْبَلُوا، فَاسْتَأْذَنُوا فَأَذِنَ لَهُمْ، وَأَخَذُوا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَيْتِ، قَالَ:يَا أَبَا هِرٍّ قُلْتُ:لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ:خُذْ فَأَعْطِهِمْ قَالَ:فَأَخَذْتُ الْقَدَحَ، فَجَعَلْتُ أُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ، فَأُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ، حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوِيَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ، فَأَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلَى يَدِهِ، فَنَظَرَ إِلَيَّ فَتَبَسَّمَ، فَقَالَ:أَبَا هِرٍّ قُلْتُ:لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ:بَقِيتُ أَنَا وَأَنْتَ قُلْتُ:صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ:اقْعُدْ فَاشْرَبْ فَقَعَدْتُ فَشَرِبْتُ، فَقَالَ:اشْرَبْ فَشَرِبْتُ، فَمَا زَالَ يَقُولُ:اشْرَبْ حَتَّى قُلْتُ:لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا أَجِدُ لَهُ مَسْلَكًا، قَالَ:فَأَرِنِي فَأَعْطَيْتُهُ الْقَدَحَ، فَحَمِدَ اللهَ وَسَمَّى وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ [1]

ابوبکر رضی اللہ عنہ گزرے تو میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت پوچھی اور میں نے صرف اس غرض سے پوچھا تھا کہ مجھ کو کھانا کھلا دیں، وہ گزر گئے اور انھوں نے نہیں کیا (یعنی نہیں کھلایا) پھر میرے پاس سے عمر رضی اللہ عنہ گزرے ان سے بھی کتاب اللہ کی آیت پوچھی، میں نے صرف اس غرض سے پوچھا تھا کہ مجھ کو کھانا کھلا دیں، وہ بھی گزر گئے، اور مجھ کو کھانا

[1] رواه البخاری (٦٤٥٢) فی الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، وفی الاستئذان، باب إذا دعی الرجل فجاء هل یستأذن.]

نھیں کھلایا، پھر میرے پاس سے ابوالقاسم ﷺ گزرے، جب آپ نے مجھ کو دیکھا تو مسکرائے اور میرے دل میں (جو بات تھی اسے میرے چہرے سے آپ نے پہچان لیا) پھر فرمایا: اے ابوہریرہ! (رضی اللہ عنہ) میں نے کہا: لبیک یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا: ساتھ چلو، اور آپ آگے بڑھے، میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا، آپ گھر میں داخل ہوئے، میں نے بھی داخل ہونے کی اجازت چاہی، مجھے بھی اجازت ملی، جب آپ اندر تشریف لے گئے تو آپ نے ایک پیالہ میں دودھ دیکھا تو دریافت فرمایا یہ کہاں سے آیا ہے، گھر والوں نے بتایا کہ فلاں مرد یا فلاں عورت نے آپ کو ہدیہ بھیجا ہے، آپ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! میں نے عرض کیا، لبیک یا رسول اللہ ﷺ، آپ نے فرمایا: اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انھیں میرے پاس بلا لاؤ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے، وہ کسی گھر میں اور نہ کسی مال اور نہ کسی آدمی کے پاس جاتے تھے (یعنی رہنے اور کھانے کا کوئی وسیلہ نھیں تھا) جب رسول اللہ ﷺ کے پاس صدقہ آتا تو آپ ان کے پاس بھیج دیتے، اور آپ اس میں سے کچھ بھی نہ لیتے، اور جب آپ کے پاس ہدیہ آتا تو آپ ان کے پاس بھی بھیجتے اور آپ بھی لیتے۔ اور ان کو اس میں شریک کرتے۔ مجھے برا معلوم ہوا اور اپنے جی میں کہا: اتنا دودھ اہل صفہ کو کس طرح کافی ہوگا، میں اس کا زیادہ مستحق ہوں کہ اسے پیوں، تاکہ سیری حاصل ہو، جب اہل صفہ آئیں گے تو یہ دودھ انھیں دے دوں گا، اور، میرے لئے کچھ بھی نھیں بچے گا، لیکن اللہ اور اس کے رسول کا حکم ماننے کے سوا کوئی چارہ کار بھی نھیں تھا چنانچہ میں اصحاب صفہ کے پاس آیا، اور ان کو بلا لایا، ان لوگوں نے اجازت چاہی

جب اجازت ملی تو اندر آ کر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے آپ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! میں نے کہا: لبیک یا رسول اللہ ﷺ، آپ نے فرمایا: لو اور ان لوگوں میں تقسیم کردو، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے پیالہ لیا، ایک شخص کو دیا جب وہ سیر ہو کر پی چکا تو اس نے پیالہ مجھے دے دیا، میں نے وہ پیالہ دوسرے کو دیا اس نے بھی خوب سیر ہو کر پیا، پھر پیالہ مجھے دے دیا (اس طرح سب پی چکے تو) نبی ﷺ کی باری آ گئی تمام لوگ پی چکے تھے۔ آپ نے پیالہ لیا اور اپنے ہاتھ میں رکھا، میری طرف دیکھا اور مسکرائے اور فرمایا: اے ابوہریرہ! میں نے کہا: لبیک یا رسول اللہ ﷺ، آپ نے فرمایا: اب میں اور تم باقی رہ گئے میں نے کہا، آپ نے سچ فرمایا یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا: بیٹھ اور پی، میں بیٹھ گیا اور پینے لگا، آپ فرماتے جاتے اور پی اور پی، یہاں تک کہ میں نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اب گنجائش نہیں، آپ نے فرمایا: پیالہ مجھے دکھاؤ! میں نے وہ پیالہ آپ کو دے دیا۔ آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور بسم اللہ کہہ کر بچے ہوئے دودھ کو پی گئے۔"

آیت الکرسی کے عوض چور چھوڑ دیا

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے رمضان کی زکوۃ کی حفاظت پر مقرر فرمایا میرے پاس ایک شخص آیا اور لپ بھر کر اناج لینے لگا میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا: خدا کی قسم میں تجھ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا، اس نے کہا: میں محتاج ہوں اور مجھ پر بیوی بچوں کی پرورش کی ذمہ داری ہے اور مجھے سخت ضرورت ہے، میں نے اس کو چھوڑ دیا، جب صبح ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا: تمھارے رات کے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اس نے سخت ضرورت اور بال بچوں کی

شکایت کی تو مجھے رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جھوٹا ہے اور پھر آئے گا رسول اللہ ﷺ کے فرمانے کی وجہ سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ پھر آئیگا چنانچہ میں اس کا منتظر رہا وہ آیا اور اناج لپ بھر کر لینے لگا، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جاؤں گا اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو، میں محتاج ہوں اور مجھ پر بیوی بچوں کی پرورش کی ذمہ داری ہے اب میں نہیں آؤں گا، چنانچہ مجھے رحم آ گیا اور میں نے چھوڑ دیا جب صبح ہوئی تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیرے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اس نے سخت ضرورت بیان کی اور بیوی بچوں کی ذمہ داری کی شکایت کی، تو مجھے اس پر رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا، آپ نے فرمایا: یاد رکھو وہ جھوٹا ہے پھر آئے گا میں تیسری رات اس کا منتظر رہا وہ آیا اور اناج لپ بھر کر لینے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس ضرور لے جاؤں گا اور یہ تیسری بار ہے تو نے ہر بار یہی کہا: پھر نہیں آؤں گا لیکن تو ہر بار آ جاتا ہے، اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو، میں تمھیں ایسے کلمات بتاؤں گا جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تم کو فائدہ پہنچائے گا، میں نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ اس نے کہا: جب تو اپنے بستر پر جائے تو آیت الکرسی

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ...﴾

مکمل پڑھ لے اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ تیری نگرانی کرے گا اور صبح تک شیطان تیرے پاس نہیں آئے گا چنانچہ میں نے اس کو چھوڑ دیا جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تیرے رات کے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اس نے کہا: وہ مجھے ایسے کلمات

سکھائے گا جس سے اللہ تعالی مجھ کو فائدہ پہنچائے گا، اس لئے میں نے اس کو چھوڑ دیا آپ نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا: اس نے مجھ کو بتایا کہ جب تو اپنے بستر پر جائے تو آیت الکرسی ابتدا سے پڑھ لے یہاں تک کہ مکمل پڑھ لے،تو اللہ کی طرف سے تیرا ایک محافظ ہو گا اور تیرے پاس صبح تک شیطان نہیں آئیگا۔ اور صحابہ خیر کے بہت حریص تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو اس نے ٹھیک کہا،لیکن وہ بہت جھوٹا ہے اے ابو ہریرہ! تم جانتے ہو کہ تین رات تم کس سے گفتگو کرتے رہے؟ ابو ہریرہ نے جواب دیا نہیں آپ نے فرمایا: وہ شیطان تھا۔ [1]

"دوسری حدیث میں اس طرح ہے :ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں : مجھے رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر کے صدقہ کی نگرانی پر مقرر کیا تھا، ایک شخص اس سے لپ بھر کر جانے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس ضرور لے چلوں گا، اس کے بعد پوری حدیث بیان کی، پھر اس نے بتایا کہ جب اپنے بستر پر آرام کرو تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو اس سے ہمیشہ اللہ تعالی تمھارا نگہبان رہے گا اور صبح تک شیطان پاس نہ پھٹکے گا، تو نبی ﷺ نے فرمایا: اس نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے، لیکن وہ خود جھوٹا ہے (اور فرمایا) کہ وہ کہنے والا شیطان تھا۔" [2]

میں جانتا ہوں کہاں اور کس کے بارے میں نازل ہوئی

عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مِنْ كِتَابِ اللهِ إِلَّا أَنَا أَعْلَمُ أَيْنَ أُنْزِلَتْ وَلَا أُنْزِلَتْ آيَةٌ مِنْ كِتَابِ اللهِ إِلَّا أَنَا أَعْلَمُ فِيمَ أُنْزِلَتْ وَلَوْ أَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنِّي بِكِتَابِ اللهِ

---

[1] ذكره البخاري تعليقًا(٢٣١١)في الوكالة، باب إذا وكل رجلاً فترك الوكيل شيئًا فأجازه الموكل فهو جائز، وإن أقرضه إلى أجل مسمى جاز.]

[2] رواه البخاري(٣٢٧٥) بَابُ صِفَةِ إِبْلِيسَ وَجُنُودِهِ]

تُبَلِّغُهُ الْإِبِلُ لَرَكِبْتُ إِلَيْهِ

"مسروق فرماتے ہیں :عبداللہ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) نے کہا : اس اللہ کی قسم! جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے قرآن شریف کی جو سورۃ بھی نازل ہوئی میں اس کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی؟ اور جو آیت بھی اتری اس کے متعلق میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ اور اگر میں کسی کے متعلق جان لوں کہ وہ کتاب اللہ مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو اونٹ پر سوار ہو کر اس کے پاس جاؤں۔" [1]

کاش ! کہ اتنی خواہش آج ہمیں پیدا ہوجائے اور ہم قرآن کی دولت سے مالا مال ہوجائیں، اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو سمیٹیں۔

کسی بھی چیز کا اندازہ قرآن کی آیتوں سے لگاتے

"انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: زید بن ثابت نے مجھ سے بیان کیا:

تَسَحَّرُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قُلْتُ كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ قَدْرُ خَمْسِينَ أَوْ سِتِّينَ يَعْنِي آيَةً

صحابہ کرام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سحری کھائی اس کے بعد نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، میں نے پوچھا کہ ان دونوں میں کتنا فصل تھا؟ زید نے کہا : پچاس یا ساٹھ آیت کی تلاوت کے برابر۔" [2]

جن پر سورۃ بقرۃ نازل ہوئی

عبدالرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں: جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جمرہ عقبہ

---

[1] رواہ البخاری(۵۰۰۲) فی فضائل القرآن، باب القراءۃ من أصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ومسلم رقم(۲٤٦٢)فی فضائل الصحابۃ، باب من فضائل عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ.]

[2] رواہ البخاری(۱۹۲۱) فی الصوم، باب قدر کم بین السحور وصلاۃ الفجر، ومسلم رقم (۱۰۹۷)فی الصیام، باب فضل السحور وتأکید استحبابہ.

کی رمی کی تو وہ ان کے ساتھ تھے، اس وقت وہ وادی کے نشیب میں اتر گئے اور جب درخت کے (جو اس وقت وہاں پر تھا) برابر نیچے اس کے سامنے ہو کر سات کنکریوں سے رمی کی ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے جاتے تھے۔ پھر فرمایا:

مِنْ هَا هُنَا، وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ قَامَ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قسم ہے اس کی کہ جس ذات کے سوا کوئی معبود نہیں یہیں وہ ذات بھی کھڑی ہوئی تھی جس پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی۔

[صحیح بخاری (۱۷۵۰)]

قرآن یاد کرنے والی صحابیہ

عَنْ أُمِّ وَرَقَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَتْ قَدْ جَمَعَتِ الْقُرْآنَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَرَهَا أَنْ تَؤُمَّ أَهْلَ دَارِهَا وَكَانَ لَهَا مُؤَذِّنٌ وَكَانَتْ تَؤُمُّ أَهْلَ دَارِهَا

”ام ورقہ رضی اللہ عنہا نے قرآن کریم مکمل یاد کر رکھا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے اہلخانہ کی امامت کرانے کی اجازت دے رکھی تھی، ان کے لئے ایک مؤذن مقرر تھا اور وہ اپنے اہل خانہ کیا امامت کیا کرتی تھی۔

[مسند احمد (۲۶۷۳۹)]

آپ سے سورۃ ”ق“ سن کر یاد کر لی

عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أُخْتٍ لِعَمْرَةَ قَالَتْ أَخَذْتُ ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ مِنْ فِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ يَقْرَأُ بِهَا عَلَى الْمِنْبَرِ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ

”عمرہ بنت عبدالرحمن رضی اللہ عنہا عمرہ رضی اللہ عنہا کی بہن سے روایت کرتی ہیں کہ میں

نے سورۃ ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ہی جمعہ کے دن سن کر یاد کی ہے اور آپ ﷺ ہر جمعہ میں منبر پر پڑھا کرتے تھے۔"

[صحيح مسلم(٨٧٢) باب تَخْفِيفِ الصَّلاةِ وَالْخُطْبَةِ.]

عَنْ بِنْتٍ لِحَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَتْ مَا حَفِظْتُ ق إِلَّا مِنْ فِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِهَا كُلَّ جُمُعَةٍ قَالَتْ وَكَانَ تَنُّورُنَا وَتَنُّورُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدًا

"حارثہ رضی اللہ عنہ بن نعمان کی بیٹی سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے سورۃ "ق" رسول اللہ ﷺ سے سن کر حفظ کی آپ ﷺ ہر جمعہ کو خطبہ میں پڑھا کرتے تھے وہ کہتی ہیں کہ ہمارا تنور اور رسول اللہ ﷺ کا تنور ایک ہی تھا۔"

[صحيح مسلم(٨٧٣) باب تَخْفِيفِ الصَّلاةِ وَالْخُطْبَةِ.]

"ام ہشام رضی اللہ عنہا بن حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں:

لَقَدْ كَانَ تَنُّورُنَا وَتَنُّورُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدًا سَنَتَيْنِ أَوْ سَنَةً وَبَعْضَ سَنَةٍ وَمَا أَخَذْتُ ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ إِلَّا عَنْ لِسَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا كُلَّ يَوْمِ جُمُعَةٍ عَلَى الْمِنْبَرِ إِذَا خَطَبَ النَّاسَ

ہمارا تنور اور رسول اللہ ﷺ کا تنور دو سال یا ایک سال یا سال کے کچھ حصہ تک ایک ہی تھا اور میں نے سورت ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک ہی سے سن کر یاد کی ہے آپ ﷺ اس سورۃ کو ہر جمعہ کو منبر پر جب لوگوں کو خطبہ دیتے تو پڑھا کرتے تھے۔"

[صحيح مسلم(٨٧٣) باب تَخْفِيفِ الصَّلاةِ وَالْخُطْبَةِ.]

قرآن کی وجہ سے تجھے اس عورت کا مالک بنا دیا

"سہل بن سعد ساعدی کہتے ہیں: ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں آئی

اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی ذات کا آپ کو مالک بناتی ہوں؛ آپ نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا اور سر مبارک نیچا کرلیا، عورت نے جب یہ دیکھا کہ آپ ﷺ نے کچھ حکم نہیں دیا، تو وہ بیٹھ گئی، آپ ﷺ کے ایک صحابی نے کھڑے ہوکر عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ ﷺ کو حاجت نہ ہوتو مجھ سے اس کا نکاح کردیجیے، آپ نے پوچھا تیرے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا: کچھ نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اپنے گھر میں تلاش کرو شاید کچھ مل جائے، وہ گیا اور واپس آکر عرض کیا، اللہ کی قسم! مجھے کچھ نہیں ملا، آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ دیکھو، چاہے لوہے کی انگوٹھی ہی سہی، وہ گیا اور واپس جا کر عرض کیا، اللہ کی قسم میرے پاس لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے، البتہ صرف میرا تہہ بند موجود ہے، سہل کہتے ہیں: اس کے پاس دوسری چادر بھی نہ تھی، لیکن اس نے کہا: آپ آدھا تہہ بند اس کو دے دیجیے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ تیرے اس تہہ بند سے کیا کرے گی، اگر تو اسے باندھ لے گا تو وہ ننگی رہے گی اور اگر اسے وہ اوڑھ لے گی تو تو ننگا رہے گا، آخر وہ (مایوس ہوکر) بیٹھ گیا اور بہت دیر تک بیٹھا رہا، اسے کے بعد وہ جانے کے لئے کھڑا ہوگیا، جب رسول اللہ ﷺ نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اسے بلا کر فرمایا:

مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ مَعِي سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا عَدَّدَهَا فَقَالَ تَقْرَؤُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ

تجھے قرآن کی کون کون سی آیتیں یاد ہیں اس نے کہا: فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں جنھیں اس نے گن کر بتایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو انھیں زبانی پڑھتا ہے، اس نے جواب دیا، جی ہاں، پھر آپ ﷺ نے

فرمایا: قرآن کے باعث جو تجھے آتا ہے میں نے تجھے اس عورت کا مالک بنا دیا اور تجھ سے نکاح کر دیا۔" ❶

نبی ﷺ کے پیچھے قرآن سنا

"سیار بن سلامہ فرماتے ہیں: میں اپنے باپ کے ساتھ ابو برزہ اسلمی صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ ہم نے آپ سے نماز کے وقتوں کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَيَرْجِعُ الرَّجُلُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَلَا يُبَالِي بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَلَا الْحَدِيثَ بَعْدَهَا وَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَيَعْرِفُ جَلِيسَهُ وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ أَوْ إِحْدَاهُمَا مَا بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ

نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز سورج ڈھلنے پر پڑھتے تھے۔ عصر جب پڑھتے تو مدینہ کے انتہائی کنارہ تک ایک شخص چلا جاتا۔ لیکن سورج اب بھی باقی رہتا۔ مغرب کے متعلق جو کچھ آپ نے کہا وہ مجھے یاد نہیں رہا اور عشاء کے لیے تہائی رات تک دیر کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے اور آپ اس سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ جب نماز صبح سے فارغ ہوتے تو ہر شخص اپنے قریب بیٹھے ہوئے کو پہچان سکتا تھا۔ آپ دونوں رکعات میں یا ایک میں ساٹھ سے لے کر سو تک آیتیں پڑھتے۔" ❷

---

❶ رواه البخاری (۵۰۸۷) فی النکاح، باب تزویج المعسر، ومسلم رقم (۱۴۲۵) فی النکاح، باب الصداق وجواز کونه تعلیم قرآن وخاتم حدید.]

❷ صحیح بخاری (۷۷۱) باب القراءة في الفجر وقالت أم سلمة قرأ النبي صلى الله عليه وسلم بالطور]

آپ کی ظہر عصر کی قراءت کو صحابہ نے کس طرح محفوظ کیا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ يُطَوِّلُ فِي الْأُولَى وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيُسْمِعُ الْآيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الْأُولَى وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ

”ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور کوئی اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔ پہلی رکعت میں بڑی سورۃ پڑھتے تھے اور نماز صبح کی پہلی رکعت میں بھی بڑی سورۃ پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں (اس سے) چھوٹی سورۃ پڑھتے تھے۔“ ❶

داڑھی کی حرکت سے قران پڑھنا معلوم کیا

عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ قُلْتُ لِخَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قَالَ قُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ قِرَائَتَهُ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ

”ابو معمر بیان کرتے ہیں: میں نے خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر (کی نماز) میں قرآن مجید پڑھتے تھے؟ وہ بولے کہ ہاں! میں نے کہا: تم کس طرح آپ کا پڑھنا معلوم کر لیتے تھے؟ وہ بولے کہ آپ کی داڑھی کی جنبش سے۔ ❷

---

❶ رواه البخاري (٣٤٥٠) القراءة في الظهر، في صفة الصلاة، باب يطول في الأولين، ومسلم رقم (٤٥٣) في الصلاة، باب القراءة في الظهر والعصر.]

❷ رواه البخاري (٧٤٦) باب رفع البصر إلى الإمام في الصلاة، وأبو داود رقم (٨٠١) في الصلاة، باب ما جاء في القراءة في الظهر.]

نبی ﷺ سے قرآن سن کر سجدہ کیا

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی ﷺ سجدہ کی آیت تلاوت کرتے اور ہم آپ ﷺ کے پاس ہوتے، تو آپ ﷺ سجدہ کرتے تو ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کرتے، تو اتنا ہجوم ہوتا تھا کہ ہم میں سے بعض کو پیشانی رکھنے کی (سجدہ کرنے کی) جگہ نہ ملتی۔

﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ﴾ جب نازل ہوئی

عَنْ يُوسُفَ بْنُ مَاهَكٍ قَالَ إِنِّي عِنْدَ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ لَقَدْ أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَإِنِّي لَجَارِيَةٌ أَلْعَبُ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ

"یوسف بن مالک فرماتے ہیں: میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا تو انھوں نے کہا: آیت

﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ﴾ ۔[القمر:٤٦]

محمد صلی اللہ علیہ سلم پر مکہ میں نازل ہوئی اس وقت میں لڑکی تھی اور کھیلا کرتی تھی۔"

[أخرجه البخاري (٤٨٧٦) في فضائل القرآن، باب تأليف القرآن.]

بقرہ کی آخری دو آیتوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآيَتَانِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَأَهُمَا فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَلَقِيتُ أَبَا مَسْعُودٍ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُهُ فَحَدَّثَنِيهِ

"ابومسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

سورۃ البقرہ کی دو آیتیں (امن ال رسول سے آخر تک) ایسی ہیں کہ جو شخص رات میں انھیں پڑھ لے وہ اس کے لیے کافی ہو جاتی ہیں۔ عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ پھر میں نے خود ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، وہ اس وقت بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی۔" [1]

جس طرح مردوں کا ذکر قرآن میں ہوتا ہے ہم عورتوں کا کیوں نہیں ہوتا؟

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا لَا نُذْكَرُ فِي الْقُرْآنِ كَمَا يُذْكَرُ الرِّجَالُ قَالَتْ فَلَمْ يَرُعْنِي مِنْهُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا وَنِدَاؤُهُ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَتْ وَأَنَا أُسَرِّحُ شَعْرِي فَلَفَفْتُ شَعْرِي ثُمَّ خَرَجْتُ إِلَى حُجْرَةٍ مِنْ حُجَرِ بَيْتِي فَجَعَلْتُ سَمْعِي عِنْدَ الْجَرِيدِ فَإِذَا هُوَ يَقُولُ عِنْدَ الْمِنْبَرِ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللهَ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ أَعَدَّ اللهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ

"ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ! جس طرح مردوں کا ذکر قرآن میں ہوتا ہے ہم عورتوں کا ذکر کیوں نہیں ہوتا؟ ابھی اس بات کو ایک ہی دن گزرا تھا کہ میں نے نبی علیہ السلام کو منبر پر اعلان کرتے ہوئے سنا، میں اپنے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی میں نے اپنے بال لپیٹے اور دروازے کے قریب ہو کر سننے لگی، میں نے نبی

---

[1] رواه البخاری(٤٠٠٨)باب فضل سورة البقرة. ومسلم رقم (٨٠٨)فی صلاة المسافرین، باب فضل فاتحة الكتاب وخواتيم سورة البقرة.]

علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾۔ [الأحزاب:٣٥]

"بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں، اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صابر مرد اور صابر عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں اللہ نے ان کیلئے مغفرت اور بڑا اجر وثواب مہیا کر رکھا ہے۔"

[مسند احمد(٢٦٠٣٥)]

صحابہ کرام اور تلاوت قرآن

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی کا مقصد ہی قرآن مجید تھا، اس کی تلاوت کرنا اس کو سمجھنا اس پر عمل کرنا اور اسے نافذ کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی صحابہ کرام کو قرآن مجید کی تلاوت اور اس کی تعلیم ہی تو دی ہے۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾۔ [آل عمران:١٦٤]

”بیشک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انھی میں سے (عظمت والا) رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔“

اسی مقصد کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوری دنیا پر نافذ کیا، اور قرآن مجید کی تلاوت کو اپنی خوراک بنالیا۔ آیئے دیکھتے ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تلاوت قرآن میں کیسے ذوق کا اظہار کیا ہے۔

قرآن کریم کو اپنی آواز سے مزین کیا کرو

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ

"براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن کریم کو اپنی آواز سے مزین کیا کرو۔"

[أبو داود رقم (١٤٦٨) في الصلاة، باب استحباب الترتيل في القراءة.]

میں تجھے قرآن سناؤں

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيٍّ إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ قَالَ أُبَيٌّ آللهُ سَمَّانِي لَكَ قَالَ اللهُ سَمَّاكَ لِي فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبْكِي قَالَ قَتَادَةُ فَأُنْبِئْتُ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَيْهِ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھارے سامنے قرآن پڑھوں، ابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے تمھارا نام لیا، ابی رونے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ پڑھی۔ [1]

تو مجھے قرآن سنا

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ آقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ قَالَ فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُورَةَ النِّسَاءِ حَتَّى بَلَغْتُ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا قَالَ أَمْسِكْ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

---

[1] رواه البخاري (٤٠٦٠) تفسير سورة (لم يكن)، ومسلم رقم (٧٩٩) في فضائل الصحابة، باب ومن فضائل أُبَيّ ابن كعب.]

مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! قرآن تو آپ پر نازل ہوا ہے اور سناؤں میں! فرمایا ہاں! مجھ کو دوسرے کی زبان سے سننا اچھا معلوم ہوتا ہے، تو میں نے سورۃ نساء کی تلاوت شروع کی اور جس وقت اس آیت پر پہنچا ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾۔ [النساء:٤١] پس کیا حال ہوگا کہ جب کہ ہر فرقہ سے ہم ایک ایک گواہ بلائیں گے اور آپ (ﷺ) کو ان پر گواہ بنائیں گے، تو آپ ﷺ پر رقت طاری ہوگئی آنسو گرنے لگے اور فرمایا بس کرو۔" ❶

قرآن چار شخصوں سے پڑھو

عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ ذُكِرَ عَبْدُ اللّٰهِ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَ ذَاكَ رَجُلٌ لَا أَزَالُ أُحِبُّهُ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اسْتَقْرِءُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ فَبَدَأَ بِهِ وَسَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَا أَدْرِي بَدَأَ بِأُبَيٍّ أَوْ بِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ

"مسروق بیان کرتے ہیں: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا گیا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ایسے شخص ہیں جن سے میں ہمیشہ محبت کرتا ہوں، جب سے میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قرآن چار شخصوں سے پڑھو، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ابی بن کعب سے اور معاذ بن

❶ صحیح البخاری (٤٥٨٣) فی فضائل القرآن، باب البکاء عند قراءة القرآن، ومسلم رقم (٨٠٠) فی صلاة المسافرین، باب فضل استماع القرآن.]

جبل رضی اللہ عنہ سے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن مسعود کا نام لیا۔ راوی کا بیان ہے مجھے یاد نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ابی بن کعب کا نام لیا یا معاذ بن جبل کا۔“ ❶

جو قرآن کو ویسے پڑھنا چاہے جیسے نازل ہوا ہے، تو وہ ابن ام عبد کی طرح پڑھے

”قیس بن مروان کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: امیر المومنین! میں کوفہ سے آپ کے پاس آرہا ہوں، وہاں میں ایک ایسے آدمی کو چھوڑ کر آیا ہوں جو اپنی یاد سے قرآن کریم املاء کروا رہا ہے، یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ غضب ناک ہوگئے اور ان کی رگیں اس طرح پھول گئیں، اور مجھ سے پوچھا افسوس! وہ کون ہے؟ میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ میں نے دیکھا کہ ان کا نام سنتے ہی عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ ٹھنڈا ہونے لگا اور ان کی وہ کیفیت ختم ہونا شروع ہوگئی، یہاں تک کہ وہ نارمل ہوگئے اور مجھ سے فرمایا: کمبخت! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں: میرے علم کے مطابق لوگوں میں ان سے زیادہ اس کا کوئی حق دار نہیں ہے، اور میں تمھیں اس کے متعلق ایک حدیث سناتا ہوں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول مبارک تھا کہ رات کے وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمانوں کے معاملات میں مشورہ کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے، ایک مرتبہ اسی طرح رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھے، میں بھی وہاں موجود تھا، فراغت کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے تو ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکل آئے، دیکھا کہ ایک آدمی مسجد میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قرأت سننے کے لئے

---

❶ رواه البخاري (٤٩٩٩) في فضائل القرآن، باب القراء من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، ومسلم رقم (٢٤٦٤) في فضائل الصحابة، باب من فضائل عبد الله بن مسعود رضي الله عنه وأمه.]

کھڑے ہو گئے۔ ابھی ہم اس آدمی کی آواز پہچاننے کی کوشش کر ہی رہے تھے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ رَطْبًا كَمَا أُنْزِلَ فَلْيَقْرَأْهُ عَلَى قِرَاءَةِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ

جو شخص قرآن کریم کو اسی طرح تروتازہ پڑھنا چاہے جیسے وہ نازل ہوا ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ ابن ام عبد کی قرأت پر اسے پڑھے، پھر وہ آدمی بیٹھ کر دعا کرنے لگا، نبی ﷺ اس سے فرمانے لگے مانگو، تمھیں عطاء کیا جائیگا۔ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَاللهِ لَأَغْدُوَنَّ إِلَيْهِ فَلَأُبَشِّرَنَّهُ قَالَ فَغَدَوْتُ إِلَيْهِ لِأُبَشِّرَهُ فَوَجَدْتُ أَبَا بَكْرٍ قَدْ سَبَقَنِي إِلَيْهِ فَبَشَّرَهُ وَلَا وَاللهِ مَا سَبَقْتُهُ إِلَى خَيْرٍ قَطُّ إِلَّا وَسَبَقَنِي إِلَيْهِ

میں نے اپنے دل میں سوچا کہ صبح ہوتے ہی میں انھیں یہ خوشخبری ضرور سناؤں گا، چنانچہ جب میں صبح انھیں یہ خوشخبری سنانے کے لئے پہنچا تو وہاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی پایا، وہ مجھ پر اس معاملے میں بھی سبقت لے گئے۔

[مسند احمد (۱۷٦)]

معاذ بن جبل اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کا قرآن پڑھنا اور اس پر عمل کرنا

عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا مُوسَى وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ وَبَعَثَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى مِخْلَافٍ قَالَ وَالْيَمَنُ مِخْلَافَانِ ثُمَّ قَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا فَانْطَلَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلَى عَمَلِهِ وَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِذَا سَارَ فِي أَرْضِهِ كَانَ قَرِيبًا مِنْ صَاحِبِهِ أَحْدَثَ بِهِ عَهْدًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَسَارَ مُعَاذٌ

فِي أَرْضِهِ قَرِيبًا مِنْ صَاحِبِهِ أَبِي مُوسَى فَجَاءَ يَسِيرُ عَلَى بَغْلَتِهِ حَتَّى انْتَهَى إِلَيْهِ وَإِذَا هُوَ جَالِسٌ وَقَدِ اجْتَمَعَ إِلَيْهِ النَّاسُ وَإِذَا رَجُلٌ عِنْدَهُ قَدْ جُمِعَتْ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ فَقَالَ لَهُ مُعَاذٌ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ أَيُّمَ هَذَا قَالَ هَذَا رَجُلٌ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلَامِهِ قَالَ لَا أَنْزِلُ حَتَّى يُقْتَلَ قَالَ إِنَّمَا جِيءَ بِهِ لِذَلِكَ فَانْزِلْ قَالَ مَا أَنْزِلُ حَتَّى يُقْتَلَ فَأَمَرَ بِهِ فَقُتِلَ ثُمَّ نَزَلَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللهِ كَيْفَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَالَ أَتَفَوَّقُهُ تَفَوُّقًا قَالَ فَكَيْفَ تَقْرَأُ أَنْتَ يَا مُعَاذُ قَالَ أَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ فَأَقُومُ وَقَدْ قَضَيْتُ جُزْئِي مِنَ النَّوْمِ فَأَقْرَأُ مَا كَتَبَ اللهُ لِي فَأَحْتَسِبُ نَوْمَتِي كَمَا أَحْتَسِبُ قَوْمَتِي

"ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ اور معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہما) کو یمن کی طرف بھیجا اور ہر ایک کو الگ الگ صوبہ میں بھیجا یمن کے دو صوبہ تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں نرمی کرنا سختی نہ کرنا لوگوں کو خوش رکھنا رنجیدہ نہ کرنا چنانچہ ہر ایک اپنی اپنی حکومت پر چلا گیا، ابوبردہ کہتے ہیں: ان میں سے ہر ایک جب اپنی حدود حکومت میں چکر لگاتا اور وہ حصہ اس کے لئے دوسرے ساتھی سے قریب ہوتا تو وہ ملاقات کر کے سلام کرتا۔

معاذ بن جبل، ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) کی حدود کے قریب اپنی حدود میں اپنے خچر پر چکر لگاتے لگاتے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے اور ایک آدمی ان کے پاس تھا جس کی مشکیں کسی ہوئی تھیں اور اس کے ارد گرد لوگ جمع تھے، معاذ رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے عبداللہ بن قیس! یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا: یہ آدمی اسلام لا کر مرتد ہو گیا ہے، معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک اسے قتل نہ کر دیا جائے میں (اپنی سواری) سے نہ اتروں

گا۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اسے قتل ہی کے لیے لایا گیا ہے، لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ اتر آئیں، معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک یہ قتل نہ ہو میں نہ اتروں گا، چنانچہ ابوموسیٰ کے حکم سے اسے قتل کر دیا گیا، پھر معاذ (خچر سے) اترے، معاذ نے پوچھا اے عبداللہ! تم قرآن کس طرح پڑھتے ہو؟ انھوں نے کہا: میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا ہوں، ابوموسیٰ نے کہا: اے معاذ! تم کس طرح پڑھتے ہو؟ انھوں نے کہا: میں اول رات میں سو جاتا ہوں پھر ایک نیند لے کر اٹھ جاتا ہوں اور جتنا اللہ کو منظور ہوتا ہے پڑھ لیتا ہوں میں اپنی نیند میں بھی عبادت کے برابر ثواب سمجھتا ہوں۔“ [1]

اس جیسی قرأت اور آواز میں نے کبھی کسی کی نہ سنی

عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: أَبْطَأْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بَعْدَ الْعِشَاءِ، ثُمَّ جِئْتُ فَقَالَ: أَيْنَ كُنْتِ؟ قُلْتُ: كُنْتُ أَسْتَمِعُ قِرَاءَةَ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِكَ لَمْ أَسْمَعْ مِثْلَ قِرَاءَتِهِ وَصَوْتِهِ مِنْ أَحَدٍ، قَالَتْ: فَقَامَ وَقُمْتُ مَعَهُ حَتَّى اسْتَمَعَ لَهُ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ: هَذَا سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ، الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي أُمَّتِي مِثْلَ هَذَا

[سنن ابن ماجة: بَابٌ فِي حُسْنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ (۱۳۳۸) حكم الألباني) صحيح.]

”ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک بار میں رات کو عشاء کے بعد دیر سے پہنچی تو فرمایا تم کہاں تھی؟ میں نے عرض کیا: آپ کے ایک صحابی کی قرأت توجہ سے سن رہی تھی اس جیسی قرأت اور آواز میں نے کبھی نہ کسی کی سنی۔ فرماتی ہیں آپ کھڑے ہوئے

[1] رواه البخاري (٤٣٤١) في المغازي، باب بعث أبي موسى ومعاذ بن جبل إلى اليمن قبل حجة الوداع، ومسلم رقم (١٧٣٣) في الإمارة، باب النهي عن طلب الإمارة والحرص عليها.]

میں بھی ساتھ کھڑی ہوئی تاکہ آپ کی بات سنوں۔ پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یہ ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم ہیں، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے میری امت میں ایسے افراد پیدا فرمائے۔"

اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی تلاوت پر فرشتوں کا نزول

عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ سُورَةَ الْبَقَرَةِ وَفَرَسُهُ مَرْبُوطَةٌ عِنْدَهُ إِذْ جَالَتِ الْفَرَسُ فَسَكَتَ فَسَكَتَتْ فَقَرَأَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ فَسَكَتَ وَسَكَتَتِ الْفَرَسُ ثُمَّ قَرَأَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ فَانْصَرَفَ وَكَانَ ابْنُهُ يَحْيَى قَرِيبًا مِنْهَا فَأَشْفَقَ أَنْ تُصِيبَهُ فَلَمَّا اجْتَرَّهُ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى مَا يَرَاهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ حَدَّثَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ قَالَ فَأَشْفَقْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنْ تَطَأَ يَحْيَى وَكَانَ مِنْهَا قَرِيبًا فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَانْصَرَفْتُ إِلَيْهِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيهَا أَمْثَالُ الْمَصَابِيحِ فَخَرَجَتْ حَتَّى لَا أَرَاهَا قَالَ وَتَدْرِي مَا ذَاكَ قَالَ لَا قَالَ تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تَتَوَارَى مِنْهُمْ

"محمد بن ابراہیم بیان کرتے ہیں: اسید بن حضیر ایک رات سورۃ بقرہ پڑھ رہے تھے اور گھوڑا ان کے پاس بندھا ہوا تھا اچانک گھوڑا بدکنے لگا وہ خاموش ہو رہے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا، پھر وہ پڑھنے لگے گھوڑا پھر بدکنے لگا، پھر وہ خاموش ہو رہے تو وہ ٹھہر گیا، پھر وہ پڑھنے لگے پھر گھوڑا بدکنے لگا، اس کے بعد اسید ابن حضیر رک گئے چونکہ ان کا بیٹا یحیی گھوڑے کے قریب سو رہا تھا انھیں ڈر ہوا کہیں گھوڑا اسے کچل نہ ڈالے، جب انھوں نے اپنے لڑکے کو وہاں سے ہٹالیا اور آسمان کی طرف نظر دوڑائی تو آسمان دکھائی نہ

دیا بلکہ ایک ابر جس میں روشنیاں چمک رہی تھیں اوپر اٹھتا ہوا نظر آیا، صبح کو رسول اللہ ﷺ سے آ کر پورا قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: اے ابن حضیر !تم برابر پڑھتے رہتے تو اچھا تھا، انھوں عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یحیی گھوڑے کے قریب تھا مجھے ڈر لگا کہیں گھوڑا یحیی کو کچل نہ ڈالے اس لئے میں یحیی کی طرف متوجہ ہوگیا، پھر میں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو ایک عجیب چھتری سی جس میں بہت سے چراغ لگے ہوئے تھے دکھائی دی، پھر جب میں باہر نکل آیا تو وہ مجھے نظر آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے معلوم وہ کیا تھا؟ ابن حضیر نے کہا: مجھے نہیں معلوم۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ فرشتے تھے جو تیری آواز سن کر تیرے پاس آگئے تھے اگر تو صبح تک پڑھے جاتا تو لوگ انھیں صاف دیکھ لیتے۔" [1]

دوران تلاوت کسی سے بات نہ کرتے تھے

عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ لَمْ يَتَكَلَّمْ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ فَأَخَذْتُ عَلَيْهِ يَوْمًا فَقَرَأَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ حَتَّى انْتَهَى إِلَى مَكَانٍ قَالَ تَدْرِي فِيمَ أُنْزِلَتْ قُلْتُ لَا قَالَ أُنْزِلَتْ فِي كَذَا وَكَذَا ثُمَّ مَضَى وَعَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنِي أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ قَالَ يَأْتِيهَا فِي رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

"نافع مولی ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہ قرآن کی تلاوت کے درمیان کسی سے بات نہ کرتے تھے ایک دن میں ان کے پاس گیا تو وہ

---

[1] رواه البخاری تعليقاً (٥٠١٨) فی فضائل القرآن، باب نزول السكينة والملائكة عند قراءة القرآن. أخرجه مسلم في صلاة المسافرين وقصرها باب نزول السكينة لقراءة القرآن (٧٩٦)]

سورۃ بقرہ پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے

﴿فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾ ۔[البقرة:٢٢٣]

تو فرمایا تم کو معلوم ہے کہ یہ آیت کس وقت اتری؟ میں نے لاعلمی کا اظہار کیا، تو آپ ﷺ نے وجہ نزول بیان کی اور پھر تلاوت میں مصروف ہو گئے۔" [رواہ البخاری (٤٥٢٦)]

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کا قرآن پڑھنا

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ أَنْكَحَنِي أَبِي امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ فَكَانَ يَتَعَاهَدُ كَنَّتَهُ فَيَسْأَلُهَا عَنْ بَعْلِهَا فَتَقُولُ نِعْمَ الرَّجُلُ مِنْ رَجُلٍ لَمْ يَطَأْ لَنَا فِرَاشًا وَلَمْ يُفَتِّشْ لَنَا كَنَفًا مُنْذُ أَتَيْنَاهُ فَلَمَّا طَالَ ذَلِكَ عَلَيْهِ ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْقَنِي بِهِ فَلَقِيتُهُ بَعْدُ فَقَالَ كَيْفَ تَصُومُ قَالَ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ وَكَيْفَ تَخْتِمُ قَالَ كُلَّ لَيْلَةٍ قَالَ صُمْ فِي كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةً وَاقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ قَالَ قُلْتُ أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْجُمُعَةِ قُلْتُ أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ أَفْطِرْ يَوْمَيْنِ وَصُمْ يَوْمًا قَالَ قُلْتُ أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ صُمْ أَفْضَلَ الصَّوْمِ صَوْمَ دَاوُدَ صِيَامَ يَوْمٍ وَإِفْطَارَ يَوْمٍ وَاقْرَأْ فِي كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ مَرَّةً فَلَيْتَنِي قَبِلْتُ رُخْصَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَاكَ أَنِّي كَبِرْتُ وَضَعُفْتُ فَكَانَ يَقْرَأُ عَلَى بَعْضِ أَهْلِهِ السُّبْعَ مِنَ الْقُرْآنِ بِالنَّهَارِ وَالَّذِي يَقْرَؤُهُ يَعْرِضُهُ مِنَ النَّهَارِ لِيَكُونَ أَخَفَّ عَلَيْهِ بِاللَّيْلِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَقَوَّى أَفْطَرَ أَيَّامًا وَأَحْصَى وَصَامَ مِثْلَهُنَّ كَرَاهِيَةَ أَنْ يَتْرُكَ شَيْئًا فَارَقَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ فِي ثَلَاثٍ وَفِي خَمْسٍ وَأَكْثَرُهُمْ عَلَى سَبْعٍ

”عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے والد نے ایک اچھے خاندان والی عورت سے میرا نکاح کر دیا تھا، اور میرے والد اپنی بہو سے (اکثر اوقات) میرا حال پوچھتے رہتے تھے، وہ جواب دیتی کہ وہ ایک اچھا نیک آدمی ہے، مگر جب سے میں آئی ہوں میرے بچھونے پر قدم بھی نہ رکھا اور نہ میرے قریب آئے، جب ایک عرصہ گذر گیا تو میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قصہ بیان کیا، آپ نے فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ، چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا گیا، آپ نے پوچھا تم روزے کس طرح رکھتے ہو، میں نے کہا: مسلسل، پھر فرمایا قرآن کس طرح ختم کرتے ہو، میں کہا ہر رات، تو آپ نے فرمایا: ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرو اور ایک ماہ میں قرآن مجید ختم کیا کرو، میں نے عرض کیا: مجھے اس سے زیادہ طاقت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک ہفتہ میں تین روزے رکھ لیا کرو، میں نے عرض کیا: مجھے اس سے بھی زیادہ طاقت ہے، ہمیشہ دو دن افطار کیا کرو اور ایک دن روزہ رکھا کرو، عرض کیا مجھ میں اس بھی زیادہ طاقت ہے، فرمایا اچھا داؤد علیہ السلام کی طرح روزے رکھا کرو جو سب سے افضل ہے، یعنی ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو اور قرآن سات روز میں ختم کیا کرو (عبداللہ کہتے ہیں) کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت منظور کرلیتا کیوں کہ اب میں بوڑھا اور ضعیف ہوگیا ہوں اور مجھ میں ویسی طاقت نہیں رہی، بڑھاپے میں اپنے کسی گھر والے کو دن میں ساتواں حصہ قرآن سنا دیا کرتے تھے تاکہ اس کا پڑھنا رات میں آسان ہو جائے اور جب بہت کمزور ہو جاتے اور طاقت حاصل کرنا چاہتے تو کئی روز تک روزہ نہ رکھتے، پھر شمار کر کے اتنے روزے رکھ لیتے کہ کہیں کوئی باقی نہ رہ

جائے، جس کا رسول اللہ ﷺ کے سامنے میں نے عہد کیا تھا (امام بخاری) کہتے ہیں: بعض حضرات نے تین راتوں اور پانچ راتوں میں ختم قرآن بیان کیا ہے اور زیادہ روایتیں سات راتوں کی ہی پائی جاتی ہیں۔" ❶

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، قَالَ: أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، فَمَا زَالَ حَتَّى قَالَ: صُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا، فَقَالَ: اقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ، قَالَ: إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ، فَمَا زَالَ حَتَّى قَالَ فِي ثَلَاثٍ.

"عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مہینہ میں صرف تین دن کے روزے رکھا کر۔ انھوں نے کہا کہ مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے۔ اسی طرح وہ برابر کہتے رہے (کہ مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے) یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن کا روزہ چھوڑ دیا کر۔ آپ ﷺ نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ مہینہ میں ایک قرآن مجید ختم کیا کر۔ انھوں نے اس پر بھی کہا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ اور برابر یہی کہتے رہے۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین دن میں (ایک قرآن ختم کیا کر)۔

[صحیح بخاری (۱۹۷۸)]

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ اقْرَأِ الْقُرْآنَ فِي شَهْرٍ قَالَ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً قَالَ اقْرَأْ فِي عِشْرِينَ قَالَ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً قَالَ اقْرَأْ فِي خَمْسَ عَشْرَةَ قَالَ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً قَالَ اقْرَأْ فِي عَشْرٍ قَالَ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً قَالَ اقْرَأْ فِي سَبْعٍ وَلَا تَزِيدَنَّ عَلَى ذَلِكَ قَالَ أَبُو دَاوُد وَحَدِيثُ مُسْلِمٍ أَتَمُّ

---

❶ صحيح البخاري (٥٠٥٢) في فضائل القرآن: باب في كم يقرأ القرآن. وأخرجه مسلم رقم (١١٥٩) في الصيام: باب النهي عن صوم الدهر.]

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: قرآن مجید ایک مہینے میں پڑھا کرو، انھوں نے عرض کیا: مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو بیس دن میں پڑھا کرو، عرض کیا: مجھے اس سے بھی زیادہ طاقت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پندرہ دن میں پڑھا کرو، عرض کیا: مجھے اس سے بھی زیادہ طاقت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو دس دن میں پڑھا کرو، عرض کیا: مجھے اس سے بھی زیادہ طاقت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات دن میں پڑھا کرو، اور اس پر ہرگز زیادتی نہ کرنا۔ابوداود کہتے ہیں: مسلم (بن ابراہیم والی یہ) روایت زیادہ کامل ہے۔"

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ فِي كَمْ أَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَالَ اخْتِمْهُ فِي شَهْرٍ قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ اخْتِمْهُ فِي عِشْرِينَ قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ اخْتِمْهُ فِي خَمْسَةَ عَشَرَ قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ اخْتِمْهُ فِي عَشْرٍ قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ اخْتِمْهُ فِي خَمْسٍ قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ فَمَا رَخَّصَ لِي

"عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کتنے دنوں میں قرآن ختم کرلیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک ماہ میں۔ میں نے عرض کیا: میں اس سے کم مدت میں پڑھ سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر بیس دن میں پڑھ لیا کرو۔ میں نے کہا: میں اس سے بھی کم مدت میں پڑھ سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس دن میں پڑھ لیا کرو۔ میں نے عرض کیا: میں اس سے بھی کم مدت میں پڑھنے کی استطاعت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر پانچ دن میں پڑھ لیا کرو۔ میں نے عرض

کیا: میں اس سے بھی کم مدت میں پڑھ سکتا ہوں لیکن آپ ﷺ نے اس سے کم مدت میں پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔

[أبو داود رقم (١٣٨٨) في الصلاة، باب في كم يقرأ القرآن۔ سنن ترمذی (٢٩٤٦)]

تین دن سے کم میں قرآن ختم کرنا

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ لَمْ يَفْقَهْهُ

"عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص تین دن سے کم وقت میں قرآن پڑھتا ہے اس نے اسے سمجھا نہیں۔"

[سنن ترمذی (٢٩٤٩)، ومسند احمد (٦٤٩٩)]

عَنْ مُسْلِمِ بْنِ مِخْرَاقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ نَاسًا يَقْرَأُ أَحَدُهُمُ الْقُرْآنَ فِي لَيْلَةٍ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا فَقَالَتْ أُولَئِكَ قَرَءُوا وَلَمْ يَقْرَءُوا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ اللَّيْلَةَ التَّمَامَ فَيَقْرَأُ سُورَةَ الْبَقَرَةِ وَسُورَةَ آلِ عِمْرَانَ وَسُورَةَ النِّسَاءِ ثُمَّ لَا يَمُرُّ بِآيَةٍ فِيهَا اسْتِبْشَارٌ إِلَّا دَعَا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَرَغِبَ وَلَا يَمُرُّ بِآيَةٍ فِيهَا تَخْوِيفٌ إِلَّا دَعَا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَاسْتَعَاذَ

"مسلم بن مخراق کہتے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ایک مرتبہ کچھ لوگوں کا ذکر کیا گیا جو ایک ہی رات میں ایک یا دو مرتبہ قرآن پڑھ لیتے تھے، تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ان لوگوں کا پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے۔ میں نبی ﷺ کے ساتھ ساری رات قیام کرتی تھی تب بھی نبی ﷺ صرف سورۃ بقرہ، آل عمران اور سورہ نساء پڑھ پاتے تھے کیونکہ نبی ﷺ ایسی جس آیت پر گذرتے جس میں خوف دلایا گیا ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے اور دعاء فرماتے اور خوشخبری کے مضمون پر مشتمل جس آیت سے گذرتے تو اللہ تعالیٰ

سے دعا مانگتے اور اس کی طرف اپنی رغبت کا اظہار فرماتے تھے۔“

[مسند احمد (۲٤۳٥٤)]

اشعریوں کے قرآن پڑھنے کو پہچان لیتا ہوں

قَالَ أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْرِفُ أَصْوَاتَ رُفْقَةِ الْأَشْعَرِيِّينَ بِالْقُرْآنِ حِينَ يَدْخُلُونَ بِاللَّيْلِ وَأَعْرِفُ مَنَازِلَهُمْ مِنْ أَصْوَاتِهِمْ بِالْقُرْآنِ بِاللَّيْلِ وَإِنْ كُنْتُ لَمْ أَرَ مَنَازِلَهُمْ حِينَ نَزَلُوا بِالنَّهَارِ وَمِنْهُمْ حَكِيمٌ إِذَا لَقِيَ الْخَيْلَ أَوْ قَالَ الْعَدُوَّ قَالَ لَهُمْ إِنَّ أَصْحَابِي يَأْمُرُونَكُمْ أَنْ تَنْظُرُوهُمْ ❶

”ابو بردہ رضی اللہ عنہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اشعری احباب کے قرآن پڑھنے کی آواز کو جب وہ رات میں آتے ہیں پہچان لیتا ہوں، اور میں ان کے رات میں قرآن پڑھنے کی آواز سے ان کی منزلوں کو پہچان جاتا ہوں، اگرچہ دن میں میں نے ان کی فرودگاہ نہ دیکھی ہو، ان میں سے حکیم بھی ہیں جب وہ کسی جماعت یا دشمن سے مقابلہ کرتے تو ان سے کہتے میرے احباب تمھیں انتظار کرنے کا حکم دیتے ہیں۔“

تمھیں آل داؤد کی خوش الحانی سے حصہ ملا ہے

عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي مُوسَى لَوْ رَأَيْتَنِي وَأَنَا أَسْتَمِعُ لِقِرَاءَتِكَ الْبَارِحَةَ لَقَدْ أُوتِيتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ

”ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم مجھے گزشتہ رات دیکھتے جب میں تمھارا قرآن مجید سن رہا تھا، یقیناً تمھیں آل داؤد کی خوش

❶ رواہ البخاری (٤٢٣٢) فی المغازی، باب غزوۃ خیبر، ومسلم (٢٤٩٩) فی فضائل الصحابۃ، باب من فضائل الأشعریین رضی اللہ عنہم.]

الحانی سے حصہ ملا ہے۔" ❶

عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تلاوت

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ رَأْسَهُ فِي حِجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ

"عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: میں حائضہ ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر میری گود میں رکھ کر قرآن کی تلاوت فرماتے۔"

[رواہ البخاری (۷۵۴۹) فی الحیض، باب قراءۃ الرجل فی حجر امرأته وهی حائض.]

ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی تھے، قرآن پڑھتے رو پڑتے

عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ فَذَكَرْنَا الْمُوَاظَبَةَ عَلَى الصَّلَاةِ وَالتَّعْظِيمَ لَهَا قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأُذِّنَ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَأَعَادَ فَأَعَادُوا لَهُ فَأَعَادَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ فَصَلَّى فَوَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً فَخَرَجَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَأَنِّي أَنْظُرُ رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ مِنَ الْوَجَعِ فَأَرَادَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَتَأَخَّرَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَكَانَكَ ثُمَّ أُتِيَ بِهِ حَتَّى جَلَسَ إِلَى جَنْبِهِ قِيلَ لِلْأَعْمَشِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلَاتِهِ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ بِرَأْسِهِ نَعَمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بَعْضَهُ وَزَادَ أَبُو مُعَاوِيَةَ

❶ رواہ البخاری: (۵۰۴۸) فی فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراءۃ للقرآن، ومسلم (۷۹۳) فی صلاۃ المسافرین، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن.]

جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا

"اسود فرماتے ہیں: ہم عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھے ہوئے نماز کی پابندی اور اس کی بزرگی کا بیان کر رہے تھے تو انھوں نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض میں جس میں آپ نے وفات پائی مبتلا ہوئے اور نماز کا وقت آیا اور اذان ہوئی تو آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہہ دو کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں آپ سے عرض کیا گیا: ابوبکر نرم دل آدمی ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو شدت غم سے وہ نماز نہ پڑھا سکیں گے دوبارہ پھر آپ نے فرمایا: پھر لوگوں نے وہی عرض کیا سہ بارہ آپ نے فرمایا: اور فرمایا: تم یوسف کو گھیرے میں لینے والی عورتوں کی طرح معلوم ہوتی ہو، ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں، چنانچہ کہہ دیا گیا، ابوبکر نماز پڑھانے چلے اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ میں سہارا لے کر نکلے گویا میں اب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پیروں کی طرف دیکھ رہی ہوں کہ سبب ضعف مرض کے زمین پر گھسٹتے جاتے تھے، پس ابوبکر نے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اشارہ کیا کہ تم اپنی جگہ پر رہو پھر آپ لائے گئے یہاں تک کہ ابوبکر کے پہلو میں آپ بیٹھ گئے، اعمش سے پوچھا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور ابوبکر آپ کی نماز کی اقتدا کرتے تھے اور لوگ ابوبکر کی نماز کی اقتدا کرتے تھے تو اعمش نے اپنے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں اور ابومعاویہ نے اتنے لفظ زیادہ روایت کیے کہ ابوبکر آپ کے بائیں جانب بیٹھ گئے اور ابوبکر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔" [1]

---

[1] رواه البخاري (٦٦٤) في الجماعة، باب أهل العلم والفضل أحق بالإمامة، ومسلم (٤١٨) في الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر من مرض وسفر وغيرهما.]

عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ قِيلَ لَهُ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قَرَأَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ قَالَ مُرُوهُ فَيُصَلِّي فَعَاوَدَتْهُ قَالَ مُرُوهُ فَيُصَلِّي إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ

”حمزہ بن عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: انھوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ کا مرض بڑھ گیا تو آپ سے نماز کی امامت کے بارے میں عرض کیا گیا؟ آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں، عائشہ رضی اللہ عنہا بولیں کہ ابوبکر ایک نرم دل آدمی ہیں جب نماز میں قرآن مجید پڑھیں گے تو ان پر رونا غالب آجائے گا، آپ نے فرمایا: ان ہی سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں پھر دوبارہ عائشہ نے وہی کہا پھر آپ نے فرمایا: ان ہی سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں تم یوسف کے زمانے کی عورتوں کی طرح معلوم ہوتی ہو۔“

[أخرجه البخاري (٦٨٢) في الجماعة، باب أهل العلم والفضل أحق بالإمامة.]

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گھر کے صحن میں تلاوت اور رقت

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے اپنے والدین کو جب سے میں نے ہوش سنبھالا دین (اسلام) پر ہی پایا اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا کہ صبح و شام رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس نہ آتے ہوں، جب مسلمان سخت آزمائش (تکالیف) میں تھے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے لئے نکلے جب برک غماد پہنچے تو ان سے قارہ کے سردار ابن دغنہ کی ملاقات ہوئی، اس نے پوچھا ابوبکر کہاں کا ارادہ ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ مجھ کو میری قوم نے نکال دیا اس لئے میں چاہتا ہوں کہ زمین کی سیر کروں اور اپنے پروردگار کی عبادت کروں، ابن دغنہ نے کہا: تم جیسا آدمی نہ تو نکل سکتا ہے

اور نہ نکالا جا سکتا ہے اس لئے کہ تم بے مال والوں کے لئے کماتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو اور عاجز و مجبور کا بوجھ اٹھاتے، مہمان کی ضیافت کرتے ہو اور حق (پر قائم رہنے) کی وجہ سے آنے والی مصیبت پر مدد کرتے ہو، میں تمھیں پناہ دیتا ہوں، تم لوٹ چلو اور اپنے ملک میں اپنے رب کی عبادت کرو، چنانچہ ابن دغنہ روانہ ہوا اور ابوبکر کو ساتھ لے کر واپس ہوا اور کفار قریش کے سرداروں میں گھوما اور ان سے کہا: ابوبکر جیسا آدمی نہ تو نکل سکتا ہے نہ نکالا جا سکتا ہے جو تنگدستوں کے لئے کماتا ہے صلہ رحمی کرتا ہے، عاجزوں کا بوجھ اٹھاتا ہے، مہمان کی مہمان نوازی کرتا ہے، راہ حق میں پیش آنے والی مصیبت میں مدد کرتا ہے، چنانچہ قریش نے ابن دغنہ کی پناہ منظور کرلی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امان دے کر ابن دغنہ سے کہا: ابوبکر کو کہہ دو کہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کریں، نماز پڑھیں، لیکن ہمیں تکلیف نہ دیں اور نہ اس کا اعلان کریں، اس لئے کہ ہمیں خطرہ ہے کہ ہمارے بچے اور عورتیں فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ ابن دغنہ نے ابوبکر سے یہ کہہ دیا، چنانچہ ابوبکر اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرنے لگے، اور نہ تو نماز اعلانیہ پڑھتے اور نہ قرات اعلانیہ کرتے پھر ابوبکر کے دل میں کچھ خیال پیدا ہوا، تو انھوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنا لی اور باہر نکل کر وہاں نماز اور قرآن پڑھنے لگے، تو مشرکین کی عورتیں اور بچے ان کے پاس جمع ہو جاتے، ان لوگوں کو اچھا معلوم ہوتا اور ابوبکر کو دیکھتے رہتے،

وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ حِينَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَأَفْزَعَ ذَلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

ابوبکر ایسے آدمی تھے کہ بہت روتے اور جب قرآن پڑھتے تو انھیں آنسوؤں پر اختیار نہیں رہتا تھا، مشرکین قریش کے سردار گھبرائے اور ابن

دغنہ کو بلا بھیجا وہ ان کے پاس آیا تو انھوں نے ابن دغنہ سے کہا: ہم نے ابوبکر کو اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے پروردگار کی عبادت کریں، لیکن انھوں نے اس سے تجاوز کیا اور اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی۔ اعلانیہ نماز اور قرآن پڑھنے لگے اور ہمیں خطرہ ہے کہ ہمارے بچے اور ہماری عورتیں گمراہ نہ ہو جائیں اس لیے ان کے پاس جا کر کہو کہ اگر وہ اپنے گھر کے اندر اپنے رب کی عبادت پر اکتفا کرتے ہیں تو کریں اور اگر اس سے انکار کریں تو ان سے کہو کہ تمھارا ذمہ واپس کر دیں، اس لیے کہ ہمیں پسند نہیں کہ ہم تمھاری امان کو توڑیں اور نہ ہم ابوبکر کو اعلانیہ عبادت کرنے پر قائم رہنے دے سکتے ہیں، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ابن دغنہ ابوبکر کے پاس آیا اور کہا تمھیں معلوم ہے کہ میں نے تمھارا ذمہ ایک شرط پر لیا تھا، یا تو اسی پر اکتفا کرو یا میرا ذمہ مجھے واپس کر دو، اس لیے کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ عرب اس بات کو سنیں کہ میں نے ایک شخص کو اپنے ذمہ میں لیا تھا اور میرا ذمہ توڑا گیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں تیرا ذمہ تجھے واپس دیتا ہوں اور اللہ کی پناہ پر راضی ہوں۔

[رواہ البخاری (٤٧٦) فی المساجد، باب المسجد یکون فی الطریق من غیر ضرر بالناس.]

صبح کی نماز میں سورۃ حج اور یوسف کی تلاوت

أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ يَقُولُ صَلَّيْنَا وَرَاءَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ الصُّبْحَ فَقَرَأَ فِيهَا بِسُورَةِ يُوسُفَ وَسُورَةِ الْحَجِّ قِرَاءَةً بَطِيئَةً فَقُلْتُ وَاللّٰهِ إِذًا لَقَدْ كَانَ يَقُومُ حِينَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ قَالَ أَجَلْ

"عبداللہ بن عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں: ہم نے صبح کی نماز عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی، تو انھوں نے سورۃ یوسف اور سورۃ حج ٹھہر ٹھہر کر پڑھی، عروہ نے کہا: قسم اللہ کی! پس اس وقت کھڑے ہوتے ہوں گے

نماز کو جب نکلتی ہے صبح صادق، عبداللہ نے کہا: ہاں

[موطا امام مالک (۱۶۹) صححه الألبانی فی المشکاة: ۸۶۵]

جعفر رضی اللہ عنہ کی تلاوت سن کر نجاشی اتنا رویا کہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی

"ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب ہم سرزمین حبش میں اترے تو ہمیں نجاشی کی صورت میں بہترین پڑوسی ملا، ہمیں دین کے حوالے سے اطمینان نصیب ہوا ہم نے اللہ کی عبادت اس طرح کی کہ ہمیں کوئی نہ ستاتا تھا اور ہم کوئی ناپسندیدہ بات نہ سنتے تھے، قریش کو جب اس کی خبر پہنچی تو انھوں نے مشورہ کیا کہ قریش کے دو مضبوط آدمیوں کو نادر و نایاب تحائف کے ساتھ نجاشی کے پاس بھیجا جائے، ان لوگوں کی نگاہوں میں سب سے زیادہ عمدہ اور قیمتی چیز چمڑا شمار ہوتی تھی، چنانچہ انھوں نے بہت سا چمڑا اکٹھا کیا اور نجاشی کے ہر سردار کے لئے بھی ہدیہ اکٹھا کیا، اور یہ سب چیزیں عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کے حوالے کر کے انھیں ساری بات سمجھائی اور کہا: نجاشی سے ان کے حوالے سے کوئی بات کرنے سے قبل ہر سردار کو اس کا ہدیہ پہنچا دینا، پھر نجاشی کی خدمت میں ہدایا و تحائف پیش کرنا اور قبل اس کے کہ وہ ان لوگوں سے کوئی بات کرے تم اس سے یہ درخواست کرنا کہ انھیں تمھارے حوالہ کر دے۔

یہ دونوں مکہ مکرمہ سے نکل کر نجاشی کے پاس پہنچے اس وقت تک ہم بڑی بہترین رہائش اور بہترین پڑوسیوں کے درمیان رہ رہے تھے، ان دونوں نے نجاشی سے کوئی بات کرنے سے پہلے اس کے ہر سردار کو تحائف دیے اور ہر ایک سے یہی کہا: شاہ حبشہ کے اس ملک میں ہمارے کچھ بیوقوف لڑکے آگئے ہیں جو اپنی قوم کے دین کو چھوڑ دیتے ہیں اور تمھارے دین میں داخل نہیں ہوتے بلکہ انھوں نے ایک نیا دین خود ہی ایجاد کر لیا ہے جسے نہ ہم جانتے ہیں اور نہ آپ، لوگ اب ہمیں اپنی قوم کے معزز لوگوں نے بھیجا ہے تاکہ ہم انھیں یہاں سے واپس لے جائیں جب ہم بادشاہ

سلامت سے ان کے متعلق گفتگو کریں تو آپ بھی انھیں مشورہ دیں کہ بادشاہ سلامت ان سے کوئی بات چیت کیے بغیر ہی انھیں ہمارے حوالے کر دیں، کیونکہ ان کی قوم کی نگاہیں ان سے زیادہ گہری ہیں اور وہ اس چیز سے بھی زیادہ واقف ہیں جو انھوں نے ان پر عیب لگائے ہیں، اس پر سارے سرداروں نے انھیں اپنے تعاون کا یقین دلایا۔ اس کے بعد ان دونوں نے نجاشی کی خدمت میں اپنی طرف سے تحائف پیش کیے جنھیں اس نے قبول کرلیا، پھر ان دونوں نے اس سے کہا بادشاہ سلامت! آپ کے شہر میں ہمارے ملک کے کچھ بیوقوف لڑکے آگئے ہیں جو اپنی قوم کا دین چھوڑ آئے ہیں اور آپ کے دین میں داخل نہیں ہوئے بلکہ انھوں نے ایک نیا دین خود ہی ایجاد کرلیا ہے جسے نہ آپ جانتے ہیں اور نہ ہم جانتے ہیں، اب ان کے سلسلے میں ان کی قوم کے کچھ معززین نے جن میں ان کے باپ، چچا اور خاندان والے شامل ہیں ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ انھیں ہمارے حوالہ کر دیں کیونکہ ان کی نگاہیں زیادہ گہری ہے اور وہ اس چیز سے بھی باخبر ہیں جو انھوں نے ان پر عیب لگائے ہیں۔

اس وقت ان دونوں کی نگاہوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز یہ تھی کہ کہیں نجاشی ہماری بات سننے کے لیے تیار نہ ہو جائے، ادھر اس کے پاس موجود اس کے سرداروں نے بھی کہا بادشاہ سلامت! یہ لوگ سچ کہہ رہے ہیں ان کی قوم کی نگاہیں زیادہ گہری ہیں اور وہ اس چیز سے بھی باخبر ہیں جو انھیں نے ان پر عیب لگائے ہیں اس لئے آپ ان لوگوں کو ان دونوں کے حوالے کر دیجیے تاکہ یہ انھیں واپس ان کے شہر اور قوم میں لے جائیں، اس پر نجاشی کو غصہ آ گیا اور وہ کہنے لگا:

لَا هَايْمُ اللّٰهِ إِذًا لَا أُسْلِمُهُمْ إِلَيْهِمَا وَلَا أَكَادُ قَوْمًا جَاوَرُونِي وَنَزَلُوا بِلَادِي وَاخْتَارُونِي عَلَى مَنْ سِوَايَ حَتَّى أَدْعُوَهُمْ فَأَسْأَلَهُمْ مَا يَقُولُ هٰذَانِ فِي أَمْرِهِمْ فَإِنْ كَانُوا كَمَا يَقُولَانِ أَسْلَمْتُهُمْ إِلَيْهِمَا وَرَدَدْتُهُمْ إِلَى قَوْمِهِمْ وَإِنْ

كَانُوا عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ مَنَعْتُهُمْ مِنْهُمَا وَأَحْسَنْتُ جِوَارَهُمْ مَا جَاوَرُونِي

نہیں اللہ کی قسم! میں ایک ایسی قوم کو ان کے حوالے نہیں کر سکتا جنھوں نے میرا پڑوسی بننا قبول کیا میرے ملک میں آئے اور دوسروں پر مجھے ترجیح دی، میں پہلے انھیں بلاؤں گا اور ان سے اس چیز کے متعلق پوچھوں گا جو یہ دونوں ان کے حوالے سے کہہ رہے ہیں اگر وہ لوگ ویسے ہی ہوئے جیسے یہ کہہ رہے ہیں تو میں انھیں ان کے حوالے کر دوں گا اور انھیں ان کے شہر اور قوم میں واپس بھیج دوں گا، اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر میں انھیں ان کے حوالے نہیں کروں گا، بلکہ اچھا پڑوسی ہونے کا ثبوت پیش کروں گا۔ اس کے بعد نجاشی نے پیغام بھیج کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بلایا جب قاصد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس آیا تو انھوں نے اکٹھے ہو کر مشورہ کیا کہ بادشاہ کے پاس پہنچ کر کیا کہا جائے؟

فَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولُهُ اجْتَمَعُوا ثُمَّ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ مَا تَقُولُونَ لِلرَّجُلِ إِذَا جِئْتُمُوهُ قَالُوا نَقُولُ وَاللهِ مَا عَلِمْنَا وَمَا أَمَرَنَا بِهِ نَبِيُّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَائِنٌ فِي ذَلِكَ مَا هُوَ كَائِنٌ فَلَمَّا جَاءُوهُ وَقَدْ دَعَا النَّجَاشِيُّ أَسَاقِفَتَهُ فَنَشَرُوا مَصَاحِفَهُمْ حَوْلَهُ لِيَسْأَلَهُمْ فَقَالَ مَا هَذَا الدِّينُ الَّذِي فَارَقْتُمْ فِيهِ قَوْمَكُمْ وَلَمْ تَدْخُلُوا فِي دِينِي وَلَا فِي دِينِ أَحَدٍ مِنْ هَذِهِ الْأُمَمِ قَالَتْ فَكَانَ الَّذِي كَلَّمَهُ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ لَهُ أَيُّهَا الْمَلِكُ كُنَّا قَوْمًا أَهْلَ جَاهِلِيَّةٍ نَعْبُدُ الْأَصْنَامَ وَنَأْكُلُ الْمَيْتَةَ وَنَأْتِي الْفَوَاحِشَ وَنَقْطَعُ الْأَرْحَامَ وَنُسِيءُ الْجِوَارَ يَأْكُلُ الْقَوِيُّ مِنَّا الضَّعِيفَ فَكُنَّا عَلَى ذَلِكَ حَتَّى بَعَثَ اللهُ إِلَيْنَا رَسُولًا مِنَّا نَعْرِفُ نَسَبَهُ وَصِدْقَهُ وَأَمَانَتَهُ وَعَفَافَهُ فَدَعَانَا إِلَى اللهِ تَعَالَى لِنُوَحِّدَهُ وَنَعْبُدَهُ وَنَخْلَعَ مَا كُنَّا

نَعْبُدُ نَحْنُ وَآبَاؤُنَا مِنْ دُونِهِ مِنَ الْحِجَارَةِ وَالْأَوْثَانِ وَأَمَرَ بِصِدْقِ الْحَدِيثِ وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ وَصِلَةِ الرَّحِمِ وَحُسْنِ الْجِوَارِ وَالْكَفِّ عَنِ الْمَحَارِمِ وَالدِّمَاءِ وَنَهَانَا عَنِ الْفَوَاحِشِ وَقَوْلِ الزُّورِ وَأَكْلِ مَالِ الْيَتِيمِ وَقَذْفِ الْمُحْصَنَةِ وَأَمَرَنَا أَنْ نَعْبُدَ اللهَ وَحْدَهُ لَا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَأَمَرَنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّيَامِ قَالَ فَعَدَّدَ عَلَيْهِ أُمُورَ الْإِسْلَامِ فَصَدَّقْنَاهُ وَآمَنَّا بِهِ وَاتَّبَعْنَاهُ عَلَى مَا جَاءَ بِهِ فَعَبَدْنَا اللهَ وَحْدَهُ فَلَمْ نُشْرِكْ بِهِ شَيْئًا وَحَرَّمْنَا مَا حَرَّمَ عَلَيْنَا وَأَحْلَلْنَا مَا أَحَلَّ لَنَا فَعَدَا عَلَيْنَا قَوْمُنَا فَعَذَّبُونَا فَفَتَنُونَا عَنْ دِينِنَا لِيَرُدُّونَا إِلَى عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ مِنْ عِبَادَةِ اللهِ وَأَنْ نَسْتَحِلَّ مَا كُنَّا نَسْتَحِلُّ مِنَ الْخَبَائِثِ وَلَمَّا قَهَرُونَا وَظَلَمُونَا وَشَقُّوا عَلَيْنَا وَحَالُوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ دِينِنَا خَرَجْنَا إِلَى بَلَدِكَ وَاخْتَرْنَاكَ عَلَى مَنْ سِوَاكَ وَرَغِبْنَا فِي جِوَارِكَ وَرَجَوْنَا أَنْ لَا نُظْلَمَ عِنْدَكَ أَيُّهَا الْمَلِكُ قَالَتْ فَقَالَ لَهُ النَّجَاشِيُّ هَلْ مَعَكَ مِمَّا جَاءَ بِهِ عَنِ اللهِ مِنْ شَيْءٍ قَالَتْ فَقَالَ لَهُ جَعْفَرٌ نَعَمْ فَقَالَ لَهُ النَّجَاشِيُّ فَاقْرَأْهُ عَلَيَّ فَقَرَأَ عَلَيْهِ صَدْرًا مِنْ كهيعص قَالَتْ فَبَكَى وَاللهِ النَّجَاشِيُّ حَتَّى أَخْضَلَ لِحْيَتَهُ وَبَكَتْ أَسَاقِفَتُهُ حَتَّى أَخْضَلُوا مَصَاحِفَهُمْ حِينَ سَمِعُوا مَا تَلَا عَلَيْهِمْ ثُمَّ قَالَ النَّجَاشِيُّ إِنَّ هَذَا وَالَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى لَيَخْرُجُ مِنْ مِشْكَاةٍ وَاحِدَةٍ انْطَلِقَا فَوَاللهِ لَا أُسْلِمُهُمْ إِلَيْكُمْ أَبَدًا وَلَا أَكَادُ قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ رضي الله عنها فَلَمَّا خَرَجَا مِنْ عِنْدِهِ قَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ وَاللهِ لَآتِيَنَّهُ غَدًا أَعِيبُهُمْ عِنْدَهُ ثُمَّ أَسْتَأْصِلُ بِهِ خَضْرَاءَهُمْ قَالَتْ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي رَبِيعَةَ وَكَانَ أَتْقَى الرَّجُلَيْنِ فِينَا لَا تَفْعَلْ فَإِنَّ لَهُمْ أَرْحَامًا وَإِنْ كَانُوا قَدْ خَالَفُونَا قَالَ وَاللهِ لَأُخْبِرَنَّهُ أَنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا

السَّلَامُ عَبْدٌ قَالَتْ ثُمَّ غَدَا عَلَيْهِ الْغَدَ فَقَالَ لَهُ أَيُّهَا الْمَلِكُ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ فِي عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ قَوْلًا عَظِيمًا فَأَرْسِلْ إِلَيْهِمْ فَسَلْهُمْ عَمَّا يَقُولُونَ فِيهِ قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمْ يَسْأَلُهُمْ عَنْهُ قَالَتْ وَلَمْ يَنْزِلْ بِنَا مِثْلُهَا فَاجْتَمَعَ الْقَوْمُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ مَاذَا تَقُولُونَ فِي عِيسَى إِذَا سَأَلَكُمْ عَنْهُ قَالُوا نَقُولُ وَاللهِ فِيهِ مَا قَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى وَمَا جَاءَ بِهِ نَبِيُّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَائِنًا فِي ذٰلِكَ مَا هُوَ كَائِنٌ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالَ لَهُمْ مَا تَقُولُونَ فِي عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فَقَالَ لَهُ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نَقُولُ فِيهِ الَّذِي جَاءَ بِهِ نَبِيُّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ وَرُوحُهُ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ الْعَذْرَاءِ الْبَتُولِ قَالَتْ فَضَرَبَ النَّجَاشِيُّ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ فَأَخَذَ مِنْهَا عُودًا ثُمَّ قَالَ مَا عَدَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ مَا قُلْتَ هٰذَا الْعُودَ فَتَنَاخَرَتْ بَطَارِقَتُهُ حَوْلَهُ حِينَ قَالَ مَا قَالَ فَقَالَ وَإِنْ نَخَرْتُمْ وَاللهِ اذْهَبُوا فَأَنْتُمْ سُيُومٌ بِأَرْضِي وَالسُّيُومُ الْآمِنُونَ مَنْ سَبَّكُمْ غُرِمَ ثُمَّ مَنْ سَبَّكُمْ غُرِمَ ثُمَّ مَنْ سَبَّكُمْ غُرِمَ فَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِي دَبْرَ ذَهَبٍ وَأَنِّي آذَيْتُ رَجُلًا مِنْكُمْ وَالدَّبْرُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ الْجَبَلُ رُدُّوا عَلَيْهِمَا هَدَايَاهُمَا فَلَا حَاجَةَ لَنَا بِهَا فَوَاللهِ مَا أَخَذَ اللهُ مِنِّي الرِّشْوَةَ حِينَ رَدَّ عَلَيَّ مُلْكِي فَآخُذَ الرِّشْوَةَ فِيهِ وَمَا أَطَاعَ فِيَّ النَّاسَ فَأُطِيعَهُمْ فِيهِ قَالَتْ فَخَرَجَا مِنْ عِنْدِهِ مَقْبُوحَيْنِ مَرْدُودًا عَلَيْهِمَا مَا جَاءَا بِهِ وَأَقَمْنَا عِنْدَهُ بِخَيْرِ دَارٍ مَعَ خَيْرِ جَارٍ

پھر انھوں نے آپس میں طے کر لیا کہ ہم وہی کہیں گے جو ہم جانتے ہیں یا جو نبی اکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے، جو ہوگا سو دیکھا جائے گا، چنانچہ یہ حضرات نجاشی کے پاس چلے گئے، نجاشی نے اپنے پادریوں کو بھی بلا لیا تھا

اور وہ اس کے سامنے آسمانی کتابیں اور صحیفے کھول کر بیٹھے ہوئے تھے، نجاشی نے ان سے پوچھا: وہ کونسا دین ہے جس کی خاطر تم نے اپنی قوم کے دین کو چھوڑا نہ میرے دین میں داخل ہوئے اور نہ اقوام عالم میں سے کسی کا دین اختیار کیا؟ اس موقع پر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کلام کیا اور فرمایا: بادشاہ سلامت! ہم جاہل لوگ تھے بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بے حیائی کے کام کرتے تھے، رشتہ داریاں توڑ دیا کرتے تھے، پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے تھے، اور ہمارا طاقتور ہمارے کمزور کو کھا جاتا تھا، ہم اسی طرز زندگی پر چلتے رہے حتی کہ اللہ نے ہماری طرف ہم ہی میں سے ایک پیغمبر کو بھیجا، جس کے حسب نسب صدق و امانت اور عفت وعصمت کو ہم جانتے ہیں، انھوں نے ہمیں اللہ کو ایک ماننے اس کی عبادت کرنے اور اس کے علاوہ پتھروں اور بتوں کو جنھیں ہمارے آباؤ اجداد پوجا کرتے تھے کی عبادت چھوڑ دینے کی دعوت پیش کی، انھوں نے ہمیں سچائی، امانت کی ادائیگی صلہ رحمی پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے حرام کاموں اور قتل وغارت گری سے بچنے کا حکم دیا، انھوں نے ہمیں بے حیائی کے کاموں سے بچنے جھوٹ بولنے، یتیم کا مال ناحق کھانے اور پاکدامن عورت پر بدکاری کی تہمت لگانے سے روکا، انھوں نے ہمیں حکم دیا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور انھوں نے ہمیں نماز، زکوۃ اور روزے کا حکم دیا ہے ہم نے ان کی تصدیق کی، ان پر ایمان لائے ان کی لائی ہوئی شریعت اور تعلیمات کی پیروی کی، ہم نے ایک اللہ کی عبادت شروع کر دی ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے تھے، ہم نے ان کی حرام کردہ چیزوں کو حرام اور

حلال قرار دی ہوئی اشیاء کو حلال سمجھنا شروع کر دیا جس پر ہماری قوم نے ہم پر ظلم وستم شروع کر دیا، ہمیں طرح طرح کی سزائیں دینے لگے ہمیں ہمارے دین سے برگشتہ کرنے لگے تا کہ ہم دوبارہ اللہ کی عبادت چھوڑ کر بتوں کی پوجا شروع کر دیں اور پہلے جن گندی چیزوں کو زمانہ جاہلیت میں حلال سمجھتے تھے انھیں دوبارہ حلال سمجھنا شروع کر دیں ۔ جب انھوں نے ہم پر حد سے زیادہ ظلم شروع کر دیا اور ہمارے لئے مشکلات کھڑی کرنا شروع کر دیں اور ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان رکاوٹ بن کر حائل ہونے لگے، تو ہم وہاں سے نکل کر آپ کے ملک میں آ گئے ہم نے دوسروں پر آپ کو ترجیح دی ہم نے آپ کے پڑوس میں اپنے لئے رغبت محسوس کی۔ اور بادشاہ سلامت! ہمیں امید ہے کہ آپ کی موجودگی میں ہم پر ظلم نہیں ہوگا۔ نجاشی نے ان سے کہا: کیا اس پر پیغمبر پر اللہ کی طرف سے جو وحی آتی ہے اس کا کچھ حصہ آپ کو یاد ہے؟ جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! اس نے کہا: پھر مجھے وہ پڑھ کر سنائیں، جعفر رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے سورۃ مریم کا ابتدائی حصہ تلاوت فرمایا و اللہ! اسے سن کر نجاشی اتنا رویا کہ اس کی داڑھی اس کے آنسوؤں سے تر ہو گئی اس کے پادری بھی اتنا روئے کہ ان کے سامنے رکھے ہوئے آسمانی کتابوں کے نسخے بھی ان کے آنسوؤں سے تربتر ہو گئے پھر نجاشی نے کہا: بخدا! یہ وہی کلام ہے جو موسیٰ پر بھی نازل ہوا تھا اور ان دونو کا منبع ایک ہی ہے، یہ کہہ کر ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا: تم دونوں چلے جاؤ، اللہ کی قسم! میں انھیں کسی صورت میں تمھارے حوالے نہیں کروں گا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب وہ دونوں نجاشی کے دربار سے نکلے، تو عمرو بن عاص نے کہا: بخدا! کل میں نجاشی کے سامنے ان کا عیب

بیان کر کے رہوں گا اور اس کے ذریعے ان کی جڑ کاٹ کر پھینک دوں گا، عبداللہ بن ابی ربیعہ جو ہمارے معاملے میں کچھ نرم تھا کہنے لگا کہ ایسا نہ کرنا کیونکہ اگرچہ ہماری مخالفت کر رہے ہیں لیکن ہیں تو ہمارے ہی رشتہ دار، عمرو بن عاص نے کہا: نہیں میں نجاشی کو یہ بتا کر رہوں گا کہ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ کا بندہ کہتے ہیں۔ چنانچہ اگلے دن آ کر عمرو بن عاص نے نجاشی سے کہا: بادشاہ سلامت! یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بڑی سخت بات کہتے ہیں اس لئے انھیں بلا کر عیسیٰ علیہ السلام کے بارے ان کا عقیدہ دریافت کیجئے، بادشاہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پھر اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے بھیجا اس وقت ہمارے اوپر اس جیسی کوئی چیز نازل نہ ہوئی تھی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین باہم مشورہ کے لئے جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ جب بادشاہ تم سے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پوچھے گا تو تم کیا کہو گے؟ پھر انھوں نے یہ طے کر لیا کہ ہم ان کے متعلق وہی کہیں گے جو اللہ نے فرمایا: اور جو ہمارے نبی نے بتایا ہے جو ہوگا سو دیکھا جائے گا، چنانچہ یہ طے کر کے وہ نجاشی کے پاس پہنچ گئے نجاشی نے ان سے پوچھا: عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سلسلے میں ہم وہی کچھ کہتے ہیں جو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں: وہ اللہ کے بندے، اس کے پیغمبر، اس کی روح اور اس کا کلمہ ہیں، جسے اللہ نے مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا تھا جو کہ کنواری اور اپنی شرم وحیاء کی حفاظت کرنے والی تھیں، اس نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین کی طرف بڑھا کر ایک تنکا اٹھایا اور کہنے لگا: آپ نے جو کچھ کہا ہے عیسیٰ علیہ السلام اس سے اس تنکے کی نسبت بھی زیادہ نہیں ہیں۔ جب نجاشی نے یہ بات کہی تو یہ اس کے ارد

گرد بیٹھے ہوئے سرداروں کو بہت بری لگی اور غصہ سے ان کے نرخروں سے آواز نکلنے لگی، نجاشی نے کہا: جتنی مرضی بری لگے، بات صحیح ہے، تم لوگ جاؤ، آج سے تم اس ملک میں امن کے ساتھ رہو گے، اور تین مرتبہ کہا: جو شخص تمھیں برا بھلا کہے گا اسے اس کا تاوان ادا کرنا ہوگا، مجھے یہ بات پسند نہیں کہ تم میں سے کسی کو تکلیف پہنچاؤں اگرچہ اس کے عوض مجھے ایک پہاڑ کے برابر بھی سونا مل جائے، اور ان دونوں کو ان کے تحائف اور ہدایا واپس کردو واللہ! اللہ نے جب مجھے میری حکومت واپس لوٹائی تھی تو اس نے مجھ سے رشوت نہیں لی تھی کہ میں بھی اس کے معاملے میں رشوت لیتا پھروں، اور اس نے لوگوں کو میرا مطیع بنایا کہ اس کے معاملے میں لوگوں کی اطاعت کرتا پھروں۔ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس کے بعد ان دونوں کو وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیا گیا اور وہ جو بھی ہدایا لے کر آئے تھے وہ سب انھیں واپس لوٹا دیے گئے اور ہم نجاشی کے ملک میں بہترین گھر اور بہترین پڑوس کے ساتھ زندگی گذارتے رہے

قَالَتْ فَوَاللّٰهِ إِنَّا عَلَى ذٰلِكَ إِذْ نَزَلَ بِهِ يَعْنِي مَنْ يُنَازِعُهُ فِي مُلْكِهِ قَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْنَا حُزْنًا قَطُّ كَانَ أَشَدَّ مِنْ حُزْنٍ حَزِنَّاهُ عِنْدَ ذٰلِكَ تَخَوُّفًا أَنْ يَظْهَرَ ذٰلِكَ عَلَى النَّجَاشِيِّ فَيَأْتِيَ رَجُلٌ لَا يَعْرِفُ مِنْ حَقِّنَا مَا كَانَ النَّجَاشِيُّ يَعْرِفُ مِنْهُ قَالَتْ وَسَارَ النَّجَاشِيُّ وَبَيْنَهُمَا عُرْضُ النِّيلِ قَالَ فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَجُلٌ يَخْرُجُ حَتَّى يَحْضُرَ وَقْعَةَ الْقَوْمِ ثُمَّ يَأْتِيَنَا بِالْخَبَرِ قَالَتْ فَقَالَ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَا قَالَتْ وَكَانَ مِنْ أَحْدَثِ الْقَوْمِ سِنًّا قَالَتْ فَنَفَخُوا لَهُ قِرْبَةً فَجَعَلَهَا فِي صَدْرِهِ ثُمَّ سَبَحَ عَلَيْهَا حَتَّى خَرَجَ إِلَى نَاحِيَةِ النِّيلِ الَّتِي بِهَا

مُلْتَقَى الْقَوْمِ ثُمَّ انْطَلَقَ حَتَّى حَضَرَهُمْ قَالَتْ وَدَعَوْنَا اللهَ تَعَالَى لِلنَّجَاشِيِّ بِالظُّهُورِ عَلَى عَدُوِّهِ وَالتَّمْكِينِ لَهُ فِي بِلَادِهِ وَاسْتَوْثَقَ عَلَيْهِ أَمْرُ الْحَبَشَةِ فَكُنَّا عِنْدَهُ فِي خَيْرِ مَنْزِلٍ حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِمَكَّةَ

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس دوران کسی نے نجاشی کے ملک پر حملہ کر دیا اس وقت ہمیں انتہائی غم و افسوس ہوا اور ہمیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ حملہ آور نجاشی پر غالب ہی نہ آجائے اور نجاشی کی جگہ ایک ایسا آدمی برسر اقتدار آجائے جو ہمارے حقوق کا اس طرح خیال نہ رکھے، جیسے نجاشی رکھتا تھا۔ بہر حال! نجاشی جنگ کے لئے روانہ ہوا دونوں لشکروں کے درمیان دریائے نیل کی چوڑائی حائل تھی اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ایک دوسرے سے کہا: ان لوگوں کی جنگ میں حاضر ہو کر ان کی خبر ہمارے پاس کون لائے گا؟ زبیر رضی اللہ عنہ جو اس وقت ہم میں سب سے کمسن تھے نے اپنے آپ کو پیش کیا، لوگوں نے انھیں ایک مشکیزہ پھلا کر دے دیا وہ انھوں نے اپنے سینے پر لٹکا لیا اور اس کے اوپر تیرنے لگے یہاں تک کہ نیل کے اس کنارے کی طرف نکل گئے جہاں دونوں لشکر صف آراء تھے۔ زبیر رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ کر سارے حالات کا جائزہ لیتے رہے، اور ہم نجاشی کے حق میں اللہ سے یہ دعاء کرتے رہے کہ اسے اس کے دشمن پر غلبہ نصیب ہو اور وہ اپنے ملک میں حکمرانی پر فائز رہے اور اہل حبشہ کا نظم ونسق اسی کے ہاتھ میں رہے کیونکہ ہمیں اس کے پاس بہترین ٹھکانہ نصیب تھا، یہاں تک کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آگئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ہی تھے۔

[مسند احمد (۱۷٤۲)]

اسید رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قران سن کر کیفیت

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ كَانَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ مِنْ أَفَاضِلِ النَّاسِ وَكَانَ يَقُولُ لَوْ أَنِّي أَكُونُ كَمَا أَكُونُ عَلَى أَحْوَالٍ ثَلَاثٍ مِنْ أَحْوَالِي لَكُنْتُ حِينَ أَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَحِينَ أَسْمَعُهُ يُقْرَأُ وَإِذَا سَمِعْتُ خُطْبَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِذَا شَهِدْتُ جِنَازَةً وَمَا شَهِدْتُ جِنَازَةً قَطُّ فَحَدَّثْتُ نَفْسِي بِسِوَى مَا هُوَ مَفْعُولٌ بِهَا وَمَا هِيَ صَائِرَةٌ إِلَيْهِ

"عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ان کا شمار فاضل لوگوں میں ہوتا ہے وہ فرمایا کرتے تھے: اگر میری صرف تین ہی حالتیں ہوتیں تو میں میں ہوتا، جب میں خود قرآن پڑھتا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنتا، جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنتا اور جب میں جنازے میں شریک ہوتا اور میں جس جنازے میں بھی شریک ہوا میں نے اس کے علاوہ کچھ نہیں سوچا: میت کے ساتھ کیا حالات پیش آئیں گے اور اس کا انجام کیا ہوگا؟

[مسند احمد (١٨٦١٤)

قریب تھا کہ میرا دل اڑ جائے

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ فَلَمَّا بَلَغَ هَذِهِ الْآيَةَ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ أَمْ خَلَقُوا السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ بَلْ لَا يُوقِنُونَ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُسَيْطِرُونَ قَالَ كَادَ قَلْبِي أَنْ يَطِيرَ

"جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب میں سورۃ طور پڑھتے ہوئے سنا، جب آپ اس آیت پر پہنچے:

﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ﴾۔[الطور:٣٥]

قریب تھا کہ میرا دل اڑ جائے۔“

[رواه البخاری (٤٨٥٤) سُورَةُ وَالطُّورِ.]

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ، وَذَلِكَ أَوَّلَ مَا وَقَرَ الإِيمَانُ فِي قَلْبِي

”محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے والد نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب کی نماز میں سورۃ طور پڑھتے ہوئے سنا اور یہ پہلا موقع تھا کہ ایمان نے میرے دل میں جگہ پکڑ لی۔“

[صحيح البخاری: بَابُ شُهُودِ الْمَلَائِكَةِ بَدْرًا (٤٠٢٣).]

عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کا قرآن پڑھنا

عَنِ ابْنِ الْأَدْرَعِ قَالَ كُنْتُ أَحْرُسُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَخَرَجَ لِبَعْضِ حَاجَتِهِ قَالَ فَرَآنِي فَأَخَذَ بِيَدِي فَانْطَلَقْنَا فَمَرَرْنَا عَلَى رَجُلٍ يُصَلِّي يَجْهَرُ بِالْقُرْآنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَسَى أَنْ يَكُونَ مُرَائِيًا قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ يُصَلِّي يَجْهَرُ بِالْقُرْآنِ قَالَ فَرَفَضَ يَدِي ثُمَّ قَالَ إِنَّكُمْ لَنْ تَنَالُوا هَذَا الْأَمْرَ بِالْمُغَالَبَةِ قَالَ ثُمَّ خَرَجَ ذَاتَ لَيْلَةٍ وَأَنَا أَحْرُسُهُ لِبَعْضِ حَاجَتِهِ فَأَخَذَ بِيَدِي فَمَرَرْنَا عَلَى رَجُلٍ يُصَلِّي بِالْقُرْآنِ قَالَ فَقُلْتُ عَسَى أَنْ يَكُونَ مُرَائِيًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا إِنَّهُ أَوَّابٌ قَالَ فَنَظَرْتُ فَإِذَا هُوَ عَبْدُ اللهِ ذُو الْبِجَادَيْنِ

”ابن ادرع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں رات کے وقت نبی کی چوکیداری کر رہا تھا، نبی ﷺ اپنے کسی کام سے نکلے، تو مجھے دیکھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ہم لوگ چل پڑے، راستے میں ہمارا گذر ایک آدمی پر ہوا جو نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھ رہا تھا، نبی ﷺ نے فرمایا: شاید یہ دکھاوے کے لئے ایسا کر رہا ہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو

نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھ رہا ہے۔ اس پر نبی نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور فرمایا تم اس معاملے کو غالب گمان سے نہیں پا سکتے۔ ایک مرتبہ پھر اسی طرح میں رات کو چوکیداری کر رہا تھا کہ نبی ﷺ اپنے کسی کام سے نکلے اور میرا ہاتھ پکڑ کر چل پڑے، راستے میں پھر ہمارا گذر ایک آدمی پر ہوا جو بلند آواز سے قرآن پڑھ رہا تھا، میں نے اس مرتبہ پہل کرتے ہوئے کہا شاید یہ دکھاوے کے لئے ایسا کر رہا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: قطعا نہیں، یہ تو بڑا رجوع کرنے والا ہے، میں نے معلوم کیا تو وہ عبداللہ ذوالبجادین تھے۔" [مسند احمد (١٨٤٩٢)]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تلاوت کا انداز

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُخَافِتُ بِصَوْتِهِ إِذَا قَرَأَ وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَجْهَرُ بِقِرَاءَتِهِ وَكَانَ عَمَّارٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذَا قَرَأَ يَأْخُذُ مِنْ هَذِهِ السُّورَةِ وَهَذِهِ فَذُكِرَ ذَاكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِمَ تُخَافِتُ قَالَ إِنِّي لَأُسْمِعُ مَنْ أُنَاجِي وَقَالَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِمَ تَجْهَرُ بِقِرَاءَتِكَ قَالَ أُفْزِعُ الشَّيْطَانَ وَأُوقِظُ الْوَسْنَانَ وَقَالَ لِعَمَّارٍ وَلِمَ تَأْخُذُ مِنْ هَذِهِ السُّورَةِ وَهَذِهِ قَالَ أَتَسْمَعُنِي أَخْلِطُ بِهِ مَا لَيْسَ مِنْهُ قَالَ لَا قَالَ فَكُلُّهُ طَيِّبٌ

"علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابوبکر رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو آواز کو پست رکھتے، جبکہ عمر رضی اللہ عنہ بلند آواز سے قرآن کریم پڑھتے تھے، اور عمار رضی اللہ عنہ کبھی کسی سورۃ سے تلاوت فرماتے اور کبھی کسی سورۃ سے، نبی ﷺ کے سامنے جب اس کا تذکرہ ہوا، تو نبی ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ اپنی آواز کو پست کیوں رکھتے ہیں؟ عرض کیا: میں جس سے

مناجات کرتا ہوں اسی کو سناتا ہوں عمر رضی اللہ عنہ سے بلند آواز کے ساتھ تلاوت کرنے کی وجہ دریافت فرمائی تو انھوں نے عرض کیا: میں شیطان کو بھگاتا ہوں اور سونے والوں کو جگاتا ہوں، عمار رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کبھی کسی سورۃ سے اور کبھی دوسری سورۃ سے تلاوت کیوں کرتے ہیں؟ عرض کیا: کیا آپ نے مجھے کسی سورۃ میں دوسری سورۃ کو خلط ملط کرتے ہوئے سنا ہے؟ فرمایا: نہیں، سب ہی اپنی جگہ ٹھیک ہیں۔" [مسند احمد(۸٦۷)]

دوران تلاوت دعا اور پناہ مانگنا

عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ صَلَّى إِلَى جَنْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَقَرَأَ فَكَانَ إِذَا مَرَّ بِآيَةِ عَذَابٍ وَقَفَ وَتَعَوَّذَ وَإِذَا مَرَّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ وَقَفَ فَدَعَا وَكَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَفِي سُجُودِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى

"حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: انھوں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر نماز ادا کی تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی تلاوت فرماتے ہیں:، پس جس وقت عذاب الٰہی سے متعلق آیت کریمہ آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رک جاتے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے اور جس وقت آیت رحمت نازل ہوتی تو رک جاتے اور دعا مانگتے اور دوران رکوع سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ اور سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھتے۔

[سنن نسائی:(۱۰۰۸)تَعَوُّذُ الْقَارِئِ إِذَا مَرَّ بِآيَةِ عَذَابٍ.]

سو سو آیتیں ایک رکعت میں پڑھتے

عَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّهُ قَالَ أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِيمًا الدَّارِيَّ أَنْ يَقُومَا لِلنَّاسِ بِإِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً قَالَ وَقَدْ كَانَ الْقَارِئُ

يَقْرَأُ بِالْمِئِينَ حَتّٰى كُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَى الْعِصِيِّ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ وَمَا كُنَّا نَنْصَرِفُ إِلَّا فِي فُرُوعِ الْفَجْرِ

"سائب بن یزید فرماتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعت پڑھانے حکم کیا، سائب بن یزید فرماتے ہیں: امام سو سو آیتیں ایک رکعت میں پڑھتا تھا یہاں تک کہ ہم لکڑی پر سہارا لگاتے تھے اور نہیں فارغ ہوتے تھے ہم مگر فجر کے قریب۔

[أخرجه الموطأ (٢٥٣) في الصلاة في رمضان، باب ما جاء في قيام رمضان، وإسناده صحيح.]

سورۃ بقرہ، آل عمران اور نساء ایک ہی رکعت میں

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ فَقُلْتُ يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ فَمَضٰى فَقُلْتُ يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَتَيْنِ فَمَضٰى فَقُلْتُ يُصَلِّي بِهَا فِي رَكْعَةٍ فَمَضٰى فَافْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا يَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا تَسْبِيحٌ سَبَّحَ وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ ثُمَّ رَكَعَ فَقَالَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَكَانَ قِيَامُهُ قَرِيبًا مِنْ رُكُوعِهِ ثُمَّ سَجَدَ فَجَعَلَ يَقُولُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى فَكَانَ سُجُودُهُ قَرِيبًا مِنْ رُكُوعِهِ

"حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ بقرہ شروع کی تو میں نے سوچا کہ سو آیتیں پڑھ کر رکوع کریں گے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے (سو آیات) آگے تلاوت شروع کی تو میں نے گمان کیا شاید پوری سورۃ (سورۃ بقرہ) پڑھ کر رکوع فرمائیں گے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد سورۃ نساء کی تلاوت

کی اور بعد میں سورۃ آل عمران بھی پڑھ ڈالی۔ دوران قرأت آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے اور جب کوئی تسبیح کی آیات آتی تو تسبیح کرتے جب کوئی سوال کی آیت آتی تو سوال کرتے اور جب کوئی پناہ مانگنے کی آیت آتی تو اللہ جل جلالہ سے پناہ طلب کرتے پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا اور اس میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پڑھا۔ آپ ﷺ کا رکوع بھی قیام کے برابر ہی تھا۔ پھر سر اٹھا کر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہا اور تقریباً رکوع کے برابر قیام کیا پھر سجدے میں گئے اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھتے ہوئے تقریباً رکوع کے برابر سجدے کیے۔" [1]

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محفل قرآن

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَلَسْتُ فِي عِصَابَةٍ مِنْ ضُعَفَاءِ الْمُهَاجِرِينَ وَإِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ مِنَ الْعُرْيِ وَقَارِئٌ يَقْرَأُ عَلَيْنَا إِذْ جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكَتَ الْقَارِئُ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ كَانَ قَارِئٌ لَنَا يَقْرَأُ عَلَيْنَا فَكُنَّا نَسْتَمِعُ إِلَى كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ أُمِرْتُ أَنْ أَصْبِرَ نَفْسِي مَعَهُمْ قَالَ فَجَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسْطَنَا لِيَعْدِلَ بِنَفْسِهِ فِينَا ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ هٰكَذَا فَتَحَلَّقُوا وَبَرَزَتْ وُجُوهُهُمْ لَهُ قَالَ فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفَ مِنْهُمْ أَحَدًا غَيْرِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] رواه مسلم (٧٧٢) في صلاة المسافرين، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل، وأبو داود رقم (٨٧١) و (٨٧٤) في الصلاة، باب ما يقوله الرجل في ركوعه وسجوده.]

أَبْشِرُوا يَا مَعْشَرَ صَعَالِيكِ الْمُهَاجِرِينَ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَاءِ النَّاسِ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَذَاكَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ

"ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک مرتبہ کمزور و غریب مہاجرین کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا اور (ان کی فقر و غربت کا یہ عالم تھا) ان میں سے کچھ لوگ دوسرے لوگوں سے بسبب برہنہ ہونے کے پردہ کر رہے تھے اور ایک قاری قرآن کی تلاوت ہم پر کر رہا تھا کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہمارے پاس کھڑے ہو گئے تو وہ قاری خاموش ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سلام کیا اور فرمایا: تم لوگ کیا کر رہے تھے؟ ہم نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیشک وہ شخص ہمارا قاری ہے اور ہم پر قرآن کی تلاوت کر رہا تھا اور ہم اللہ کی کتاب سن رہے تھے۔ یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ بنائے کہ جن کے ساتھ مجھے صبر کرنے کا حکم دیا گیا۔ راوی کہتے ہیں: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان میں بیٹھ گئے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو برابر رکھیں، ہمارے درمیان ہر طرف سے (کوئی یہ نہ سمجھے کہ مجھ سے دور ہیں) اس کے بعد آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا اس طرح (حلقے بنا کر بیٹھنے کا) چنانچہ سب لوگ حلقہ بنا کر بیٹھ گئے اس طرح کہ سب کے چہرے آپ کے سامنے آگئے۔ راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے میرے علاوہ کسی کو نہ پہچانا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فقراء مہاجرین کی جماعت! تمھیں قیامت کے دن ایک کامل نور کی بشارت ہو، تم لوگ مالداروں سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہو گے اور وہ آدھا دن پانچ سو سال کا ہوگا۔" [1]

---

[1] رواہ أبو داود رقم (٣٦٦٦) فی العلم، باب بَاب فِي الْقَصَصِ۔ ورواہ أیضا أحمد فی المسند ٣/٦٣ وفی سندہ العلاء بن بشیر المزنی، وهو مجهول، ویشهد لآخرہ روایة الترمذی المختصرة.]

خلاف سنتے تو نبی ﷺ کے پاس لے آتے

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَؤُهَا وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأَنِيهَا وَكِدْتُ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ حَتَّى انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَجِئْتُ بِهِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأْتَنِيهَا فَقَالَ لِي أَرْسِلْهُ ثُمَّ قَالَ لَهُ اقْرَأْ فَقَرَأَ قَالَ هَكَذَا أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ لِي اقْرَأْ فَقَرَأْتُ فَقَالَ هَكَذَا أُنْزِلَتْ إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا مِنْهُ مَا تَيَسَّرَ

"عبدالرحمن بن عبدالقاری نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو سورۃ الفرقان ایک دفعہ اس قرآت سے پڑھتے سنا جو اس کے خلاف تھی جو میں پڑھتا تھا۔ حالانکہ میری قرآت خود رسول اللہ ﷺ نے مجھے سکھائی تھی۔ قریب تھا کہ میں فوراً ہی ان پر کچھ کر بیٹھوں، لیکن میں نے انھیں مہلت دی کہ وہ (نماز سے) فارغ ہو لیں۔ اس کے بعد میں نے ان کے گلے میں چادر ڈال کر ان کو گھسیٹا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا۔ میں نے آپ ﷺ سے کہا کہ میں نے انھیں اس قرآت کے خلاف پڑھتے سنا ہے جو آپ نے مجھے سکھائی ہے۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ پہلے انھیں چھوڑ دے۔ پھر ان سے فرمایا کہ اچھا اب تم قرآت سناؤ۔ انھوں نے وہی اپنی قرآت سنائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی تھی۔ اس کے بعد مجھ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب تم بھی پڑھو، میں نے بھی پڑھ

کر سنایا۔ آپ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی۔ قرآن سات قراتوں میں نازل ہوا ہے۔ تم کو جس میں آسانی ہو اسی طرح سے پڑھ لیا کرو۔"

[صحیح البخاری (٢٤١٩) بَاب كَلَامِ الْخُصُومِ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ.]

عَنْ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ آيَةً، سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَهَا، فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ، فَأَتَيْتُ بِهِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ، قَالَ شُعْبَةُ: أَظُنُّهُ قَالَ: لَا تَخْتَلِفُوا، فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوا فَهَلَكُوا

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک شخص کو ایک آیت نبی ﷺ کی تلاوت کے خلاف پڑھتے ہوئے سنا، میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آیا، آپ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں اچھا پڑھتے ہو، شعبہ نے کہا، میں گمان کرتا ہوں آپ ﷺ نے یہ فرمایا: اختلاف نہ کرو، اس لئے کہ تم سے پہلی امتوں نے اختلاف کیا تو ہلاک ہوگئیں۔" [1]

انس رضی اللہ عنہ کی ناراضگی

عَنْ الْأَعْمَشِ قَالَ قَرَأَ رَجُلٌ عِنْدَ أَنَسٍ بِلَحْنٍ مِنْ هَذِهِ الْأَلْحَانِ فَكَرِهَ ذَلِكَ أَنَسٌ قَالَ أَبُو مُحَمَّد وَقَالَ غَيْرُهُ قَرَأَ أَغُورَكُ بْنُ أَبِي الْخَضْرَمِ

"اعمش بیان کرتے ہیں ایک شخص نے انس رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں قرآن پڑھتے ہوئے اعراب کی غلطی کی تو انس رضی اللہ عنہ نے اس بات کو ناپسند کیا۔"

[دارمی (٣٥٠٢) بَاب كَرَاهِيَةِ الْأَلْحَانِ فِي الْقُرْآنِ.]

تو نے اس طرح پڑھا ہوگا کہ جس طرح شاعر شعر تیزی سے پڑھتا ہے

عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ غَدَوْنَا عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ يَوْمًا بَعْدَ مَا صَلَّيْنَا

[1] صحیح البخاری (٢٤١٠) فی فضائل القرآن، باب اقرؤوا القرآن ما ائتلفت علیہ قلوبکم.

الْغَدَاةَ فَسَلَّمْنَا بِالْبَابِ فَأَذِنَ لَنَا قَالَ فَمَكَثْنَا بِالْبَابِ هُنَيَّةً قَالَ فَخَرَجَتِ الْجَارِيَةُ فَقَالَتْ أَلَا تَدْخُلُونَ فَدَخَلْنَا فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ يُسَبِّحُ فَقَالَ مَا مَنَعَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا وَقَدْ أُذِنَ لَكُمْ فَقُلْنَا لَا إِلَّا أَنَّا ظَنَنَّا أَنَّ بَعْضَ أَهْلِ الْبَيْتِ نَائِمٌ قَالَ ظَنَنْتُمْ بِآلِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ غَفْلَةً قَالَ ثُمَّ أَقْبَلَ يُسَبِّحُ حَتَّى ظَنَّ أَنَّ الشَّمْسَ قَدْ طَلَعَتْ فَقَالَ يَا جَارِيَةُ انْظُرِي هَلْ طَلَعَتْ قَالَ فَنَظَرَتْ فَإِذَا هِيَ لَمْ تَطْلُعْ فَأَقْبَلَ يُسَبِّحُ حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنَّ الشَّمْسَ قَدْ طَلَعَتْ قَالَ يَا جَارِيَةُ انْظُرِي هَلْ طَلَعَتْ فَنَظَرَتْ فَإِذَا هِيَ قَدْ طَلَعَتْ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَقَالَنَا يَوْمَنَا هَذَا فَقَالَ مَهْدِيٌّ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَلَمْ يُهْلِكْنَا بِذُنُوبِنَا قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ الْبَارِحَةَ كُلَّهُ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ إِنَّا لَقَدْ سَمِعْنَا الْقَرَائِنَ وَإِنِّي لَأَحْفَظُ الْقَرَائِنَ الَّتِي كَانَ يَقْرَؤُهُنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ مِنَ الْمُفَصَّلِ وَسُورَتَيْنِ مِنْ آلِ حم

"ابو وائل فرماتے ہیں: ہم ایک دن صبح کی نماز پڑھنے کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف گئے اور دروازے سے سلام کیا تو انھوں نے ہمیں اجازت دے دی، مگر ہم تھوڑی دیر دروازے کے ساتھ ٹھہرے رہے، تو ایک باندی آئی اور اس نے کہا: تم اندر کیوں نہیں داخل ہو رہے ہو؟ تو پھر ہم اندر داخل ہوئے، تو عبداللہ رضی اللہ عنہ بیٹھے تسبیح پڑھ رہے ہیں انھوں نے فرمایا: تمھیں کس چیز نے اندر داخل ہونے سے روکا ہے جبکہ تمھیں اجازت دے دی گئی تھی! تو ہم نے کہا: کوئی بات نہیں سوائے اس کے کہ ہم نے خیال کیا کہ گھر والوں میں سے کوئی سو رہا ہو، تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے ابن ام عبد کے گھر والوں کے بارے میں غفلت کا گمان کیا؟ راوی نے کہا: پھر عبداللہ نے تسبیح پڑھنی شروع کر دی یہاں تک کہ جب خیال ہوا

سورج نکل گیا ہے تو باندی سے فرمایا: دیکھو کیا سورج نکل آیا ہے؟ اس نے دیکھا اور کہا: ابھی تک سورج نہیں نکلا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے پھر تسبیح پڑھنی شروع کر دی یہاں تک کہ پھر خیال ہوا کہ سورج نکل رہا ہے تو پھر باندی سے فرمایا: دیکھو سورج نکل گیا ہے؟ پھر اس نے دیکھا تو سورج نکل چکا تھا، تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَقَالَنَا یَوْمَنَا هٰذَا) راوی مہدی نے کہا: میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ جملہ بھی فرمایا (وَلَمْ یُهْلِکْنَا بِذُنُوْبِنَا) اور ہم کو ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہلاک نہیں فرمایا۔

جماعت میں سے ایک آدمی نے کہا: میں نے آج کی رات مفصل کی ساری سورتیں پڑھی ہیں تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے اس طرح پڑھا ہوگا جس طرح کہ (شاعر) شعر تیزی کے ساتھ پڑھتا ہے بے شک ہم نے قرآن مجید سنا اور مجھے وہ ساری سورتیں یاد ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے اور مفصل کی وہ اٹھارہ سورتیں ہیں اور دو سورتیں حم کے لفظ سے شروع ہوتی ہیں۔" ❶

عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا وَائِلٍ یُحَدِّثُ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَی ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ إِنِّیْ قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ اللَّیْلَةَ کُلَّهُ فِیْ رَکْعَةٍ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ هَذًّا کَهَذِّ الشِّعْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِیْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرُنُ بَیْنَهُنَّ قَالَ فَذَکَرَ عِشْرِیْنَ سُوْرَةً مِنَ الْمُفَصَّلِ سُوْرَتَیْنِ سُوْرَتَیْنِ فِیْ کُلِّ رَکْعَةٍ ❷

---

❶ رواه مسلم رقم (٨٢٢) فی صلاة المسافرین، باب ترتیل القراءة واجتناب الهذ، وأبو داود رقم (١٣٩٦) فی الصلاة، باب تحزیب القرآن، والترمذی رقم (٦٠٢) فی الصلاة، باب ما ذکر فی قراءة سورتین فی رکعة.] ❷ صحیح مسلم: ٨٢٢ بَابُ تَرْتِیلِ الْقِرَاءَةِ، وَاجْتِنَابِ الْهَذِّ، وَهُوَ الْإِفْرَاطُ فِی السُّرْعَةِ، وَإِبَاحَةِ سُوْرَتَیْنِ فَأَکْثَرَ فِیْ رَکْعَةٍ.]

"ابووائل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک آدمی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف آیا اور کہنے لگا کہ میں نے رات ایک رکعت میں پوری مفصل پڑھی ہیں تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے شعر کی طرح تیزی سے پڑھا ہوگا، عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان شمائل سورتوں کو جانتا ہوں کہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر پڑھا کرتے تھے پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مفصل میں سے بیس (۲۰) سورتوں کا ذکر کیا ایک رکعت میں دو دو سورتیں۔"

جیسے کوئی ردی کھجوروں کو بکھیرتا ہے

عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ عَبْدَ اللهِ عَنْ هَذَا الْحَرْفِ غَيْرِ آسِنٍ أَوْ يَاسِنٍ قَالَ كُلَّ الْقُرْآنِ قَرَأْتَ غَيْرَ هَذَا الْحَرْفِ قَالَ نَعَمْ قَالَ إِنَّ قَوْمًا يَقْرَءُونَهُ يَنْثُرُونَهُ نَثْرَ الدَّقَلِ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ إِنِّي لَأَعْرِفُ السُّوَرَ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرُنُ بَيْنَهُنَّ قَالَ فَأَمَرْنَا عَلْقَمَةَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ عِشْرُونَ سُورَةً مِنَ الْمُفَصَّلِ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرُنُ بَيْنَ كُلِّ سُورَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس حرف (غَيْرِ آسِنٍ أَوْ يَاسِنٍ) کے متعلق پوچھا ابووائل کہتے ہیں: ایک آدمی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس حرف ﴿غَيْرِ آسِنٍ أَوْ يَاسِنٍ﴾ کے متعلق پوچھا، تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نے اس کے علاوہ پورا قرآن پڑھ لیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کچھ لوگ قرآن کو اس طرح پڑھتے ہیں جیسے کوئی ردی کھجوروں کو بکھیرتا ہے اور قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا، مجھے ایسی ملتی جلتی سورتوں کا علم ہے جنھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں ملا کر پڑھتے تھے، راوی کہتے ہیں: ہم نے علقمہ سے کہا، آپ ان سے وہ سورتیں

پوچھیں؟ تو انھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان سورتوں کے بارے میں پوچھا، اس پر انھوں نے فرمایا: وہ مفصل کی بیس سورتیں ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر رکعت میں دو دو سورتیں ملا کر پڑھتے تھے۔" ❶

عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ غَدَوْنَا عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ ذَاتَ يَوْمٍ بَعْدَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ فَسَلَّمْنَا بِالْبَابِ فَأَذِنَ لَنَا فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ الْبَارِحَةَ كُلَّهُ فَقَالَ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ إِنَّا قَدْ سَمِعْنَا الْقِرَاءَةَ وَإِنِّي لَأَحْفَظُ الْقَرَائِنَ الَّتِي كَانَ يَقْرَأُ بِهِنَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سُورَةً مِنَ الْمُفَصَّلِ وَسُورَتَيْنِ مِنْ آلِ حم

"ابووائل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک آدمی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف آیا اور کہنے لگا کہ میں نے رات ایک رکعت میں پوری مفصل پڑھی ہیں تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے شعر کی طرح تیزی سے پڑھا ہوگا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان شمائل سورتوں کو جانتا ہوں کہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر پڑھا کرتے تھے پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مفصل میں سے بیس (۲۰) سورتوں کا ذکر کیا ایک رکعت میں دو دو سورتیں۔ ❷

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ سورۃ تلاوت کی تھی

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنَّا بِحِمْصَ فَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُودٍ سُورَةَ يُوسُفَ فَقَالَ رَجُلٌ مَا هَكَذَا أُنْزِلَتْ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحْسَنْتَ وَوَجَدَ مِنْهُ رِيحَ الْخَمْرِ فَقَالَ أَتَجْمَعُ أَنْ تُكَذِّبَ بِكِتَابِ اللهِ

---

❶ رواہ مسلم رقم (۸۲۲) فی صلاۃ المسافرین، باب ترتیل القراءۃ واجتناب الهذ، وأبو داود رقم (۱۳۹۶) فی الصلاۃ، باب تحزیب القرآن۔]

❷ رواہ مسلم رقم (۸۲۲) فی صلاۃ المسافرین، باب ترتیل القراءۃ واجتناب الهذ، وأبو داود رقم (۱۳۹۶) فی الصلاۃ، باب تحزیب القرآن۔]

”علقمہ فرماتے ہیں: ہم حمص میں تھے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ یوسف کی تلاوت کی، ایک آدمی نے کہا: اس طرح یہ سورۃ نازل نہیں ہوئی ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ سورۃ تلاوت کی تھی تو آپ نے فرمایا: بہت خوب۔ اس آدمی کے منہ سے شراب کی بو آتی تھی، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: تو کتاب اللہ کو جھٹلاتا ہے اور شراب بھی پیتا ہے، چنانچہ اسے حد ماری۔“ [1]

[1] صحیح البخاری (٥٠٠١) فی فضائل القرآن، باب القراء من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ومسلم رقم (٨٠١) فی الصلاۃ، باب فضل استماع القرآن.]

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قرآن سمجھنا

نبی ﷺ کا منصب ہی لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینا تھا، آپ صحابہ کرام کو قرآن سکھاتے اور ان کے لیے دعائیں بھی کرتے، اور صحابہ کرام نے بھی خوب محنت کر کے قرآن کی تعلیم حاصل کرتے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ضَمَّنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ

[صحیح بخاری (۷۵) باب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ]

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے مجھے (سینے سے) لگا لیا اور دعا دیتے ہوئے فرمایا: اے اللہ اسے کتاب (قرآن) کا علم عطا فرما۔"

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَاءَ، فَوَضَعْتُ لَهُ وَضُوْءًا قَالَ: مَنْ وَضَعَ هٰذَا فَأُخْبِرَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ

[صحیح بخاری (۱۴۳) باب وَضْعِ الْمَاءِ عِنْدَ الْخَلَاءِ]

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ بیت الخلاء میں تشریف لے گئے۔ میں نے (بیت الخلاء کے قریب) آپ ﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھ دیا۔ (باہر نکل کر) آپ ﷺ نے پوچھا یہ کس نے رکھا؟ جب آپ ﷺ کو بتلایا گیا تو آپ نے (میرے لیے دعا کی اور) فرمایا:

اللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ

اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ عطا فرما۔"

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ وَتَأْوِيلَ الْكِتَابِ

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینہ سے لگایا، اور یہ دعا فرمائی:

اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ وَتَأْوِيلَ الْكِتَابِ

"اے اللہ! اس کو میری سنت اور قرآن کی تفسیر کا علم عطاء فرما۔"

[ابن ماجه (١٦٦)]

دس سال کی عمر تک ساری محکم سورتیں سمجھ لی تھیں

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ إِنَّ الَّذِي تَدْعُونَهُ الْمُفَصَّلَ هُوَ الْمُحْكَمُ قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا ابْنُ عَشْرِ سِنِينَ وَقَدْ قَرَأْتُ الْمُحْكَمَ

"سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ جن سورتوں کو تم مفصل کہتے ہو وہ سب محکم ہیں۔ انھوں نے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میری عمر دس سال کی تھی اور میں نے محکم سورتیں سب پڑھ لی تھیں۔"

[صحیح بخاری (٥٠٣٥) باب تَعْلِيمِ الصِّبْيَانِ الْقُرْآنَ]

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا جَمَعْتُ الْمُحْكَمَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ وَمَا الْمُحْكَمُ قَالَ الْمُفَصَّلُ

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے محکم سورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سب یاد کرلی تھیں، میں نے پوچھا کہ محکم سورتیں کون سی ہیں؟ کہا: مفصل۔" [صحیح بخاری (٥٠٣٦) باب تَعْلِيمِ الصِّبْيَانِ الْقُرْآنَ]

ہر آیت کے متعلق دریافت کیا کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ لَقَدْ عَرَضْتُ الْقُرْآنَ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ ثَلَاثَ عَرَضَاتٍ أَقِفُ عِنْدَ كُلِّ آيَةٍ أَسْأَلُهُ فِيمَ أُنْزِلَتْ وَفِيمَ كَانَتْ فَقُلْتُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَرَأَيْتَ قَوْلَ اللهِ تَعَالَى فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللهُ قَالَ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمْ أَنْ تَعْتَزِلُوهُنَّ

مجاہد بیان کرتے ہیں میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ تین مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا ہے اور ہر ایک آیت پر رک کر ان سے دریافت کیا ہے کہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ور کہاں نازل ہوئی ایک مرتبہ میں نے ان سے کہا: ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ کے اس فرمان کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں:

﴿فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللهُ﴾

”جب وہ اچھی طرح سے پاک ہوجائیں تو جیسے تمھیں اللہ نے حکم دیا ویسے ان کے ساتھ صحبت کرو۔“

تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا جس جگہ تمھیں ان عورتوں سے الگ رہنے کا حکم دیا تھا اب اسی صحبت کے مخصوص مقام پر صحبت کرو۔

[سنن دارمی (۱۱۲۰)]

اگر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ہوتا تو بہت زیادہ علم حاصل کر لیتا

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ لَوْ رَفَقْتُ بِابْنِ عَبَّاسٍ لَأَصَبْتُ مِنْهُ عِلْمًا كَثِيرًا

”ابوسلمہ فرماتے ہیں: اگر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر رہتا تو ان سے بہت زیادہ علم حاصل کر لیتا۔“

[سنن دارمی (۴۱۲) بَاب فِي تَوْقِيرِ الْعُلَمَاءِ]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے چند تفسیری نکات

سب سے پہلے جو حکم منسوخ ہوا

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا وَقَالَ وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ الْآيَةَ وَقَالَ يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ فَأَوَّلُ مَا نُسِخَ مِنَ الْقُرْآنِ الْقِبْلَةُ

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کی اس فرمان کے متعلق فرماتے ہیں:

﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا﴾

[البقرہ:١٠٦]

"جس آیت کو ہم منسوخ کردیں یا بھلا دیں اس سے بہتر یا اس جیسی اور لاتے ہیں۔"

﴿وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ﴾ [النحل:١٠١]

"اور جب ہم کسی آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے۔"

﴿يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ﴾ [الرعد:٣٩]

"اللہ جو چاہے مٹا دے اور جو چاہے ثابت رکھے لوح محفوظ اسی کے پاس ہے۔"

ان آیات کی روشنی میں پہلی چیز جو منسوخ ہوئی وہ قبلہ کی تبدیلی ہے۔"

[سنن نسائی (۳۴۹۹)]

بیت المقدس کی بجائے قبلہ بیت اللہ بنا دیا گیا۔

پہلی آیت ہے جو جنگ کے بارے میں اتری

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا أُخْرِجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَخْرَجُوا نَبِيَّهُمْ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ لَيَهْلِكُنَّ فَنَزَلَتْ أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ قَالَ فَعُرِفَ أَنَّهُ سَيَكُونُ قِتَالٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هِيَ أَوَّلُ آيَةٍ نَزَلَتْ فِي الْقِتَالِ

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے نکالے گئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: انھوں نے اپنے نبی کو نکال دیا: إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ یہ لوگ ضرور ہلاک ہو جائیں گے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾۔ [الحج آیة ۳۹]

"جن (مسلمانوں) سے (کافر) جنگ کر رہے ہیں، انھیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ بھی مظلوم ہیں۔ بیشک ان کی مدد پر اللہ قادر ہے۔" تو میں نے سمجھ لیا کہ اب جنگ ہوگی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ پہلی آیت ہے جو جنگ کے بارے میں اتری ہے۔"

[سنن نسائی (۳۰۸۵)]

سب سے آخری مکمل سورۃ

عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ تَعْلَمُ وَقَالَ هَارُونُ تَدْرِي آخِرَ سُورَةٍ نَزَلَتْ مِنَ الْقُرْآنِ نَزَلَتْ جَمِيعًا قُلْتُ نَعَمْ إِذَا

جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ قَالَ صَدَقْتَ

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا: کیا تمھیں علم ہے قرآن مجید کی سب سے آخری سورت جو ایک ہی مرتبہ نازل ہوئی ہے کون سی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں!

﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللَّهِ﴾

"ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تو نے سچ کہا۔"

[صحيح مسلم(٣٠٢٤)]

ظاہراً مخالف آیات کا مطلب

"ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا میں قرآن میں ایسی باتیں پاتا ہوں جو مجھ کو ایک دوسرے کے خلاف معلوم ہوتی ہیں:

﴿فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَآءَلُونَ﴾[المؤمنون:١٠١]
﴿وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَآءَلُونَ﴾[الصافات:٢٧] ﴿وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا﴾[النساء:٤٢]

"اس دن ان کے درمیان رشتے ناطے نہیں ہوں گے اور نہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے، اوردوسری آیت میں ہیں:" ایک دوسرے پر متوجہ ہو کر آپس میں سوال کریں گے۔"

اوراسی طرح یہ آیات ہیں:(وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا)[النساء:٤٢] "وہ اللہ سے کوئی بات نہ چھپائیں گے" دوسری ایت میں ہے ﴿وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ﴾(الأنعام:٢٣) "ہمارے رب اللہ کی قسم ہم مشرک نہ تھے، فَقَدْ كَتَمُوا فِي هَذِهِ الآيَةِ؟ (ان آیات میں اختلاف ظاہر ہے)

اور﴿ءَأَنتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَآءُ بَنَىٰهَا﴾کیا تمھیں پیدا کرنا مشکل

کام ہے یا آسمان کو؟ جسے اس نے بنایا﴿رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا﴾اس کی چھت کو بلند کیا پھر اس میں توازن قائم کیا﴿وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا﴾اور اس کی رات کو تاریک کردیا اور دن کو دھوپ نکالی ﴿وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا﴾اور اس کے بعد زمین کو بچھا دیا۔"

[النازعات(۳۰)]

فَذَکَرَ خَلْقَ السَّمَاءِ قَبْلَ خَلْقِ الأَرْضِ، ان آیات میں آسمان کی پیدائش کو زمین کی پیدائش سے قبل بیان کیا،

پھر اللہ تعالیٰ نے﴿قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾آپ ان سے کہیے: کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا؟ اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہراتے ہو؟ یہ (اس صفت کا مالک) ہے سب جہانوں کا پروردگار﴿وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ﴾نیز اس نے زمین کے اوپر مضبوط پہاڑ بنا دیے اور اس میں برکت رکھی اور ٹھیک اندازے سے چار دنوں میں اس میں روئیدگی کی قوتیں رکھ دیں یہ زمین سب حاجت مندوں کے لئے یکساں ہے۔﴿ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ﴾پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ اس وقت دھواں تھا تو اس نے (اس طرح کے) آسمان اور زمین سے کہا: وجود میں آجاؤ خواہ تم چاہو یا نہ چاہو، دونوں نے کہا: ہم فرمانبرداروں کی طرح آگئے۔[فصلت:۱۱] فَذَکَرَ فِي هَذِهِ خَلْقَ الأَرْضِ قَبْلَ خَلْقِ السَّمَاءِ؟

ان آیات میں زمین کی پیدائش کو آسمان کی پیدائش کے بعد بتایا۔ اور اللہ

تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ (النساء:٩٦)

﴿عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ (النساء:٥٦) ﴿سَمِيعًا بَصِيرًا﴾

فَكَأَنَّهُ كَانَ ثُمَّ مَضٰى؟ (یعنی اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان تھا زبردست حکمت والا تھا سننے والا دیکھنے والا تھا) گویا پہلے (ان صفات سے متصف) تھا جو گزر چکا اب نہیں ہے؟

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان ایات کا جواب دیا:

﴿فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ﴾ ۔[المؤمنون:١٠١] کا تعلق نفحہ اولیٰ سے ہے تو جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں بے ہوش ہو جائیں گے بجز ان کے جن کو اللہ چاہے تو اس وقت ان کے درمیان نہ تو رشتے ناطے ہوں گے اور نہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے پھر دوسری بار پھونکے جانے پر ان میں سے بعض بعض سے سوال کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول ﴿مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ﴾ [الأنعام:٢٣] ﴿وَلَا يَكْتُمُونَ اللّٰهَ حَدِيثًا﴾ ۔[النساء:٤٢] کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اخلاص والوں کے گناہ بخش دے گا اور مشرکین کہیں گے ہم مشرک نہ تھے، تو ان کے منہ پر مہر لگا دے گا اور ان کے ہاتھ وغیرہ بولیں گے اس وقت معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپائی نہیں جا سکتی۔

اور زمین کو دو دن میں پیدا کیا پھر آسمان کو پیدا کیا پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور ان کو دو دنوں میں برابر کیا پھر زمین کو بچھایا اور زمین کا بچھانا یہ ہے کہ اس سے پانی اور چرنے کی جگہ نکالی پہاڑ اور ٹیلے وغیرہ اور جو کچھ آسمان اور زمین کے درمیان ہے دوسرے دو دنوں میں پیدا کی، اللہ تعالیٰ

کے قول ﴿دَحَاهَا﴾ کا یہی مطلب ہے، اور اللہ تعالیٰ کے قول کہ زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا اس کی صورت یہ ہے کہ زمین کو اور اس کے اندر کی تمام چیزوں کو چار دنوں میں پیدا کیا اور آسمان دو دنوں میں پیدا کیے گئے یعنی پہلے زمین کی تخلیق ہوئی اس کے بعد آسمان کی پھر زمین کی آبادی ہوئی، لہذا آسمان کی تخلیق زمین کی تخلیق کے بعد اور زمین کی آبادی سے پہلے ہوئی۔

باقی رہا ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾۔ [النساء:٩٦] اللہ تعالیٰ نے تو اپنا نام ہی یہ رکھا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے ایسا ہی ہے، اللہ تعالیٰ جس چیز کا بھی ارادہ کرتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔

فَلَا يَخْتَلِفْ عَلَيْكَ الْقُرْآنُ، فَإِنَّ كُلًّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

اس لئے قرآن میں تمھیں اختلاف نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ سارا کلام اللہ کی طرف سے ہے۔"

[أخرجه البخاري في تفسير سورة حم السجدة. بعد (٤٨١٥).]

قرآن اترتے وقت آپ کی کیفیت

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَأَنَا أُحَرِّكُهُمَا لَكُمْ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا وَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَرِّكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ قَالَ جَمْعُهُ لَكَ فِي صَدْرِكَ وَتَقْرَأَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا

بَيَانَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيلُ اسْتَمَعَ فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَهُ

"ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس کلام ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾ کی تفسیر کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن کے وقت بہت سختی محسوس فرمایا کرتے تھے اور اس کی (علامتوں) میں سے ایک یہ تھی کہ یاد کرنے کے لیے آپ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں اپنے ہونٹ ہلاتا ہوں جس طرح آپ ہلاتے تھے۔ سعید کہتے ہیں میں بھی اپنے ہونٹ ہلاتا ہوں جس طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما کو میں نے ہلاتے دیکھا۔ پھر انھوں نے اپنے ہونٹ ہلائے۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا) پھر یہ آیت اتری کہ اے محمد! قرآن کو جلد جلد یاد کرنے کے لیے اپنی زبان نہ ہلاؤ۔ اس کا جمع کر دینا اور پڑھا دینا ہمارا ذمہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں یعنی قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جما دینا اور پڑھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر جب ہم پڑھ چکیں تو اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں (اس کا مطلب یہ ہے) کہ آپ اس کو خاموشی کے ساتھ سنتے رہو۔ اس کے بعد مطلب سمجھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر یقیناً یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ آپ اس کو پڑھو (یعنی اس کو محفوظ کرسکو) چنانچہ اس کے بعد جب آپ کے پاس جبرائیل (علیہ السلام) (وحی لے کر) آتے تو آپ (توجہ سے) سنتے۔ جب وہ چلے جاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس (وحی) کو اسی طرح پڑھتے جس طرح جبرائیل (علیہ السلام) نے اسے پڑھا تھا۔

[صحیح بخاری (۵)]

﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾ کا مطلب

”عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾ کے متعلق فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَّا وَلَهُ فِيهِ قَرَابَةٌ فَنَزَلَتْ عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ تَصِلُوا قَرَابَةً بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ

قریش کی کوئی شاخ ایسی نہیں تھی جس میں نبی کریم ﷺ کی قرابت نہ رہی ہو اور اسی وجہ سے یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ میرا مطالبہ صرف یہ ہے کہ تم لوگ میری اور اپنی قرابت داری کا لحاظ کرو۔

[صحیح بخاری (۳۴۹۷)]

موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی تھی

﴿قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَىٰ أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ قَالَ ذَٰلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ۝﴾ [القصص:۲۷]

”انھوں نے (موسیٰ علیہ السلام سے) کہا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو لڑکیوں میں سے ایک کا نکاح آپ سے کردوں اس (مہر) پر کہ آپ آٹھ سال تک میرے پاس اجرت پر کام کریں، پھر اگر آپ نے دس (سال) پورے کردیئے تو آپ کی طرف سے (احسان) ہوگا اور میں آپ پر مشقت نہیں ڈالنا چاہتا، اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے نیک لوگوں میں سے پائیں گے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: یہ (معاہدہ) میرے اور آپ کے درمیان (طے) ہوگیا، دو میں سے جو مدت بھی میں پوری کروں سو مجھ پر کوئی جبر

نھیں ہوگا، اور اللہ اس (بات) پر جو ہم کہہ رہے ہیں نگہبان ہے۔"

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَأَلَنِي يَهُودِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْحِيرَةِ أَيَّ الْأَجَلَيْنِ قَضَى مُوسَى قُلْتُ لَا أَدْرِي حَتَّى أَقْدَمَ عَلَى حَبْرِ الْعَرَبِ فَأَسْأَلَهُ فَقَدِمْتُ فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ قَضَى أَكْثَرَهُمَا وَأَطْيَبَهُمَا إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ فَعَلَ

سعید بن جبیر فرماتے ہیں: حیرہ کے یہودی نے مجھ سے پوچھا، موسیٰ (علیہ السلام) نے (اپنے مہر کے ادا کرنے میں) کون سی مدت پوری کی تھی؟ (یعنی آٹھ سال کی یا دس سال کی، جن کا قرآن میں ذکر ہے) میں نے کہا کہ مجھے معلوم نھیں، ہاں! عرب کے بڑے عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھ لوں (تو پھر تمھیں بتادوں گا) چناچہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ آپ نے بڑی مدت پوری کی (دس سال کی) جو دونوں مدتوں میں بہتر تھی۔ اللہ کا رسول جب بات کرتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے (یعنی ایسا شخص جو آئندہ رسول بننے والا ہے، وہی مدت پوری کرے گا جو زیادہ کامل ہے)

[صحیح بخاری (۲٦۸٤) بَاب مَنْ أَمَرَ بِإِنْجَازِ الْوَعْدِ]

ود سواع یعوق یغوث نسر کون تھے

﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾۔ [نوح:۲۳]

"اور انھوں نے (اپنے پیروؤں سے) کہا کہ تم لوگ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ ہی تم ودّ، سواع اور یغوث، یعوق اور نسر کو کسی قیمت پر چھوڑنا۔"

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا صَارَتْ الْأَوْثَانُ الَّتِي كَانَتْ فِي قَوْمِ نُوحٍ فِي الْعَرَبِ بَعْدُ أَمَّا وَدٌّ كَانَتْ لِكَلْبٍ بِدَوْمَةِ الْجَنْدَلِ وَأَمَّا سُوَاعٌ كَانَتْ لِهُذَيْلٍ وَأَمَّا يَغُوثُ فَكَانَتْ لِمُرَادٍ ثُمَّ لِبَنِي غُطَيْفٍ بِالْجُوفِ عِنْدَ سَبَإٍ وَأَمَّا يَعُوقُ فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ وَأَمَّا نَسْرٌ فَكَانَتْ لِحِمْيَرَ لِآلِ ذِي الْكَلَاعِ أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِينَ مِنْ قَوْمِ نُوحٍ فَلَمَّا هَلَكُوا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ أَنْ انْصِبُوا إِلَى مَجَالِسِهِمْ الَّتِي كَانُوا يَجْلِسُونَ أَنْصَابًا وَسَمُّوهَا بِأَسْمَائِهِمْ فَفَعَلُوا فَلَمْ تُعْبَدْ حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُولَئِكَ وَتَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: جو بت موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم میں پوجے جاتے تھے بعد میں وہی عرب میں پوجے جانے لگے۔ ود دومۃ الجندل میں بنی کلب کا بت تھا۔ سواع بنی ہذیل کا۔ یغوث بنی مراد کا اور مراد کی شاخ بنی غطیف کا جو وادی اجوف میں قوم سبا کے پاس رہتے تھے یعوق بنی ہمدان کا بت تھا۔ نسر حمیر کا بت تھا جو ذوالکلاع کی آل میں سے تھے۔ یہ پانچوں نوح (علیہ السلام) کی قوم کے نیک لوگوں کے نام تھے جب ان کی موت ہوگئی تو شیطان نے ان کے دل میں ڈالا کہ اپنی مجلسوں میں جہاں وہ بیٹھے تھے ان کے بت قائم کرلیں اور ان بتوں کے نام اپنے نیک لوگوں کے نام پر رکھ لیں چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اس وقت ان بتوں کی پوجا نہیں ہوتی تھی لیکن جب وہ لوگ بھی مرگئے جنھوں نے بت قائم کئے تھے اور علم لوگوں میں نہ رہا تو ان کی پوجا ہونے لگی۔

[صحیح بخاری (٤٩٢٠) باب وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ]

﴿لَرَادُّكَ إِلَى مَعَادٍ﴾ کی تفسیر

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ لَرَادُّكَ إِلَى مَعَادٍ قَالَ إِلَى مَكَّةَ

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

﴿لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ﴾

سے مراد ہے کہ اللہ پھر آپ کو مکہ پہنچا کر رہے گا۔

[صحیح بخاری (٤٧٧٣) باب إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ الْآيَةَ]

﴿عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ﴾ کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بات

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عُتُلٍّ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٍ قَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ لَهُ زَنَمَةٌ مِثْلُ زَنَمَةِ الشَّاةِ

"ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت ﴿عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ﴾۔ [القلم:١٣]

" وہ ظالم سخت مزاج ہے اس کے علاوہ حرامی بھی ہے۔"

کے متعلق فرمایا: یہ آیت قریش کے ایک شخص کے بارے میں ہوئی تھی اس کی گردن میں نشانی تھی جیسے بکری میں نشانی ہوتی ہے کہ بعض ان میں کا کوئی عضو بڑھا ہوا ہوتا ہے۔"

[صحیح بخاری (٤٩١٧)]

﴿فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ﴾ کب نازل ہوئی

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَجَاءَ أَبُو جَهْلٍ فَقَالَ أَلَمْ أَنْهَكَ عَنْ هَذَا أَلَمْ أَنْهَكَ عَنْ هَذَا أَلَمْ أَنْهَكَ عَنْ هَذَا فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزَبَرَهُ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ إِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا بِهَا نَادٍ أَكْثَرُ مِنِّي فَأَنْزَلَ اللهُ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَوَاللهِ لَوْ دَعَا نَادِيَهُ لَأَخَذَتْهُ زَبَانِيَةُ اللهِ

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوجہل آ گیا، اس نے کہا: میں نے تمھیں اس (نماز) سے منع نہیں کیا تھا؟

کیا میں نے تجھے اس (نماز) سے منع نہیں کیا تھا؟ نبی اکرم ﷺ نے نماز سے سلام پھیرا اور اسے ڈانٹا، ابوجہل نے کہا: تجھے خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ مجھ سے زیادہ کسی کے ہم نشیں نہیں ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝﴾ [العلق: ١٧-١٨]

اپنے ہم نشینوں کو بلا کر دیکھ لے، ہم جہنم کے فرشتوں کو بلا لیتے ہیں

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: قسم اللہ کی! اگر وہ اپنے ہم نشینوں کو بلا لیتا تو عذاب پر متعین اللہ کے فرشتے اسے دھر دبوچتے۔

[سنن ترمذی (٣٣٤٩) (صحيح الإسناد) قال الشيخ الألباني: صحيح الإسناد.]

﴿فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ کا مطلب

عَنْ مُجَاهِدًا يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ

مجاہد (اپنے استاذ) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾

جب عورت حیض سے پاک ہو جائے اور اس سے اس طہر میں صحبت بھی نہ کی جائے تب طلاق دینی چاہیے کے سلسلے میں روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے

﴿فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ کی جگہ قُبُلَ عِدَّتِهِنَّ پڑھا ہے۔"

[صحیح نسائی (٣٣٩٣)]

عدت شروع ہونے سے پہلے دو تاکہ عدت صحیح طریقے سے پوری ہو جائے۔

سات کے عدد سے استدلال

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝﴾

ایک لطیف بات از ابن عباس رضی اللہ عنہما:

تفسیر قرطبی میں اس جگہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی آیت سے استدلال کر کے ایک عجیب لطیفہ شب قدر کی تعیین میں نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اکابر صحابہ کے مجمع سے سوال کیا کہ شب قدر رمضان کی کونسی تاریخ میں ہے؟ سب نے جواب میں صرف اتنا کہا: اللہ اعلم ۔کوئی تعیین بیان نھیں کی۔ابن عباس رضی اللہ عنہما ان سب میں چھوٹے تھے ان سے فرمایا: آپ کیا کہتے ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے آسمان سات پیدا کئے، زمینیں سات پیدا کیں، انسان کی تخلیق سات درجات میں فرمائی۔ انسان کی غذا سات چیزیں بنائیں اس لئے میری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں شب ہوگی۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ عجیب استدلال سن کر اکابر صحابہ سے فرمایا: آپ سے وہ بات نہ ہوسکی جو اس لڑکے نے کی جس کے سر کے بال بھی ابھی مکمل نھیں ہوئے۔

[یہ طویل حدیث ابن ابی شیبہ کی مسند میں ھے۔]

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تخلیق انسانی کے سات درجات سے مراد وہی لیا ہے جو اس آیت میں ہے

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنٰهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾

[المؤمنون:١٢]

"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے ایک خلاصے سے۔ پھر اسے نطفہ (تولیدی قطرہ) بنا کر ایک مضبوط جگہ (رحم مادر) میں رکھا۔ پھر ہم نے اس نطفہ کو (رحم مادر کے اندر جونک کی صورت میں) معلّق وجود بنا دیا، پھر ہم نے اس معلّق وجود کو ایک (ایسا) لوتھڑا بنا دیا جو دانتوں سے چبایا ہوا لگتا ہے، پھر ہم نے اس لوتھڑے سے ہڈیوں کا ڈھانچہ بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت (اور پٹھے) چڑھائے، پھر ہم نے اسے تخلیق کی دوسری صورت میں (بدل کر تدریجاً) نشو و نما دی، پھر اللہ نے (اسے) بڑھا (کر محکم وجود بنا) دیا جو سب سے بہتر پیدا فرمانے والا ہے۔"

تخلیق انسانی کے سات مدارج: آیات مذکورہ میں انسان کی تخلیق کی سات دور ذکر کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلے سلالۃ من طین، دوسرے درجہ میں نطفہ، تیسرے میں علقہ، چوتھے میں مضغہ پانچویں میں عظام یعنی ہڈیاں، چھٹے دور میں ہڈیوں پر گوشت چڑھانا، ساتواں دور تکمیل تخلیق کا ہے یعنی روح پھونکنا۔

اور انسان کی غذا کی سات چیزیں سورہ عبس کی آیات میں ہیں:

﴿فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ۝ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۝ فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۝ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ۝ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۝ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۝ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۝﴾

پس انسان کو چاہیے کہ اپنی غذا کی طرف دیکھے (اور غور کرے)۔ کہ بیشک ہم نے برسایا پانی خوب برسانا۔ پھر ہم نے زمین کو پھاڑا، ایک عجیب طریقے سے پھاڑنا۔ پھر ہم نے اگایا اس میں اناج۔ اور انگور اور ترکاری۔ اور زیتون اور کھجور کے درخت۔ اور گھنے گھنے باغات۔ اور (طرح طرح

کے) پھل میوے اور (جانوروں کا) چارہ۔ فائدہ ہے تمھارے لیے اور تمھارے لیے چوپاؤں کے لیے۔"

اس آیت میں آٹھ چیزیں مذکور ہیں جن میں پہلی سات انسان کی غذا ہے اور آخری ﴿أَبًّا﴾ یہ جانوروں کی غذا ہے۔ (قرطبی)

پھر تخلیق انسانی پر جو سات دور گزرتے ہیں قرآن کریم کی بلاغت دیکھئے کہ ان سب کو ایک ہی انداز سے بیان نہیں فرمایا بلکہ کہیں ایک دور سے دوسرے دور تک انقلاب کو لفظ ثم سے تعبیر کیا ہے جو تراخی یعنی کچھ دیر سے ہونے پر دلالت کرتا ہے کہیں اس انقلاب کا ذکر حرف فاء سے کیا ہے جو بلا تاخیر ہونے پر دلالت کرتا ہے اس میں اشارہ اس ترتیب کی طرف ہے جو ایک انقلاب سے دوسرے انقلاب کے درمیان فطرۃً ہوتی ہے کہ بعض انقلابات انسانی عقل کے لحاظ سے بہت مشکل اور بہت دیر طلب ہوتے ہیں۔ بعض اتنے دیر طلب نہیں ہوتے چنانچہ قرآن کریم نے ابتدائی تین دور کو لفظ ثم کے ساتھ بیان کیا ہے اول سلالہ طین پھر اس کو نطفہ کی صورت میں تبدیل کرنا۔ ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ﴾ سلالہ بمعنے خلاصہ اور طین، گیلی مٹی، جس کے معنے یہ ہیں: زمین کی مٹی کے خاص اجزاء نکال کر اس سے انسان کو پیدا کیا گیا۔ انسان کی تخلیق کی ابتداء آدم علیہ السلام سے اور ان کی تخلیق اس مٹی کے خلاصہ سے ہوئی اس لئے ابتدائی تخلیق کو مٹی کی طرف منسوب کیا گیا۔ اس کے بعد ایک انسان کا نطفہ دوسرے انسان کی تخلیق کا سبب بنا۔ اگلی آیت میں اسی کا بیان ثم جعلنہ نطفۃ سے فرمایا ہے مطلب یہ ہے کہ ابتدائی تخلیق مٹی سے ہوئی پھر آگے سلسلہ تخلیق اسی مٹی کے جزء لطیف یعنی نطفہ سے جاری کر دی گئی۔ جمہور مفسرین نے آیت مذکورہ کی تفسیر یہی لکھی ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ سلالۃ من طین سے مراد بھی نطفہ انسانی ہو کیونکہ وہ غذا سے پیدا ہوتا ہے اور غذا انسانی مٹی سے بنتی ہے۔ واللہ اعلم۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرآن فہمی

عائشہ رضی اللہ عنہا قرآن کو سمجھتی تھی اگر کسی بات کی سمجھ نہ آتی تو آپ سے پوچھ لیتی، آیئے اس بات مشاہدہ کریں۔

یہ درحقیقت حساب نہیں بلکہ صرف پیش ہونا ہے

أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَا تَسْمَعُ شَيْئًا لَا تَعْرِفُهُ إِلَّا رَاجَعَتْ فِيهِ حَتَّى تَعْرِفَهُ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ أَوَلَيْسَ يَقُولُ اللهُ تَعَالَى فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا قَالَتْ فَقَالَ إِنَّمَا ذَلِكِ الْعَرْضُ وَلَكِنْ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ يَهْلِكْ

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب کسی ایسی بات کو سنتیں جس کو نہ سمجھتیں تو پھر دوبارہ اس کے متعلق پوچھتیں، تا کہ اس کو سمجھ لیں۔ چنانچہ (ایک مرتبہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت میں) جس کا حساب لیا گیا اس پر (ضرور) عذاب کیا جائے گا، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں (یہ سن کر) میں نے کہا: اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے:

﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا﴾۔ [الانشقاق:۸]

"پس عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ حساب کے بعد عذاب کچھ ضروری نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حساب جس کا ذکر اس آیت میں ہے درحقیقت حساب نہیں بلکہ صرف پیش کر دینا ہے لیکن جس شخص سے حساب میں جانچ کی گئی وہ یقینا ہلاک ہوگا۔"

[صحیح بخاری (۱۰۳) باب مَنْ سَمِعَ شَيْئًا فَلَمْ يَفْهَمْهُ فَرَاجَعَ فِيهِ حَتَّى يَعْرِفَهُ.]

مولانا عبد الرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آسان حساب کیا ہے؟ آسان حساب یہ ہے کہ جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری نکلا اس سے اس کی برائیوں کے متعلق یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ تم نے فلاں برا کام کیوں کیا تھا؟ کیا تمھارے پاس اس کے لیے کوئی عذر ہے؟ بلکہ اس کی خطاؤں سے درگزر کیا جائے گا۔

﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ﴾ کی تفسیر پوچھی

أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ قَالَتْ عَائِشَةُ أَهُمُ الَّذِينَ يَشْرَبُونَ الْخَمْرَ وَيَسْرِقُونَ قَالَ لَا يَا بِنْتَ الصِّدِّيقِ وَلَكِنَّهُمُ الَّذِينَ يَصُومُونَ وَيُصَلُّونَ وَيَتَصَدَّقُونَ وَهُمْ يَخَافُونَ أَنْ لَا يُقْبَلَ مِنْهُمْ أُولَئِكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ

"عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے متعلق پوچھا: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ﴾ [المؤمنون:٦٠]

"اور جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل اس سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔" اور عرض کیا: کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے صدیق کی بیٹی! نہیں، بلکہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے نماز پڑھتے صدقہ دیتے اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان

سے قبول نہ کیا جائے۔ یہی لوگ اچھے اعمال میں جلدی کرتے اور سبقت لے جاتے ہیں۔" [1]

متشابہات کی پیروی کرنے والوں کا نام

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَلَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْآيَةَ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَأَيْتِ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُولَئِكِ الَّذِينَ سَمَّى اللّٰهُ فَاحْذَرُوهُمْ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ﴾۔ [آل عمران: ۷]

"وہی ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب نازل کی اس میں بعض آیات محکم ہیں جو کہ کتاب کی اصل اور بنیاد ہیں (جن کے معنی واضح ہیں) اور

---

[1] جامع ترمذی: (۳۱۷۵) فی التفسیر، باب ومن سورۃ المؤمنین، وفی سندہ انقطاع، فإن عبد الرحمن بن وہب الہمدانی - الراوی عن عائشۃ لم یدرکہا، لکن لہ شاہد یتقوی بہ من حدیث أبی ہریرۃ عند ابن جریر ۸۱/۲۶، وقد صححہ الحاکم ۳۹۴/۲ ووافقہ الذہبی۔]

دوسری متشابہات (جن کے معنی واضح نہیں) پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ قرآن کی متشابہات آیات کی اتباع فتنہ طلب کرنے اور اس کی تاویل کی تلاش کرنے کے لئے کرتے ہیں حالانکہ ان کی تفسیر سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا جو علم میں پختگی رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور نصیحت صرف عقلمند ہی قبول کرتے ہیں۔"

سیدہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو قرآن کے متشابہات کی پیروی کرتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ نے نام ذکر فرمایا پس ان سے بچو۔" [1]

---

[1] صحیح البخاری (٤٥٤٧) فی التفسیر، باب (منه آیات محکمات)، ومسلم رقم (٢٦٦٥) فی العلم، باب النهی عن اتباع متشابه القرآن.]

عائشہ رضی اللہ عنہا کے چند تفسیری نکات

بچپن کا قرآن یاد تھا

یوسف بن ماہک فرماتے ہیں:

إِنِّي عِنْدَ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ لَقَدْ أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَإِنِّي لَجَارِيَةٌ أَلْعَبُ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ

”میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جس وقت آیت

﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ﴾

”لیکن ان کا اصل وعدہ تو قیامت کے دن کا ہے اور قیامت بڑی سخت اور تلخ چیز ہے۔“

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں نازل ہوئی تو میں بچی تھی اور کھیلا کرتی تھی۔

[صحيح بخاری (٤٨٧٦) باب قوله سيهزم الجمع ويولون الدبر]

قرآن عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں نازل ہوا

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَاجْتَمَعَ صَوَاحِبِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ يَا أُمَّ سَلَمَةَ وَاللهِ إِنَّ النَّاسَ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ وَإِنَّا نُرِيدُ الْخَيْرَ كَمَا تُرِيدُهُ عَائِشَةُ فَمُرِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْمُرَ النَّاسَ أَنْ

يُهْدُوا إِلَيْهِ حَيْثُ مَا كَانَ أَوْ حَيْثُ مَا دَارَ قَالَتْ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ أُمُّ سَلَمَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَأَعْرَضَ عَنِّي فَلَمَّا عَادَ إِلَيَّ ذَكَرْتُ لَهُ ذَاكَ فَأَعْرَضَ عَنِّي فَلَمَّا كَانَ فِي الثَّالِثَةِ ذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ يَا أُمَّ سَلَمَةَ لَا تُؤْذِينِي فِي عَائِشَةَ فَإِنَّهُ وَاللهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَأَنَا فِي لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرِهَا

”عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفے بھیجنے میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کیا کرتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میری سوکنیں سب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان سے کہا: اللہ کی قسم لوگ جان بوجھ کر اپنے تحفے اس دن بھیجتے ہیں جس دن عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری ہوتی ہے، ہم بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اپنے لیے فائدہ چاہتی ہیں، اس لیے تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ آپ لوگوں کو فرما دیں کہ میں جس بھی بیوی کے پاس رہوں جس کی بھی باری ہو اسی گھر میں تحفے بھیج دیا کرو۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کی، آپ نے کچھ بھی جواب نہیں دیا۔ انھوں نے دوبارہ عرض کیا، جب بھی جواب نہ دیا، پھر تیسری بار عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلمہ! عائشہ کے بارے میں مجھ کو نہ ستاؤ۔ اللہ کی قسم! تم میں سے کسی بیوی کے لحاف میں (جو میں اوڑھتا ہوں سوتے وقت) مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی سوائے عائشہ کے۔ (یعنی عائشہ کا مقام یہ ہے) ان کے لحاف میں وحی نازل ہوتی ہے۔“

[صحیح بخاری (۳۷۷۵) باب فَضْلِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا]

عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں قرآن

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَرَأْسُهُ فِي حَجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ

”عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اس وقت بھی قرآن پڑھتے تھے جب آپ کا سر مبارک میری گود میں ہوتا اور میں حالت حیض میں ہوتی۔“
[صحیح بخاری (۷۵۴۹) باب الماهر بالقرآن مع الكرام البررة وزينوا القرآن بأصواتكم]

ازواج مطہرات کے گھروں میں قرآن کی تلاوت کی جاتی

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا﴾۔[الاحزاب:۳۴]

”اور تم اللہ کی آیتوں کو اور (رسول ﷺ کی) سنت و حکمت کو جن کی تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہے یاد رکھا کرو، بیشک اللہ صاحب لطف (اور ساری مخلوق کے لئے) خبردار ہے۔“

نبی ﷺ نے تمام شادیاں دینی مقاصد کے لئے تھیں جن میں سب سے اہم مقصد علوم نبوت کو پوری امت کے لئے پہنچانا تھا تاکہ وہ ہر شعبہ زندگی میں راہنمائی حاصل کر سکے۔ یہ حقیقت اپنی جگہ ایک قطعی اور واضح حقیقت ہے کہ جس طرح حضرات صحابہ کرام نے حضور ﷺ کی جلوت کی زندگی کو محفوظ کیا، اسی طرح آپ کی ازواج مطہرات نے آپ کی خلوت کی زندگی کو محفوظ کر کے دنیا کے سامنے پیش فرمایا کہ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر لمحہ امت کیلئے نمونہ ہے۔

آپ کا اخلاق قرآن تھا

سعد بن ہشام کہتے ہیں:

يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَنْبِئِينِي عَنْ خُلُقِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . قَالَتْ أَلَسْتَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ قُلْتُ بَلَى قَالَتْ فَإِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْقُرْآنَ

میں نے عرض کیا: اے ام المومنین مجھے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے

بارے میں بتایئے! حضرت عائشہ نے فرمایا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا ہاں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن ہی تو تھا۔

[صحیح مسلم (٧٤٦) باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنہ أو مرض]

تین باتیں ایسی ہیں اگر کوئی ان کا قائل ہو جائے تو اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا

عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ كُنْتُ مُتَّكِئًا عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ يَا أَبَا عَائِشَةَ ثَلَاثٌ مَنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ قُلْتُ مَا هُنَّ قَالَتْ مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ قَالَ وَكُنْتُ مُتَّكِئًا فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَنْظِرِينِي وَلَا تَعْجَلِينِي أَلَمْ يَقُلِ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى فَقَالَتْ أَنَا أَوَّلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ سَأَلَ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا هُوَ جِبْرِيلُ لَمْ أَرَهُ عَلَى صُورَتِهِ الَّتِي خُلِقَ عَلَيْهَا غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ رَأَيْتُهُ مُنْهَبِطًا مِنَ السَّمَاءِ سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ فَقَالَتْ أَوَلَمْ تَسْمَعْ أَنَّ اللهَ يَقُولُ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ أَوَلَمْ تَسْمَعْ أَنَّ اللهَ يَقُولُ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ قَالَتْ وَمَنْ زَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللهِ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ وَاللهُ يَقُولُ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ قَالَتْ وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يُخْبِرُ بِمَا يَكُونُ فِي غَدٍ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ وَاللهُ يَقُولُ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ

وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللهُ

"مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تکیہ لگائے بیٹھا تھا انھوں نے فرمایا: اے ابوعائشہ (یہ مسروق کی کنیت ہے) تین باتیں ایسی ہیں اگر کوئی ان کا قائل ہو جائے تو اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا، میں نے عرض کیا: وہ تین باتیں کونسی ہیں؟ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک تو یہ ہے کہ جس نے خیال کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ پر بڑا جھوٹ باندھا، مسروق کہتے ہیں: میں تکیہ لگائے بیٹھا تھا میں نے یہ سنا تو اٹھ کر بیٹھ گیا میں نے عرض کیا: اے ام المومنین مجھے بات کرنے دیں اور جلدی نہ کریں، کیا اللہ نے نہیں فرمایا:

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ ۔ [النجم: ۱۳]

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: اس امت میں سب سے پہلے میں نے ان آیات کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان آیتوں سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں میں نے انھیں ان کی اصل صورت میں نہیں دیکھا سوائے دو مرتبہ کے جس کا ان آیتوں میں ذکر ہے، میں نے دیکھا کہ وہ آسمان سے اتر رہے تھے اور ان کے تن وتوش کی بڑائی نے آسمان سے زمین تک کو گھیر رکھا ہے اس کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ ۔ [الانعام: ۱۰۳]

" آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے اور وہی لطیف وخبیر ہے۔"

کیا تو نے اللہ عز وجل کا یہ ارشاد نہیں سنا:

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ﴾

[الشوریٰ:۵۱]

"کسی انسان کیلئے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے روبرو بات چیت کرے۔ البتہ یہ وحی کی صورت میں یا پردے کے پیچھے سے ہوسکتی ہے یا وہ کوئی فرشتہ بھیجتا ہے اور وہ اللہ کے حکم سے جو کچھ اللہ چاہتا ہے وحی کرتا ہے وہ یقینا عالی شان اور حکمت والا ہے۔"

اور دوسری بات یہ ہے کہ جو کوئی خیال کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی کتاب میں سے کچھ چھپا لیا ہے تو اس نے اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾۔ [المائدہ:٦٧]

"اے رسول جو آپ (ﷺ) پر آپ کے رب کی طرف سے اترا ہے اس کی تبلیغ کیجئے اگر آپ (ﷺ) ایسا نہ کریں گے تو آپ حق رسالت ادا نہ کریں گے۔"

اور تیسری بات یہ ہے کہ جو آدمی یہ کہے: رسول اللہ ﷺ آئندہ ہونے والی باتوں کو جانتے تھے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا، کیونکہ اللہ فرماتا ہے:

﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾

[النمل:٦٥]

"آپ فرما دیجیے کہ آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کے سوا کوئی غیب کی باتیں نہیں جانتا۔" ❶

اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کچھ چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کو چھپاتے

قَالَتْ وَلَوْ كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاتِمًا شَيْئًا مِمَّا أُنْزِلَ عَلَيْهِ لَكَتَمَ هٰذِهِ الْآيَةَ وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ

"عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے کچھ چھپانے والے ہوتے جو آپ پر نازل ہوا تو اس آیت کو چھپاتے:

﴿وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِيٓ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشٰهُ﴾۔ [الاحزاب:۳۷]

"اور جب آپ اس شخص کو، جس پر اللہ نے بھی احسان کیا تھا اور آپ نے بھی، یہ کہہ رہے تھے: اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھو اور اللہ سے ڈرو، تو اس وقت آپ ایسی بات اپنے دل میں چھپا رہے تھے جسے اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ آپ لوگوں سے ڈر رہے تھے، حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔ پھر جب زید اس عورت سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے آپ سے اس (عورت) کا نکاح کر دیا،

---

❶ رواه مسلم رقم (۱۷۷) في الإيمان، باب معنى قول الله عز وجل: (ولقد رآه نزلة أخرى)، و البخاري (۴۸۵۵) في تفسير سورة المائدة، باب (يا أيها الرسول بلغ ما أنزل إليك من ربك)، وفي بدء الخلق.]

تا کہ مومنوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے جبکہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر چکے ہوں اور اللہ کا حکم ہو کر رہنے والا ہے۔"

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: جَاءَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ يَشْكُو، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اتَّقِ اللهَ، وَأَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ، قَالَ أَنَسٌ: لَوْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاتِمًا شَيْئًا لَكَتَمَ هَذِهِ، قَالَ: فَكَانَتْ زَيْنَبُ تَفْخَرُ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ: زَوَّجَكُنَّ أَهَالِيكُنَّ، وَزَوَّجَنِي اللهُ تَعَالَى مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَوَاتٍ، وَعَنْ ثَابِتٍ: (وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ)(الأحزاب:٣٧) نَزَلَتْ فِي شَأْنِ زَيْنَبَ وَزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ

"انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: زید بن حارثہ (اپنی بیوی کی) شکایت کرتے ہوئے آئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ اللہ سے ڈر اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن میں کچھ چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کو چھپاتے۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں پر فخر کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ تمھارا نکاح تمھارے گھر والوں نے کیا اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا۔"

اور ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت

﴿وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ﴾

[الاحزاب:٣٧]

"اور تم اپنے دل میں چھپاتے تھے جس کہ اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے اور

تم لوگوں سے ڈرتے تھے حضرت زینب اور زید بن حاشہ رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔"

[صحیح البخاری (٧٤٢٠) باب (وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ)]

آپ قرآن کے حکم پر عمل کرتے

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ (سورۃ الفتح نازل ہونے کے بعد) اپنے رکوع اور سجدوں میں بکثرت یہ دعا پڑھتے تھے:

سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي

پاک ہے تیری ذات، اے اللہ! اے ہمارے رب! اور تیرے ہی لیے تعریف ہے، اے اللہ! میری مغفرت فرما دے۔

آپ قرآن مجید کے اس حکم

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾

پر اس طرح آپ عمل کرتے تھے۔

[صحیح بخاری (٤٩٦٧)]

عائشہ رضی اللہ عنہا کا فہم کیسا تھا کہ نبی ﷺ کا عمل دیکھ کر ایت کو سمجھ لیا کہ آپ کا یہ عمل قرآن کی اس ایت پر تھا۔

اگر یہی بات ہوتی تو ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَتَطَوَّفَ بِهِمَا﴾ ہوتا

"عروہ فرماتے ہیں: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے قول

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾۔ [البقرۃ:١٥٨]

"بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، تو جو کوئی اس گھر کا ج

کرے، یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ دونوں کا خوب طواف کرے اور جو کوئی خوشی سے کوئی نیکی کرے تو بیشک اللہ قدر دان ہے، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

کی تفسیر بیان کیجئے۔ اس لئے کہ واللہ اس آیت کا مطلب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ صفا اور مروہ کا طواف نہ کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھتیجے تو نے بہت بری بات کہی، اگر یہی بات ہوتی جو تم نے بیان کی ہے تو اس صورت میں اس طرح کہا جاتا:

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔

لیکن یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے وہ لوگ اسلام لانے سے پہلے منات بت کے نام پر احرام باندھا کرتے تھے، جس کی وہ پوجا کرتے تھے، وہ مشلل کے پاس تھا، جو شخص احرام باندھتا وہ صفا مروہ کے طواف کو برا سمجھتا تھا، جب وہ لوگ مسلمان ہو گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم صفا اور مروہ کا طواف کرنا برا سمجھتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

وَقَدْ سَنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَتْرُكَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان طواف کرنے کو سنت قرار دیا ہے اور اس لئے کسی کو اختیار نہیں اس کو چھوڑ دے۔

پھر میں نے ابوبکر بن عبدالرحمن سے بیان کیا (یہ ابوبکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن شام المخزومي ہیں) تو انھوں نے کہا: یہ علم کی بات ہے جو میں

نے اب تک نہیں سنی تھی اور میں نے اہل علم میں چند لوگوں کو اس کے سوا بیان کرتے ہوئے سنا، جو عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جو لوگ منات کے لئے احرام باندھتے تھے وہ تمام لوگ صفا اور مروہ کا طواف کرتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کے طواف کا ذکر کیا اور قرآن میں صفا اور مروہ کا ذکر نہیں کیا تو لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو صفا و مروہ کا طواف کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کے طواف کا ذکر کیا ہے لیکن صفا و مروہ کا ذکر نہیں کیا تو کیا ہمارے لئے صفا اور مروہ کے طواف میں کچھ حرج ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾۔ [البقرة:١٥٨]

اور ابوبکر بن عبدالرحمن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں سنتا ہوں کہ یہ آیت ان دو فریقوں کے متعلق نازل ہوئی جو جاہلیت میں صفا اور مروہ کے طواف کو گناہ سمجھتے تھے اور ان لوگوں کے بارے میں جو طواف کرتے تھے، پھر اسلام میں بھی ان دونوں کے طواف کو گناہ سمجھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کے طواف کا ذکر کیا اور صفا کو نہیں بیان کیا، یہاں تک کہ خانہ کعبہ کے طواف کے بعد اس کے طواف کا بھی تذکرہ کیا۔ [1]

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ﴾ کا مطلب

أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَإِنْ خِفْتُمْ

[1] أخرجه البخاري (١٦٤٣) تفسير سورة البقرة، باب قوله: (إن الصفا والمروة من شعائر الله)، في الحج، باب وجوب الصفا والمروة. وأخرجه مسلم (١٢٧٧) في الحج.]

أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ قَالَتْ هِيَ الْيَتِيمَةُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا فَيَرْغَبُ فِي جَمَالِهَا وَمَالِهَا وَيُرِيدُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِأَدْنَى مِنْ سُنَّةِ نِسَائِهَا فَنُهُوا عَنْ نِكَاحِهِنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ فِي إِكْمَالِ الصَّدَاقِ وَأُمِرُوا بِنِكَاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ قَالَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ اسْتَفْتَى النَّاسُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ قَالَتْ فَبَيَّنَ اللَّهُ فِي هَذِهِ الْآيَةِ أَنَّ الْيَتِيمَةَ إِذَا كَانَتْ ذَاتَ جَمَالٍ وَمَالٍ رَغِبُوا فِي نِكَاحِهَا وَلَمْ يُلْحِقُوهَا بِسُنَّتِهَا بِإِكْمَالِ الصَّدَاقِ فَإِذَا كَانَتْ مَرْغُوبَةً عَنْهَا فِي قِلَّةِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ تَرَكُوهَا وَالْتَمَسُوا غَيْرَهَا مِنَ النِّسَاءِ قَالَ فَكَمَا يَتْرُكُونَهَا حِينَ يَرْغَبُونَ عَنْهَا فَلَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَنْكِحُوهَا إِذَا رَغِبُوا فِيهَا إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهَا الْأَوْفَى مِنَ الصَّدَاقِ وَيُعْطُوهَا حَقَّهَا

"عروہ بن زبیر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے آیت ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى﴾۔ [النساء:۳] کا مطلب پوچھا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ یتیم لڑکی اپنے ولی کی تربیت میں ہوتی تو ولی کو اس کے حسن و مال کا لالچ ہوتا وہ چاہتا کہ میں اس کے خاندان کی عورتوں کے مہر سے کم میں اس کے ساتھ نکاح کرلوں۔ لہٰذا ان یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کی ممانعت کردی گئی، مگر یہ کہ ان کے مہر کی تکمیل ازروئے انصاف کریں اور یتیم لڑکیوں کے سوا اور عورتوں سے نکاح کرنے کی انھیں اجازت دے دی گئی ہے۔

عروہ کا بیان ہے، کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے اترنے کے بعد مسئلہ دریافت کیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلٰى

عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا﴾۔ [النساء:۱۲۸]

تک نازل فرمائی

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ﴿وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ﴾ سے مراد پہلی آیت ہے جس میں کہا: اگر تمھیں ڈر ہو کہ یتیموں کے بارے میں انصاف سے کام نہ لے سکو گے تو نکاح کرو ان عورتوں سے جو تمھیں پسند ہوں، عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کے قول (وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ)۔[النساء :۱۲۰] سے مراد اس یتیم لڑکی کی طرف تم سے کسی کا رغبت کرنا ہے جو تمھاری پرورش میں ہوا اور مال و جمال کم رکھتی ہو (اس کی طرف تمھیں رغبت نہیں ہوتی) اس لیے جس یتیم لڑکی کے مال اور جمال میں تمھیں رغبت ہو اس سے بوجہ بے رغبتی کے نکاح کی ممانعت کر دی گئی۔ بشرطیکہ مہر پورا انصاف کے ساتھ دیں۔ [1]

﴿وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا﴾ کی تفسیر

﴿حَتّٰى اِذَا اسْتَيْاَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾

[الیوسف:۱۱۰]

"حتی کہ جب رسول ناامید ہونے لگے اور لوگوں نے گمان کیا کہ ان سے

[1] صحيح البخاري (۲۷٦۳) في الوصايا، باب قول الله تعالى (وآتوا اليتامى أموالهم ولا تتبدلوا الخبيث بالطيب). وأخرجه مسلم رقم (۳۰۱۸) في التفسير.]

جھوٹ بولا گیا تھا تو رسولوں کے پاس ہماری مدد آگئی سو جس کو ہم نے چاہا وہ بچا لیا گیا اور مجرموں کی قوم سے ہمارا عذاب دور نہیں کیا جاتا۔"

اس آیت کی چار توجیہات پیش کی گئی ہیں: کذبوا بغیر تشدید کے جو پڑھا گیا ہے اس کی دو توجیہات ہیں: پہلی توجیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں نے یہ گمان کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا، یہ صحیح توجیہ ہے اور دوسری توجیہ کا خلاصہ ہے کہ رسولوں نے یہ گمان کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا، یہ باطل توجیہ ہے۔ حضرت ام المومنین نے اس کو رد کر دیا ہے اور امام رازی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ اور اگر کذبوا کو تشدید کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کی بھی دو توجیہات ہیں: پہلی توجیہ کا حاصل یہ ہے کہ رسولوں نے یہ یقین کر لیا کہ ان کی امتوں نے ان کی تکذیب کر دی ہے، اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ رسولوں نے یہ گمان کیا کہ جو لوگ ان پر ایمان لا چکے ہیں وہ اب ان کی تکذیب کریں گے۔ یہ ام المومنین کی توجیہ ہے اور یہ سب سے بہترین توجیہ ہے۔

عَنْ عُرْوَةُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتِ قَوْلَهُ حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا أَوْ كُذِبُوا قَالَتْ بَلْ كَذَّبَهُمْ قَوْمُهُمْ فَقُلْتُ وَاللهِ لَقَدْ اسْتَيْقَنُوا أَنَّ قَوْمَهُمْ كَذَّبُوهُمْ وَمَا هُوَ بِالظَّنِّ فَقَالَتْ يَا عُرَيَّةُ لَقَدْ اسْتَيْقَنُوا بِذَلِكَ قُلْتُ فَلَعَلَّهَا أَوْ كُذِبُوا قَالَتْ مَعَاذَ اللهِ لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذَلِكَ بِرَبِّهَا وَأَمَّا هَذِهِ الْآيَةُ قَالَتْ هُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِينَ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوهُمْ وَطَالَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَاسْتَأْخَرَ عَنْهُمُ النَّصْرُ حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَتْ مِمَّنْ كَذَّبَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ وَظَنُّوا أَنَّ أَتْبَاعَهُمْ كَذَّبُوهُمْ جَاءَهُمْ نَصْرُ اللهِ [1]

---

[1] صحيح بخاري (٤٦٩٥) كتاب التفسير، باب قوله حتى إذا استيئس الرسل]

"عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت ﴿حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ﴾ کے متعلق پوچھا کہ اس میں یہ لفظ "كُذِبُوْا" (بغیر تشدید) ہے یا "كُذِّبُوْا" (تشدید کے ساتھ) ؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "كُذِّبُوْا" (تشدید کے ساتھ) ہے۔ اس پر میں نے ان سے کہا کہ انبیاء (علیہ السلام) تو یقین کے ساتھ جانتے تھے کہ ان کی قوم انھیں جھٹلا رہی ہے، پھر "ظَنُّوْٓا" سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا، اے عریہ (عروہ کی تصغیر) بیشک پیغمبروں کو اس کا یقین تھا۔ میں نے کہا "كُذِبُوْا" (بغیر تشدید) پڑھیں تو کیا قباحت ہے؟ انھوں نے کہا: معاذ اللہ! کیا پیغمبر اپنے پروردگار کی نسبت ایسا گمان کر سکتے ہیں۔ میں نے کہا، پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا، مطلب یہ ہے کہ پیغمبروں کو جن لوگوں نے مانا، ان کی تصدیق کی، جب ان پر ایک مدت دراز تک آفت و مصیبت آتی رہی اور اللہ کی مدد آنے میں دیر ہوئی اور پیغمبر ان کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے جنھوں نے ان کو جھٹلایا تھا اور یہ گمان کرنے لگے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اب وہ بھی ہم کو جھوٹا سمجھنے لگیں گے، تو اس وقت اللہ کی مدد آن پہنچی۔"

﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ﴾ کی تفسیر

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَانَتْ تَقْرَأُ إِذْ تَلِقُوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُ الْوَلْقُ الْكَذِبُ قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ وَكَانَتْ أَعْلَمَ مِنْ غَيْرِهَا بِذٰلِكَ لِأَنَّهُ نَزَلَ فِيهَا

"عائشہ رضی اللہ عنہا نے سورۃ نور کی یہ آیت

﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ﴾ [النور: ١٥]

اس طرح تلاوت کی

﴿إِذْ تَلِقُوْنَه بِأَلْسِنَتِكُمْ﴾ ۔لام کے زیر کے ساتھ پڑھی اور فرماتی تھیں کہ یہ ولق سے نکلا ہے اور اس کے معنی جھوٹ کے ہیں ۔عبداللہ بن ابی ملیکہ فرماتے ہیں: عائشہ اس آیت کو سب سے زیادہ جانتی تھیں کیونکہ یہ انھیں کے معاملہ سے تعلق رکھتی ہے۔

[أخرجه البخاري (٤١٤٤) في تفسير سورة النور، باب (إذ تلقونه بألسنتكم).]

"بتاء واحدة خفيفة مفتوحة وكسر اللام ورفع القاف.قال ابن الجوزي:وهي قراءة أبي بن كعب، وعائشة، ومجاهد، وأبوحيوة."

فضول قسموں کے متعلق نازل ہوئی ہے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ فِي قَوْلِ الرَّجُلِ لَا وَاللهِ وَبَلَى وَاللهِ

"عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: یہ آیت

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ أَيْمَانِكُمْ﴾ ۔[البقرة:٢٢٥]

اس آدمی کے متعلق نازل فرمائی گئی ہے جو اپنی عادت سے مجبور ہوکر بلا قصد قسم کھاتا ہو، جیسے لوگ واللہ، باللہ، باتیں کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں۔

[صحيح البخاري (٤٦١٣) في التفسير ،باب قوله:(لا يؤاخذكم الله باللغو في أيمانكم).]

﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ...﴾ کا مطلب

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ أُنْزِلَتْ فِي وَالِي الْيَتِيمِ الَّذِي يُقِيمُ عَلَيْهِ وَيُصْلِحُ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ فَقِيرًا أَكَلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ

عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ فرماتی تھیں (قرآن کی آیت)

﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ﴾

جو شخص مالدار ہو وہ (اپنی زیر پرورش یتیم کا مال ہضم کرنے سے) اپنے کو بچائے۔ اور جو فقیر ہو وہ نیک نیتی کے ساتھ اس میں سے کھالے۔"

یہ آیت یتیموں کے ان سرپرستوں کے متعلق نازل ہوئی تھی جو ان کی اور ان کے مال کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتے ہوں کہ اگر وہ فقیر ہیں تو نیک نیتی کے ساتھ معروف طریقے سے اس میں سے کھا سکتے ہیں۔

[صحیح بخاری(۲۲۱۲)]

﴿وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى﴾ سے مراد

عَنْ أَبِي يُونُسَ مَوْلَى عَائِشَةَ أَنَّهُ قَالَ أَمَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنْ أَكْتُبَ لَهَا مُصْحَفًا وَقَالَتْ إِذَا بَلَغْتَ هَذِهِ الْآيَةَ فَآذِنِّي حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى فَلَمَّا بَلَغْتُهَا آذَنْتُهَا فَأَمْلَتْ عَلَيَّ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ قَالَتْ عَائِشَةُ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

"ابو یونس، عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام فرماتے ہیں: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم فرمایا: میں ان کے لئے قرآن لکھوں اور فرماتی ہیں کہ جب تو اس آیت پر پہنچے

﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾۔ [البقرة:۲۳۸]

تو مجھے بتانا تو جب میں اس آیت پر پہنچا تو آپ رضی اللہ عنہا کو میں نے بتایا تو انھوں نے فرمایا: اس آیت کو اس طرح لکھو

﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کو اسی طریقے سے سنا ہے۔

یعنی اس ایت میں وَصَلَاةِ الْعَصْرِ کا اضافہ ہے۔جس سے وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى کی تعیین ہو جاتی ہے۔"

[صحیح مسلم (۶۲۹) بَاب الدَّلِيلِ لِمَنْ قَالَ الصَّلَاةُ الْوُسْطَى هِيَ صَلَاةُ الْعَصْرِ]

پھر پانچ مقرر گھونٹوں سے منسوخ کر دیا

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ فِيمَا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْآنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُنَّ فِيمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ

"عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس بارے میں جو قرآن میں نازل کیا گیا وہ دس مقرر شدہ گھونٹ تھے جو حرام کر دیتے تھے پھر ان کو پانچ مقرر گھونٹوں سے منسوخ کر دیا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دے دی گئی اور یہ اسی طرح قرآن میں پڑھا جاتا ہے۔ [صحیح مسلم (۱۴۵۲)]

تبتل اختیار نہ کر

عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ قَالَ قُلْتُ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكِ عَنِ التَّبَتُّلِ فَمَا تَرَيْنَ فِيهِ قَالَتْ فَلَا تَفْعَلْ أَمَا سَمِعْتَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً فَلَا تَتَبَتَّلْ

سعد بن ہشام کہتے ہیں کہ وہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت

میں حاضر ہوئے، اور کہا: میں مجرد (غیر شادی شدہ) رہنے کے سلسلے میں آپ کی رائے جاننا چاہتا ہوں تو انھوں نے کہا: ایسا ہرگز نہ کرنا، کیا تم نے نہیں سنا ہے؟ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾ [الرعد:٣٨]

"ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا۔"

تو (اے سعد!) تم تبتل (اور رہبانیت) اختیار نہ کرو۔ [1]

متعہ کی حرمت پر قرآن سے استدلال

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ○ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ○ فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾ [المومنون:۵تا۸]

اور جو (دائماً) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے رہتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں کے یا ان باندیوں کے جو ان کے ہاتھوں کی مملوک ہیں، بیشک ان پر کوئی ملامت نہیں، پھر جو شخص ان (حلال عورتوں) کے سوا کسی اور کا خواہش مند ہوا تو ایسے لوگ ہی حد سے تجاوز کرنے والے (سرکش) ہیں۔"

عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس ایت سے متعہ کی حرمت کو بیان فرمایا ہے۔

[سیرت عائشہ از سلیمان ندوی]

کیونکہ اس ایت سے معلوم ہوا کہ شہوت پوری کرنے کے لیے مسلمان مرد کے

---

[1] سنن نسائی (٣٢١٦)(صحیح) (اگر حسن بصری نے اس کو سعدبن ھشام سے سنا ھے تو یہ صحیح ھے) قال الشیخ الألباني: صحیح إن کان الحسن سمعه من سعد۔

پاس صرف دو راستے ہیں، بیوی اور لونڈی اور عورت کے لیے صرف ایک راستہ ہے اور وہ ہے خاوند یا لونڈی ہو تو اس کا مالک۔ لہٰذا نکاح متعہ بھی حرام ہے، کیونکہ جس عورت سے متعہ کیا جائے اس پر زوجہ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہمیشہ کے لئے حرام قرار دے دیا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور قرآن

ہر صحابی کا قرآن کے متعلق اپنا ایک انداز تھا، آیئے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تعلق دیکھتے ہیں کہ ان کا قرآن کے ساتھ کیسا تعلق تھا۔

کتاب اللہ کو زیادہ جاننے والا

عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ قَالَ كُنَّا فِي دَارِ أَبِي مُوسَى مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللهِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ فِي مُصْحَفٍ فَقَامَ عَبْدُ اللهِ فَقَالَ أَبُو مَسْعُودٍ مَا أَعْلَمُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ بَعْدَهُ أَعْلَمَ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ مِنْ هَذَا الْقَائِمِ فَقَالَ أَبُو مُوسَى أَمَا لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ لَقَدْ كَانَ يَشْهَدُ إِذَا غِبْنَا وَيُؤْذَنُ لَهُ إِذَا حُجِبْنَا

"ابوالاحوص رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم ابوموسی رضی اللہ عنہ کے گھر میں عبداللہ رضی اللہ عنہ کے چند ساتھیوں کے ہمراہ موجود تھے اور وہ قرآن مجید دیکھ رہے تھے، عبداللہ کھڑے ہو گئے، تو ابومسعود نے کہا: میں نھیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد ان کھڑے ہونے والے سے بڑھ کر زیادہ اللہ کی نازل کردہ آیات کے بارے میں علم رکھنے والے کسی کو چھوڑا ہو، ابوموسی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم نے ایسی بات کہی ہے تو ان کا حال تو یہ تھا کہ جب ہم غائب ہوتے تھے تو یہ حاضر رہتے تھے اور جب ہمیں حاضر ہونے سے روک دیا جاتا تو انھیں اجازت دی جاتی تھی۔ [1]

---

[1] رواہ مسلم رقم (۲٤٦۱) فی فضائل الصحابة، باب من فضائل عبد اللّٰه مسعود رضی اللّٰه عنه۔

اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کوئی اللہ کی کتاب کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو

عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ وَالَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ مَا مِنْ كِتَابِ اللهِ سُورَةٌ إِلَّا أَنَا أَعْلَمُ حَيْثُ نَزَلَتْ وَمَا مِنْ آيَةٍ إِلَّا أَنَا أَعْلَمُ فِيمَا أُنْزِلَتْ وَلَوْ أَعْلَمُ أَحَدًا هُوَ أَعْلَمُ بِكِتَابِ اللهِ مِنِّي تَبْلُغُهُ الْإِبِلُ لَرَكِبْتُ إِلَيْهِ

”مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ کی کتاب میں کوئی سورۃ ایسی نہیں ہے مگر میں جانتا ہوں کہ وہ کس چیز کے بارے میں نازل کی گئی تھی اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کوئی ایک اللہ کی کتاب کو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے اور اس تک اونٹ پہنچ سکتے ہوں تو میں سوار ہو کر اس کی طرف جاتا۔“ [1]

عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ قَالَ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ قَالَ عَلَى قِرَاءَةِ مَنْ تَأْمُرُونِي أَنْ أَقْرَأَ فَلَقَدْ قَرَأْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضْعًا وَسَبْعِينَ سُورَةً وَلَقَدْ عَلِمَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَعْلَمُهُمْ بِكِتَابِ اللهِ وَلَوْ أَعْلَمُ أَنَّ أَحَدًا أَعْلَمُ مِنِّي لَرَحَلْتُ إِلَيْهِ قَالَ شَقِيقٌ فَجَلَسْتُ فِي حَلَقِ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا يَرُدُّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ وَلَا يَعِيبُهُ

”عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جس نے کسی چیز میں خیانت کی تو وہ قیامت کے دن اپنی خیانت شدہ چیز کو لے کر حاضر ہوگا، پھر کہا: تم مجھے کس آدمی کی قرات کے بارے میں حکم دیتے کہ میں قرات کروں حالانکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ستر سے کچھ اوپر سورتیں پڑھ چکا ہوں اور تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جانتے ہیں کہ میں ان سب سے زیادہ

---

[1] رواه البخاري (٥٠٠٢) في فضائل القرآن، باب القراء من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم. ومسلم رقم (٢٤٦٢) في فضائل الصحابة، باب من فضائل عبد الله بن مسعود رضي الله عنه

اللہ کی کتاب کا علم رکھنے والا ہوں اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کوئی ایک مجھ سے زیادہ علم رکھنے والا ہے تو میں اس کی طرف سوار ہو کر چلا جاتا اور شقیق تابعی نے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے حلقوں میں بیٹھا ہوں میں نے کسی سے بھی نہیں سنا جس نے ابن مسعود کا رد کیا ہو یا ان پر کوئی عیب لگایا ہو۔"

[صحیح مسلم (۲٤٦۲) بَاب مِنْ فَضَائِلِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَأُمِّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک منہ سے سن کر ستر سورتیں پڑھی ہیں

عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ خَطَبَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ فَقَالَ لَقَدْ أَخَذْتُ مِنْ فِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضْعًا وَسَبْعِينَ سُورَةً وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ غُلَامٌ لَهُ ذُؤَابَتَانِ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ

"ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک منہ سے سن کر ستر سورتیں پڑھی ہیں اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کاتبان وحی میں سے تھے جن کی مینڈھیاں تھیں اور وہ بچوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔"

[سنن نسائی (٥٠٦٤) الذُّؤَابَةُ.]

عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ خَطَبَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ فَقَالَ وَاللهِ لَقَدْ أَخَذْتُ مِنْ فِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضْعًا وَسَبْعِينَ سُورَةً وَاللهِ لَقَدْ عَلِمَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي مِنْ أَعْلَمِهِمْ بِكِتَابِ اللهِ وَمَا أَنَا بِخَيْرِهِمْ قَالَ شَقِيقٌ فَجَلَسْتُ فِي الْحِلَقِ أَسْمَعُ مَا يَقُولُونَ فَمَا سَمِعْتُ رَادًّا يَقُولُ غَيْرَ ذَلِكَ

"شقیق بن سلمہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے، انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے ستر سے کچھ زائد سورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے حاصل کی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سمجھنے لگے تھے کہ میں کتاب اللہ کا ان سب سے زیادہ جاننے والا ہوں، حالانکہ میں

ان سے بہتر نہ تھا، شقیق تابعی کا بیان ہے کہ میں بہت سی مجلسوں میں بیٹھا تاکہ لوگوں کی باتیں سنوں ان میں سے کسی کو اس بات کی تردید کرتے ہوئے نہیں سنا (گویا سب صحابہ اس بات کو تسلیم کرتے تھے) ❶

میں نے نبی ﷺ کے منہ مبارک سے نکلتے ہی یاد کرلیا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَارٍ، فَنَزَلَتْ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا﴾(المرسلات:١) فَإِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيهِ، إِذْ خَرَجَتْ حَيَّةٌ مِنْ جُحْرِهَا، فَابْتَدَرْنَاهَا لِنَقْتُلَهَا، فَسَبَقَتْنَا فَدَخَلَتْ جُحْرَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا وَعَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مِثْلَهُ، قَالَ: وَإِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيهِ رَطْبَةً ❷

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غار میں تھے کہ سورۃ مرسلات نازل ہوئی ہم اسے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے سیکھ رہے تھے کہ ایک سانپ اپنے بل سے نکلا ہم اسے مارنے کے لئے دوڑے لیکن وہ ہم سے پہلے چل دیا اور اپنے بل میں گھس گیا، تو نبی ﷺ نے فرمایا: وہ تمھارے شر سے بچ گیا جیسے تم اس کے شر سے بچ گئے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم آپ ﷺ کی زبان مبارک سے تازہ تازہ ہی سیکھ رہے تھے۔"

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفْحِ جَبَلٍ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي وَهُمْ نِيَامٌ قَالَ إِذْ مَرَّتْ بِهِ حَيَّةٌ فَاسْتَيْقَظْنَا وَهُوَ

---

❶ رواه البخاری(١٠٧٥) فی سجود القرآن، باب ازدحام الناس إذا قرأ الإمام السجدة، ومسلم رقم(٥٧٥) فی المساجد، باب سجود التلاوة.]

❷ رواه البخاری(٣٣١٧) باب: خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ فَوَاسِقُ، يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ.]

يَقُولُ مَنَعَهَا مِنْكُمُ الَّذِي مَنَعَكُمْ مِنْهَا وَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا فَالْعَاصِفَاتِ عَصْفًا فَأَخَذْتُهَا وَهِيَ رَطْبَةٌ بِفِيهِ أَوْ فُوهُ رَطْبٌ بِهَا

"ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی پہاڑ کے غار میں تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ سو رہے تھے، کہ اچانک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے ایک سانپ گذرا، ہم بیدار ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس ذات نے تمھیں اس سے محفوظ رکھا، اسی نے اسے تم سے محفوظ رکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ مرسلات نازل ہوئی، جسے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے نکلتے ہی یاد کرلیا، ابھی وہ سورۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک پر تازہ ہی تھی۔"

[مسند احمد (٤٣٢٣)]

میری پرانی یاد کی ہوئی سورتیں

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ وَالْكَهْفِ وَمَرْيَمَ إِنَّهُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْأُوَلِ وَهُنَّ مِنْ تِلَادِي

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ الکہف اور سورۃ مریم کے متعلق کہا کہ یہ اول درجہ کی عمدہ نہایت فصیح و بلیغ سورتیں ہیں اور میری پرانی یاد کی ہوئی (جمع پونجی) ہے۔

[صحیح بخاری (٤٧٠٨)]

صحابہ اور قرآن



صحابہ اور قرآن
کے تعلق پر
30 ابواب پر
مشتمل مدلل کتاب

مرتب محمد طیب محمدی

صحابہ کے قرآن کے متعلقہ سوالات

نبی ﷺ قرآن سکھاتے، صحابہ کرام آپ سے قرآن سیکھتے، اگر صحابہ کرام کو کسی بات کی سمجھ نہ آتی تو وہ آپ سے پوچھ لیتے، آیئے دیکھتے ہیں صحابہ کرام نے آپ سے کیا کیا پوچھا ہے۔ یہ بھی ایک دلچسپ پہلو ہے کیونکہ اس میں نبی ﷺ کے اخلاق کا اظہار بھی ہوتا ہے کہ آپ شاگردوں کو پوچھنے پر کیسے جواب دیتے تھے کتنا پیارا وہ انداز ہوتا تھا، اور معلومات بھی ہوتی ہے کہ وہ کون سی باتیں ہیں جہاں اشکال پیدا ہوا تھا تو پوچھنے کی نوبت آئی تھی۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب وہ اللہ کا ذکر سنتا ہے تو اس کو وحشت ہونے لگتی ہے، اور جب کفر وشرک کی باتیں سنتا ہے تو ان میں دل لگتا ہے۔

صحابہ کرام کو دین میں شرح صدر حاصل تھا اس لئے شکوک وشبہات بہت کم پیش آئے، یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی صحبت اور بلا واسطہ شاگردی کے لئے منتخب فرمایا تھا ان کو اسلامی احکام میں شبہات اور وساوس کم سے کم پیش آئے، ساری عمر میں صحابہ کرام نے جو سوالات رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کئے گئے وہ گنے چنے چند ہیں، وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے فیض صحبت سے اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت کا گہرا نقش ان کے دلوں میں بیٹھ گیا تھا، جس کے سبب ان کو شرح صدر کا مقام حاصل تھا ان کے قلوب خود بخود حق وباطل کا معیار بن گئے تھے، حق کو آسانی کے ساتھ فوراً قبول کرتے اور باطل ان کے

دلوں میں راہ نہ پاتا تھا، پھر جوں جوں رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے دوری ہوتی چلی گئی، شکوک وشبہات نے راہ پانی شروع کی، عقائد کے اختلافات پیدا ہونے شروع ہوئے۔

شکوک وشبہات کے دور کرنے کا اصلی طریقہ بحث و مباحثہ نہیں شرح صدر کی تحصیل ہے، اور آج پوری دنیا شکوک وشبہات کے گھیرے میں پھنسی ہوئی ہے، اور بحث و مباحثہ کی راہ سے اس کو حل کرنا چاہتی ہے جو اس کا صحیح راستہ نہیں

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں ڈور کو سلجھا رہا ہے پر سرا ملتا نہیں

راستہ وہی ہے جو صحابہ کرام اور اسلاف امت نے اختیار فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور ان کے انعام کا استحضار کرکے اس کی عظمت ومحبت دل میں پیدا کی جائے، تو شبہات خودبخود کافور ہوجاتے ہیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب سمجھ نہ آتی تو پوچھ لیتیں

أَنَّ عَائِشَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَتْ لاَ تَسْمَعُ شَيْئًا لاَ تَعْرِفُهُ، إِلَّا رَاجَعَتْ فِيهِ حَتَّى تَعْرِفَهُ، وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ أَوَلَيْسَ يَقُولُ اللهُ تَعَالَى: (فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا) (الانشقاق:٨) قَالَتْ: فَقَالَ: إِنَّمَا ذَلِكِ العَرْضُ، وَلَكِنْ: مَنْ نُوقِشَ الحِسَابَ يَهْلِكْ

ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: نبی ﷺ کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب کسی ایسی بات کو سنتیں جس کو نہ سمجھتیں تو پھر دوبارہ اس میں تفتیش کرتیں، تاکہ اس کو سمجھ لیں۔ چنانچہ (ایک مرتبہ) نبی ﷺ نے فرمایا: (قیامت میں) جس کا حساب لیا گیا اس پر (ضرور) عذاب کیا جائے گا، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں (یہ سن کر) میں نے کہا: اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں:

﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيرًا﴾۔ [الانشقاق:۸]

”پس عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔“

(معلوم ہوا کہ حساب کے بعد عذاب کچھ ضروری نہیں) آپ نے فرمایا: یہ حساب جس کا ذکر اس آیت میں ہے درحقیقت حساب نہیں بلکہ صرف پیش کر دینا ہے لیکن جس شخص سے حساب میں جانچ کی گئی وہ یقینا ہلاک ہوگا۔“ ❶

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حساب آسان بنائے، آمین

﴿صَلُّوا عَلَيْهِ﴾ پر عمل کیسے کرنا ہے

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾۔ [الاحزاب:٥٦]

”بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس پر صلوٰۃ بھیجو اور سلام بھیجو، خوب سلام بھیجنا۔“

”عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا کیوں نہ تمھیں (حدیث کا) ایک تحفہ پہنچا دوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں! مجھے یہ تحفہ ضرور عنایت فرمایئے۔ انھوں نے بیان کیا:

سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ! كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّ اللهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكُمْ

ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا: یا رسول اللہ! ہم آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجنے کا طریقہ تو

---

❶ رواه البخاري (١٠٣) في العلم، باب من سمع شيئًا فراجع حتى يعرفه، ومسلم رقم (٢٨٧٦) في الجنة، باب إثبات الحساب.]

ہمیں خود ہی سکھا دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یوں کہا کرو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

”اے اللہ! اپنی رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آل محمد ﷺ پر جیسا کہ تو نے اپنی رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم (علیہ السلام) پر۔ بیشک تو بڑی خوبیوں والا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما محمد پر اور آل محمد پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر۔ بیشک تو بڑی خوبیوں والا اور بڑی عظمت والا ہے۔

[صحیح بخاری (۳۳۷۰) باب قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا]

خود اللہ تعالیٰ آپ کی تعریف و ثنا کرتا اور آپ پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے بھی آپ کے لیے رحمت و مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کرتے ہیں۔ آسمانوں والوں کی خبر دے کر اب زمین والوں کو حکم دیتا ہے کہ تم بھی آپ پر صلاۃ وسلام بھیجو، تا کہ آپ کی تعریف و ثنا پر اور آپ کے لیے مغفرت و رحمت اور برکت کی دعا پر عالم علوی (آسمانوں والے) اور عالم سفلی (زمین والے) سب متحد ہو جائیں۔“

رسول اللہ ﷺ سے آپ پر صلاۃ کے لیے کئی الفاظ مروی ہیں، جو بھی اس مقصد کے لیے پڑھے جا سکتے ہیں۔ ان میں زیادہ مشہور کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔

اس حدیث اور دوسری احادیث میں صحابہ کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سکھا دیا ہے کہ ہم آپ پر سلام کیسے بھیجیں، اس سلام سے مراد نماز کے تشہد میں سلام کی تعلیم ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ ، وَ کَفِّیْ بَیْنَ کَفَّیْہِ ، التَّشَھُّدَ کَمَا یُعَلِّمُنِی السُّوْرَۃَ مِنَ الْقُرْآنِ : اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ، أَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَ أَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

”مجھے رسول اللہ ﷺ نے تشہد اس طرح سکھایا جس طرح مجھے قرآن کی کوئی سورت سکھاتے تھے، اس وقت میری ہتھیلی آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی: ”تمام قولی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں اور تمام بدنی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں، سلام ہو تجھ پر اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے صالح بندوں پر، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔“

[صحیح بخاري، الاستئذان، باب الأخذ بالیدین: ٦٢٦٥]

جس طرح اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آیت میں ”وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا“ پر عمل کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے نماز میں تشہد کے اندر سلام کے الفاظ کے ساتھ دی ہے، اسی طرح صحابہ نے آپ ﷺ سے صلاۃ کے بھی وہی الفاظ سیکھنے کی درخواست کی جو نماز میں پڑھے جائیں۔ چنانچہ ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَقْبَلَ رَجُلٌ حَتّٰی جَلَسَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ نَحْنُ عِنْدَہٗ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! اَمَّا السَّلَامُ عَلَیْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاہُ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْكَ إِذَا نَحْنُ صَلَّیْنَا فِیْ صَلَاتِنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ ؟ قَالَ فَصَمَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ حَتّٰی أَحْبَبْنَا أَنَّ الرَّجُلَ لَمْ یَسْأَلْہُ فَقَالَ إِذَا أَنْتُمْ صَلَّیْتُمْ عَلَیَّ فَقُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ

الْأُمِّيِّ وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَ آلِ إِبْرَاهِيمَ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

"ایک آدمی آیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور ہم آپ ﷺ کے پاس موجود تھے، اس نے کہا: "یا رسول اللہ! آپ پر سلام کو تو ہم جان چکے، اب ہم آپ پر صلاۃ کیسے بھیجیں، جب ہم اپنی نماز میں صلاۃ بھیجیں، اللہ تعالیٰ آپ پر صلاۃ نازل فرمائے؟" تو رسول اللہ ﷺ کچھ دیر خاموش رہے، حتیٰ کہ ہم نے چاہا کہ یہ شخص یہ سوال نہ کرتا کہ اتنے میں آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تم مجھ پر صلاۃ بھیجو تو اس طرح کہو۔"

[مسند أحمد: ٤/١١٩، ح: ١٧٠٧٦، مسند احمد کے محقق نے بارہ کتب حدیث سے اس حدیث کا حوالہ نقل کر کے اس کی صحت بیان فرمائی ہے]

﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ کی تفسیر پوچھی

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ فَقَالَ هِيَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرٰى لَهُ

"عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ سے اس ارشاد باری تعالیٰ ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ میں "بشریٰ" کی تفسیر پوچھی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد اچھے خواب ہیں جو خود کوئی مسلمان دیکھے یا کوئی دوسرا مسلمان اس کے متعلق دیکھے۔" [1]

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ

---

[1] أخرجه الترمذي رقم (٢٢٧٥) في الرؤيا، باب قوله لهم البشرى في الحياة الدنيا)، وأخرجه أحمد: ٢٢٦٨٧) ٥/ ٣١٥.]

عَنْ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا فَقَالَ مَا سَأَلَنِی عَنْھَا أَحَدٌ غَیْرُکَ إِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ مُنْذُ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا سَأَلَنِی عَنْھَا أَحَدٌ غَیْرُکَ مُنْذُ أُنْزِلَتْ ھِیَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ یَرَاھَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرٰی لَہٗ

عطا بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مصری شخص نے ابودرداء سے اس آیت

﴿لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا﴾۔ [یونس(٦٤)]

کے متعلق پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب سے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر پوچھی ہے تمھارے علاوہ صرف ایک شخص نے مجھ سے اس کے متعلق دریافت کیا ہے اور جب میں نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا یہ آیت جب سے نازل ہوئی ہے تم پہلے شخص ہو جس نے اس کے متعلق پوچھا ہے،اس سے مراد نیک خواب ہے جسے کوئی مسلمان دیکھتا ہے یا فرمایا: اسے دکھایا جاتا ہے۔"

[أخرجه الترمذی (٢٢٧٦) فی الرؤیا، باب قولهلهم البشری فی الحیاة الدنیا)۔]

کیا ہم اپنی تقدیر پر ٹھہرے نہ رہیں اور عمل چھوڑ دیں

﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی﴾۔ [اللیل :٥]

"جس نے اللہ کے رستے میں مال دیا اور پرہیز گاری کی۔ اور نیکی کی تصدیق کی تو ہم اس کے لئے نیکیوں کو آسان کر دیں گے اور بخل کیا اور لا پرواہی کی اور نیکی کو جھٹلایا تو ہم اس کے لئے برائیوں کو آسان کر دیں گے۔"

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ کُنَّا فِی جَنَازَۃٍ فِی بَقِیعِ الْغَرْقَدِ فَأَتَانَا رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَنَكَّسَ فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ إِلَّا وَقَدْ كَتَبَ اللّٰهُ مَكَانَهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَإِلَّا وَقَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيدَةً قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا نَمْكُثُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ فَقَالَ مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَقَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَأَ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى

"علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم ایک جنازہ کے ساتھ بقیع الغرقد میں تھے، رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لا کر بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے، اور آپ کے پاس ایک چھڑی تھی، پس آپ نے سر جھکایا اور اپنی چھڑی سے زمین کو کریدنا شروع کر دیا، پھر فرمایا: تم میں سے کوئی جان (نفس) ایسا نہیں جس کا مکان جنت یا دوزخ میں اللہ نے نہ لکھ دیا ہو، اور شقاوت وسعادت بھی لکھ دی جاتی ہے، ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم اپنی تقدیر پر ٹھہرے نہ رہیں اور عمل چھوڑ دیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو اہل سعادت میں سے ہوگا وہ اہل سعادت کے عمل ہی کی طرف ہو جائے گا اور جو اہل شقاوت میں سے ہوگا وہ اہل شقاوت ہی کے عمل کی طرف جائے گا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم عمل کرو ہر چیز آسان کر دی گئی ہے، بہر حال اہل سعادت کے لئے اہل سعادت کے سے اعمال

کرنا آسان کر دیا ہے، اور اہل شقاوت کے لیے شقاوت والے اعمال آسان کر دیے گئے ہیں، پھر آپ نے

﴿مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى﴾

تلاوت فرمائی: "جس نے صدقہ کیا اور تقویٰ اختیار کیا اور نیکی کی تصدیق کی تو ہم اس کے لئے نیکیوں کو آسان کر دیں گے اور بخل کیا اور لا پرواہی کی اور نیکی کو جھٹلایا تو ہم اس کے لئے برائیوں کو آسان کر دیں گے۔" [1]

شرح صدر کا کیا مطلب ہے

﴿فَمَن يُرِدِ اللَّهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ [الأنعام:١٢٥]

"تو جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہے اس کا سینہ تنگ خوب رکا ہوا کر دیتا ہے گویا کسی کی زبردستی سے آسمان پر چڑھ رہا ہے، اللہ یونہی عذاب ڈالتا ہے ایمان نہ لانے والوں کو۔"

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرح صدر یعنی سینہ اسلام کے لئے کھول دینے کی تفسیر دریافت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مؤمن کے دل میں ایک روشنی ڈال دیتے ہیں، جس سے اس کا دل حق بات کو دیکھنے سمجھنے اور قبول کرنے کے لئے کھل جاتا ہے (حق بات کو آسانی سے

---

[1] رواه البخاري (١٣٦٢) في تفسير سورة (والليل إذا يغشى)، وفي الجنائز، باب موعظة المحدث عند القبر وقعود أصحابه حوله.]

قبول کرنے لگتا ہے اور خلاف حق سے نفرت اور وحشت ہونے لگتی ہے) صحابہ کرام نے عرض کیا: کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے جس سے وہ شخص پہچانا جائے جس کو شرح صدر حاصل ہوگیا ہے؟ فرمایا: ہاں علامت ہے کہ اس شخص کی ساری رغبت آخرت اور اس کی نعمتوں کی طرف ہو جاتی ہے، دنیا کی بے جا خواہشات اور فانی لذتوں سے گھبراتا ہے، اور موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنے لگتا ہے، پھر فرمایا:

﴿وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ﴾

"اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہے اس کا سینہ تنگ خوب رکا ہوا کر دیتا ہے گویا کسی کی زبردستی سے آسمان پر چڑھ رہا ہے، اللہ یونہی عذاب ڈالتا ہے ایمان نہ لانے والوں کو۔"

[جامع البیان جز ۸ ص ۳۶ مطبوعہ دار الفکر 'بیروت ۱۴۱۵ھ]

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: تَلَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ يُرِدِ اللهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ النُّورَ إِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ. فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ لِتِلْكَ مِنْ عِلْمٍ يُعْرَفُ بِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ التَّجَافِي مِنْ دَارِ الْغُرُورِ وَالْإِنَابَةُ إِلَى دَارِ الْخُلُودِ وَالِاسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قبل نزوله

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت پڑھی۔

﴿فَمَنْ يُرِدِ اللهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ﴾

[الانعام: ۱۲۵]

"تو جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔"

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جب ہدایت کا نور سینہ میں داخل ہوتا ہے تو سینہ فراخ اور کشادہ ہوجاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ! ﷺ کیا اس حالت و کیفیت کی کوئی علامت ہے جس سے اس کو پہچانا جاسکے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں اس کی نشانی ہے، دار الغرور (دنیا سے) دور ہونا، آخرت کی طرف کہ جو ہمیشہ باقی رہنے والا جہان ہے، رجوع کرنا اور پوری طرح متوجہ رہنا اور مرنے سے پہلے مرنے کے لئے تیاری کرنا۔"

[رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شعب الإيمان، بحواله مشكوة (٥٢٢٩)]

یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں رکھنا چاہتے ہیں اس کا دل تنگ اور سخت تنگ کر دیتے ہیں، اس کو حق بات کا قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا ایسا دشوار ہوتا ہے جیسے کسی انسان کا آسمان میں چڑھنا۔

کلبی فرماتے ہیں: اس کا دل تنگ ہونے کا مطلب ہے کہ اس میں حق اور بھلائی کے لئے کوئی راستہ نہیں رہتا۔

ممکنہ حد تک اللہ سے ڈرتے رہو

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾ ۔[آل عمران:١٠٢]

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان پر کسی وقت بھی کوئی ایسا لمحہ نہ آنا چاہیے۔ جب کہ وہ اللہ کے خوف سے غافل ہو کیونکہ موت کے وقت کا کسی کو علم نہیں اور اللہ سے ڈرنے کا ایسا ہی حق ہونا چاہیے کہ جن جن اوامر کا اس نے حکم دیا ہے اور جن

نواہی سے روکا ہے۔ انھیں ٹھیک ٹھیک اور بروقت بجا لانا چاہیے۔

چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بہت گھبرائے اور عرض کیا: اس قدر احتیاط کس سے ممکن ہے۔ اس وقت سورۃ تغابن کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾۔ [التغابن:١٦]

"ممکنہ حد تک اللہ سے ڈرتے رہو۔"

تفسیر بغوی میں لکھا ہے:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر شاق گزرا، کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کی پوری تعمیل کرنے کی کس میں جرات ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

[التغابن:١٦]

:جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور سنو اور اطاعت کرو اور (اپنے مال) خرچ کرو۔ یہ تمھارے ہی لیے بہتر ہے اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔"

اس ایت نے پہلی ایت کی وضاحت کردی۔

اللہ تعالیٰ سے کما حقہ ڈرنے کا معنی یہ ہے کہ تمام گناہوں سے اجتناب کیا جائے' تمام احکام پر عمل کرنا اور تمام گناہوں سے بچنا استطاعت کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾۔ [البقرۃ:٢٨٦]

رہی یہ بات کہ انسان اپنے متعلق کوئی غلط اندازہ قائم کر لے۔ مثلاً وہ یہ فرض کر لے کہ فلاں کلام میری استطاعت سے باہر ہے۔ حالانکہ وہ اسکی استطاعت میں ہو۔ تو ایسی بات پر اس کا ضرور مواخذہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ کو ہر بات کا علم ہے۔

ہمارا رب قریب ہے یا دور ہے

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾

[البقرة:١٨٦]

اور جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو انھیں کہہ دیجیے کہ میں (ان کے) قریب ہی ہوں، جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں لہذا انھیں چاہیے کہ میرے احکام بجا لائیں اور مجھ پر ایمان لائیں اس طرح توقع ہے کہ وہ ہدایت پا جائیں گے

بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: کیا ہمارا رب ہم سے قریب ہے کہ ہم اس کو آہستہ سے پکاریں، یا دور کہ اسے زور زور سے پکاریں؟

أَرَبُّنَا قَرِيبٌ فَنُنَاجِيهِ أَمْ بَعِيدٌ فَنُنَادِيهِ؟

تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ [1]

اس میں صاف اور صریح طور پر بتا دیا گیا کہ تمھارا رب تمھارے نہایت قریب ہے۔ اس لیے اس کو بلانے پکارنے کیلئے زور لگانے کی ضرورت نہیں۔

ایک اعرابی نے پوچھا تھا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہمارا رب قریب ہے؟ اگر قریب ہو تو ہم اس سے سرگوشیاں کر لیں یا دور ہے؟ اگر دور ہو تو ہم اونچی اونچی

---

[1] صفوة التفاسير، جامع البيان، روح المعاني، محاسن التاويل وغيره)۔رواه ابن جرير، وابن أبي حاتم، وأبو الشيخ، والدارقطني في المؤتلف والمختلف)، وغيرهم؛ كلهم من طريق الصلب (أو: الصلت) عن أبيه عن جده، والصلب مجهول.

آوازوں سے اسے پکاریں، نبی ﷺ خاموش رہے اس پر یہ آیت اتری۔ ❶

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ أَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَقَبَةٍ أَوْ قَالَ فِي ثَنِيَّةٍ قَالَ فَلَمَّا عَلَا عَلَيْهَا رَجُلٌ نَادَى فَرَفَعَ صَوْتَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ قَالَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَغْلَتِهِ قَالَ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا ثُمَّ قَالَ يَا أَبَا مُوسَى أَوْ يَا عَبْدَ اللهِ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ

"ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے ہر بلندی پر چڑھتے وقت اور ہر وادی میں اترتے وقت بلند آوازوں سے تکبیر کہتے جا رہے تھے، نبی ﷺ ہمارے پاس آ کر فرمانے لگے: لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو تم کسی کم سننے والے یا دور والے کو نہیں پکار رہے بلکہ جسے تم پکارتے ہو وہ تم سے تمھاری سواریوں کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے، اے عبداللہ بن قیس! سن لو! جنت کا خزانہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہے۔" ❷

﴿فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾ ہے

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مِنْ مُذَّكِرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

"ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے نبی ﷺ کے سامنے فہل من مذکر ذال کے ساتھ پڑھا تو نبی ﷺ نے فرمایا: یہ لفظ فہل من مدکر دال کے ساتھ ہے۔" ❸

---

❶ وَرَوَاهُ الطَّبَرِيّ وَابْن أَبِي حَاتِم وَابْن مَرْدَوَيْه فِي تَفَاسِيرهمْ عَنْ جَرِير بِهِ]

❷ رواه البخاري (٦٤٠٩) في الدعوات، باب الدعاء إذا علا عقبة، وباب قول: لا حول ولا قوة إلا بالله، ومسلم رقم (٢٧٠٤) في الذكر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذكر،]

❸ صحيح بخاری (٤٨٧١،٤٨٧٤) باب أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ،]

﴿لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ کی تفسیر پوچھی

حَدَّثَنِي أَبُو أُمَيَّةَ الشَّعْبَانِيُّ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ فَقُلْتُ يَا أَبَا ثَعْلَبَةَ كَيْفَ تَقُولُ فِي هَذِهِ الْآيَةِ عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ قَالَ أَمَا وَاللَّهِ لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْهَا خَبِيرًا سَأَلْتُ عَنْهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلْ ائْتَمِرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنَاهَوْا عَنْ الْمُنْكَرِ حَتَّى إِذَا رَأَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَهَوًى مُتَّبَعًا وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ فَعَلَيْكَ يَعْنِي بِنَفْسِكَ وَدَعْ عَنْكَ الْعَوَامَّ فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ الصَّبْرُ فِيهِ مِثْلُ قَبْضٍ عَلَى الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِيهِمْ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِهِ وَزَادَنِي غَيْرُهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْهُمْ قَالَ أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ

"ابوامیہ شعبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ اس آیت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ کہنے لگے: کون سی آیت؟ میں نے عرض کیا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾۔ [المائدہ:۱۰۵]

"اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو گمراہ (کی گمراہی) تمھارے لئے باعث ضرر نہیں بشرطیکہ تم راہ راست پر رہو۔"

فرمانے لگے: میں نے اس آیت کی تفسیر ایسی ذات سے دریافت کی جو خوب واقف تھی یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو آپ نے فرمایا: بلکہ تم امر بالمعروف کرتے رہو اور نھی عن المنکر کرتے رہو۔ یہاں تک کہ جب دیکھو کہ بخیل کی بات مانی جاتی ہے اور خواہش کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا کو (دین پر)

ترجیح دی جاتی ہے اور ہر شخص کو اپنی رائے پر ناز ہے (خواہ وہ کتاب وسنت سے ہٹ کر ہی ہو) ایسے میں تم کوئی ایسا کام (خلاف شرع) دیکھو کہ اس کو ختم کرنے کی تم میں ذرا بھی قدرت نھیں تو تم صرف اپنی ذات کی فکر کرو اس لیے کہ تمھارے بعد صبر کے دن آنے والے ہیں ان میں (صحیح دین پر) مضبوطی سے قائم رہنا انگارہ کو ہاتھ میں دبانے کی مثل ہوگا ان ایام میں عمل کرنے والے کو پچاس آدمیوں کے برابر اجر ملے گا جو اس کی طرح عمل کرتے ہوں۔" [1]

﴿عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ﴾ کی تفسیر آپ سے پوچھی

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ السُّورَةُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ قَالَ الزُّبَيْرُ أَيْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُكَرَّرُ عَلَيْنَا مَا كَانَ بَيْنَنَا فِي الدُّنْيَا مَعَ خَوَاصِّ الذُّنُوبِ قَالَ نَعَمْ لَيُكَرَّرَنَّ عَلَيْكُمْ حَتّٰى يُؤَدّٰى إِلٰى كُلِّ ذِي حَقٍّ حَقُّهُ فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَاللّٰهِ إِنَّ الْأَمْرَ لَشَدِيدٌ

"زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ﴾

"پھر قیامت کے دن تم اپنے رب کے پاس جھگڑا کرو گے۔" تو انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں کے ساتھ ساتھ دنیا میں اپنے مد مقابل لوگوں سے جھگڑنا مراد ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، یہی جھگڑا

---

[1] رواه الترمذي رقم (٣٠٥٨) في التفسير، باب ومن سورة المائدة، وإسناده ضعيف، ولكن له شواهد يرتقي بها، وقال الترمذي: هذا حديث حسن غريب]

دوبارہ ہوگا یہاں تک کہ حقدار کو اس کا حق مل جائے، اس پر زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ یہ تو بہت سخت بات ہے۔" [1]

﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ کا مطلب پوچھا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةَ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ قَالَ النَّاسُ يَا رَسُولَ اللهِ عَنْ أَيِّ النَّعِيمِ نُسْأَلُ فَإِنَّمَا هُمَا الْأَسْوَدَانِ وَالْعَدُوُّ حَاضِرٌ وَسُيُوفُنَا عَلَى عَوَاتِقِنَا قَالَ إِنَّ ذَلِكَ سَيَكُونُ

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت نازل ہوئی:

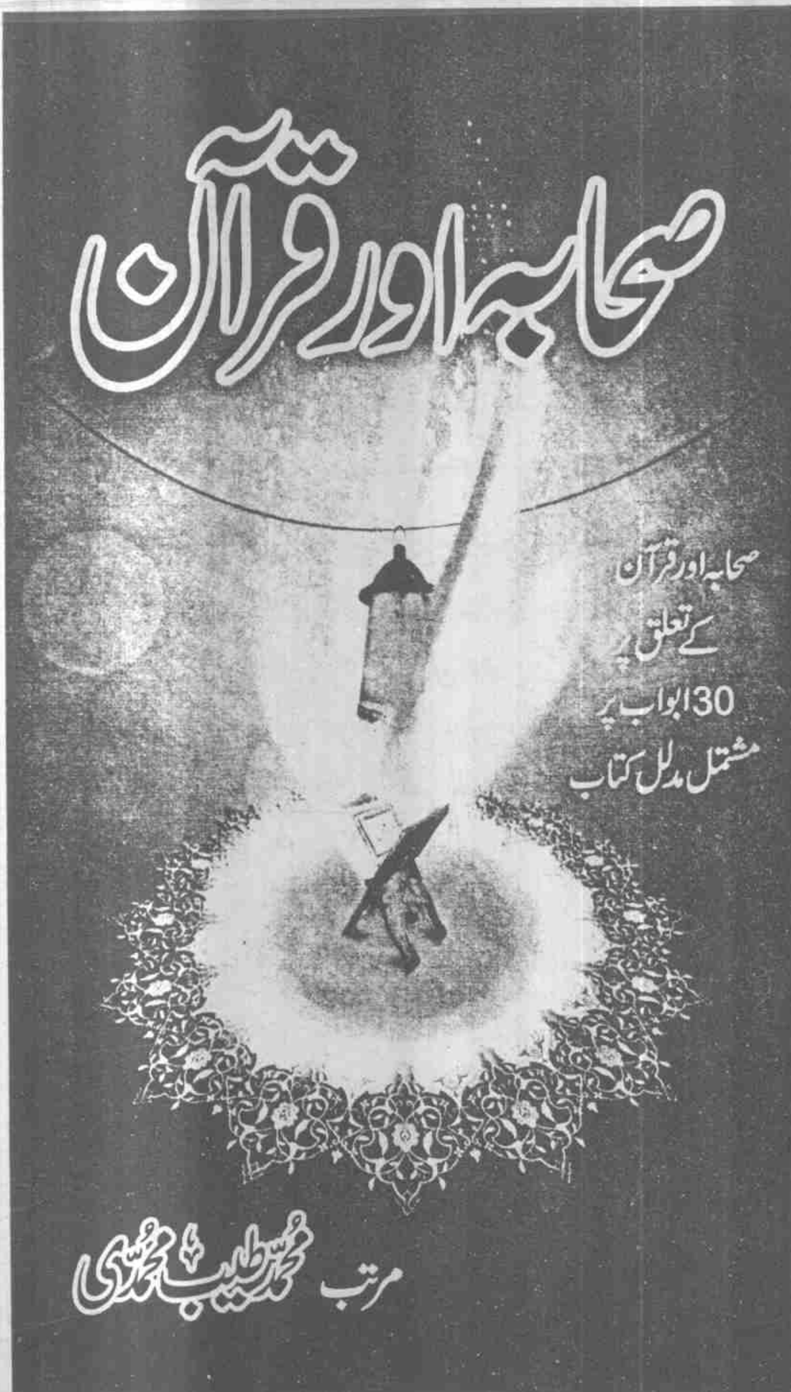
﴿ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ ۔[التکاثر: ۸]

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس دو ہی تو چیزیں ہیں پانی اور کھجور۔ پھر ہم سے کن نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا؟ دشمن حاضر ہے اور تلواریں ہمارے کاندھوں پر ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ نعمتیں عنقریب تمھیں ملیں گی۔" [2]

---

[1] سنن ترمذی (۳۲۳۶) باب وَمِنْ سُورَةِ الزُّمَرِ

[2] جامع ترمذی (۳۳۵۷) فی التفسیر، باب ومن سورة ألهاكم التكاثر۔]


صحابہ اور قرآن
صحابہ اور قرآن
کے تعلق پر
130 ابواب پر
مشتمل مدلل کتاب
مرتب محمد طیب محمدی

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو قرآن کیسے سکھایا

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾

[آل عمران:١٦٤]

"بہت بڑا احسان فرمایا اللہ نے مومنین پر کہ بھیجا ان میں ایک عظیم الشان رسول، ان ہی میں سے، وہ پڑھتا ہے ان کے سامنے اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور گہری دانائی۔ بلاشبہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔"

بعثت رسول کے تین مقاصد، جو صحابہ کرام کو سکھائے گئے

سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران اور سورۃ جمعہ کی آیات میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق ایک ہی مضمون ایک ہی طرح کے الفاظ میں آیا ہے، جن میں رسول اللہ ﷺ کے اس دنیا میں تشریف لانے کے مقاصد یا آپ کے عہدہ نبوت و رسالت کے فرائض منصبی تین بیان کئے گئے ہیں ایک تلاوت آیات دوسرے تعلیم کتاب و حکمت تیسرے لوگوں کا تزکیہ اخلاق وغیرہ۔

تلاوت کا تعلق الفاظ سے ہے اور تعلیم کا معانی سے یہاں تلاوت و تعلیم کو الگ الگ بیان کیا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن کریم میں جس طرح معانی مقصود ہیں

اس کے الفاظ بھی مستقل مقصود ہیں، ان کی تلاوت وحفاظت فرض اور اہم عبادت ہے یہاں یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بلا واسطہ شاگرد اور مخاطب خاص وہ حضرات تھے جو عربی زبان کے نہ صرف جاننے والے بلکہ اس کے فصیح وبلیغ خطیب اور شاعر بھی تھے، ان کے سامنے قرآن عربی کا پڑھ دینا بھی بظاہر ان کی تعلیم کیلئے کافی تھا ان کو الگ سے ترجمہ وتفسیر کی ضرورت نہ تھی تو پھر تلاوت آیات کو ایک علیحدہ مقصد اور تعلیم کتاب کو جداگانہ دوسرا مقصد رسالت قرار دینے کی کیا ضرورت تھی جبکہ عمل کے اعتبار سے یہ دونوں مقصد ایک ہی ہو جاتے ہیں اس میں غور کیا جائے تو دو اہم نتیجے آپ کے سامنے آئیں گے اول یہ کہ قرآن کریم دوسری کتابوں کی طرح یک کتاب نہیں جس میں صرف معانی مقصود ہوتے ہیں الفاظ ایک ثانوی حیثیت رکھتے ہیں ان میں اگر معمولی تغیر وتبدل بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا ان کے الفاظ بغیر معنیٰ سمجھے ہوئے پڑھتے رہنا بالکل لغو وفضول ہے۔ جبکہ قرآن کریم کے جس طرح معانی مقصود ہیں اسی طرح الفاظ بھی مقصود ہیں اور الفاظ قرآن کے ساتھ خاص خاص احکام شرعیہ بھی متعلق ہیں یہی وجہ ہے کہ اصول فقہ میں قرآن کریم کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ

هو النظم والمعنى جميعا

”یعنی قرآن نام ہے الفاظ اور معنیٰ اکٹھے کا۔“

دوسری زبان میں لکھا جائے تو وہ قرآن کہلانے کا مستحق نہیں اگرچہ مضامین بالکل صحیح درست ہی ہوں ان مضامین قرآنیہ کو بدلے ہوئے الفاظ میں اگر کوئی شخص نماز میں پڑھ لے تو نماز ادا نہ ہوگی اسی طرح وہ تمام احکام جو قرآن سے متعلق ہیں اس پر عائد نہیں ہوں گے، قرآن کریم کی تلاوت کا جو ثواب احادیث صحیحہ میں وارد ہے وہ بدلی ہوئی زبان یا بدلے ہوئے الفاظ پر مرتب نہیں ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کے فرائض منصبی میں تعلیم کتاب سے علیحدہ تلاوت آیات کو جداگانہ فرض قرار دے کر اس کی طرف اشارہ کردیا کہ قرآن کریم میں جس طرح اس کے معانی مقصود ہیں اسی طرح اس کے الفاظ بھی مقصود ہیں کیونکہ تلاوت الفاظ کی ہوتی ہے معانی کی نہیں اسی لئے جس طرح رسول کے فرائض میں معانی کی تعلیم داخل ہے اسی طرح الفاظ کی تلاوت اور حفاظت بھی ایک مستقل فرض ہے۔

اس آیت میں فرائض رسول بیان کرتے ہوئے تلاوت آیات کو مستقل فرض کی حیثیت دے کر اس پر تنبیہ کردی گئی ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ کی تلاوت اور ان کی حفاظت اور ان کو ٹھیک اس لب و لہجہ میں پڑھنا جس پر وہ نازل ہوئے ہیں ایک مستقل فرض ہے اسی طرح تلاوت آیات کے فرض کے ساتھ تعلیم کتاب کو جداگانہ فرض قرار دینے سے ایک دوسرا اہم نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن فہمی کے لئے صرف عربی زبان کا جان لینا کافی نہیں بلکہ تعلیم رسول کی ضرورت ہے جیسے کہ تمام علوم وفنون میں یہ بات معلوم ومشاہد ہے کہ کسی فن کی کتاب کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے محض اس کتاب کی زبان جاننا بلکہ زبان کا ماہر ہونا بھی کافی نہیں جب تک کہ اس فن کو کسی ماہر استاذ سے حاصل نہ کیا جائے۔

جو خوش نصیب حضرات رسول اللہ ﷺ کے سامنے زیر تعلیم رہے تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کا باطنی تزکیہ بھی ہوتا گیا اور جو جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کی زیر تربیت تیار ہوئی ایک طرف ان کی عقل و دانش اور علم وحکمت کی گہرائی کا یہ عالم تھا کہ ساری دنیا کے فلسفے اس کے سامنے گرد ہوگئے تو دوسری طرف ان کے تزکیہ باطنی اور تعلق مع اللہ اور اعتماد علی اللہ کا اعلیٰ درجہ پیدا ہوچکا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ وہ جس طرف چلتے تھے فتح ونصرت ان کے قدم لیتی تھی تائید ربانی ان کے ساتھ ہوتی تھی ان کے محیر العقول کارنامے جو آج بھی ہر قوم وملت کے

ذہنوں کو مرعوب کئے ہوئے ہیں وہ اسی تعلیم وتزکیہ کے اعلیٰ نتائج ہیں آج دنیا میں تعلیم کو بہتر بنانے کے لئے نصابوں کی تبدیل وترمیم پر تو سب لوگ غور کرتے ہیں لیکن تعلیم کی روح کو درست کرنے کی طرف عام طور پر توجہ نہیں دی جاتی کہ مدرس اور معلم کی اخلاقی حالت اور مصلحانہ تربیت کو دیکھا جائے اس پر زور دیا جائے اس کا نتیجہ ہے کہ ہزار کوششوں کے بعد بھی ایسے مکمل انسان پیدا نہیں ہوتے جن کے عمدہ اخلاق دوسروں پر اثر انداز ہوں اور دوسروں کی تربیت کر سکیں۔

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انما بعثت معلماً میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور یہ ظاہر ہے کہ جب آپ کا مقصد وجود معلم ہونا ہے تو آپ کی امت کا مقصد وجود متعلم اور طالب علم ہونا لازم ہوگیا۔

تیسرا فرض رسول اللہ ﷺ کے فرائض منصبی میں تزکیہ ہے جس کے معنی ہیں ظاہری و باطنی نجاسات سے پاک کرنا ظاہری نجاسات سے تو عام مسلمان واقف ہیں باطنی نجاسات کفر اور شرک غیر اللہ پر اعتماد کلی اور اعتقاد فاسد نیز تکبر وحسد بغض حب دنیا وغیرہ ہیں اگرچہ علمی طور پر قرآن وسنت کی تعلیم میں ان سب چیزوں کا بیان آگیا ہے لیکن تزکیہ کو آپ کا جداگانہ فرض قرار دے کر اس کی طرف اشارہ کردیا گیا کہ جس طرح محض الفاظ کے سمجھنے سے کوئی فن حاصل نہیں ہوتا اسی طرح نظری وعلمی طور پر فن حاصل ہوجانے سے اس کا استعمال اور کمال حاصل نہیں ہوتا جب تک کسی مربی کے زیر نظر اس کی مشق کرکے عادت نہ ڈالے۔تو صحابہ کرام کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے سب سے بڑے معلم کو بھیجا۔آپ نے صحابہ کو قرآن سکھایا،آپ نے قرآن نمازوں میں پڑھا،وعظوں میں پڑھا،ان کو سنایا سمجھایا،صحابہ نے آگے امت کو سکھایا۔

پاس بلا کر قران سکھایا

عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى قَالَ مَرَّبِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا

أُصَلِّي فَدَعَانِي فَلَمْ آتِهِ حَتَّى صَلَّيْتُ ثُمَّ أَتَيْتُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَنِي فَقُلْتُ كُنْتُ أُصَلِّي فَقَالَ أَلَمْ يَقُلِ اللهُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ثُمَّ قَالَ أَلَا أُعَلِّمُكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَذَكَّرْتُهُ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ

”سعید بن معلی فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ میرے سامنے سے گزرے میں نماز پڑھ رہا تھا آپ ﷺ نے مجھے بلایا، میں نہیں گیا، نماز کے بعد گیا تو آپ نے فرمایا: جب میں نے بلایا تھا تو کیوں نہیں آئے میں نے عرض کیا: میں نماز پڑھ رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: اے ایمان والو! جب تمھیں اللہ کا رسول بلائے تو چلے جاؤ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسجد سے جانے سے پہلے میں تمھیں قرآن کی بڑی بزرگ و برتر سورۃ بتاؤں گا، پھر جب جانے لگے تو میں نے یاد دہانی کرائی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ سورۃ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ہے، اس میں سات آیت ہیں جو سبع مثانی ہیں اور قرآن عظیم جو مجھے دیا گیا ہے۔ [1]

کون سی آیت سب سے بڑی ہے

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ مَعَكَ أَعْظَمُ قَالَ قُلْتُ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ مَعَكَ أَعْظَمُ قَالَ قُلْتُ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ

---

[1] رواه البخاري (٤٤٧٤) في تفسير فاتحة الكتاب، باب ما جاء في فاتحة الكتاب.]

الْحَيُّ الْقَيُّومُ قَالَ فَضَرَبَ فِي صَدْرِي وَقَالَ وَاللهِ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ أَبَا الْمُنْذِرِ

"ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوالمنذر! کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرے نزدیک اللہ کی کتاب میں سے سب سے بڑی آیت کونسی ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرے نزدیک اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سب سے عظیم آیت کونسی ہے؟ میں نے کہا: ﴿اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ آخر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا: یا اے ابوالمنذر یہ علم تجھے مبارک ہو۔" [1]

فتنوں کے دور میں قرآن ہی رہنما ہے

"علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ کے بعد آپ کی امت آزمائش کا شکار ہوجائے گی تو اس سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْكِتَابُ الْعَزِيزُ الَّذِي لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ مَنِ ابْتَغَى الْهُدَى فِي غَيْرِهِ أَضَلَّهُ اللهُ وَمَنْ وَلِيَ هَذَا الْأَمْرَ مِنْ جَبَّارٍ فَحَكَمَ بِغَيْرِهِ قَصَمَهُ اللهُ هُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيمُ وَالنُّورُ الْمُبِينُ وَالصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ فِيهِ خَبَرُ مَنْ قَبْلَكُمْ وَنَبَأُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ وَهُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ وَهُوَ الَّذِي سَمِعَتْهُ الْجِنُّ فَلَمْ تَتَنَاهَى أَنْ قَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنْقَضِي عِبَرُهُ وَلَا تَفْنَى عَجَائِبُهُ ثُمَّ قَالَ عَلِيٌّ لِلْحَارِثِ

---

[1] رواه مسلم رقم (٨١٠) فی صلاۃ المسافرین، باب فضل سورۃ الکہف وآیۃ الکرسی، وأبو داود رقم (١٤٦٠) فی الصلاۃ، باب ما جاء فی آیۃ الکرسی.

خُذْهَا إِلَيْكَ يَا أَعْوَرُ

وہ معزز کتاب ہے جس کے آگے اور پیچھے سے باطل نہیں آ سکتا، اور جو حکیم وحمید کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ جو شخص اس کے علاوہ کسی اور سے ہدایت تلاش کرنے کی کوشش کرے گا اللہ اسے گمراہی کا شکار کر دے گا، اور جو ظالم حکمران بننے کے بعد اس کی بجائے دوسرے فیصلے کرے گا اللہ اسے برباد کر دے گا، یہ حکمت آمیز نصیحت ہے، اور نور مبین ہے، اور سیدھا راستہ یہی ہے۔ اس میں تم سے پہلے لوگوں کی اطلاعات ہیں اور بعد میں آنے والوں کی خبریں ہیں یہ تمھارے درمیان فیصلہ والی چیز ہے فرق کرنے والی چیز ہے یہ مذاق نہیں ہے، یہ وہ ہے کہ جب جنات نے اسے سنا تو یہ کہنے سے باز نہ رہ سکے کہ ہم نے قرآن کو سنا ہے اور یہ بہت حیرت والی چیز ہے، یہ بکثرت استعمال ہونے والی چیز ہے اور یہ پرانی نہیں ہوسکتی اور اس کی مدت ختم نہیں ہوسکتی اور اس کے عجائب فنا نہیں ہوں گے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ نے حارث سے کہا اے اعور! اس بات کو یاد رکھنا۔"

[سنن دارمی (۳۲۳۲) و (۳۲۷٤) باب: فَضْلِ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ.]

صحابہ اور قرآن



صحابہ اور قرآن
کے تعلق پر
30 ابواب پر
مشتمل مدلل کتاب

مرتب محمد طیب محمدی

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے چند تفسیری نکات

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہے، اور پھر اس کی انھوں نے تفسیر بیان کی ہے، آیئے دیکھتے ہیں کہ انھوں قرآن کی تفسیر کیسے بیان فرمائی ہے۔اور کیسے نکات بیان فرمائے ہیں۔

اگر تو قران پڑھتی تو ضرور اس میں پاتی

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُوتَشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ فَبَلَغَ ذَلِكَ امْرَأَةً مِنْ بَنِي أَسَدٍ يُقَالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوبَ فَجَائَتْ فَقَالَتْ إِنَّهُ بَلَغَنِي عَنْكَ أَنَّكَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ فَقَالَ وَمَا لِي أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ هُوَ فِي كِتَابِ اللهِ فَقَالَتْ لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُ فِيهِ مَا تَقُولُ قَالَ لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ أَمَا قَرَأْتِ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا قَالَتْ بَلَى قَالَ فَإِنَّهُ قَدْ نَهَى عَنْهُ قَالَتْ فَإِنِّي أَرَى أَهْلَكَ يَفْعَلُونَهُ قَالَ فَاذْهَبِي فَانْظُرِي فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَلَمْ تَرَ مِنْ حَاجَتِهَا شَيْئًا فَقَالَ لَوْ كَانَتْ كَذَلِكَ مَا جَامَعْتُهَا

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت کی جو بدن کو گودتی ہیں اور گودواتی ہیں اور چہرے کے بال اکھڑواتی ہیں حسن

کے لئے دانتوں کو کشادہ کراتی ہیں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بدلنے والی ہیں، بنی اسد کی ایک عورت کو جس کا نام ام یعقوب تھا یہ خبر ملی، تو وہ آئی اور کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے اس طرح لعنت کی ہے، تو انھوں نے کہا: میں کیوں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے اور جو کتاب اللہ میں بھی ہے اس عورت نے کہا: میں نے اس کو پڑھ لیا ہے جو دو لوحوں کے درمیان ہے (یعنی پورا قرآن پڑھا ہے) لیکن جو تم کہتے ہو وہ میں نے اس میں نہیں پایا، تو انھوں نے کہا: اگر تو پڑھتی تو ضرور اس میں پاتی کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾

رسول جو کچھ تمھیں دے اس کو لے لو اور جس سے روکے باز آ جاؤ، اس نے کہا: ہاں! عبداللہ نے کہا: آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، اس عورت نے کہا: تمھاری بیوی ایسا کرتی ہے انھوں نے کہا: جا کر دیکھ آ، چنانچہ وہ گئی اور دیکھا تو کچھ نہ پایا عبداللہ نے کہا: اگر وہ ایسا کرتی تو میرے ساتھ نہ رہتی۔ [1]

عذاب ہٹ جانے کا ذکر ہے جو صرف دنیاوی ہو سکتا ہے

عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يُحَدِّثُ فِي كِنْدَةَ فَقَالَ يَجِيءُ دُخَانٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَأْخُذُ بِأَسْمَاعِ الْمُنَافِقِينَ وَأَبْصَارِهِمْ يَأْخُذُ الْمُؤْمِنَ كَهَيْئَةِ الزُّكَامِ فَفَزِعْنَا فَأَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَغَضِبَ فَجَلَسَ فَقَالَ مَنْ عَلِمَ فَلْيَقُلْ وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلْ اللهُ أَعْلَمُ فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ

---

[1] رواه البخاری (٤٨٨٦) تفسیر سورة الحشر، باب (وما آتاكم الرسول فخذوه)، في اللباس، وفي ومسلم رقم (٢١٢٥) في اللباس، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة.]

يَقُولَ لِمَا لَا يَعْلَمُ لَا أَعْلَمُ فَإِنَّ اللهَ قَالَ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ وَإِنَّ قُرَيْشًا أَبْطَئُوا عَنْ الْإِسْلَامِ فَدَعَا عَلَيْهِمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتَّى هَلَكُوا فِيهَا وَأَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ وَيَرَى الرَّجُلُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ فَجَاءَهُ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ جِئْتَ تَأْمُرُنَا بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا فَادْعُ اللهَ فَقَرَأَ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ إِلَى قَوْلِهِ عَائِدُونَ أَفَيُكْشَفُ عَنْهُمْ عَذَابُ الْآخِرَةِ إِذَا جَاءَ ثُمَّ عَادُوا إِلَى كُفْرِهِمْ فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى يَوْمَ بَدْرٍ وَلِزَامًا يَوْمَ بَدْرٍ الم غُلِبَتْ الرُّومُ إِلَى سَيَغْلِبُونَ وَالرُّومُ قَدْ مَضَى

"مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک شخص کندہ میں بیان کر رہا تھا: قیامت کے دن دھواں سا پیدا ہوگا جو منافقوں کے کان اور آنکھ میں گھسے گا اور ایمانداروں کو زکام جیسا ہوجائے گا، میں یہ سن کر ڈرا اور پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا وہ تکیہ کے سہارے بیٹھے تھے، میں نے ان سے وہ واقعہ بیان کیا آپ کو غصہ آ گیا، فرمانے لگے: آدمی کو چاہیے جو بات معلوم ہو وہ بیان کرے ورنہ کہہ دے: اللہ بہتر جانتا ہے، اس لئے کہ یہ بھی ایک طرح کا علم ہے کہ جو نہ معلوم ہو اس کیلئے کہہ دے: میں نہیں جانتا، اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے فرماتا ہے:

﴿قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ﴾

"آپ کہہ دیجیے کہ میں اپنی تبلیغ ونصیحت پر کوئی صلہ تم سے نہیں چاہتا اور نہ میں تم سے کسی طرح کی بناوٹی باتیں کرتا ہوں۔"

اصل بات یہ ہے: اہل مکہ کے ایمان میں جب دیر ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے عرض کیا: اے اللہ! تو ان پر یوسف کے زمانہ کی طرح قحط مسلط کردے، دعا قبول ہوئی قحط پڑا، آدمی اور جانور مرنے لگے، لوگ مردار کا گوشت کھانے لگے اور لوگوں کی آنکھوں میں دھواں دھواں سا نظر آنے لگا۔ چنانچہ ابوسفیان آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے محمد (ﷺ) آپ تو ہمیں ہمدردی اور صلہ رحمی کی تعلیم دیتے ہیں، دیکھئے! آپ کی قوم کے کتنے آدمی مرچکے ہیں، لہذا آپ دعا فرمائیے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اور پھر اس آیت کو پڑھا:

﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ ○ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ○ أَنَّى لَهُمُ الذِّكْرَى وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُبِينٌ ○ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَجْنُونٌ ○ إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ﴾ [الدخان:۱۰]

پس آپ انتظار کیجیے اس دن کا (کہ) لائے گا آسمان ایک واضح دُھویں کو۔ جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا (یعنی ہر طرف محیط ہوجائے گا)، یہ دردناک عذاب ہے۔ (اس وقت کہیں گے:) اے ہمارے رب! تو ہم سے (اس) عذاب کو دور کر دے، بیشک ہم ایمان لاتے ہیں۔ اب ان کا نصیحت ماننا کہاں (مفید) ہوسکتا ہے حالانکہ ان کے پاس واضح بیان فرمانے والے رسول آچکے۔ پھر انھوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور (گستاخی کرتے ہوئے) کہنے لگے وہ سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔ بیشک ہم تھوڑا سا عذاب دور کیے دیتے ہیں تم یقیناً (وہی کفر) دہرانے لگو گے۔"

چونکہ اس آیت میں عذاب ہٹ جانے کا ذکر ہے جو صرف دنیاوی عذاب ہوسکتا ہے کیونکہ آخرت کا عذاب ہٹنے والا نہیں اور نہ ہی کافر وہاں اپنے کفر کی طرف لوٹ سکتا ہے لہذا دھوئیں سے مراد یہی قحط سالی والا دھواں ہے اور البطشۃ سے بدر کی لڑائی مراد ہے اور الزام کا مطلب بدر میں قید ہونا، جنگ بدر اور واقعہ روم بھی گزر چکے۔" [1]

قرآن کی پانچ نشانیاں گزر چکی ہیں

عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ خَمْسٌ قَدْ مَضَيْنَ الدُّخَانُ وَالْقَمَرُ وَالرُّومُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا

مسروق تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا (قرآن کی) پانچ نشانیاں گزر چکی ہیں۔ دھواں (اس کا ذکر آیت یوم تأتی السماء بدخان مبین میں ہے)۔ چاند کا پھٹنا (اس کا ذکر آیت اقتربت الساعة وانشق القمر میں ہے)۔ روم کا غالب آنا (اس کا ذکر سورۃ غلبت الروم میں ہے)۔ البطشة یعنی اللہ کی پکڑ جو بدر میں ہوئی (اس کا ذکر یوم نبطش البطشة الکبری میں ہے)۔ اور وبال جو قریش پر بدر کے دن آیا (اس کا ذکر آیت فسوف یکون لزاما میں ہے۔

[صحيح بخاری (٤٧٦٨)باب فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا أي هلكةً]

﴿قَابَ قَوْسَيْنِ﴾ سے مراد کون ہے

ابواسحاق شیبانی فرماتے ہیں: میں نے زر بن حبیش سے اللہ تعالیٰ کے

﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ○ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ﴾

---

[1] رواه البخاری (٤٧٧٤) تفسير سورة الروم، وفي تفسير سورة ص، في تفسير سورة حم الدخان، باب (فارتقب يوم تأتي السماء بدخان مبين)، ومسلم رقم (٢٧٩٨) في صفات المنافقين،]

”پھر وہ دو کمانوں کے فاصلے پر ہو گیا، بلکہ زیادہ قریب۔ پھر اس نے وحی کی اس (اللہ) کے بندے کی طرف جو وحی کی۔“

کے متعلق پوچھا، تو انھوں نے بیان کیا کہ ہم سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تھا:

أَنَّهُ رَأَى جِبْرِيلَ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل (علیہ السلام) کو (اپنی اصلی صورت میں) دیکھا، تو ان کے چھ سو بازو تھے۔

[صحیح بخاری (۳۲۳۲) باب ذکر الملائکة]

اب جانتے ہیں، جو میں ان سے کہتا تھا وہ سچ تھا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ وَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَلِيبِ بَدْرٍ فَقَالَ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ثُمَّ قَالَ إِنَّهُمُ الْآنَ يَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُمُ الْآنَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّ الَّذِي كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ هُوَ الْحَقُّ ثُمَّ قَرَأَتْ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى حَتَّى قَرَأَتِ الْآيَةَ

”عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: کیا تم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پایا؟ پھر فرمایا: اے مشرکو! تمھارے رب نے تم سے جو وعدہ کیا تھا بے شک تم نے وہ پالیا، پھر فرمایا: یہ لوگ اس وقت میرا کہنا سن رہے ہیں، ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان کی گئی تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا تھا: اب جانتے ہیں جو میں ان سے کہتا تھا وہ سچ تھا، پھر انھوں نے سورۂ نمل کی یہ آیت پڑھی:

﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ﴾

"آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں۔" ❶ [النمل:۸۰]

تین طلاق کے بعد کون سا معاملہ باقی رہ گیا ہے

"عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ فرماتے ہیں: ابوعمر بن حفص بن مغیرہ، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کی طرف گئے تو اس نے اپنی بیوی کی طرف طلاق بھیجی جو اس کی طلاق سے باقی تھی، اور اس کے لیے نفقہ کا حارث بن ہشام اور عیاش بن ابوربیعہ کو حکم دیا ان دونوں نے اس سے کہا:

وَاللهِ مَا لَكِ نَفَقَةٌ إِلَّا أَنْ تَكُونِي حَامِلًا فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ لَهُ قَوْلَهُمَا فَقَالَ لَا نَفَقَةَ لَكِ فَاسْتَأْذَنَتْهُ فِي الِانْتِقَالِ فَأَذِنَ لَهَا فَقَالَتْ أَيْنَ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ إِلَى ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ وَكَانَ أَعْمَى تَضَعُ ثِيَابَهَا عِنْدَهُ وَلَا يَرَاهَا فَلَمَّا مَضَتْ عِدَّتُهَا أَنْكَحَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا مَرْوَانُ قَبِيصَةَ بْنَ ذُؤَيْبٍ يَسْأَلُهَا عَنِ الْحَدِيثِ فَحَدَّثَتْهُ بِهِ فَقَالَ مَرْوَانُ لَمْ نَسْمَعْ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنِ امْرَأَةٍ سَنَأْخُذُ بِالْعِصْمَةِ الَّتِي وَجَدْنَا النَّاسَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ فَاطِمَةُ حِينَ بَلَغَهَا قَوْلُ مَرْوَانَ فَبَيْنِي وَبَيْنَكُمُ الْقُرْآنُ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ الْآيَةَ قَالَتْ هَذَا لِمَنْ كَانَتْ لَهُ مُرَاجَعَةٌ فَأَيُّ أَمْرٍ يَحْدُثُ بَعْدَ الثَّلَاثِ فَكَيْفَ تَقُولُونَ لَا نَفَقَةَ لَهَا إِذَا لَمْ تَكُنْ حَامِلًا فَعَلَامَ تَحْبِسُونَهَا

"اللہ کی قسم تیرے لیے نفقہ نہیں سوائے اس کے کہ تو حاملہ ہوتی، اس نے

---

❶ رواه البخاری (۳۹۸۰) فی المغازی، باب شهود الملائكة بدراً، وفی الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر، ومسلم رقم (۹۳۲) فی الجنائز، باب المیت یعذب ببكاء أهله علیه.]

نبی کریم ﷺ کے پاس آکر آپ ﷺ کو ان کی بات کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے لئے نفقہ نہیں ہے اور آپ سے اس نے انتقال (مکان) کی اجازت مانگی، تو اسے اجازت دے دی گئی۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ! کہاں جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ابن ام مکتوم کی طرف، وہ نابینا ہیں تو اپنے کپڑے اس کے پاس (آسانی سے تبدیل کرسکتی) ہے اور وہ تجھے نہ دیکھے گا۔ جب اس کی عدت گزر گئی تو نبی کریم ﷺ نے اس کا نکاح اسامہ بن زید سے کر دیا۔"

فاطمہ کی طرف مروان نے قبیصہ بن ذویب کو بھیجا کہ اس سے حدیث کے بارے میں پوچھو تو اس نے اسے بیان کیا تو مروان نے کہا ہم نے یہ حدیث ایک عورت کے سوا کسی سے نہیں سنی اور ہم وہی معاملہ اختیار کریں گے جس پر عام لوگوں کو ہم نے پایا ہے، جب فاطمہ کو مروان کا یہ قول پہنچا تو اس نے کہا: پس میرے اور تمھارے درمیان فیصلہ کرنے والا قرآن ہے، اللہ نے فرمایا: ہے:

﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ﴾ ۔[الطلاق :۱]

"انھیں اپنے گھروں سے نہ نکالو۔"

فاطمہ نے کہا: یہ آیت اس کے لئے ہے جس کے لئے رجوع ہو، پس تین طلاق کے بعد کونسا معاملہ ہونے والا ہے پھر تم کیسے کہتے ہو کہ اس کے لئے نفقہ نہ ہونا اس صورت میں ہے جب وہ حاملہ نہ ہو اور تم اسے کس دلیل سے روکو گے۔" [1]

---

[1] صحیح مسلم (۱٤۸۰) فی الطلاق، باب المطلقة ثلاثاً لا نفقة لها.]

جہنم میں پھینک کر کہا جائے گا: ہم نے ہر چیز کو تقدیر کے ساتھ پیدا کیا ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ مُشْرِكُو قُرَيْشٍ يُخَاصِمُونَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَدَرِ فَنَزَلَتْ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مشرکینِ قریش رسول اللہ ﷺ سے تقدیر کے بارے میں جھگڑا کرنے کے لئے آئے تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ○ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾۔ [القمر: ٤٨]

"جس دن وہ جہنم میں اوندھے منہ گھسیٹے جائیں گے اور کہا جائے گا دوزخ کا عذاب چکھو بے شک ہم نے ہر چیز کو تقدیر کے ساتھ پیدا کیا ہے۔" [1]

پہلی امتوں پر دیت نہیں تھی

أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ الْقِصَاصُ وَلَمْ تَكُنْ فِيهِمُ الدِّيَةُ فَقَالَ اللهُ تَعَالَى لِهَذِهِ الْأُمَّةِ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَالْعَفْوُ أَنْ يَقْبَلَ الدِّيَةَ فِي الْعَمْدِ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ يَتَّبِعُ بِالْمَعْرُوفِ وَيُؤَدِّي بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ مِمَّا كُتِبَ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ قَتَلَ بَعْدَ قَبُولِ الدِّيَةِ

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بنی اسرئیل میں صرف قصاص کا قانون تھا مگر

---

[1] صحيح مسلم(٢٦٥٦) في القدر، باب كل شيء بقدر، والترمذى رقم (٣٢٨٦) فى التفسير، باب ومن سورة النجم.]

دیت کا رواج نہیں تھا، امت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے دیت کا حکم نازل فرمایا، لہذا جو کسی کو قتل کر ڈالے اس پر قصاص واجب ہے، جان کے بدلے جان، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، عورت کے بدلے عورت اور اگر دیت ادا کرنے کا خیال ہو تو مقتول کے وارثوں کو چاہیے کہ باہمی طور پر مقرر کر کے قبول کر لیں اور قاتل کو اچھی طرح دیت ادا کرنا چاہیے کہ یہ دیت کا حکم اللہ تعالیٰ کی ایک مہربانی اور تخفیف ہے۔ پہلے لوگوں پر قصاص کا حکم تھا اور تم کو دیت کی بھی رعایت دی گئی ہے، لہذا اس کے بعد بھی اگر کوئی زیادتی کرے گا تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔" [1]

حج تمتع کرنے والا روزے کیسے رکھے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ يَطَّوَّفُ الرَّجُلُ بِالْبَيْتِ مَا كَانَ حَلَالًا حَتَّى يُهِلَّ بِالْحَجِّ فَإِذَا رَكِبَ إِلَى عَرَفَةَ فَمَنْ تَيَسَّرَ لَهُ هَدِيَّةٌ مِنَ الْإِبِلِ أَوِ الْبَقَرِ أَوِ الْغَنَمِ مَا تَيَسَّرَ لَهُ مِنْ ذَلِكَ أَيَّ ذَلِكَ شَاءَ غَيْرَ أَنَّهُ إِنْ لَمْ يَتَيَسَّرْ لَهُ فَعَلَيْهِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَذَلِكَ قَبْلَ يَوْمِ عَرَفَةَ فَإِنْ كَانَ آخِرُ يَوْمٍ مِنَ الْأَيَّامِ الثَّلَاثَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيَنْطَلِقْ حَتَّى يَقِفَ بِعَرَفَاتٍ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ يَكُونَ الظَّلَامُ ثُمَّ لِيَدْفَعُوا مِنْ عَرَفَاتٍ إِذَا أَفَاضُوا مِنْهَا حَتَّى يَبْلُغُوا جَمْعًا الَّذِي يَبِيتُونَ بِهِ ثُمَّ لِيَذْكُرُوا اللهَ كَثِيرًا وَأَكْثِرُوا التَّكْبِيرَ وَالتَّهْلِيلَ قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوا ثُمَّ أَفِيضُوا فَإِنَّ النَّاسَ كَانُوا يُفِيضُونَ وَقَالَ اللهُ تَعَالَى ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللهَ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ حَتَّى تَرْمُوا الْجَمْرَةَ

---

[1] صحيح البخاري (٤٤٩٨) في تفسير سورة البقرة، باب (يا أيها الذين آمنوا كتب عليكم القصاص في القتلى)]

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جو شخص تمتع کرے تو عمرہ کر کے احرام اتار دے اور پھر حج کا احرام باندھنے تک بیت اللہ کا طواف کرتا رہے، پھر حج کا احرام باندھ کر عرفات جائے، اور بعد حج جو جانور مل سکے اونٹ گائے یا بکری قربانی کرے، اور جس کو قربانی کی طاقت نہ ہو اسے حج سے پہلے تین دن کے روزے رکھنا چاہیے اور اگر تیسرا روزہ عرفات کے دن آ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، عرفات میں پہنچ کر عصر کے وقت سے لے کر رات کی تاریکی تک ٹھہرے، پھر سب کے ساتھ واپس لوٹے اور پھر سب کے ساتھ مزدلفہ میں رات کو وقوف کرے، اور رات بھر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، تکبیر اور تہلیل (لا الہ الا اللہ) میں مشغول رہے، پھر صبح کو مزدلفہ سے منیٰ واپس آ جائے سب کے ہمراہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ﴾ یعنی پھر وہاں سے لوٹو جہاں سے لوگ لوٹتے ہیں اور اللہ سے معافی مانگو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے، پھر شیطان کے کنکریاں مارو۔"

[أخرجه البخاري (٢١٤٥) في التفسير، باب (ثم أفيضوا من حيث أفاض الناس.]

سورۃ ﴿ص﴾ کے سجدہ کی وجہ

عَنِ الْعَوَّامِ قَالَ سَأَلْتُ مُجَاهِدًا عَنْ سَجْدَةٍ فِي ص فَقَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ مِنْ أَيْنَ سَجَدْتَ فَقَالَ أَوَ مَا تَقْرَأُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ فَكَانَ دَاوُدُ مِمَّنْ أُمِرَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقْتَدِيَ بِهِ فَسَجَدَهَا دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَام فَسَجَدَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عوام تابعی فرماتے ہیں: میں نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے سورۃ ص کے سجدے کے

متعلق پوچھا؟ تو انھوں نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ سورۂ ص میں سجدہ کیوں کرتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا: کیا تم یہ آیت نہیں پڑھتے:

﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾

"داود اور سلیمان ان کی اولاد میں سے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی پس ان کی ہدایت کی پیروی کرو۔"

چنانچہ داود علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جن کی پیروی کا تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سجدہ کیا۔ (اور انھوں نے سجدہ کیا تھا لہذا ان کی اقتداء میں سورۂ ص کی آیت سجدہ پر سجدہ کیا جائے)۔"

[رواہ البخاری (٤٨٠٧) فی تفسیر القرآن،]

﴿وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا﴾ کا مطلب

أَنَّ مَرْوَانَ قَالَ لِبَوَّابِهِ اذْهَبْ يَا رَافِعُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْ لَئِنْ كَانَ كُلُّ امْرِءٍ فَرِحَ بِمَا أُوتِيَ وَأَحَبَّ أَنْ يُحْمَدَ بِمَا لَمْ يَفْعَلْ مُعَذَّبًا لَنُعَذَّبَنَّ أَجْمَعُونَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمَا لَكُمْ وَلِهَذِهِ إِنَّمَا دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُودَ فَسَأَلَهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَكَتَمُوهُ إِيَّاهُ وَأَخْبَرُوهُ بِغَيْرِهِ فَأَرَوْهُ أَنْ قَدْ اسْتَحْمَدُوا إِلَيْهِ بِمَا أَخْبَرُوهُ عَنْهُ فِيمَا سَأَلَهُمْ وَفَرِحُوا بِمَا أُوتُوا مِنْ كِتْمَانِهِمْ ثُمَّ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَإِذْ أَخَذَ اللهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كَذَلِكَ حَتَّى قَوْلِهِ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا

"علقمہ بن وقاص فرماتے ہیں: ایک دن مروان بن حکم نے اپنے خادم سے

کہا: جا کر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے معلوم کرو کہ جو شخص اس کی چیز سے خوش ہو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے بطور نعمت دی گئی ہے اور بغیر کسی کام کے کیے ہوئے اپنی تعریف کرانے کو اچھا خیال کرے تو اس کو آخرت میں عذاب ہوگا؟ یہ اگر صحیح ہے تو پھر تو ہم ضرور عذاب میں ڈالے جائیں گے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم کو اس بات سے کیا سروکار؟ تم جس آیت سے یہ خیال دل میں لائے ہو وہ بات تو یہ ہے کہ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ یہودیوں کو بلا کر کوئی بات دریافت کی، انھوں نے اصلی بات کو چھپا لیا اور غلط بات بتا دی اور یہ خیال کرنے لگے کہ چلو مفت میں ہماری نیک نامی ہوئی اور وہ اس بات پر بہت خوش ہوئے، اس کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت تلاوت فرمائی: ❶

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ○ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○﴾ [آل عمران: ۱۸۷۔۱۸۸]

﴿أَلَا إِنَّهُمْ تَثْنُونَ صُدُورَهُمْ﴾ کا مطلب

مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ أَلَا إِنَّهُمْ تَثْنَوْنِ صُدُورُهُمْ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْهَا فَقَالَ أُنَاسٌ كَانُوا يَسْتَحْيُونَ أَنْ يَتَخَلَّوْا فَيُفْضُوا إِلَى السَّمَاءِ وَأَنْ يُجَامِعُوا نِسَاءَهُمْ فَيُفْضُوا إِلَى السَّمَاءِ فَنَزَلَ ذَلِكَ فِيهِمْ

❶ صحیح البخاری (٤٥٦٨) في تفسير سورة آل عمران، باب (لا يحسبن الذين يفرحون بما أتوا)، ومسلم رقم (٢٧٧٨) في أول كتاب صفات المنافقين.]

"محمد عباد بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے:

﴿أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ﴾ [هود:٥]

لہذا میں نے ان سے معلوم کیا کہ یہ آیت کس سلسلہ میں نازل ہوئی ہے، انھوں نے کہا: کچھ لوگ پیشاب پاخانہ یا جماع کے وقت کھلی جگہ میں آسمان کے نیچے یہ کام کرتے وقت گھبراتے اور شرم کرتے، جس کی وجہ سے جھکے جھکے یہ سب کام کرتے چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔"

[أخرجه البخاري (٤٦٨١) في تفسير سورة هود]

وہ اہل کتاب ہی ہیں

﴿الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ﴾ [الحجر:٩١]

"جنھوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے (کر کے تقسیم) کر ڈالا (یعنی موافق آیتوں کو مان لیا اور غیر موافق کو نہ مانا)۔"

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ هُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ جَزَّؤُهُ أَجْزَاءً فَآمَنُوا بِبَعْضِهِ وَكَفَرُوا بِبَعْضِهِ

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: وہ اہل کتاب ہی ہیں جنھوں نے تورات کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور بعض پر ایمان لے آئے اور بعض سے کفر کیا۔" ❶

رؤیا سے مراد آنکھ کا دیکھنا ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ قَالَ هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ أُرِيَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

❶ أخرجه البخاري (٣٩٤٥) في تفسير سورة الحجر، باب قوله عز وجل: (الذين جعلوا القرآن عضين)، باب إتيان اليهود النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حين قدم المدينة.]

لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ قَالَ هِيَ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي أَرَيْنٰكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾

[الاسراء:٦٠]

میں رؤیا سے مراد آنکھ کا دیکھنا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رات دکھایا جس میں بیت المقدس کی طرف لے جائے گئے تھے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: قرآن میں شجرۃ ملعونۃ سے مراد زقوم کا درخت ہے۔" [1]

﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ کا مطلب

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا قَالَ نَزَلَتْ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخْتَفٍ بِمَكَّةَ كَانَ إِذَا صَلَّى بِأَصْحَابِهِ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ فَإِذَا سَمِعَهُ الْمُشْرِكُونَ سَبُّوا الْقُرْآنَ وَمَنْ أَنْزَلَهُ وَمَنْ جَاءَ بِهِ فَقَالَ اللهُ تَعَالَى لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ أَيْ بِقِرَاءَتِكَ فَيَسْمَعَ الْمُشْرِكُونَ فَيَسُبُّوا الْقُرْآنَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا عَنْ أَصْحَابِكَ فَلَا تُسْمِعُهُمْ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ آیت۔

﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا﴾

[الاسراء:١١٠]

"اور اپنی نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھیے اور نہ بالکل چپکے چپکے ہی پڑھیے

[1] صحیح البخاری (٦٦١٣) فی تفسیر سورۃ بنی إسرائیل، باب (وما جعلنا الرؤیا التی أریناک إلا فتنة للناس)، والترمذی رقم (٣١٣٣) فی التفسیر، باب ومن سورۃ بنی إسرائیل.]

اور دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کر لیجیے۔"

مکہ میں اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ نماز بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے، مشرک جب سنتے تو قرآن اس کے اتارنے والے اور جس پر اتارا جا رہا تھا سب کو برا بھلا کہا کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا﴾ [الاسراء (۱۱۰)]

"اور اپنی نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھیے اور نہ بالکل چپکے چپکے ہی پڑھیے اور دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کر لیجیے۔"

قرات نہ تو زیادہ بلند ہونی چاہیے کہ مشرکین سن کر بکواس کرنے لگیں اور نہ اتنی آہستہ ہونی چاہیے کہ آپ کے ساتھ والے بھی نہ سن سکیں بلکہ قرات درمیانی آواز میں ہونی چاہیے۔ [1]

﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ﴾ کی تفسیر

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ قَالَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ جِبْرِيلَ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى عَلَيْهِ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ يَنْتَثِرُ مِنْ رِيشِهِ التَّهَاوِيلُ الدُّرُّ وَالْيَاقُوتُ

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ﴾ کے متعلق فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا، ان کے چھ سو پر تھے جن سے موتی اور یاقوت جھڑ رہے تھے۔" [2]

---

[1] صحیح البخاری (٤٧٢٢) فی تفسیر سورۃ بنی إسرائیل، باب (ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا]

[2] مسند احمد: ٣٩١٥ قال الشیخ شعیب الأرناؤوط: إسناده حسن.]

﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾ کا مطلب

سَمِعْتُ طَاوُسًا، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِهِ: ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾ [الشوری:۲۳]۔ فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ: قُرْبَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: عَجِلْتَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِنْ قُرَيْشٍ، إِلَّا كَانَ لَهُ فِيهِمْ قَرَابَةٌ، فَقَالَ: إِلَّا أَنْ تَصِلُوا مَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنَ الْقَرَابَةِ

”طاؤس کہتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا:

﴿قُلْ لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾

[الشوری:۲۳]

”کہہ دو میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، بجز رشتہ داری کی محبت کے)۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اہل قرابت سے مراد آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: کیا تم نہیں جانتے کہ عرب کا کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت نہ ہو۔ چنانچہ اس سے مراد یہ ہے کہ میں تم لوگوں سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا۔ ہاں البتہ تم لوگ اس قرابت کی وجہ سے جو میرے تمھارے درمیان ہے (آپس میں) حسن سلوک کرو۔“ [1]

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجل بیان ہوئی ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَأَلَهُمْ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ قَالُوا فَتْحُ الْمَدَائِنِ وَالْقُصُورِ قَالَ مَا تَقُولُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ أَجَلٌ أَوْ مَثَلٌ ضُرِبَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُعِيَتْ لَهُ نَفْسُهُ

---

[1] صحیح البخاري (٤٨١٨) باب قول الله تعالى ﴿إلا المودة في القربى﴾]

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اس آیت ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ [النصر: ١] کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے کہا: اس سے مراد شہروں اور محلوں کا فتح کرنا ہے۔ انھوں نے کہا: اے ابن عباس! تم کیا کہتے ہو؟ انھوں نے کہا: موت کی مثال ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیان کی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی گئی ہے۔" ❶

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِي مَعَ أَشْيَاخِ بَدْرٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِمَ تُدْخِلُ هَذَا الْفَتَى مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءٌ مِثْلُهُ فَقَالَ إِنَّهُ مِمَّنْ قَدْ عَلِمْتُمْ قَالَ فَدَعَاهُمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَدَعَانِي مَعَهُمْ قَالَ وَمَا رُئِيتُهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ مِنِّي فَقَالَ مَا تَقُولُونَ فِي إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللهِ أَفْوَاجًا حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ أُمِرْنَا أَنْ نَحْمَدَ اللهَ وَنَسْتَغْفِرَهُ إِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نَدْرِي أَوْ لَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ شَيْئًا فَقَالَ لِي يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَكَذَاكَ تَقُولُ قُلْتُ لَا قَالَ فَمَا تَقُولُ قُلْتُ هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمَهُ اللهُ لَهُ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ فَتْحُ مَكَّةَ فَذَاكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا قَالَ عُمَرُ مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ مجھے (اپنی مجلس میں) مشائخ بدر کے ساتھ بٹھاتے تھے تو بعض نے ان میں سے کہا: آپ رضی اللہ عنہ اس لڑکے کو جس کے برابر ہماری اولاد ہے ہمارے ساتھ کیوں بیٹھاتے ہیں، انھوں نے جواب دیا: وہ تو ان لوگوں میں سے ہے جن کا علم و فضل تم

❶ صحيح البخاري (٤٩٦٩) تفسير سورة (إذا جاء نصر الله).]

جانتے ہو۔ ابن عباس کہتے ہیں: پھر ایک دن انھیں اور ان کے ساتھ مجھے جہاں تک میں سمجھتا ہوں صرف اس لئے بلایا کہ انھیں میری طرف سے (علمی کمال) دکھا دیں، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے (ان لوگوں سے) کہا:

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝﴾

تمھاری کیا رائے ہے؟ بعض نے کہا: جب اللہ ہماری مدد کرے اور فتح عطا فرمائے تو اس نے ہمیں حمد و استغفار کا حکم دیا ہے، بعض نے کہا: ہمیں معلوم نہیں، بعض نے کچھ بھی نہیں کہا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: اے ابن عباس! (رضی اللہ عنہ) کیا تمھارا بھی یہی خیال ہے؟ میں نے کہا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: جب اللہ کی مدد اور فتح مکہ حاصل ہوئی تو اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کی خبر دی ہے تو فتح مکہ آپ کی وفات کی علامت ہے، لہذا آپ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کیجئے اور استغفار کیجئے اللہ قبول کرنے والے ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا بھی یہی خیال ہے جو تمھارا ہے۔" [1]

کوئی آیت نازل نہیں ہوئی، جس میں حج تمتع سے منع کیا گیا ہو

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ أُنْزِلَتْ آيَةُ الْمُتْعَةِ فِي كِتَابِ اللهِ فَفَعَلْنَاهَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُنْزَلْ قُرْآنٌ يُحَرِّمُهُ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا حَتَّى مَاتَ قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ

---

[1] صحيح بخاري: (٤٢٩٤)، منزل النبي يوم الفتح (٤٩٧٠) في تفسير سورة (إذا جاء نصر الله)، باب قوله (فسبح بحمد ربك واستغفره).

"عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب تمتع کی آیت نازل ہوئی تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمتع کیا، پھر اس کے بعد ایسی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی، جس کی رو سے تمتع سے منع کیا گیا ہو، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے صرف عمر ہیں جو اپنی رائے علیحدہ رکھتے ہیں۔" [1]

﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ﴾ - ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ﴾ کی تفسیر

عَنْ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَابْنَ عَبَّاسٍ اجْتَمَعَا عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهُمَا يَذْكُرَانِ الْمَرْأَةَ تُنْفَسُ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عِدَّتُهَا آخِرُ الْأَجَلَيْنِ وَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ قَدْ حَلَّتْ فَجَعَلَا يَتَنَازَعَانِ ذَلِكَ قَالَ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَا مَعَ ابْنِ أَخِي يَعْنِي أَبَا سَلَمَةَ فَبَعَثُوا كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ يَسْأَلُهَا عَنْ ذَلِكَ فَجَاءَهُمْ فَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ إِنَّ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ وَإِنَّهَا ذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَتَزَوَّجَ

"سلیمان بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوسلمہ بن عبدالرحمن اور ابن عباس دونوں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور وہ دونوں ذکر کر رہے تھے اس عورت کا جسے اس کے شوہر کی وفات کے چند دنوں بعد وضع حمل ہوگیا تھا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اس کی عدت دو عدتوں سے لمبی عدت ہے، اور ابوسلمہ نے کہا وہ (وہ بچہ جنم دیتے ہی) حلال یعنی آزاد ہو چکی ہے۔ اور وہ دونوں اس میں جھگڑنے لگے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں اپنے بھتیجے یعنی ابوسلمہ کے ساتھ ہوں پھر انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام کریب کو ام سلمہ

---

[1] أخرجه البخاری (۱۱۵۷) فی تفسیره سورة البقرة، باب (فمن تمتع بالعمرة إلی الحج)، ومسلم رقم (۱۲۲٦) فی الحج باب جواز التمتع.]

کے پاس یہ مسئلہ پوچھنے کے لئے بھیجا وہ ان کے پاس آئے اور انھیں خبر دی کہ ام سلمہ نے کہا ہے: سبیعہ اسلمیہ کو اس کے خاوند کی وفات کے چند دنوں کے بعد وضع حمل ہوگیا تھا تو اس نے اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ نکاح کرلے۔" ❶

أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أَبَاهُ كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ يَأْمُرُهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةِ فَيَسْأَلَهَا عَنْ حَدِيثِهَا وَعَمَّا قَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اسْتَفْتَتْهُ فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ يُخْبِرُهُ أَنَّ سُبَيْعَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ وَهُوَ فِي بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا فَتُوُفِّيَ عَنْهَا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِيَ حَامِلٌ فَلَمْ تَنْشَبْ أَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهِ فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا تَجَمَّلَتْ لِلْخُطَّابِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ فَقَالَ لَهَا مَا لِي أَرَاكِ مُتَجَمِّلَةً لَعَلَّكِ تَرْجِينَ النِّكَاحَ إِنَّكِ وَاللهِ مَا أَنْتِ بِنَاكِحٍ حَتَّى تَمُرَّ عَلَيْكِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ قَالَتْ سُبَيْعَةُ فَلَمَّا قَالَ لِي ذَلِكَ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي حِينَ أَمْسَيْتُ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَأَفْتَانِي بِأَنِّي قَدْ حَلَلْتُ حِينَ وَضَعْتُ حَمْلِي وَأَمَرَنِي بِالتَّزَوُّجِ إِنْ بَدَا لِي قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَلَا أَرَى بَأْسًا أَنْ تَتَزَوَّجَ حِينَ وَضَعَتْ وَإِنْ كَانَتْ فِي دَمِهَا غَيْرَ أَنْ لَا يَقْرَبُهَا زَوْجُهَا حَتَّى تَطْهُرَ

"عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ فرماتے ہیں: میرے والد عبداللہ نے عمر بن

---

❶ أخرجه البخاري (٤٩٠٩) في تفسير سورة الطلاق، باب (وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن).

عبداللہ بن ارقم کو خط لکھا کہ تم سبیعہ بنت حارث اسلمیہ کے پاس جاؤ اور اس سے اس کا قصہ دریافت کرو اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے سوال کا جو جواب دیا تھا وہ بھی معلوم کرو! عمر بن عبداللہ نے جواب میں لکھا: سبیعہ بنت حارث کہتی ہیں: میں سعد بن خولہ کے نکاح میں تھی اور وہ عامر بن لؤی کے قبیلہ سے تھے یا ان کے حلیف تھے اور وہ ان لوگوں میں سے تھے جو جنگ بدر میں شریک تھے اور حجۃ الوداع میں انتقال کر گئے اور سبیعہ کو حاملہ چھوڑ گئے، تھوڑے دن بعد وضع حمل ہوا جب وہ نفاس سے پاک ہوئی تو نکاح کا پیغام بھیجنے والوں کے لئے بناؤ سنگھار کیا، اس وقت عبدالدار قبیلہ کا ایک شخص جس کا نام ابوالسنابل تھا اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: سبیعہ کیا حال ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ تو پیغام دینے والوں کے لئے تیار ہو کر بیٹھی ہے کیا تو نکاح کرنا چاہتی ہے؟ اللہ کی قسم جب تک چار ماہ دس دن نہیں گزر جاتے تو ہرگز نکاح نہیں کرسکتی، سبیعہ کہتی ہے کہ جب میں نے ابوالسنابل کی بات سنی تو اپنے کپڑے پہنے اور شام کو نبی ﷺ کی خدمت میں آئی اور آپ ﷺ سے مسئلہ پوچھا آپ ﷺ نے جواب دیا جب تو وضع حمل سے فارغ ہوگئی تو دوسرا نکاح درست ہوگیا جب تم چاہو نکاح کرلو۔" [1]

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے:

وَكَانَ أَبُو السَّنَابِلِ فِيمَنْ خَطَبَهَا

"ابو السنابل نے اس سے نکاح کیا تھا۔" [2]

---

[1] صحیح مسلم: (١٤٨٤) باب انقضاء عِدَّةِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا وَغَيْرِهَا بِوَضْعِ الْحَمْلِ۔]

[2] صحیح بخاری: (٤٩١٠) فی تفسیر سورۃ الطلاق۔]

محمد بن سیرین فرماتے ہیں: میں ایک مجلس میں موجود تھا انصار کے بڑے بڑے لوگ۔ اور عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیٹھے تھے، میں نے وہ حدیث بیان کی جو عبداللہ بن عتبہ نے سبیعہ بنت حارث کے متعلق روایت کی تھی، عبدالرحمن کہنے لگے کہ عبداللہ بن عتبہ کے چچا ابن مسعود تو اس کے قائل نہیں تھے میں نے ذرا بلند آواز سے کہا تب تو میں نے جھوٹ بولنے میں بہت جرات کی ہے کہ جو شخص کوفہ میں بیٹھا ہے میں اس پر افترا باندھ رہا ہوں، اس کے بعد میں باہر نکلا تو عامر بن مالک یا مالک بن عوف (راوی کو شک ہے) سے ملاقات ہوئی چنانچہ میں نے ان سے دریافت کیا کہ بتایئے عبداللہ بن مسعود اس حاملہ عورت کے متعلق کیا کہتے ہیں جس کا خاوند مر جائے؟ انھوں نے جواب دیا: ابن مسعود کا قول ہے کہ حاملہ وضع حمل کے بعد عدت سے خارج ہو جاتی ہے کیونکہ یہ آیت ﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ﴾۔ ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ﴾ کے بعد اتری ہے۔ [1]

کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ

هُزَيْلَ بْنَ شُرَحْبِيلَ قَالَ سُئِلَ أَبُو مُوسَى عَنْ بِنْتٍ وَابْنَةِ ابْنٍ وَأُخْتٍ فَقَالَ لِلْبِنْتِ النِّصْفُ وَلِلْأُخْتِ النِّصْفُ وَأْتِ ابْنَ مَسْعُودٍ فَسَيُتَابِعُنِي فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُودٍ وَأُخْبِرَ بِقَوْلِ أَبِي مُوسَى فَقَالَ لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ أَقْضِي فِيهَا بِمَا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْابْنَةِ النِّصْفُ وَلِابْنَةِ ابْنٍ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ وَمَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ فَأَتَيْنَا أَبَا مُوسَى فَأَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ فَقَالَ لَا تَسْأَلُونِي مَا دَامَ هَذَا الْحَبْرُ فِيكُمْ

---

[1] أخرجه البخاري(٤٩٠٩)في تفسير سورة الطلاق، باب (وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن).]

”ہزیل بن شرحبیل فرماتے ہیں: ابوموسی رضی اللہ عنہ سے بیٹی، پوتی اور بہن کی میراث کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: بیٹی کے لئے نصف اور بہن کے لئے نصف ہے، اور تم ابن مسعود کے پاس جا کر پوچھو، یقین ہے وہ بھی میری طرح ہی بیان کریں گے، چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ اور ابوموسی کا قول بیان کیا گیا تو انھوں نے کہا: میں اس صورت میں گمراہ ہوجاؤں گا اور ہدایت نہ پاؤں گا، میں تو تمھیں وہ حکم دوں گا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے، بیٹی کو آدھا اور پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا، یہ دوتہائی ہوگئیں باقی ایک تہائی بہن کو ملے گا، ہم لوگ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی خبر دی تو انھوں نے کہا: مجھ سے نہ پوچھو جب تک کہ وہ عالم تم میں موجود ہیں۔“ [1]

﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ کا صحیح مطلب

”اسلم ابوعمران کہتے ہیں: ہم جنگ کیلئے روم گئے ہوئے تھے رومیوں کی فوج میں سے ایک بڑی صف مقابلے کیلئے نکلی جن سے مقابلے کیلئے مسلمانوں میں سے بھی اتنی ہی تعداد میں یا اس سے زیادہ آدمی نکلے۔ ان دنوں مصر پر عقبہ بن عامر حاکم تھے جبکہ لشکر کے امیر فضالہ بن عبید تھے۔

فَحَمَلَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى صَفِّ الرُّومِ حَتَّى دَخَلَ فِيهِمْ فَصَاحَ النَّاسُ وَقَالُوا سُبْحَانَ اللهِ يُلْقِي بِيَدَيْهِ إِلَى التَّهْلُكَةِ فَقَامَ أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ تَتَأَوَّلُونَ هَذِهِ الْآيَةَ هَذَا التَّأْوِيلَ وَإِنَّمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِينَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ لَمَّا أَعَزَّ اللهُ الْإِسْلَامَ وَكَثُرَ نَاصِرُوهُ فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ سِرًّا دُونَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] رواه البخاري (٦٧٣٦) في الفرائض، باب ميراث ابن الابن إذا لم يكن ابن، وباب ميراث الأخوات مع البنات عصبة.]

إِنَّ أَمْوَالَنَا قَدْ ضَاعَتْ وَإِنَّ اللهَ قَدْ أَعَزَّ الْإِسْلَامَ وَكَثُرَ نَاصِرُوهُ فَلَوْ أَقَمْنَا فِي أَمْوَالِنَا فَأَصْلَحْنَا مَا ضَاعَ مِنْهَا فَأَنْزَلَ اللهُ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْنَا مَا قُلْنَا وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ فَكَانَتِ التَّهْلُكَةُ الْإِقَامَةَ عَلَى الْأَمْوَالِ وَإِصْلَاحِهَا وَتَرْكَنَا الْغَزْوَ فَمَا زَالَ أَبُو أَيُّوبَ شَاخِصًا فِي سَبِيلِ اللهِ حَتَّى دُفِنَ بِأَرْضِ الرُّومِ

مسلمانوں میں سے ایک شخص نے روم کی صف پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ ان کے اندر چلا گیا۔ اس پر لوگ چیخنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ خود کو اپنے ہاتھ سے ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے لوگو تم لوگ اس آیت

﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾۔ [البقرة:١٩٥]

"تم خود کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو"

کی یہ تفسیر کرتے ہو۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ آیت ہم انصار کے متعلق نازل ہوئی، اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا اور اس کے مددگاروں کی تعداد زیادہ ہوگئی۔ تو ہم لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے: اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا اور اس کی مدد کرنے والے بہت ہیں اور ہمارے اموال (کھیتی باڑی وغیرہ) ضائع ہوگئے ہیں۔ ہمارے لئے بہتر ہوگا کہ ہم ان کی اصلاح کریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہماری بات کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾۔ [البقرة:١٩٥]

"تم خود کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو"

چنانچہ ہلاکت یہ تھی کہ ہم اپنے احوال اور کھیتی باڑی کی اصلاح میں لگ جائیں اور جنگ و جہاد کو ترک کر دیں۔ راوی کہتے ہیں: ابوایوب رضی اللہ عنہ ہمیشہ جہاد ہی میں رہے یہاں تک کہ دفن بھی روم ہی کی سرزمین میں ہوئے۔ ❶

ابوعمران کہتے ہیں:

فَلَمْ يَزَلْ أَبُو أَيُّوبَ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللهِ حَتَّى دُفِنَ بِالْقُسْطَنْطِينِيَّةِ.

ابوایوب انصاری ساری زندگی اللہ کے راستہ میں جہاد ہی کرتے رہے یہاں تک کہ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے۔" ❷

تم اپنے آپ کو قتل مت کرو

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ احْتَلَمْتُ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فِي غَزْوَةِ ذَاتِ السُّلَاسِلِ فَأَشْفَقْتُ إِنْ اغْتَسَلْتُ أَنْ أَهْلِكَ فَتَيَمَّمْتُ ثُمَّ صَلَّيْتُ بِأَصْحَابِي الصُّبْحَ فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا عَمْرُو صَلَّيْتَ بِأَصْحَابِكَ وَأَنْتَ جُنُبٌ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي مَنَعَنِي مِنَ الِاغْتِسَالِ وَقُلْتُ إِنِّي سَمِعْتُ اللهَ يَقُولُ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا

"عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے سردی کے زمانہ میں ایک رات غزوہ ذات السلاسل میں احتلام ہو گیا مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو مر جاؤں گا، اس لئے میں نے تیمم کر کے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھا دی، بعد میں میرے ساتھیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: عمرو! تو نے جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دی؟ میں نے

---

❶ سنن ترمذی باب وَمِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ (٢٩٧٢) قَالَ أَبُو عِيسَى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.]

❷ سنن أبو داود رقم (٢٥١٢) في الجهاد، باب في قول الله عز وجل (ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة).]

غسل نہ کرنے کا سبب بیان کیا اور کہا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾ [النسا:۲۹]

"تم اپنے آپ کو قتل مت کرو اور اللہ تم پر رحم کرنے والا ہے۔"

یہ سن کر آپ ﷺ مسکرا دیے اور کچھ نہ کہا۔ ❶

اس کو بے محل جگہ پر رکھتے ہو

عَنْ إِسْمَعِيلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَ أَنْ حَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ تَقْرَؤُنَ هَذِهِ الْآيَةَ وَتَضَعُونَهَا عَلَى غَيْرِ مَوَاضِعِهَا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ قَالَ عَنْ خَالِدٍ وَإِنَّا سَمِعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللهُ بِعِقَابٍ وَقَالَ عَمْرٌو عَنْ هُشَيْمٍ وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي ثُمَّ يَقْدِرُونَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوا ثُمَّ لَا يُغَيِّرُوا إِلَّا يُوشِكُ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ

"اسماعیل بن قیس کہتے ہیں: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: اے لوگو! تم قرآن کریم کی یہ آیت پڑھتے ہو

﴿عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾

[المائدہ:۱۰۵]

اور اس کو بے محل جگہ پر رکھتے ہو (اس کا غلط مطلب اخذ کرتے ہو اور جہاں اس کا استعمال نہیں ہے وہاں بھی چسپاں کرتے ہو) میں نے رسول

❶ أبو داود: رقم (٣٣٤) و (٣٣٥) في الطهارة، باب إذا خاف الجنب أيتيمم، ورواه أيضاً ابن حبان والحاكم وغيرهما، وهو حديث حسن، له شاهد عند الطبراني من حديث ابن عباس وأبي أمامة.]

اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ بیشک جو لوگ ظالم کو (ظلم کرتا) دیکھیں اور اس کے ہاتھ کو نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب میں مبتلا کر ڈالے گا۔ بیشک میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ کوئی قوم ایسی نہیں کہ اس قوم میں معاصی کا ارتکاب کیا جاتا ہو پھر وہ ان معاصی کو ختم کرنے پر قادر ہونے کے باوجود ختم نہ کریں، تو یہ قریب ہے کہ اللہ ان سب کو عذاب میں مبتلا کر دے گا۔“ ❶

عَنْ أَبِي أُمَيَّةَ الشَّعْبَانِيِّ قَالَ أَتَيْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ فَقُلْتُ لَهُ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهٰذِهِ الْآيَةِ قَالَ أَيَّةُ آيَةٍ قُلْتُ قَوْلُهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ قَالَ أَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْهَا خَبِيرًا سَأَلْتُ عَنْهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلِ ائْتَمِرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ حَتّٰى إِذَا رَأَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَهَوًى مُتَّبَعًا وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ فَعَلَيْكَ بِخَاصَّةِ نَفْسِكَ وَدَعِ الْعَوَامَّ فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامًا الصَّبْرُ فِيهِنَّ مِثْلُ الْقَبْضِ عَلَى الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِيهِنَّ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِكُمْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَزَادَنِي غَيْرُ عُتْبَةَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَجْرُ خَمْسِينَ مِنَّا أَوْ مِنْهُمْ قَالَ بَلْ أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ

ابوامیہ شعبانی کہتے ہیں: میں ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور پوچھا: آپ اس آیت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: کون(سی) آیت؟ میں نے عرض کیا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ

❶ أبو داود (٤٣٣٨) في الملاحم: باب الأمر والنهي. والترمذي (٣٠٥٩) من سورة المائدة.]

اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ﴾۔ [المائدہ: ۱۰۵]

فرمایا جان لو: میں نے اس کی تفسیر بڑے علم رکھنے والے سے پوچھی تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی تفسیر پوچھی تو انھوں نے فرمایا: بلکہ نیک اعمال کا حکم دو اور برائی سے منع کرو یہاں تک کہ تم ایسا بخیل دیکھو جسکی اطاعت کی جائے۔ خواہشات کی پیروی کی جانے لگے تو تم اپنی فکر کرو اور لوگوں کو چھوڑ دو اس لئے کہ تمھارے بعد ایسے دن آنے والے ہیں جن میں صبر کرنا اس طرح ہوگا۔ جیسے چنگاری ہاتھ میں لینا۔ اس زمانے میں سنت پر عمل کرنے والے کو تم جیسے پچاس (عمل کرنے والے) آدمیوں کا ثواب دیا جائے گا۔ عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ عتبہ کے علاوہ دوسرے راوی یہ الفاظ بھی نقل کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے پچاس آدمیوں کے برابر یا ان میں سے پچاس کے برابر۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے۔" [1]

واہ! یہ جنگ تو ہم رسول اللہ کے زمانہ میں کر چکے ہیں

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا جَاءَهُ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَلَا تَسْمَعُ مَا ذَكَرَ اللهُ فِي كِتَابِهِ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا إِلَى آخِرِ الْآيَةِ فَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ لَا تُقَاتِلَ كَمَا ذَكَرَ اللهُ فِي كِتَابِهِ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي أَغْتَرُّ بِهٰذِهِ الْآيَةِ وَلَا أُقَاتِلُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَغْتَرَّ بِهٰذِهِ الْآيَةِ الَّتِي يَقُولُ اللهُ تَعَالَى وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا إِلَى آخِرِهَا قَالَ فَإِنَّ اللهَ يَقُولُ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ قَالَ ابْنُ عُمَرَ قَدْ فَعَلْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ كَانَ الْإِسْلَامُ قَلِيلًا فَكَانَ

---

[1] سنن ترمذی (۳۰۵۸) قَالَ أَبُو عِيسَى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.]

الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِي دِينِهِ إِمَّا يَقْتُلُونَهُ وَإِمَّا يُوثِقُونَهُ حَتَّى كَثُرَ الْإِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ فَلَمَّا رَأَى أَنَّهُ لَا يُوَافِقُهُ فِيمَا يُرِيدُ قَالَ فَمَا قَوْلُكَ فِي عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ مَا قَوْلِي فِي عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ أَمَّا عُثْمَانُ فَكَانَ اللهُ قَدْ عَفَا عَنْهُ فَكَرِهْتُمْ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُ وَأَمَّا عَلِيٌّ فَابْنُ عَمِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَتَنُهُ وَأَشَارَ بِيَدِهِ وَهَذِهِ ابْنَتُهُ أَوْ بِنْتُهُ حَيْثُ تَرَوْنَ

"ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میرے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: دیکھو! اس وقت مسلمانوں کے دو گروہ علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ لڑ رہے ہیں کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ جب مسلمانوں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو اور اگر وہ نہ مانیں تو لڑ کر انھیں درست کر دو، تو پھر آپ کو کون سی چیز مانع ہے جو آپ خاموش ہیں؟ میں نے کہا: اے بھائی کے بیٹے! اگر میں اس حکم کی تاویل کر کے مسلمانوں سے نہ لڑوں تو یہ مجھ کو اچھا لگتا ہے اس بات سے کہ میں ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا﴾۔ [النساء:۹۳] کی زد میں آؤں، تو پھر اس نے کہا: اچھا آپ اس آیت کو کیا کریں گے

﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾۔ [البقرۃ:۱۹۳]

میں نے کہا: واہ! یہ جنگ تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کر چکے ہیں، اور جو شخص فتنہ اٹھاتا تھا ہم اسے مار ڈالتے تھے یا قید کر دیتے تھے یہاں تک کہ اسلام پھیل گیا اور مسلمانوں کی تعداد بہت ہوگئی، اب اس آیت والا فتنہ کہاں باقی ہے؟ جب اس آدمی نے میری رائے کو اپنے موافق میں نہیں پایا تو علی وعثمان (رضی اللہ عنہما) کے متعلق کہنے لگا کہ یہ تو احد سے بھاگ گئے تھے ان کے متعلق آپ کا کیا خیال رکھتے ہیں؟ میں نے کہا: عثمان رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ نے معافی دے دی مگر تم ان کے معاف کیے جانے کو برا سمجھتے ہو،

رہ گئے علی رضی اللہ عنہ تو وہ داماد رسول اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں، راوی کا بیان ہے: اتنا کہہ کر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: دیکھو ان کا تو یہ مکان سامنے موجود ہے۔" ❶

کیا تم کو معلوم ہے ﴿أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ﴾ کا کیا مطلب ہے؟

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَوْمًا لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَ تَرَوْنَ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ قَالُوا اللهُ أَعْلَمُ فَغَضِبَ عُمَرُ فَقَالَ قُولُوا نَعْلَمُ أَوْ لَا نَعْلَمُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي نَفْسِي مِنْهَا شَيْءٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ عُمَرُ يَا ابْنَ أَخِي قُلْ وَلَا تَحْقِرْ نَفْسَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ضُرِبَتْ مَثَلًا لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ أَيُّ عَمَلٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ لِرَجُلٍ غَنِيٍّ يَعْمَلُ بِطَاعَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ بَعَثَ اللهُ لَهُ الشَّيْطَانَ فَعَمِلَ بِالْمَعَاصِي حَتَّى أَغْرَقَ أَعْمَالَهُ

"عبید بن عمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک روز عمر رضی اللہ عنہ نے اصحاب رسول سے پوچھا: کیا تم کو معلوم ہے کہ اس آیت ﴿أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ﴾ کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے ذرا سخت لہجہ میں کہا: صاف کہو کہ ہم کو معلوم ہے یا نہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اے امیر المومنین! میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوا ہے، آپ کہیں تو کہوں؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! ضرور کہو اور اپنے آپ کو چھوٹا نہ سمجھو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے: اللہ نے یہ عمل کی مثال بیان کی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کون سے عمل کی؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کسی بھی عمل کی، عمر رضی اللہ عنہ نے وضاحت کی: ایک مالدار

❶ أخرجه البخاري (٤٦٥٠) في تفسير سورة البقرة، باب قوله تعالى: (وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة).]

آدمی کی مثال ہے جو اللہ کی فرمانبرداری اور نیک عمل کرتا ہے پھر شیطان کے بہکانے سے گناہوں میں مبتلا ہو کر اپنے تمام نیک اعمال برباد اور ضائع کر دیتا ہے۔"

[أخرجه البخاري (٤٥٣٨) في التفسير، باب قوله: (أيود أحد كم أن تكون له جنة من نخيل).]

﴿وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ﴾ کی تفسیر

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ تَطَوُّعًا أَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ وَهُوَ جَاءٍ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ ثُمَّ قَرَأَ ابْنُ عُمَرَ هَذِهِ الْآيَةَ وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ الْآيَةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَفِي هَذَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ

"ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز سواری پر ہی پڑھ لیتے تھے خواہ اس کا منہ کسی طرف بھی ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ کی طرف آ رہے تھے پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ﴾

"اللہ ہی کے لئے مشرق اور مغرب۔"

اور فرمایا: یہ آیت اسی باب میں نازل ہوئی۔"

[الترمذی (٢٩٥٨) فی التفسیر، باب ومن سورۃ البقرۃ.]

﴿يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ کی تفسیر

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ قَالَ يَقُومُونَ حَتَّى يَبْلُغَ الرَّشْحُ آذَانَهُمْ

"ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت جب لوگ رب العلمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ کی تفسیر میں فرمایا: اس وقت لوگ

اپنے پسینے میں نصف کان تک ڈوبے ہوئے کھڑے ہوں گے۔"

[مسند احمد(٣٦٥)]

﴿كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ﴾ کی تفسیر

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ ثَمَانِينَ هَبَطُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ مِنْ جَبَلِ التَّنْعِيمِ عِنْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَهُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يَقْتُلُوهُ فَأُخِذُوا أَخْذًا فَأَعْتَقَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللهُ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ الْآيَةَ [1]

"انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تنعیم کے پہاڑ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی طرف اسی (۸۰) کافر نکلے۔ صبح کی نماز کا وقت تھا وہ لوگ چاہتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں لیکن سب کے سب پکڑے گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ﴾۔ [الفتح: ٢٤]

"وہ ایسا ہے کہ اس نے ان کے تم سے اور تمھارے ان سے ہاتھ روک دیے۔"

﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ کب نازل ہوئی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتِ الْمَرْأَةُ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَهِيَ عُرْيَانَةٌ فَتَقُولُ مَنْ يُعِيرُنِي تِطْوَافًا تَجْعَلُهُ عَلَى فَرْجِهَا وَتَقُولُ الْيَوْمَ يَبْدُو بَعْضُهُ أَوْ كُلُّهُ فَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا أُحِلُّهُ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

"ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ایک عورت ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا کرتی تھی اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتی چلی جاتی کہ کون ہے جو مجھے ایک کپڑا دیتا اور اسے میں اپنی شرمگاہ پر ڈال لیتی اور پھر وہ کہتی:

الْيَوْمَ يَبْدُو بَعْضُهُ أَوْ كُلُّهُ   فَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا أُحِلُّهُ

---

[1] صحیح مسلم (١٨٠٨) فی الجهاد، باب قوله تعالى وهو الذى كف أيديهم عنكم) .]

آج کے دن کھل جائے کچھ یا سارا اور پھر جو کھل جائے گا تو میں اسے کبھی حلال نہیں کروں گی،

تو پھر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾۔ [الأعراف:۳۱]

"لے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت۔" ❶

﴿إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ﴾ کا مطلب

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي هَذِهِ الْآيَةِ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ قَالَ كَانَ نَاسٌ مِنَ الْجِنِّ يُعْبَدُونَ فَأَسْلَمُوا

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت

﴿الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ﴾۔ [الاسراء:۵۷]

ان کے حق میں ہے جو جنات کی عبادت کرتے تھے، جنات تو مسلمان ہو گئے مگر یہ لوگ ایسے ہی رہ گئے۔" ❷

یہ منسوخ نہیں ہے

﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا﴾۔ [النساء:۸]

"اور اگر تقسیم (وراثت) کے موقع پر (غیر وارث) رشتہ دار اور یتیم اور محتاج موجود ہوں تو اس میں سے کچھ انھیں بھی دے دو اور ان سے نیک بات کہو۔"

یعنی وارثوں کو چاہیے کہ متروکہ مال میں سے کچھ حصہ بطور صدقہ و خیرات ان

---

❶ صحیح مسلم: (۳۰۲۸) بَاب فِي قَوْله تَعَالَى خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ.]

❷ صحیح البخاری (۴۷۱۵) باب قوله: (أولئك الذين يدعون يبتغون إلى ربهم الوسيلة)

رشتے داروں، یتیموں اور مسکینوں کو بھی دیں جو خاندان میں موجود ہوں اور تقسیم کے وقت موقع پر پہنچ جائیں اور اگر وہ لوگ زیادہ حرص کریں تو "ان سے اچھی بات کہو۔" یعنی معذرت کرو کہ یہ وارثوں کا مال ہے، تمھارا حق نہیں ہے۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ حکم "فرائض" یعنی وارثوں کے حصے مقرر ہونے سے پہلے تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو اس کا حق دے دیا ہے، اس لیے اب یہ کچھ نہیں دینا، اب صدقہ و خیرات میت کی وصیت ہی سے ہوسکتا ہے، لیکن بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت محکم ہے، منسوخ نہیں اور وارثوں کو حکم ہے کہ تقسیم ترکہ کے وقت رشتہ داروں سے صلہ رحمی کریں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ نَاسًا يَزْعُمُونَ أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نُسِخَتْ وَلَا وَاللهِ مَا نُسِخَتْ وَلَكِنَّهَا مِمَّا تَهَاوَنَ النَّاسُ هُمَا وَالِيَانِ وَالٍ يَرِثُ وَذَاكَ الَّذِي يَرْزُقُ وَوَالٍ لَا يَرِثُ فَذَاكَ الَّذِي يَقُولُ بِالْمَعْرُوفِ يَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ أَنْ أُعْطِيَكَ

"ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: کچھ لوگ خیال کرتے ہیں: یہ آیت

﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾۔ [النساء:۸]

منسوخ ہے، حالانکہ اللہ کی قسم یہ منسوخ نہیں ہے بلکہ یہ منجملہ ان آیات کے ہے، جن پر عمل کرنے میں لوگوں نے سستی کی ہے۔ سنو! عزیز دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو وارث ہوں اور یہی مطلب ہے جس کے ذمہ جو واجب ہے وہ ان کو کچھ دے دے، اور دوسرا وہ جو وارث نہ ہو۔ تو ایسے رشتہ دار کے لیے وہ اس طرح نرم بات کہے: مجھے اختیار نہیں کہ تجھے کچھ دے دوں۔" [1]

---

[1] أخرجه البخاري (٢٧٥٩) في الوصايا، باب قول الله تعالى: (وإذا حضر القسمة أولو القربى واليتامى والمساكين فارزقوهم منه).]

صحابہ اور قرآن



صحابہ اور قرآن
کے تعلق پر
30 ابواب پر
مشتمل مدلل کتاب

مرتب محمد طیب محمدی

موافقات عمر رضی اللہ عنہ

عمر رضی اللہ عنہ نے جب بھی کوئی بات کہی ہے یا کوئی مشورہ دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی رائے کا احترام کیا ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:

وَقَلَّمَا تَكَلَّمْتُ وَأَحْمَدُ اللهَ بِكَلَامٍ، إِلَّا رَجَوْتُ أَنْ يَكُونَ اللهُ يُصَدِّقُ قَوْلِي الَّذِي أَقُولُ،

اور اکثر جب میں گفتگو کرتا اور اللہ کی تعریف کرتا کسی بات کے ساتھ تو مجھے یہ امید ہوتی کہ اللہ اس کی تصدیق کریں گیں جو بات میں کرتا ہوں۔

[صحیح مسلم (١٤٧٩) فی الطلاق، باب الإیلاء واعتزال النساء.]

کسی کی رائے کا احترام کرنا اس کو عزت دینا ہے، خالق کائنات جب کسی کی رائے کو قبول فرمالیں تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے مقام ومرتبہ پر دلالت کرتا ہے، عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول کرنا یہ عمر رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت، مقام ومرتبے پر دلالت کرتا ہے، تو جب یہ مقام ومرتبہ مالک دو جہاں کے مل جائے تو پھر نہ ماننے والے کی اپنی بدبختی اور محرومی ہے۔

قرآن، عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر اترا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى قَلْبِ عُمَرَ وَلِسَانِهِ قَالَ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ مَا نَزَلَ بِالنَّاسِ أَمْرٌ

قَطُّ فَقَالُوا فِيهِ وَقَالَ فِيهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَوْ قَالَ عُمَرُ إِلَّا نَزَلَ الْقُرْآنُ عَلَى نَحْوِ مَا قَالَ عُمَرُ

"ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ نے عمر کے قلب وزبان پر حق کو جاری فرمادیا ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لوگوں کے سامنے جب بھی کوئی معاملہ پیش آتا اور لوگوں کی رائے کچھ ہوتی اور عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کچھ تو قرآن کریم اسی طرز پر اترتا جو عمر رضی اللہ عنہ فرماتے۔"

[(صحیح) سنن ترمذی (٣٦٨٢) بَاب فِي مَنَاقِبِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهٰذَا دَالٌّ عَلَى كَثْرَةِ مُوَافَقَتِهِ وَأَكْثَرُ مَا وَقَفْنَا مِنْهَا بِالتَّعْيِينِ عَلَى خَمْسَةَ عَشَرَ لَكِنْ ذٰلِكَ بِحَسَبِ الْمَنْقُولِ

یہ حدیث عمر رضی اللہ عنہ کی کثرت موافقت پر دلالت کرتی ہے، اور بالتعیین ہم پندرہ تک مطلع ہوئے ہیں، لیکن یہ حسب منقول ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ چار چیزوں میں فضیلت رکھتے ہیں

عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ فَضَلَ النَّاسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ بِأَرْبَعٍ بِذِكْرِ الْأَسْرَى يَوْمَ بَدْرٍ أَمَرَ بِقَتْلِهِمْ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ وَبِذِكْرِهِ الْحِجَابَ أَمَرَ نِسَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَحْتَجِبْنَ فَقَالَتْ لَهُ زَيْنَبُ وَإِنَّكَ عَلَيْنَا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالْوَحْيُ يَنْزِلُ فِي بُيُوتِنَا فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ وَبِدَعْوَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ اللَّهُمَّ أَيِّدِ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ وَبِرَأْيِهِ فِي أَبِي بَكْرٍ كَانَ أَوَّلَ النَّاسِ بَايَعَهُ

"ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تمام لوگوں پر چار چیزوں میں فضیلت رکھتے ہیں۔ (۱) غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے، عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں قتل کرنے کا مشورہ دیا تھا، اللہ نے ان کی موافقت میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

(۲) حجاب کے بارے عمر رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات کو پردہ کرنے کا مشورہ دیا تھا، زینب رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: اے ابن خطاب! تم ہم پر حکم چلاتے ہو جبکہ ہمارے گھروں میں وحی نازل ہوتی ہے؟ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ﴾

"اب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔"

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے حق میں دعا کے بارے کہ اے اللہ! عمر کے ذریعے اسلام کو تقویت عطاء فرما:

اللَّهُمَّ أَيِّدِ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ

(۴) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کے اعتبار سے کہ انھوں نے ہی سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔"

وَبِرَأْيِهِ فِي أَبِي بَكْرٍ، كَانَ أَوَّلَ النَّاسِ بَايَعَهُ

[مسند احمد (٤٣٦٢)]

تین باتیں میری ایسی ہیں جن کے موافق آیات نازل ہوئیں

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَافَقْتُ اللهَ فِي ثَلَاثٍ أَوْ وَافَقَنِي رَبِّي فِي ثَلَاثٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ لَوِ اتَّخَذْتَ مَقَامَ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ أَمَرْتَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِالْحِجَابِ

فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ الْحِجَابِ قَالَ وَبَلَغَنِي مُعَاتَبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ نِسَائِهِ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِنَّ قُلْتُ إِنِ انْتَهَيْتُنَّ أَوْ لَيُبَدِّلَنَّ اللّٰهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا مِنْكُنَّ حَتَّى أَتَيْتُ إِحْدَى نِسَائِهِ قَالَتْ يَا عُمَرُ أَمَا فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَعِظُ نِسَائَهُ حَتَّى تَعِظَهُنَّ أَنْتَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ الْآيَةَ

"انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین باتوں میں میں نے اللہ تعالیٰ کی موافقت کی ہے: پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے آپ سے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کے بعد مقام ابراہیم میں نماز ادا کریں، فَنَزَلَتْ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى، چنانچہ اس کے موافق

﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ [البقرة:١٢٥]

میں نماز کا حکم ہوا، دوسری بات یہ کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس منافق اور دوسرے غیر لوگ بھی آتے ہیں اچھا ہو اگر آپ ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم فرمائیں تو اللہ نے آیت حجاب نازل فرمائی۔ تیسری یہ ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ بیویوں سے ناراض ہیں تو میں ان کے پاس پہنچا اور کہا: دیکھو تم رسول اللہ کو ناراض نہ کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تم سے بہتر عورتیں اپنے رسول کو عطا فرما سکتا ہے مگر ایک زوجہ محترمہ نے کہا، اے عمر! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو نصیحت نہیں کر سکتے، جو تم نصیحت کرنے آئے ہو جاؤ اپنی نصیحت رہنے دو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ﴿عَسٰى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ﴾۔ [التحريم:٥] یعنی کوئی تعجب نہیں کہ رسول تم کو طلاق دے دے اور اللہ تمھارے بدلے میں تم سے بھی

بہتر بیویاں ان کو عطا فرمائے۔" ❶

عمر کا یہ کہنا:

وَافَقْتُ اللّٰهَ فِي ثَلَاثٍ

تین باتوں میں میں نے اللہ تعالیٰ کی موافقت کی ہے۔

یہ کہنا اللہ تعالیٰ کا ادب واحترام ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ أَمَرْتَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِالْحِجَابِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ الْحِجَابِ

"عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: آپ کے پاس تو ہر طرح کے لوگ آتے جاتے ہیں لہذا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو پردہ کا حکم دیں تو بہت اچھا ہو اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل فرمائی۔

آپ انھیں باہر نکلنے سے روکیں

پردے کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بھی خواہش تھی کہ امہات المؤمنین گھر سے باہر ہی نہ نکلیں، لیکن یہ خواہش آپ کی پوری نہ ہوئی، ان کو پردے میں باہر نکلنے کی اجازت دی گیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: خَرَجَتْ سَوْدَةُ بَعْدَمَا ضُرِبَ الْحِجَابُ لِحَاجَتِهَا، وَكَانَتِ امْرَأَةً جَسِيمَةً لَا تَخْفَى عَلَى مَنْ يَعْرِفُهَا، فَرَآهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ: يَا سَوْدَةُ، أَمَا وَاللّٰهِ مَا تَخْفَيْنَ عَلَيْنَا،

---

❶ رواه البخاري (٤٠٢)،(٤٤٨٣) في تفسير سورة البقرة، باب قوله تعالى:(واتخذوا من مقام إبراهيم مصلى) ومسلم رقم (٢٣٩٩)في فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر بن الخطاب رضي الله عنه.]

فَانْظُرِي كَيْفَ تَخْرُجِينَ، قَالَتْ: فَانْكَفَأْتُ رَاجِعَةً، وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي، وَإِنَّهُ لَيَتَعَشَّى وَفِي يَدِهِ عَرْقٌ، فَدَخَلَتْ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِي، فَقَالَ لِي عُمَرُ كَذَا وَكَذَا، قَالَتْ: فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ ثُمَّ رُفِعَ عَنْهُ، وَإِنَّ الْعَرْقَ فِي يَدِهِ مَا وَضَعَهُ، فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: سودہ رضی اللہ عنہا پردے کا حکم فرض ہونے کے بعد ایک مرتبہ اپنی حاجت کے لیے نکلیں یہ چونکہ بھاری جسم کی تھیں اس لیے جو شخص انھیں پہچانتا اس پر مخفی نہ رہتی تھیں چنانچہ عمر نے انھیں دیکھ لیا اور کہا سودہ اللہ کی قسم! تم ہم پر مخفی نہیں رہی ہو دیکھ لو تم کس طرح نکلتی ہو وہ کہتی ہیں میں فوراً واپس آگئی، رسول اللہ میرے گھر میں تشریف فرما تھے آپ ٹہل رہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں گوشت سے خالی ہڈی تھی میں نے داخل ہوتے ہی عرض کیا: یا رسول اللہ میں حاجت کے لیے باہر نکلی تھی اور مجھ سے عمر نے یوں کہا، آپ کہتی ہیں: آپ کے ہاتھ میں ہڈی تھی کہ اللہ نے آپ پر وحی نازل فرمائی یہاں تک کہ وحی کی کیفیت کو دور فرمادیا درآنحالیکہ ہڈی اب بھی آپ کے ہاتھ ہی میں تھی، پھر آپ نے فرمایا: اللہ نے تمھیں حاجت کے لیے نکلنے کی اجازت دے دی ہے۔" [1]

اس حدیث میں "بَعْدَ مَا ضُرِبَ الْحِجَابُ" کے الفاظ بتاتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش پردے کی ایات کے نزول کے بعد باہر نہ نکلنے کی تھی، جو قبول نہیں کی گئی۔ اللہ تعالیٰ جو چاہیں قبول کریں اور جو چاہیں رد فرمائیں۔

---

[1] صحیح البخاری (٤٧٩٥) فی تفسیر سورة الأحزاب، باب قوله: (لا تدخلوا بیوت النبی إلا أن یؤذن لکم)، وفی الاستئذان، باب آیة الحجاب، ومسلم رقم (٢١٧٠) فی کتاب السلام، باب إباحة الخروج للنساء لقضاء حاجة الإنسان.]

بدر کے قیدیوں کو قتل کردو

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَلَمَّا أَسَرُوا الْأُسَارَى قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ مَا تَرَوْنَ فِي هَؤُلَاءِ الْأُسَارَى فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا نَبِيَّ اللهِ هُمْ بَنُو الْعَمِّ وَالْعَشِيرَةِ أَرَى أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُمْ فِدْيَةً فَتَكُونُ لَنَا قُوَّةً عَلَى الْكُفَّارِ فَعَسَى اللهُ أَنْ يَهْدِيَهُمْ لِلْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَرَى يَا ابْنَ الْخَطَّابِ قُلْتُ لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَرَى الَّذِي رَأَى أَبُو بَكْرٍ وَلَكِنِّي أَرَى أَنْ تُمَكِّنَّا فَنَضْرِبَ أَعْنَاقَهُمْ فَتُمَكِّنَ عَلِيًّا مِنْ عَقِيلٍ فَيَضْرِبَ عُنُقَهُ وَتُمَكِّنِّي مِنْ فُلَانٍ نَسِيبًا لِعُمَرَ فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ فَإِنَّ هَؤُلَاءِ أَئِمَّةُ الْكُفْرِ وَصَنَادِيدُهَا فَهَوِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَلَمْ يَهْوَ مَا قُلْتُ

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب بدر کے قیدیوں کو گرفتار کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: تم ان قیدیوں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہمارے چچا زاد اور خاندان کے لوگ ہیں میری رائے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فدیہ وصول کر لیں اس سے ہمیں کفار کے خلاف طاقت حاصل ہو جائے گی اور ہو سکتا ہے کہ اللہ انھیں اسلام لانے کی ہدایت عطا فرما دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن خطاب آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں! اللہ کی قسم، اے اللہ کے رسول میری وہ رائے نہیں جو ابوبکر کی رائے ہے، بلکہ میری رائے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں ہمارے سپرد کر دیں تاکہ ہم ان کی گردنیں اڑا دیں عقیل کو علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کریں، وہ اس کی گردن اڑائیں اور فلاں آدمی میرے سپرد کر دیں، اپنے رشتہ داروں میں

سے ایک کا نام لیا تاکہ میں اس کی گردن ماردوں کیونکہ یہ کفر کے پیشوا اور سردار ہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کی طرف مائل ہوئے اور میری رائے کی طرف مائل نہ ہوئے،

فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ جِئْتُ فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ قَاعِدَيْنِ يَبْكِيَانِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنِي مِنْ أَيِّ شَيْءٍ تَبْكِي أَنْتَ وَصَاحِبُكَ فَإِنْ وَجَدْتُ بُكَاءً بَكَيْتُ وَإِنْ لَمْ أَجِدْ بُكَاءً تَبَاكَيْتُ لِبُكَائِكُمَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْكِي لِلَّذِي عَرَضَ عَلَيَّ أَصْحَابُكَ مِنْ أَخْذِهِمُ الْفِدَاءَ لَقَدْ عُرِضَ عَلَيَّ عَذَابُهُمْ أَدْنَى مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ شَجَرَةٍ قَرِيبَةٍ مِنْ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ إِلَى قَوْلِهِ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا فَأَحَلَّ اللهُ الْغَنِيمَةَ لَهُمْ

جب آئندہ روز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول مجھے بتائیں تو سہی کس چیز نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست کو رلا دیا پس اگر میں رو سکا تو میں بھی روؤں گا اور اگر مجھے رونا نہ آیا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے کی صورت ہی اختیار کرلوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس وجہ سے رو رہا ہوں جو مجھے تمھارے ساتھیوں سے فدیہ لینے کی وجہ سے پیش آیا ہے تحقیق مجھ پر ان کا عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت سے بھی زیادہ قریب تھا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی درخت سے بھی، اور اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○ لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○﴾ [الانفال:٦٩]

"نہیں ہے مناسب کسی نبی کے لیے کہ ہوں اس کے پاس قیدی یہاں تک کہ وہ خون بہالے زمین میں تم چاہتے ہو دنیا کا سامان اور اللہ چاہتا ہے آخرت کو اور اللہ بہت غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے پہلے ہی (معافی کا حکم) لکھا ہوا نہ ہوتا تو یقیناً تم کو اس (مال فدیہ کے بارے) میں جو تم نے (بدر کے قیدیوں سے) حاصل کیا تھا بڑا عذاب پہنچتا۔"

مسند احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب غزوہ بدر ہو چکا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے پوچھا: ان قیدیوں کے بارے تمھاری کیا رائے ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

قَوْمُكَ وَأَهْلُكَ اسْتَبْقِهِمْ وَاسْتَأْنِ بِهِمْ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ

یہ آپ ہی کی قوم اور گھرانے کے لوگ ہیں، انھیں زندہ رہنے دیجیے اور ان سے مانوس ہونے کی کوشش کیجیے، شاید اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہو جائے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ!

أَخْرَجُوكَ وَكَذَّبُوكَ قَرِّبْهُمْ فَاضْرِبْ أَعْنَاقَهُمْ

ان لوگوں نے آپ کو نکالا اور آپ کی تکذیب کی، انھیں قریب بلا کر ان کی گردنیں اتار دیجیے، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ!

أُنْظُرْ وَادِيًا كَثِيرَ الْحَطَبِ فَأَدْخِلْهُمْ فِيهِ ثُمَّ أَضْرِمْ عَلَيْهِمْ نَارًا

کوئی ایسی وادی تلاش کیجئے جہاں لکڑیاں زیادہ ہوں، انھیں اس وادی میں داخل کر کے ان لکڑیوں کو آگ لگا دیں، اس پر کہنے لگے:

قَطَعْتَ رَحِمَكَ

تم نے رشتہ داری کو ختم کر دیا،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی جواب دیے بغیر اندر چلے گئے۔ کچھ لوگ کہنے لگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کریں گے، کچھ نے عمر رضی اللہ عنہ اور کچھ نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دیے جانے کی رائے ظاہر کی، تھوڑی دیر بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا:

إِنَّ اللهَ لَيُلِينُ قُلُوبَ رِجَالٍ فِيهِ حَتَّى تَكُونَ أَلْيَنَ مِنَ اللَّبَنِ وَإِنَّ اللهَ لَيَشُدُّ قُلُوبَ رِجَالٍ فِيهِ حَتَّى تَكُونَ أَشَدَّ مِنَ الْحِجَارَةِ

اللہ تعالیٰ اپنے معاملے میں بعض لوگوں کے دلوں کو نرم کر دیتا ہے حتی کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض لوگوں کے دلوں کو اتنا سخت کر دیتے ہیں: وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔

وَإِنَّ مَثَلَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ كَمَثَلِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ وَمَثَلَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ كَمَثَلِ عِيسَى قَالَ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

ابوبکر! آپ کی مثال ابراہیم علیہ السلام کی سی ہے جنھوں نے فرمایا: تھا کہ جو میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا تو آپ بڑے بخشنے والے مہربان ہیں اور ابوبکر! آپ کی مثال عیسیٰ علیہ السلام کی سی

ہے جنھوں نے فرمایا: تھا اگر آپ انھیں سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ انھیں معاف کر دیں تو آپ بڑے غالب، حکمت والے ہیں۔

وَإِنَّ مَثَلَكَ يَا عُمَرُ كَمَثَلِ نُوحٍ قَالَ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا وَإِنَّ مِثْلَكَ يَا عُمَرُ كَمَثَلِ مُوسَى قَالَ رَبِّ اشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ

اور عمر! تمھاری مثال نوح علیہ السلام کی سی ہے جنھوں نے فرمایا: تھا، پروردگار! زمین پر کافروں کا کوئی گھر بھی باقی نہ چھوڑ اور عمر تمھاری مثال موسیٰ علیہ السلام کی سی ہے جنھوں نے دعاء کی تھی کہ پروردگار ان کے دلوں کو سخت کر دے تا کہ یہ ایمان ہی نہ لاسکیں یہاں تک کہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔

أَنْتُمْ عَالَةٌ فَلَا يَنْفَلِتَنَّ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا بِفِدَاءٍ أَوْ ضَرْبَةِ عُنُقٍ قَالَ عَبْدُ اللهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِلَّا سُهَيْلُ ابْنُ بَيْضَاءَ فَإِنِّي قَدْ سَمِعْتُهُ يَذْكُرُ الْإِسْلَامَ قَالَ فَسَكَتَ قَالَ فَمَا رَأَيْتُنِي فِي يَوْمٍ أَخْوَفَ أَنْ تَقَعَ عَلَيَّ حِجَارَةٌ مِنَ السَّمَاءِ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ حَتَّى قَالَ إِلَّا سُهَيْلُ ابْنُ بَيْضَاءَ

پھر آپ نے فرمایا: تم لوگ ضرورت مند ہو اور ان میں سے کوئی شخص فدیہ یا قتل کے بغیر واپس نہیں جائے گا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے منہ سے نکل گیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم سوائے سہیل بن بیضاء کے، کیونکہ میں نے انھیں اسلام کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے؟ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، مجھے اس دن سے زیادہ کبھی اس بات کا خوف محسوس نہیں ہوا کہ کہیں آسمان سے مجھ پر کوئی پتھر نہ گر پڑے، یہاں تک کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرما دیا سوائے سہیل بن بیضاء کے، اس پر اللہ نے

یہ آیت نازل فرمائی:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾۔ [التوبہ:٦٨]

"نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے یہ بات مناسب نہ تھی کہ اپنے پاس قیدی رکھیں، یہاں تک کہ وہ زمین میں ان (فتنہ پرور اور دہشت گرد محاربین) کا اچھی طرح خون نہ بہا لے۔ تم لوگ دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو، اور اللہ آخرت کی (بھلائی) چاہتا ہے، اور اللہ خوب غالب حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے پہلے ہی (معافی کا حکم) لکھا ہوا نہ ہوتا تو یقیناً تم کو اس (مال فدیہ کے بارے) میں جو تم نے (بدر کے قیدیوں سے) حاصل کیا تھا بڑا عذاب پہنچتا۔"

[مسند احمد (٣٦٣٢).]

"مسند احمد کی ایک روایت میں ہے: جب غزوہ بدر کا معرکہ بپا ہوا اور دونوں لشکر ایک دوسرے سے ملے تو اللہ کے فضل سے مشرکین کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا، چنانچہ ان میں سے ستر قتل ہو گئے اور ستر ہی گرفتار کر کے قید کر لئے گئے، ان قیدیوں کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا اے اللہ کے نبی! یہ لوگ ہمارے ہی بھائی بند اور رشتہ دار ہیں، میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں، وہ مال کافروں کے خلاف ہماری طاقت میں اضافہ کرے گا اور عین ممکن ہے کہ اللہ انھیں بھی ہدایت دے دے تو یہ بھی

ہمارے دست و بازو بن جائیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ابن خطاب! تمھاری رائے کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: میری رائے وہ نہیں ہے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے، میری رائے یہ ہے کہ آپ فلاں آدمی کو جو عمر رضی اللہ عنہ کا قریبی رشتہ دار تھا میرے حوالے کردیں اور میں اپنے ہاتھ سے اس کی گردن اڑادوں، آپ عقیل کو علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کردیں اور وہ ان کی گردن اڑادیں، حمزہ کو فلاں پر غلبہ عطاء فرمائیں اور وہ اپنے ہاتھ سے اسے قتل کریں، تاکہ اللہ جان لے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کے لئے کوئی نرمی کا پہلو نہیں ہے، یہ لوگ مشرکین کے سردار، ان کے قائد اور ان کے سرغنہ ہیں، جب یہ قتل ہو جائیں گے تو کفر وشرک اپنی موت آپ مرجائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی اور میری رائے کو چھوڑ دیا اور ان سے فدیہ لے لیا،

غَدَوْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ قَاعِدٌ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَإِذَا هُمَا يَبْكِيَانِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنِي مَاذَا يُبْكِيكَ أَنْتَ وَصَاحِبَكَ فَإِنْ وَجَدْتُ بُكَاءً بَكَيْتُ وَإِنْ لَمْ أَجِدْ بُكَاءً تَبَاكَيْتُ لِبُكَائِكُمَا قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي عَرَضَ عَلَيَّ أَصْحَابُكَ مِنَ الْفِدَاءِ لَقَدْ عُرِضَ عَلَيَّ عَذَابُكُمْ أَدْنَى مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ لِشَجَرَةٍ قَرِيبَةٍ

اگلے دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! خیر تو ہے آپ اور آپ کے دوست (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) رو رہے ہیں؟ مجھے بھی بتایئے تاکہ اگر میری آنکھوں میں بھی آنسو آجائیں تو آپ کا ساتھ دوں

ورنہ کم از کم رونے کی کوشش ہی کرلوں ۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تمھارے ساتھیوں نے مجھے فدیہ کا جو مشورہ دیا تھا اس کی وجہ سے تم سب پر آنے والا عذاب مجھے اتنا قریب دکھائی دیا جتنا یہ درخت نظر آرہا ہے اور اللہ نے یہ آیت نازل کی ہے:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ۔[التوبہ: ٦٨]

"زمین میں خون ریزی نہ کرلیں، تم دنیا کا سازوسامان چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ بڑا غالب، حکمت والا ہے، اگر اللہ کے یہاں پہلے سے فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو تمھارے فدیہ لینے کے معاملے میں تم پر بڑا سخت عذاب آجاتا۔

بعد میں ان کے لئے مال غنیمت کو حلال قرار دے دیا گیا۔ آئندہ سال جب غزوہ احد ہوا تو غزوہ بدر میں فدیہ لینے کے عوض مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہو گئے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی ﷺ کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے، نبی ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو گئے، خود کی کڑی نبی ﷺ کے سر مبارک میں گھس گئی، نبی ﷺ کا روئے انور خون سے بھر گیا اور یہ آیت قرآنی نازل ہوئی:

﴿أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

[آل عمران: ١٦٥]

"جب تم پر وہ مصیبت نازل ہوئی جو اس سے قبل تم مشرکین کو خود بھی پہنچا

چکے تھے تو تم کہنے لگے کہ یہ کیسے ہو گیا؟ آپ فرما دیجیے کہ یہ تمھاری طرف سے ہی ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے،

مطلب یہ ہے کہ یہ شکست فدیہ لینے کی وجہ سے ہوئی۔ [1]

عبداللہ بن اُبی کی نماز جنازہ نہ پڑھو

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ جَاءَ ابْنُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ أَنْ يُعْطِيَهُ قَمِيصَهُ أَنْ يُكَفِّنَ فِيهِ أَبَاهُ فَأَعْطَاهُ ثُمَّ سَأَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَامَ عُمَرُ فَأَخَذَ بِثَوْبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَتُصَلِّي عَلَيْهِ وَقَدْ نَهَاكَ اللهُ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا خَيَّرَنِي اللهُ فَقَالَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً وَسَأَزِيدُ عَلَى سَبْعِينَ قَالَ إِنَّهُ مُنَافِقٌ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ

"ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب عبداللہ بن ابی ابن سلول فوت ہو گیا، تو اس کا بیٹا عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قمیص مانگی کہ وہ اس میں اپنے باپ کو کفن دے، تو آپ نے اپنی قمیص اسے دے دی۔ پھر اس نے عرض کیا: آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے

---

[1] مسند احمد (۲۰۸) ورواہ مسلم رقم (۱۷۶۳) فی الجھاد، باب الإمداد بالملائکة فی غزوة بدر وإباحة الغنائم، والترمذی رقم (۳۰۸۱) فی تفسیر القرآن، باب ومن سورة الأنفال.]

لئے کھڑے ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ اس پر نماز پڑھتے ہیں جبکہ اللہ نے آپ کو اس پر نماز پڑھنے سے منع فرما دیا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ [التوبہ:۸۰]

"تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ اگر تو ان کے لئے ستر دفعہ بھی بخشش مانگے گا تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہیں بخشے گا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تو ستر مرتبہ سے بھی زیادہ مرتبہ دعائے مغفرت کروں گا، عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یہ تو منافق ہے، بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی لی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾

"ان میں سے کوئی مرجائے تو ان پر کبھی نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہوں۔" [1]

﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ میں موافقت

عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب فرماتے ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی ازواج رضی اللہ عنہن سے علیحدہ ہو گئے، اس وقت میں مسجد میں داخل ہوا تو لوگوں کو کنکریاں الٹ پلٹ کرتے ہوئے دیکھا وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

[1] صحیح البخاری (٤٦٧٠) فی تفسیر سورۃ التوبۃ، باب (استغفر لهم أو لا تستغفر لهم)، وباب (ولا تصل علی أحد منهم مات أبدا)، ومسلم رقم (٢٤٠٠) فی فضائل الصحابة، باب فضائل عمر.

بیویوں کو طلاق دے دی ہے یہ انھیں پردے کا حکم دیے جانے سے پہلے کا واقعہ ہے، عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا میں آج کے حالات ضرور معلوم کروں گا، پس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور کہا اے ابوبکر کی بیٹی! تمھارا یہ حال کیا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے لگی ہو، انھوں نے کہا: ابن خطاب مجھے تجھ سے اور تجھ کو مجھ سے کیا کام؟ تم پر اپنی گٹھڑی کا خیال رکھنا لازم ہے حفصہ رضی اللہ عنہا کا، پھر میں حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور میں نے اسے کہا: اے حفصہ! تمھارا یہ حال کیا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینے لگی ہو اور اللہ کی قسم تو جانتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے محبت نہیں کرتے اور اگر میں نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے طلاق دے چکے ہوتے، پس وہ روئیں اور خوب روئیں تو میں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ تو اس نے کہا وہ اپنے بالاخانے (اوپر والے کمرے) میں ہیں، میں حاضر ہوا تو دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام رباح اس بالاخانے کے دروازے پر اپنے پاؤں ایک کھدی ہوئی لکڑی پر لٹکائے جو کہ کھجور دکھائی دے رہی تھے بیٹھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لکڑی پر سے چڑھتے اور اترتے تھے، میں نے آواز دی اے رباح میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کے لئے اجازت لو، رباح نے کمرے کی طرف دیکھا پھر میری طرف دیکھا لیکن کوئی بات نہیں کی، پھر میں نے کہا: حاضر ہونے کی اجازت لو، تو رباح نے بالاخانے کی طرف دیکھا پھر میری طرف دیکھا لیکن کوئی بات نہیں کی پھر میں نے ب آواز بلند کہا اے رباح! میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کی اجازت لو پس میں نے اندازہ لگایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمان کیا کہ میں

حفصہ کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں، حالانکہ اللہ کی قسم اگر رسول اللہ ﷺ مجھے اس کی گردن مار دینے کا حکم دیتے تو میں اس کی گردن مار دیتا اور میں نے اپنی آواز کو بلند کیا تو اس نے اشارہ کیا کہ میں چڑھ آؤں۔

پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، میں بیٹھ گیا اور آپ ﷺ نے اپنی چادر اپنے اوپر لے لی اور آپ ﷺ کے پاس اس کے علاوہ کوئی کپڑا نہ تھا اور چٹائی کے نشانات آپ ﷺ کے پہلو (کمر) پر لگے ہوئے تھے، پس میں نے رسول اللہ ﷺ کے خزانہ کو بغور دیکھا تو اس میں چند مٹھی جو تھے جو کہ ایک صاع کی مقدار میں ہوں گے اور اس کے برابر سلم کے پتے ایک کونہ میں پڑے ہوئے تھے اور ایک کچا چمڑا جس کی دباغت اچھی طرح نہ ہوئی تھی لٹکا ہوا تھا پس میری آنکھیں بھر آئیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب! تجھے کس چیز نے رلا دیا؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! مجھے کیا ہو گیا کہ میں نہ روؤں حالانکہ یہ چٹائی کے نشانات آپ ﷺ کے پہلو پر ہیں اور یہ آپ ﷺ کا خزانہ ہے، میں نہیں دیکھتا اس میں کچھ ہو مگر وہی جو سامنے ہے اور وہ قیصر وکسریٰ ہیں جو پھلوں اور نہروں میں زندگی گزارتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ اللہ کے رسول اور اس کے برگزید بندے ہیں اور یہ آپ ﷺ کا خزانہ ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب! کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ ہمارے لئے آخرت ہے اور ان کے لئے دنیا؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں۔

اور میں آپ ﷺ کے پاس جب حاضر ہوا تو میں نے آپ ﷺ کے چہرہ انور پر غصہ دیکھا میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول آپ ﷺ کو

عورتوں کی طرف سے کیا مشکل پیش آئی

فَإِنْ كُنْتَ طَلَّقْتَهُنَّ، فَإِنَّ اللهَ مَعَكَ، وَمَلَائِكَتَهُ، وَجِبْرِيلَ، وَمِيكَائِيلَ، وَأَنَا، وَأَبُو بَكْرٍ، وَالْمُؤْمِنُونَ مَعَكَ، وَقَلَّمَا تَكَلَّمْتُ وَأَحْمَدُ اللهَ بِكَلَامٍ، إِلَّا رَجَوْتُ أَنْ يَكُونَ اللهُ يُصَدِّقُ قَوْلِي الَّذِي أَقُولُ، وَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ آيَةُ التَّخْيِيرِ:

اگر آپ ﷺ انھیں طلاق دے چکے ہیں تو اللہ آپ ﷺ کے ساتھ ہے نصرت و مدد اس کے فرشتے جبرائیل اور میکائیل ہیں اور ابوبکر اور مومنین آپ ﷺ کے ساتھ ہیں، اور اکثر جب میں گفتگو کرتا اور اللہ کی تعریف کرتا کسی بات کے ساتھ تو مجھے یہ امید ہوتی کہ اللہ اس کی تصدیق کریں گیں جو بات میں کرتا ہوں۔ اور آیت تخییر نازل ہوئی:

﴿وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ﴾ ۔ [التحریم: ۴، ۳]

”قریب ہے کہ نبی اگر تم کو طلاق دے دیں تو اس کا پروردگار اس کو تم سے بہتر بیویاں عطا کر دے اور تم دونوں نے ان پر زور دیا تو اللہ ہی اس کا مددگار اور جبرائیل اور نیک مومنین اور فرشتے اس کے بعد پشت پناہی کرنے والے ہیں۔“

عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر اور حفصہ نے نبی کریم ﷺ کی تمام بیویوں پر زور دیا تھا، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول کیا آپ ﷺ نے انھیں طلاق دے دی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں مسجد میں داخل ہوا اور لوگ کنکریاں الٹ پلٹ رہے تھے اور

کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے کیا میں اتر کر انھیں خبر نہ دوں کہ آپ ﷺ نے انھیں طلاق نہیں دی، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اگر تو چاہے، میں آپ ﷺ سے گفتگو میں مشغول رہا یہاں تک کہ غصہ آپ ﷺ کے چہرہ سے دور ہو گیا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے دانت مبارک کھولے اور مسکرائے اور آپ ﷺ کے دانتوں کی ہنسی سب لوگوں سے خوبصورت تھی۔

پھر اللہ کے نبی اترے اور میں بھی اترا اس کھجور کی لکڑی کو پکڑتا ہوا اور رسول اللہ ﷺ اس طرح اترے گویا زمین پر چل رہے ہیں، آپ ﷺ نے اس لکڑی کو ہاتھ تک نہ لگایا میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ ﷺ انتیس دن سے اس کمرہ میں تھے آپ ﷺ نے فرمایا: مہینہ کبھی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

فَقُمْتُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ فَنَادَيْتُ بِأَعْلَى صَوْتِي لَمْ يُطَلِّقْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهُ وَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ فَكُنْتُ أَنَا اسْتَنْبَطْتُ ذَلِكَ الْأَمْرَ وَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ آيَةَ التَّخْيِيرِ

مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر میں نے پکارا کہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق نہیں دی اور یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾ [النساء: ۸۳]

جب ان کے پاس کوئی خبر امن یا خوف کی آتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اس کو رسول اللہ ﷺ اور اپنے اہل امر کی طرف لوٹاتے تو لوگ جان لیتے ان لوگوں کو جو ان میں سے استنباط کرنے والے ہیں۔"

تو میں نے اس سے اس حقیقت کو چن لیا، پھر اللہ عزوجل نے آیت تخییر نازل کی۔ ❶

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ﴿الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾ میں سے تھے۔

اے اللہ! شراب کے بارے صاف صاف بیان نازل فرما

عَنْ أَبِي مَيْسَرَةَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ قَالَ عُمَرُ اللَّهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شَافِيًا فَنَزَلَتِ الْآيَةُ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ فَقَالَ عُمَرُ اللَّهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شَافِيًا فَنَزَلَتِ الْآيَةُ الَّتِي فِي النِّسَاءِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى فَكَانَ مُنَادِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقَامَ الصَّلَاةَ نَادَى لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شَافِيًا فَنَزَلَتِ الْآيَةُ الَّتِي فِي الْمَائِدَةِ فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ فَلَمَّا بَلَغَ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ انْتَهَيْنَا انْتَهَيْنَا

"ابو میسرہ کہتے ہیں کہ جب شراب کی حرمت نازل (ہونے کو) ہوئی تو عمر رضی اللہ عنہ نے (دعا میں) کہا: اے اللہ! شراب کے بارے میں صاف صاف آگاہ فرما دے، اس پر سورۃ البقرہ کی آیت نازل ہوئی:

---

❶ مسلم رقم (١٤٧٩) فی الطلاق، باب الإیلاء واعتزال النساء، والترمذی رقم (٣٣١٥) فی التفسیر، باب ومن سورة التحریم.]

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾۔ [البقرۃ:۲۱۹]

عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور انھیں یہ آیت پڑھ کر سنائی گئی، (پھر بھی) انھوں نے کہا: اے اللہ! شراب کے بارے میں صاف صاف آگاہ فرما دے، اس پر سورۃ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾۔ [النساء:۴۳]

اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں تو نماز کے قریب نہ جاؤ، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی جب اقامت کہتا تو زور سے پکارتا: نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، پھر عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور انھیں پڑھ کر یہ آیت سنائی گئی، (پھر بھی) انھوں نے کہا: اللہ! شراب کے بارے میں ہمیں صاف صاف آگاہ فرما دے، اس پر سورۃ المائدہ کی آیت نازل ہوئی: پھر عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ آیت انھیں سنائی گئی:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾۔ [المائدہ:۹۰-۹۱]

جب فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ پر پہنچے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم باز آئے، ہم باز آئے۔ (1)

---

(1) سنن نسائی (۵۵۴۰) قال الشيخ الألباني: صحيح، سنن ابی داود/أشربة ۱ (۳۶۷۰)، سنن الترمذی/تفسیر سورۃ المائدۃ (۳۰۴۹)، (تحفة الأشراف: ۱۰۶۱۴) مسند احمد (۱/۵۳)]

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قرآن کی معلومات

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قرآن مجید کا بہت علم تھا، وہ جانتے تھے کہ یہ سورۃ کب اور کہاں نازل ہوئی ہے اور کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور کس مقصد کے لیے نازل ہوئی ہے۔

تجھے قران کا علم مبارک ہو

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ مَعَكَ أَعْظَمُ قَالَ قُلْتُ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ مَعَكَ أَعْظَمُ قَالَ قُلْتُ اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ قَالَ فَضَرَبَ فِي صَدْرِي وَقَالَ وَاللهِ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ أَبَا الْمُنْذِرِ

"ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوالمنذر! کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرے نزدیک اللہ کی کتاب میں سے سب سے بڑی آیت کونسی ہے؟ میں نے عرض کیا؟ اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرے نزدیک اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سب سے عظیم آیت کونسی ہے؟ میں نے کہا: ﴿اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ آخر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا اے ابوالمنذ! ر یہ علم تجھے مبارک ہو۔" [1]

---

[1] رواه مسلم رقم (٨١٠) في صلاة المسافرين، باب فضل سورة الكهف وآية الكرسي، وأبو داود رقم (١٤٦٠) في الصلاة، باب ما جاء في آية الكرسي.]

میں جانتا ہوں کہاں اور کس کے بارے میں نازل ہوئی

عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَاللهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مِنْ كِتَابِ اللهِ إِلَّا أَنَا أَعْلَمُ أَيْنَ أُنْزِلَتْ وَلَا أُنْزِلَتْ آيَةٌ مِنْ كِتَابِ اللهِ إِلَّا أَنَا أَعْلَمُ فِيمَ أُنْزِلَتْ وَلَوْ أَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنِّي بِكِتَابِ اللهِ تُبَلِّغُهُ الْإِبِلُ لَرَكِبْتُ إِلَيْهِ

مسروق کہتے ہیں: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اس اللہ کی قسم جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے، کتاب اللہ کی جو سورۃ بھی نازل ہوئی میں اس کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی؟ اور جو آیت بھی اتری اس کے متعلق میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ اور اگر میں کسی کے متعلق جان لوں کہ وہ کتاب اللہ مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو اونٹ پر سوار ہو کر اس کے پاس جاؤں۔"

میں جانتا ہوں کس دن یہ آیت نازل ہوئی ہے

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ لِعُمَرَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَوْ أَنَّ عَلَيْنَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَيَّ يَوْمٍ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ نَزَلَتْ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ

"طارق بن شہاب فرماتے ہیں: یہود میں سے ایک شخص نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین اگر ہم پر یہ آیت نازل ہوتی:

---

❶ صحيح البخاري (٥٠٠٢) في فضائل القرآن، باب القراء ة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، ومسلم رقم (٢٤٦٢) في فضائل الصحابة، باب من فضائل عبد الله بن مسعود رضي الله عنه.]

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾

"آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور میں نے تو اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا"

تو ہم اس دن کو عید کا دن قرار دیتے، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ کس دن یہ آیت نازل ہوئی ہے، یہ جمعہ کا دن یوم عرفہ میں نازل ہوئی ہے۔" [1]

پہلی وحی کیسے آئی

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتَّى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ فَقَالَ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ فَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ

---

[1] صحيح البخاری (٧٢٦٨) فی الاعتصام فی فاتحته وفی الإیمان، ومسلم رقم (٣٠١٧).]

لِخَدِيجَةَ وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي فَقَالَتْ خَدِيجَةُ كَلَّا وَاللهِ مَا يُخْزِيكَ اللهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى ابْنَ عَمِّ خَدِيجَةَ وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ فَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَى فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَأَى فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ هَذَا النَّامُوسُ الَّذِي نَزَّلَ اللهُ عَلَى مُوسَى يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا يَا لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ قَالَ نَعَمْ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ بَيْنَا أَنَا أَمْشِي إِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِي فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَرُعِبْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ فَحَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ تَابَعَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ وَأَبُو صَالِحٍ وَتَابَعَهُ هِلَالُ بْنُ رَدَّادٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ يُونُسُ وَمَعْمَرٌ بَوَادِرُهُ

"عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: سب سے پہلی وحی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنی شروع ہوئی، وہ اچھے خواب تھے، جو بحالت نیند آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تھے، چنانچہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب دیکھتے تو وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہوجاتا، پھر تنہائی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت ہونے لگی اور غار حرا میں تنہا رہنے لگے، اور قبل اس کے کہ گھر والوں کے پاس آنے کا شوق ہو، وہاں تحنث کیا کرتے، تحنث سے مراد کئی راتیں عبادت کرنا ہے (گناہوں سے بچنا) اور اس کے لئے توشہ ساتھ لے جاتے پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آتے اور اسی طرح توشہ لے جاتے، یہاں تک کہ جب وہ غار حرا میں تھے، حق آیا، چنانچہ ان کے پاس فرشتہ آیا اور کہا پڑھ، آپ نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں: مجھے فرشتے نے پکڑ کر زور سے دبایا، یہاں تک کہ مجھے تکلیف محسوس ہوئی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھ! میں نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، پھر دوسری بار مجھے پکڑا اور زور سے دبایا، یہاں تک کہ میری طاقت جواب دینے لگی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھ! میں نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تیسری بار پکڑ کر مجھے زور سے دبایا پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھ! اپنے رب کے نام سے جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھ اور تیرا رب سب سے بزرگ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دہرایا اس حال میں کہ آپ کا دل کانپ رہا تھا چنانچہ آپ خدیجہ بنت خویلد کے پاس آئے اور فرمایا: مجھے کمبل اڑھا دو، مجھے کمبل اڑھا دو، تو لوگوں نے کمبل اڑھا دیا، یہاں تک کہ آپ کا ڈر جاتا رہا، خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سارا واقعہ بیان کر کے فرمایا: مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہرگز نہیں، اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ

آپ ﷺ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا، آپ ﷺ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، ناتوانوں کا بوجھ اپنے اوپر لیتے ہیں، محتاجوں کے لئے کماتے ہیں، مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں مصیبتیں اٹھاتے ہیں، پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو لے کر ورقہ بن نوفل بن اسید بن عبدالعزی کے پاس گئیں جو خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے، زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے اور عبرانی کتاب لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ انجیل کو عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے، جس قدر اللہ نے چاہا، نابینا اور بوڑھے ہو گئے تھے، ان سے خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے میرے چچا زاد بھائی اپنے بھتیجے کی بات سنو، آپ سے ورقہ نے کہا: اے میرے بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو؟ تو جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تھا، بیان کر دیا، ورقہ نے آپ سے کہا: یہی وہ ناموس ہے، جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا، کاش میں نوجوان ہوتا، کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا، جب تمھاری قوم تمھیں نکال دے گی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ! کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے جواب دیا، ہاں! جو چیز تو لے کر آیا ہے اس طرح کی چیز جو بھی لے کر آیا اس سے دشمنی کی گئی، اگر میں تیرا زمانہ پاؤں تو میں تیری پوری مدد کروں گا، پھر زیادہ زمانہ نہیں گذرا کہ ورقہ کا انتقال ہو گیا اور وحی کا آنا کچھ دنوں کے لئے بند ہو گیا۔

ابن شہاب نے کہا: مجھ سے ابو سلمہ بن عبدالرحمن بیان کیا: جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ وحی کے رکنے کی حدیث بیان کر رہے تھے، تو اس حدیث میں بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ بیان فرما رہے تھے کہ ایک بار میں جا رہا تھا تو آسمان سے ایک آواز سنی، نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ تھا، جو میرے

پاس حرا میں آیا تھا، آسمان و زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، مجھ پر رعب طاری ہو گیا اور واپس لوٹ کر میں نے کہا: مجھے کمبل اڑھا دو مجھے کمبل اڑھا دو، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾

"اے کمبل اوڑھنے والے اٹھ اور لوگوں کو ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑے کو پاک رکھ اور ناپاکی کو چھوڑ دے۔"

پھر وحی کا سلسلہ گرم ہو گیا اور لگاتار آنے لگی۔"

[رواه البخاري (٣) في بدء الوحي، ومسلم رقم (١٦٠) في الإيمان، باب بدء الوحي.]

آخری سورۃ اور آخری ایت

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ آخِرُ سُورَةٍ نَزَلَتْ كَامِلَةً بَرَائَةٌ وَ آخِرُ سُورَةٍ نَزَلَتْ خَاتِمَةُ سُورَةِ النِّسَاءِ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ

"براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو سورۃ سب سے آخر میں پوری اتری ہے وہ سورۃ برأت ہے، اور آخری آیت جو اتری، تو وہ سورۃ نساء کی آیت ہے:

﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [النساء: ١٧٦]

"وہ تجھ سے فتویٰ مانگتے ہیں، کہہ دے اللہ تمھیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے، اگر کوئی آدمی مر جائے، جس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کے لیے اس کا نصف ہے جو اس نے چھوڑا اور وہ (خود) اس

(بہن) کا وارث ہوگا، اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو۔ پھر اگر وہ دو (بہنیں) ہوں تو ان کے لیے اس میں سے دو تہائی ہوگا جو اس نے چھوڑا اور اگر وہ کئی بھائی بہن مرد اور عورتیں ہوں تو مرد کے لیے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہوگا۔ اللہ تمھارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ ❶

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةُ الرِّبَا

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آخر میں جو آیت نازل ہوئی وہ سود کے متعلق تھی۔

[أخرجه البخاري (٤٥٤٤) في تفسير سورة البقرة، باب (واتقوا يوما ترجعون فيه إلى الله).]

امام ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا: ایک قول یہ ہے کہ آخری سورت النصر ہے، اس کے نزول کے وقت میں کئی اقوال ہیں حق کے زیادہ قریب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ حجۃ الوداع میں نازل ہوئی اس کو سورۃ التودیع بھی کہتے ہیں، اس کے بعد (آیت) ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾۔ (المائدہ: ۳) نازل ہوئی، اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی (۸۰) دن زندہ رہے، اس کے بعد (آیت) ﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ﴾۔ (النساء: ۱۷۶) نازل ہوئی۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پچاس دن زندہ رہے، پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی آیت) ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾۔ (التوبہ: ۱۲۸) اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پینتیس (۳۵) دن زندہ رہے،

---

❶ رواه البخاري (٤٣٦٤) في تفسير سورة النساء، باب (يستفتونك قل الله يفتيكم في الكلالة) ومسلم رقم (١٦١٨) في الفرائض، باب آخر آية أنزلت آية الكلالة.]

پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی آیت) ﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللّٰهِ﴾ ۔(البقرہ:۲۸۱) اس کے بعد نبی کریم ﷺ اکیس دن زندہ رہے اور مقاتل نے کہا سات دن زندہ رہے، یہ ترتیب ابو الفضل محمد بن یزید نے ذکر کی ہے۔

[اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۵۶۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ]

اس تحقیق کے اعتبار سے سورۃ النساء کی اس آیت کو جو آخری آیت کہا گیا ہے اس سے مراد آخری اضافی ہے۔ یعنی آخر میں اترنی والی آیات یہ ہیں۔

بقرۃ کی ایات کے بعد شراب کی تجارت حرام ہوگئی

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: لَمَّا أُنْزِلَتِ الْآيَاتُ الْأَوَاخِرُ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَاهُنَّ فِي الْمَسْجِدِ، فَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ.

"عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا جب سورۃ البقرہ کی آخری آیتیں نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور مسجد میں انھیں پڑھ کر سنایا اس کے بعد شراب کی تجارت حرام ہوگئی۔

[صحیح بخاری (۴۵۴۱) بَاب يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا يُذْهِبُهُ]

قرآن کی ترتیب جبرائیل علیہ السلام نے بتائی

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا إِذْ شَخَصَ بِبَصَرِهِ ثُمَّ صَوَّبَهُ حَتَّى كَادَ أَنْ يُلْزِقَهُ بِالْأَرْضِ قَالَ ثُمَّ شَخَصَ بِبَصَرِهِ فَقَالَ أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَمَرَنِي أَنْ أَضَعَ هَذِهِ الْآيَةَ بِهَذَا الْمَوْضِعِ مِنْ هَذِهِ السُّورَةِ إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ

"عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نبی ﷺ کے پاس

بیٹھا ہوا تھا، اچانک آپ ﷺ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور آپ ﷺ اتنے نیچے ہوئے کہ زمین سے لگنے کے قریب ہو گئے، تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ نے آنکھیں اوپر کیں اور فرمایا: ابھی ابھی میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے اور انھوں نے مجھ سے کہا: میں یہ آیت فلاں سورۃ کی فلاں جگہ پر رکھ لوں،

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾

[النحل (۹۰)۔ مسند احمد (۱۷۹۱۸)]

عَنْ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوسُفَ يَقُولُ وَهُوَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ أَلِّفُوا الْقُرْآنَ كَمَا أَلَّفَهُ جِبْرِيلُ السُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا الْبَقَرَةُ وَالسُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا النِّسَاءُ وَالسُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا آلُ عِمْرَانَ

"اعمش کہتے ہیں: میں نے حجاج بن یوسف سے سنا وہ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ تم قرآن کو ایسے جمع کرو جیسا قرآن کو جبرائیل علیہ السلام نے جمع کیا ہے، وہ سورۃ کہ جس میں بقرہ کا ذکر کیا گیا، اور وہ سورۃ کہ جس میں النساء کا ذکر کیا گیا، اور وہ سورۃ کہ جس میں آل عمران کا ذکر کیا گیا ہے۔"

[أخرجه البخاری (۱۷۵۰) بَابُ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ]

قرآن کتنے عرصے میں نازل ہوا

عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرًا

"عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نبوت کے بعد دس سال مکہ معظمہ میں مقیم رہے اس عرصہ میں قرآن کریم آپ ﷺ پر برابر

نازل ہوتا رہا، پھر ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور دس برس قیام فرمایا۔"
[أخرجه البخاري: (٧٨٤٩) باب: كَيْفَ نَزَلَ الْوَحْيُ، وَأَوَّلُ مَا نَزَلَ.]

﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ کب نازل ہوئی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا قَالَ نَزَلَتْ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخْتَفٍ بِمَكَّةَ كَانَ إِذَا صَلَّى بِأَصْحَابِهِ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ فَإِذَا سَمِعَهُ الْمُشْرِكُونَ سَبُّوا الْقُرْآنَ وَمَنْ أَنْزَلَهُ وَمَنْ جَاءَ بِهِ فَقَالَ اللهُ تَعَالَى لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ أَيْ بِقِرَاءَتِكَ فَيَسْمَعَ الْمُشْرِكُونَ فَيَسُبُّوا الْقُرْآنَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا عَنْ أَصْحَابِكَ فَلَا تُسْمِعُهُمْ وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ آیت

﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾۔ [الاسراء: ۱۱۰]

"اور اپنی نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھیے اور نہ بالکل چپکے چپکے ہی پڑھیے اور دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کر لیجیے۔"

مکہ میں اس وقت نازل ہوئی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے مشرک جب سنتے تو قرآن اس کے اتارنے والے اور جس پر اتارا جا رہا تھا سب کو برا بھلا کہا کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾۔ [الاسراء: ۱۱۰]

"اور اپنی نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھیے اور نہ بالکل چپکے چپکے ہی پڑھیے اور دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کر لیجیے۔"

قراءت نہ تو زیادہ بلند ہونی چاہیے کہ مشرکین سن کر بکواس کرنے لگیں اور

نہ اتنی آہستہ ہونی چاہیے کہ آپ کے ساتھ والے بھی نہ سن سکیں بلکہ قراءت درمیانی آواز میں ہونی چاہیے۔ [1]

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَمَ﴾ کب نازل ہوئی

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾ [النساء: ٩٤]

"اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) سفر پر نکلو تو تحقیق کر لیا کرو اور اس کو جو تمھیں سلام کرے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے، تم (ایک مسلمان کو کافر کہہ کر مارنے کے بعد مال غنیمت کی صورت میں) دنیوی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو تو (یقین کرو) اللہ کے پاس بہت اَموالِ غنیمت ہیں۔ اس سے پیشتر تم (بھی) تو ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا (اور تم مسلمان ہو گئے) پس (دوسروں کے بارے میں بھی) تحقیق کر لیا کرو۔ بیشک اللہ تمھارے کاموں سے خبردار ہے۔"

اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ کچھ مسلمان کسی جہاد سے واپس آرہے تھے کہ انھیں راستہ میں ایک گڈریا ملا تو اس نے مسلمانوں سے السلام علیکم کہا، مسلمانوں نے اس کو مار ڈالا اور اس کی تمام بکریاں لے لیں چنانچہ اس

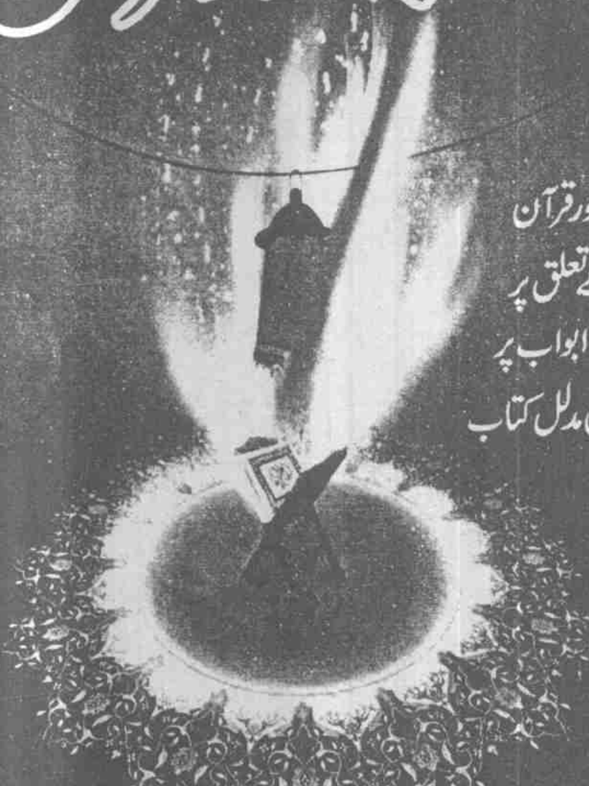
---

[1] صحيح البخاري (٤٧٢٢) في تفسير سورة بني إسرائيل، باب (ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها) ومسلم رقم (٤٤٦) في الصلاة، باب التوسط في القراءة في الصلاة الجهرية.]

وقت یہ آیت نازل ہوئی ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت میں السلام کا لفظ پڑھا ہے۔ ❶

❶ صحیح البخاری (٤٥٩١) فی تفسیر سورة النساء، باب (ولا تقولوا لمن ألقی إلیکم السلام لست مؤمنا)، ومسلم رقم (٣٠٢٥) فی التفسیر۔]

صحابہ اور قرآن



صحابہ اور قرآن
کے تعلق پر
30 ابواب پر
مشتمل مدلل کتاب

مرتب محمد طیب محمدی

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن کے گواہ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن کے گواہ ہیں، انھوں نے قرآن اترتا دیکھا ہے، کس موقع پر کون سی سورۃ اتری، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھتے دیکھا ہے، آپ نے کس موقع پر قرآن کی کون سی سورۃ پڑھی، کس نماز میں کون سی سورۃ پڑھی، کس کو جواب دیتے وقت کون سی ایت پڑھی۔

مجھے ڈر تھا کہیں میری ران ٹوٹ ہی نہ جائے

"سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے مروان بن حکم کو مسجد میں دیکھا تو میں آ کر اس کے پہلو میں بیٹھ گیا، تو اس نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مجھے لکھوائی:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ۔[النساء:۹۵]

"گھروں میں بیٹھ رہنے والے ایماندار اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، اتنے میں ابن ام مکتوم آئے تو اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر مجھے جہاد کی طاقت ہوتی تو میں ضرور جہاد کرتا اور وہ نابینا تھے۔

فَأَنْزَلَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفَخِذُهُ عَلَى فَخِذِي، فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتَّى خِفْتُ أَنْ تَرُضَّ فَخِذِي، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ

رسول اللہ ﷺ میری ران کو اپنی ران سے دبائے ہوئے بیٹھے تھے کہ اسی حال میں آپ ﷺ پر وحی آئی اور میری ران پر اتنا بوجھ اور وزن پڑا کہ میں نے خیال کیا کہ کہیں میری ہڈی نہ ٹوٹ جائے، جب یہ وزن کم ہوا تو یہ الفاظ نازل ہوئے:

﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ ❶

پوری ایت اس طرح ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ [النساء:٩٥]

تو پیشانی سے پسینہ بہہ پڑتا

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْيَانًا يَأْتِينِي مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيدِ الْبَرْدِ فَيَفْصِمُ عَنْهُ وَإِنَّ جَبِينَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا

❶ صحيح البخاری (٢٨٣٢) فی الجهاد، باب (لا يستوی القاعدون من المؤمنين غير أولی الضرر)]

”ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حارث بن ہشام نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا تھا: یا رسول اللہ! آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کبھی وحی نازل ہوتے وقت کبھی مجھ کو گھنٹی کی سی آواز محسوس ہوتی ہے اور وحی کی یہ کیفیت مجھ پر بہت شاق گذرتی ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میرے دل و دماغ پر اس (فرشتے) کے ذریعہ نازل شدہ وحی محفوظ ہوجاتی ہے اور کسی وقت ایسا ہوتا ہے کہ فرشتہ بشکل انسان میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے۔ پس میں اس کا کہا ہوا یاد رکھ لیتا ہوں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے سخت کڑاکے کی سردی میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور جب اس کا سلسلہ موقوف ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی۔“ [1]

﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ کے گواہ

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى إِذَا انْفَلَقَ الْقَمَرُ فِلْقَتَيْنِ فَكَانَتْ فِلْقَةٌ وَرَاءَ الْجَبَلِ وَفِلْقَةٌ دُونَهُ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْهَدُوا [2]

”عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ کے ہمراہ منیٰ میں تھے کہ چاند پھٹ گیا دو ٹکڑوں میں پس ایک ٹکڑا تو پہاڑ کے پیچھے چلا گیا اور دوسرا دوسری طرف تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا گواہ ہو جاؤ۔“

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِلْقَتَيْنِ فَسَتَرَ الْجَبَلُ فِلْقَةً وَكَانَتْ فِلْقَةٌ فَوْقَ الْجَبَلِ

---

[1] صحیح بخاری (۲) فی بدء الوحی، وفی تفسیر، باب قول اللّٰہ تعالی: (لا تحرک بہ لسانک)۔]

[2] رواہ البخاری (۳۶۳۶) فی الأنبیاء، باب سؤال المشرکین أن یریھم النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آیة فأراھم انشقاق القمر، ومسلم رقم (۲۸۰۰) فی صفات المنافقین، باب انشقاق القمر.]

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ مبارک میں چاند دو ٹکڑوں میں پھٹ گیا پس ایک ٹکڑے کو پہاڑ نے چھپا لیا اور دوسرا ٹکڑا پہاڑ کے اوپر تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے اللہ گواہ رہ۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى فَانْشَقَّ الْقَمَرُ فَلْقَتَيْنِ فَلْقَةٌ مِنْ وَرَاءِ الْجَبَلِ وَفَلْقَةٌ دُونَهُ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْهَدُوا يَعْنِي اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ

"ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم منیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے) چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اس پار اور دوسرا اس پار۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: گواہ رہنا یعنی ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ [القمر: ۱] (قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا)۔

[جامع ترمذی (۳۲۸۵) و (۳۲۸۷) باب ومن سورۃ القمر.]

پردہ کی آیت سے میں اچھی طرح واقف ہوں

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے تو ان کی عمر دس برس کی تھی۔ میری ماں اور بہنیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے مجھ کو تاکید کرتی رہتی تھیں۔ چنانچہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس برس تک خدمت کی اور جب آپ کی وفات ہوئی تو میں بیس برس کا تھا۔ پردہ کے متعلق میں سب سے زیادہ جاننے والوں میں سے ہوں کہ کب نازل ہوا۔ سب سے پہلے یہ حکم اس وقت نازل ہوا تھا۔" [1]

---

[1] صحیح بخاری (٥١٦٦) بَابُ الْوَلِيمَةُ حَقٌّ.]

اس کے بعد انس رضی اللہ عنہ نے پردے کے نزول کا واقعہ بیان فرمایا۔

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب سے نکاح کیا اور پھر ولیمہ کا کھانا کھانے کے لئے مجھے لوگوں کو بلانے کے لئے بھیجا، تو میں آدمیوں کو بلا کر لایا، وہ کھا کر چلے گئے پھر دوسروں کو لایا وہ بھی چلے گئے آخر میں نے عرض کیا: سب چلے گئے، آپ نے کھانا اٹھانے کا حکم دیا، مگر تین آدمی بیٹھے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور پھر عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف گئے اور ان کو سلام کیا اور کہا: السلام علیکم اهل البیت و رحمة الله، عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی جواب میں وعلیکم السلام و رحمة الله کہا اور دریافت کیا

كَيْفَ وَجَدْتَ أَهْلَكَ بَارَكَ اللهُ لَكَ فَتَقَرَّى حُجَرَ نِسَائِهِ كُلِّهِنَّ يَقُولُ لَهُنَّ كَمَا يَقُولُ لِعَائِشَةَ وَيَقُلْنَ لَهُ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا ثَلَاثَةٌ مِنْ رَهْطٍ فِي الْبَيْتِ يَتَحَدَّثُونَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَدِيدَ الْحَيَاءِ فَخَرَجَ مُنْطَلِقًا نَحْوَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَمَا أَدْرِي آخْبَرْتُهُ أَوْ أُخْبِرَ أَنَّ الْقَوْمَ خَرَجُوا فَرَجَعَ حَتَّى إِذَا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي أُسْكُفَّةِ الْبَابِ دَاخِلَةً وَأُخْرَى خَارِجَةً أَرْخَى السِّتْرَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَأُنْزِلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ [1]

آپ نے اپنی بیوی کو کیسا پایا اللہ تعالیٰ آپ کو مبارک فرمائے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سب بیویوں کے پاس تشریف لے گئے۔ سب کو السلام علیکم کہا اور سب ہی نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح جواب دیا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ وہ لوگ ابھی تک بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے

---

[1] صحيح البخاري (٤٧٩٣) في تفسير سورة الأحزاب، باب قوله: (لا تدخلوا بيوت النبي إلا أن يؤذن لكم) ومسلم رقم (١٤٢٨) في النكاح، باب زواج زينب بنت جحش ونزول الحجاب.]

تھے، رسول اللہ ﷺ کو انھیں دیکھ کر بڑی شرم سی محسوس ہونے لگی اور کچھ کہہ نہ سکے اور پھر عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف جا کر ٹہلنے لگے، پھر جب وہ لوگ چلے گئے تو میں نے یا کسی نے آپ کو خبر دی آپ تشریف لائے مگر ابھی چوکھٹ کے اندر ایک ہی قدم رکھا تھا کہ آپ ﷺ نے پردہ ڈال دیا اور اندر چلے گئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل فرمائی۔"

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا﴾ ۔[الأحزاب:٥٣]

اے ایمان والو! نبی (مکرم ﷺ) کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، سوائے اس کے کہ تمھیں کھانے کے لئے اجازت دی جائے (پھر وقت سے پہلے پہنچ کر) کھانا پکنے کا انتظار کرنے والے نہ بنا کرو، ہاں جب تم بلائے جاؤ تو (اس وقت) اندر آیا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو (وہاں سے اٹھ کر) فوراً منتشر ہوجایا کرو اور وہاں باتوں میں دل لگا کر بیٹھے رہنے والے نہ بنو۔ یقیناً تمھارا ایسے (دیر تک بیٹھے) رہنا نبی (اکرم) کو تکلیف دیتا ہے اور وہ تم سے (اُٹھ جانے کا کہتے ہوئے) شرماتے ہیں اور اللہ حق (بات کہنے) سے نہیں شرماتا، اور جب تم ان (ازواجِ مطہرات) سے کوئی سامان مانگو تو ان

سے پسِ پردہ پوچھا کرو، یہ (ادب) تمھارے دلوں کے لئے اور ان کے دلوں کے لئے بڑی طہارت کا سبب ہے، اور تمھارے لئے (ہرگز جائز) نہیں کہ تم رسول اللہ (ﷺ) کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ (جائز) ہے کہ تم ان کے بعد ابد تک ان کی اَزواج (مطہرات) سے نکاح کرو، بیشک یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ) ہے۔

آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے اور میں نے بھی جانے کا قصد کیا مگر آپ نے پردہ ڈال دیا پھر میں واپس آ گیا۔

﴿وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا﴾ کب نازل ہوئی

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَارٍ فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا فَجَعَلْنَا نَتَلَقَّاهَا مِنْهُ فَخَرَجَتْ حَيَّةٌ مِنْ جَانِبِ الْغَارِ فَقَالَ اقْتُلُوْهَا فَتَبَادَرْنَاهَا فَسَبَقَتْنَا فَقَالَ إِنَّهَا وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيْتُمْ شَرَّهَا

"ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ کسی غار میں تھے، وہاں نبی ﷺ پر سورۃ مرسلات نازل ہوئی، ہم نبی ﷺ سے سن کر اسے یاد کرنے لگے، اچانک ایک سانپ اپنے بل سے نکل آیا، ہم جلدی سے آگے بڑھے لیکن وہ ہم پر سبقت لے گیا اور اپنے بل میں گھس گیا، نبی ﷺ نے فرمایا: وہ تمھارے شر سے بچ گیا جیسے تم اس کے شر سے بچ گئے۔"

[رواه البخاری (٤٩٣٠) فی تفسیر سورة (والمرسلات)، ومسلم رقم (٢٢٣٤) فی السلام.]

جب آپ نے ﴿وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا﴾ پڑھی

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَّ

خَطًّا وَخَطَّ خَطَّيْنِ عَنْ يَمِينِهِ وَخَطَّ خَطَّيْنِ عَنْ يَسَارِهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ فِي الْخَطِّ الْأَوْسَطِ فَقَالَ هَذَا سَبِيلُ اللهِ ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ

"جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ آپ ﷺ نے ایک لکیر کھینچی دو لکیریں اس لکیر کی دائیں جانب اور کھینچی دو لکیریں اس لکیر کی بائیں جانب پھر رکھنا اپنا ہاتھ درمیان والی لکیر پر اور فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾

"میرے راستہ سیدھا پس اتباع کرو اس کی اور نہ پیروی کرو ایسے راستوں کی جو جدا کر دیں تمھیں اس کے راستے سے۔"

[سنن ابن ماجه (١١) بَاب اتِّبَاعِ سُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]

رات کو بیدار ہوتے ہی قرآن کی تلاوت

أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهُ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا فَنَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ

إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى يَفْتِلُهَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ ایک شب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رہے اور وہ ان کی خالہ ہیں، ابن عباس کہتے ہیں میں بستر کے عرض میں لیٹ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اس کے طول میں لیٹیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے، جب آدھی رات ہوئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس سے کچھ بعد، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور نیند میں اپنے چہرہ کو اپنے ہاتھ سے ملتے ہوئے بیٹھ گئے، پھر سورۃ آل عمران کی آخری دس آیتیں آپ نے پڑھیں، اس کے بعد ایک لٹکی ہوئے مشک کی طرف (متوجہ ہوکر) آپ کھڑے ہو گئے اور اس سے وضو کیا، اس کے بعد نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے، ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں بھی اٹھا اور جس طرح آپ نے کیا تھا، میں نے بھی کیا، پھر میں گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں پہلو میں کھڑا ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا داہنا کان پکڑ کر اسے مروڑا اور مجھے اپنی داہنی جانب کرلیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے، جب مؤذن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور صبح کی نماز پڑھی۔" [1]

---

[1] رواہ البخاری (١٨٣) قراءة القرآن بعد الحدث وغيره، وفي العلم، باب السمر في العلم، ومسلم رقم (٧٦٣) في صلاة المسافرين.]

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ﴾ کے نزول کے وقت آپ کی کیفیت

"ابن عباس آیت ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ﴾ کے متعلق بیان کرتے ہیں: جب جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر اترتے اور آپ ﷺ اپنی زبان اور ہونٹوں کو حرکت دیتے، تو آپ کو تکلیف ہوتی اور یہ آپ کی ہونٹوں کی حرکت سے معلوم ہوتا، تو اللہ تعالیٰ نے آیت جو سورۃ القیامۃ میں ہے، نازل فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ﴾ آپ کے سینہ میں اس کا جمع کرنا ہمارے ذمہ ہے اور اس کا پڑھوانا، پھر جب ہم پڑھیں تو اس کے پڑھنے کی اتباع کیجئے یعنی جب ہم اس کو نازل کریں تو آپ اس کو غور سے سنئے پھر ہم پر اس کا بیان کرنا یعنی آپ کی زبان سے ہم اس کو بیان کرا دیں گے، ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام آتے تو آپ ﷺ اپنا سر جھکا لیتے اور جب وہ چلے جاتے تو آپ اس کو پڑھتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا۔" [1]

آیت کے مطابق آپ کا اشارہ

أَنَّ أَبَا يُونُسَ سُلَيْمَ بْنَ جُبَيْرٍ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقْرَأُ هَذِهِ الْآيَةَ إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى سَمِيعًا بَصِيرًا قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ إِبْهَامَهُ عَلَى أُذُنِهِ وَالَّتِي تَلِيهَا عَلَى عَيْنِهِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا وَيَضَعُ إِصْبَعَيْهِ قَالَ ابْنُ يُونُسَ قَالَ الْمُقْرِءُ

[1] رواہ البخاری (٥) فی بدء الوحی، وفی تفسیر سورۃ القیامۃ، باب قول اللہ تعالی: (لا تحرک بہ لسانک)، ومسلم رقم (٤٤٨) فی الصلاۃ، باب الاستماع للقراءۃ.]

يَعْنِي إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ يَعْنِي أَنَّ لِلَّهِ سَمْعًا وَبَصَرًا قَالَ أَبُو دَاوُد وَهٰذَا رَدٌّ عَلَى الْجَهْمِيَّةِ

"ابو یونس سلیم بن جبیر جو ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں، وہ فرماتے ہیں: میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾۔ [النسا:٥٩]

پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنا انگوٹھا کان مبارک پر رکھے ہوئے ہیں اور شہادت کی انگلی کو اپنی آنکھ پر رکھے ہوئے ہیں (سمیعا بصیرا پڑھتے وقت، اشارہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی صفت سمع وبصر کی طرف) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ یہ ایت پڑھتے ہیں اور اپنی دونوں انگلیاں (کان اور آنکھ پر) رکھتے ہیں۔"

محمد بن یونس نے کہا کہ عبداللہ بن یزید المقری نے فرمایا: کہ یہ اشارہ کرنا جہمیہ پر رد ہے (وہ صفات باری تعالیٰ کے قائل نہیں)

[أخرجه أبوداود (٤٧٢٨) في السنة، باب في الجهمية، وإسناده صحيح.]

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ کب نازل ہوئی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمِّهِ عِنْدَ الْمَوْتِ قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَبَىٰ فَأَنْزَلَ اللَّهُ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ الْآيَةَ

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے ان کی موت

کے وقت فرمایا لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ کہہ دو میں قیامت کے دن اس کی گواہی دے دوں گا ابوطالب نے انکار کر دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت

﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾۔[القصص:٥٦]

نازل فرمائی

"بے شک تو ہدایت نہیں کر سکتا جسے تو چاہے لیکن اللہ ہدایت کرتا ہے جسے چاہے اور وہ ہدایت والوں کو خوب جانتا ہے۔" [1]

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ﴾

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَائَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِيْ أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِيْ طَالِبٍ يَا عَمِّ قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ أَبُوْ جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ أُمَيَّةَ يَا أَبَا طَالِبٍ أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيَعُوْدَانِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتّٰى قَالَ أَبُوْ طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ هُوَ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأَبٰى أَنْ يَقُوْلَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا وَاللّٰهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ الْآيَةَ

"سعید بن مسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جب ابوطالب کی

---

[1] رواہ مسلم رقم (٢٥) فی الایمان، باب الدلیل علی صحۃ إسلام من حضرہ الموت ما لم یشرع فی النزع وھو الغرغرۃ، والترمذی رقم (٣١٨٧) باب ومن سورۃ القصص.]

وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ان کے پاس ابوجہل بن ہشام، عبداللہ بن امیہ بن مغیرہ کو دیکھا رسول اللہ ﷺ نے ابوطالب کو خطاب کر کے کہا اے میرے چچا جان آپ (لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ) کہہ دیجیے میں اللہ کے نزدیک اس کلمہ کی شہادت دوں گا۔ ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے کہا: اے ابوطالب کیا تم عبدالمطلب کے دین سے پھر جاو گے؟ رسول اللہ ﷺ ابوطالب کے سامنے اس کلمہ کو پیش کرتے رہے اور یہ دونوں وہی بات پھر کہتے۔ یہاں تک کہ ابوطالب نے اپنی آخری گفتگو میں جو کہا وہ یہ کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور (لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ) کہنے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واللہ میں تمھارے لئے دعا مغفرت کرتا رہوں گا جب تک کہ میں اس سے روکا نہ جاؤں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾۔ [التوبة:١١٣] ❶

﴿يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ﴾ کب نازل ہوئی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ كَانُوا قَدْ قَتَلُوا وَأَكْثَرُوا وَزَنَوْا وَأَكْثَرُوا فَأَتَوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّ الَّذِي تَقُولُ وَتَدْعُو إِلَيْهِ لَحَسَنٌ لَوْ تُخْبِرُنَا أَنَّ لِمَا عَمِلْنَا كَفَّارَةً فَنَزَلَ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ

❶ رواه البخاري (٤٦٧٥) تفسير سورة براءة، باب قوله تعالى: (ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين)، ومسلم رقم (٢٤) في الإيمان، باب الدليل على صحة إسلام من حضره الموت مالم يشرع في النزع.]

إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَنَزَلَتْ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللهِ

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مشرکین میں سے کچھ لوگوں نے بہت زیادہ قتل اور بہت کثرت سے زنا کیا تھا تو وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا: جو کچھ آپ کہتے ہیں اور جس کی طرف بلاتے ہیں بہت اچھا ہے اگر آپ بتلا دیں کہ جو کچھ ہم نے کیا ہے وہ معاف ہو جائے گا تو اس پر یہ آیت اتری اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ ہی کسی جان کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے ناحق قتل کرتے ہیں اور نہ ہی زنا کرتے ہیں اور یہ آیت اتری:

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ﴾

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجیے: اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔" [1]

﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ﴾ کا نزول

أَنَّ عَبْدَ اللهِ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ اللهِ قَالَ أَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جَارِكَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ تَصْدِيقَهَا وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا

---

[1] صحیح بخاری (٤٨١٠) باب قَوْلُهُ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ.]

”عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ کے ہاں گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بناؤ حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے؟ اس نے عرض کیا پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرے کہ وہ کھانے میں تیرے ساتھ شریک ہو اس نے عرض کیا پھر کونسا گناہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تم اپنے ہمسائے کی عورت سے زنا کرو پھر آپ ﷺ کے اس فرمان کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور جو لوگ اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں پکارتے اور نہ ہی ناحق قتل کرتے ہیں اور نہ ہی زنا کرتے ہیں اور جو لوگ ایسے کام کریں گے وہ اپنی سزا پالیں گے۔“ [1]

[صحیح بخاری (٦٨٦١) باب قول اللہ تعالیٰ: وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ].

﴿مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَه﴾ آپ نے کس موقع پر پڑھی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ لِرَجُلٍ أَجْرٌ وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَعَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَأَطَالَ لَهَا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذَلِكَ فِي الْمَرْجِ وَالرَّوْضَةِ كَانَ لَهُ حَسَنَاتٍ وَلَوْ أَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ آثَارُهَا وَأَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَ بِهِ كَانَ ذَلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ فَهِيَ لِذَلِكَ الرَّجُلِ أَجْرٌ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا وَلَمْ يَنْسَ حَقَّ اللهِ فِي رِقَابِهَا وَلَا ظُهُورِهَا فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِئَاءً وَنِوَاءً فَهِيَ عَلَى ذَلِكَ وِزْرٌ فَسُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ عَنِ الْحُمُرِ قَالَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ فِيهَا إِلَّا هٰذِهِ الْآيَةَ الْفَاذَّةَ الْجَامِعَةَ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑے تین قسم کے لوگوں کے پاس ہوتے ہیں ایک شخص کے لئے اجر کا باعث دوسرے کے لئے پردہ پوشی اور تیسرے کے لئے گناہ کا سبب ہے وہ شخص جس کے لئے اجر کا سبب ہے تو وہ شخص ہے جس نے اسے اللہ کے راستہ میں باندھا اور اس کو کسی چراگاہ یا باغ میں لمبی رسی سے باندھا اس چراگاہ اور باغ میں اسی رسی کے طول میں جہاں تک پہنچے اس کو ثواب ملے گا اور اگر اس نے رسی توڑ دی ایک یا دو اونچی جگہ پر کودا تو اس کے قدم اور پھد کنے کے بدلے ثواب ملے گا اور اگر وہاں ایک نہر کے پاس سے گزرا اور اس سے پانی پی لیا حالانکہ اس سے پلانے کا قصد نہیں تھا تو اس میں اس کے لئے نیکیاں ہیں یہ گھوڑا اس آدمی کے لئے باعث اجر ہے اور وہ شخص جس نے تجارت میں نفع حاصل کرنے اور سوال سے بچنے کے لئے گھوڑا باندھا اور اس کی گردن اور پیٹھ میں اللہ کا حق نہ بھولا (اس کی زکوۃ دی) تو یہ اس کے لئے پردہ پوشی ہے اور وہ شخص جس نے اس کو فخر وغرور اور ریا کے لئے باندھا تو یہ اس پر گناہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر اس کے متعلق بجز اس جامع آیت کے کوئی اور آیت نازل نہیں ہوئی:

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾۔ [الزلزال:٧]

"جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر برائی کرے گا، وہ اس کو دیکھ لے گا۔" [1]

﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ﴾ کب پڑھی

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ أَفَلَا نَتَّكِلُ قَالَ لَا اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ ثُمَّ قَرَأَ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ

"علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کا ٹھکانا جنت اور دوزخ میں نہ لکھ دیا ہو، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر ہم اس پر بھروسہ کیوں نہ کرلیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں (بلکہ) عمل کرو، اس لئے کہ ہر شخص کو اسی چیز میں آسانی ہوجاتی ہے جس کے لئے پیدا کیا گیا ہے، پھر آپ نے آیت ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ○ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ﴾ تک پڑھی۔ [2]

﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ کب پڑھی

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ وَحَوْلَ الْكَعْبَةِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَسِتُّونَ نُصُبًا فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُودٍ فِي يَدِهِ وَجَعَلَ يَقُولُ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ الْآيَةَ

---

[1] رواه البخاری (٢٨٦٠) باب: الخَيلُ لِثَلاثَةٍ وَقَولُهُ تَعَالَى: (وَالخَيلَ وَالبِغَالَ وَالحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لاَ تَعْلَمُونَ)] [2] رواه البخاری (٤٩٤٥) فی تفسیر سورة (والليل إذا يغشى)، ومسلم رقم (٢٦٤٧) فی القدر، باب كيفية الخلق الآدمی فی بطن أمه.]

”عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اس وقت کعبہ کے چاروں طرف تین سو ساٹھ بت تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان بتوں کو مار کر گرانے لگے اور یہ آیت تلاوت کرنے لگے:

﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ ❶

[الإسراء (۸۱)]

﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ کب پڑھی

”ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے، یکایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص آیا اور اس نے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے) پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور (آخرت میں) اللہ کے ملنے پر اور اللہ کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور قیامت کا یقین کرو، (پھر) اس شخص نے کہا: اسلام کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ شرک نہ کرو اور نماز پڑھو اور زکوۃ مفروضہ ادا کیا کرو اور رمضان کے روزے رکھو، اس شخص نے کہا: احسان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت (اس خشوع اور خلوص سے) کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر (یہ حالت) نہ (حاصل ہو) کہ تم اس کو دیکھتے ہو تو خیال رہے کہ وہ تمھیں دیکھتا ہے، (پھر) اس شخص نے کہا: قیامت کب ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے یہ بات

---

❶ رواه البخاري (۲٤٧٨) المغازي، وفي باب أين ركز النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الراية يوم الفتح، ومسلم رقم (۱۷۸۱) في الجهاد، باب إزالة الأصنام من حول الكعبة.]

پوچھی جارہی ہے (وہ خود) سائل سے زیادہ (اس کو) نہیں جانتا (بلکہ ناواقفی میں دونوں برابر ہیں) اور میں تم کو اس کی علامتیں بتائے دیتا ہوں، جب لونڈی اپنے سردار کو جنے اور جب سیاہ اونٹوں کو چرانے والے عمارتوں میں رہنے لگیں (تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب ہے اور قیامت کا علم تو) ان پانچ چیزوں میں ہے کہ جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر نبی ﷺ نے

﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾۔ [لقمان:٣٤]

پوری آیت تلاوت فرمائی، اس کے بعد وہ شخص چلا تو آپ ﷺ نے (صحابہ سے) فرمایا کہ اس کو میرے پاس واپس لاؤ (چنانچہ) لوگ اس کو واپس لانے کو گئے، مگر وہاں کسی کو نہ دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جبرائیل تھے، لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم سکھانے آئے تھے۔ [1]

ابوعبداللہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے ان سب باتوں کو ایمان کا جزو قرار دیا ہے۔

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ﴾ کب نازل ہوئی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ قُرَيْشٌ لِيَهُودَ أَعْطُونَا شَيْئًا نَسْأَلُ هَذَا الرَّجُلَ فَقَالَ سَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ قَالَ فَسَأَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا قَالُوا أُوتِينَا عِلْمًا كَثِيرًا أُوتِينَا التَّوْرَاةَ وَمَنْ أُوتِيَ التَّوْرَاةَ فَقَدْ

[1] صحیح البخاری (٥٠) بَاب سُؤَالِ جِبْرِيلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِيمَانِ وَالْإِسْلَامِ وَالْإِحْسَانِ وَعِلْمِ السَّاعَةِ وَبَيَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ ثُمَّ قَالَ جَاءَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ فَجَعَلَ ذَلِكَ كُلَّهُ دِينًا۔۔۔]

أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا فَأُنْزِلَتْ قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: قریش نے یہود سے فرمائش کی ہمیں کوئی ایسی چیز بتاؤ کہ ہم اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں، انھوں نے کہا: ان سے روح کے متعلق پوچھیں۔ چنانچہ جب انھوں نے پوچھا تو یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾۔ [اسراء:۸۵]

(اور تجھ سے پوچھتے ہیں روح کو کہہ دے روح ہے میرے رب کے حکم سے اور تم کو علم دیا ہے تھوڑا سا اور اگر ہم چاہیں تو لے جائیں اس چیز کو جو ہم نے تجھ کو وحی بھیجی، پھر نہ تو پائے اپنے واسطے اس کے لا دینے کو ہم پر کوئی ذمہ)۔ وہ کہنے لگے: ہمیں تو بہت علم دیا گیا۔ ہمیں تورات دی گئی اور جسے تورات ملی اسے بہت کچھ دیا گیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ﴾

[الکہف:۱۰۹]

"کہہ دیجیے: اگر میرے رب کی باتیں، کلمے، معلومات و مقدرات لکھنے کے لیے سمندر سیاہی (روشنائی) بن جائیں تو سمندر ختم ہو جائے (مگر میرے رب کی حمد و ثناء ختم نہ ہو) [1]

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ بَيْنَا أَنَا أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خِرَبِ الْمَدِينَةِ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى عَسِيبٍ مَعَهُ فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ

[1] سنن ترمذی(۳۱۴۰) بَاب وَمِنْ سُورَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ۔ قال الشيخ الألباني: صحيح الإسناد۔ مسند احمد ۱/ ۲۵۵: ۲۳۱۲ وصححه الألباني]

بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَسْأَلُوهُ لَا يَجِيءُ فِيهِ بِشَيْءٍ تَكْرَهُونَهُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَنَسْأَلَنَّهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَقَالَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ مَا الرُّوحُ فَسَكَتَ فَقُلْتُ إِنَّهُ يُوحَى إِلَيْهِ فَقُمْتُ فَلَمَّا انْجَلَى عَنْهُ قَالَ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتُوا مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا قَالَ الْأَعْمَشُ هَكَذَا فِي قِرَاءَتِنَا (1)

”عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نبی کے ساتھ مدینہ میں کسی کھیت میں تھا جبکہ آپ کھجور کی ٹہنی سے ٹیک لگائے ہوئے تھے کچھ یہودی ہمارے پاس سے گزرے اور کہا اس سے روح کے متعلق سوال کرو، کسی نے کہا: اسے مت سوال کرو کہ تمھیں ناپسندیدہ چیز کے ساتھ جواب دے، ان میں سے ایک جماعت آئی اور کہا: اے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ روح کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ خاموش رہے پھر آپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی، میں نے اپنا ہاتھ آپ کی پیشانی پر رکھا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے تو اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾۔ [اسراء:۸۵]

(اور تجھ سے پوچھتے ہیں روح کو کہہ دے روح ہے میرے رب کے حکم سے اور تم کو علم دیا ہے تھوڑا سا۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: قریش نے یہود سے کہا: ہمیں کوئی چیز بتلاؤ کہ ہم اس کے متعلق آپ (محمد) سے سوال کریں تو انھوں نے کہا: تم اس سے روح کے متعلق سوال کرو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (2)

---

(1) صحیح البخاری (۱۲۵) فی العلم، باب قول اللہ تعالی: (وما أوتیتم من العلم إلا قلیلا)، ومسلم رقم (۲۷۹٤) فی صفات المنافقین. (2) [مسند أحمد (۱/۲۵۵)]

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں: جب قریش نے یہود سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور حالت کے متعلق پوچھا تو یہود نے مجتمع ہو کر قریش سے کہا تم محمد سے روح کے متعلق سوال کرو، اور نوجوانوں کے متعلق جو گم ہو گئے تھے اور اس شخص کے متعلق جو زمین کے مشرق اور مغرب تک پہنچا پوچھو، اگر اس نے تمام باتوں کا جواب دے دیا تو وہ نبی نہیں ہے اگر اس بارے میں کوئی جواب نہ دیا تو پھر بھی نبی نہیں ہے اگر بعض کا جواب دیا اور بعض میں خاموش رہا تو نبی ہے چنانچہ انھوں نے آپ سے ان تینوں چیزوں کے متعلق سوال کیا تو اللہ نے اس موقع پر ان نوجوانوں کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی:

﴿أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا﴾

"کیا تم خیال کرتے ہو کہ غار اور لوح والے ہماری نشانیوں میں سے عجیب تھے۔"

آخر قصہ تک۔ اور روح کے متعلق یہ فرمان نازل ہوا:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ﴾

"اور تم سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں: ہ دو کہ وہ میرے پروردگار کی ایک شان ہے۔"

[ابن کثیر تحت ایۃ ھذہ، ونیسابوری]

مولانا مودودی صاحب فرماتے ہیں: سورہ کہف مشرکین مکہ کے تین سوالات کے جواب میں نازل ہوئی ہے جو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لینے کے لیے اہل کتاب کے مشورے سے آپ کے سامنے پیش کیے تھے: اصحاب کہف کون تھے؟ قصہ خضر علیہ السلام کی حقیقت کیا ہے؟ (روایات میں آتا ہے کہ دوسرا سوال روح کے متعلق تھا جس کا جواب سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱۰ میں دیا گیا ہے۔ مگر سورہ کہف اور بنی اسرائیل کے زمانہ نزول میں کئی سال کا فرق ہے، اور سورہ کہف میں دو

کے بجائے تین قصے بیان کیے گئے ہیں، اس لیے ہم سمجھتے کہ دوسرا سوال دراصل قصہ خضر سے متعلق تھا نہ کہ روح سے متعلق۔ خود قرآن میں بھی ایک اشارہ ایسا موجود ہے جس سے ہمارے اس خیال کی تائید ہوتی ہے ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ٦)۔ اور ذوالقرنین کا کیا قصہ ہے؟ یہ تینوں قصے عیسائیوں اور یہودیوں کی تاریخ سے متعلق تھے۔ حجاز میں ان کا کوئی چرچا نہ تھا۔ اسی لیے اہل کتاب نے امتحان کی غرض سے انکا انتخاب کیا تھا تاکہ یہ بات کھل جائے کہ واقعی محمد (ﷺ) کے پاس کوئی غیبی ذریعہ علم ہے یا نہیں ۔ مگر اللہ تعالی نے صرف یہی نہیں کہ اپنے نبی ﷺ کی زبان سے ان کے سوالات کا پورا جواب دیا، بلکہ ان کے اپنے پوچھے ہوئے تینوں قصوں کو پوری طرح اس صورت حال پر چسپاں بھی کر دیا جو اس وقت مکہ میں کفر و اسلام کے درمیان در پیش تھی۔

مولانا غلام رسول سعیدی صاحب فرماتے ہیں: تمام کتب سیرت اور تفاسیر میں یہی لکھا ہے کہ تیسرا سوال روح کے متعلق تھا اور کسی تفسیر اور کسی سیرت کی کتاب میں یہ روایت نہیں ہے کہ تیسرا سوال حضرت خضر (علیہ السلام) کے متعلق تھا، یہ صرف سید ابوالاعلیٰ مودودی کی اختراع ہے۔ کسی آیت سے کوئی مسئلہ تو اپنی عقل سے نکالا جا سکتا ہے لیکن کسی روایت کو اپنی عقل سے گھڑنا جائز نہیں ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے جس بناء پر حضرت خضر (علیہ السلام) کے متعلق روایت وضع کی ہے، اس کی بناء یہ بیان کی ہے کہ سورہ بنی اسرائیل اور سورۃ الکھف کے نزول میں کئی سال کا فرق ہے لیکن اس پر یہ قوی اعتراض ہوتا ہے کہ ان کے نزول میں جو فرق ہے، اس کے علم کا ذریعہ بھی تو کتب تفسیر اور کتب سیرت میں مذکورہ روایات ہیں، تو جب یہ روایات سوال میں روح کا ذکر درج ہونے کے معاملہ میں غیر معتبر ہوگئیں تو ان کے نزول کی مدت بیان کرنے کے معاملہ میں کیسے معتبر ہوگئیں

۔ بہرحال کسی اصل اور بغیر کسی ثبوت کے ایک روایت کو گھڑ لینا اور وہ بھی تفسیر کے معاملہ میں درست نہیں ہے۔

ان تینوں سوالات کے جوابات ایک ساتھ نازل ہوئے تھے لیکن روح کے سوال کے جواب کی جو آیت نازل ہوئی تھی، اس آیت کے فواصل (آیت کے آخری لفظ) سورہ بنی اسرائیل کی آیتوں کے فواصل کے موافق تھے اس لئے آپ نے اس آیت کو اس سورۃ میں رکھنے کا حکم دیا اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق جو آیات تھیں، ان کے فواصل سورۃ الکھف کے موافق تھے اس لئے آپ نے ان آیتوں کو سورۃ الکھف میں رکھنے کا حکم دیا۔

نیز روح کے متعلق اختصار سے جواب دیا ہے کہ روح آپ کے رب کے امر سے ہے اور تمھیں جو علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہے، اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق تفصیل سے جواب دیا ہے اس لئے ان کو الگ ذکر کیا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں سورتوں کا نزول ساتھ ساتھ ہو رہا ہو، روح کے جواب کے متعلق جو آیات تھیں، ان کا اسلوب سورہ بنی اسرائیل کی آیتوں کے موافق تھا، اس لئے ان کو وہاں ذکر کردیا اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے جواب کے متعلق جو آیات تھیں، ان کا اسلوب سورۃ الکھف کے اسلوب کے مطابق تھا اس لئے ان کو سورۃ الکھف میں ذکر کردیا۔

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ کب پڑھی

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُه يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَه وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾۔ [الزمر:٦٧]

”اور انھوں نے اللہ کی قدر شناسی جیسی کرنی چاہیے تھی نہیں کی اور قیامت

کے دن تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے اور وہ ان کے شرک سے پاک اور عالی شان ہے۔"

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک یہودی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گزرتے ہوئے کہا: اے ابوقاسم تم کیسے کہتے ہو کہ جب اللہ آسمانوں کو اس پر زمینوں کو اس پر، پانی کو اس پر اور پہاڑوں کو اس پر رکھ لے گا، اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ حَبْرٌ مِنَ الْأَحْبَارِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّا نَجِدُ أَنَّ اللهَ يَجْعَلُ السَّمٰوَاتِ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْأَرَضِينَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالشَّجَرَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْمَاءَ وَالثَّرَى عَلَى إِصْبَعٍ وَسَائِرَ الْخَلَائِقِ عَلَى إِصْبَعٍ فَيَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ تَصْدِيقًا لِقَوْلِ الْحَبْرِ ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمٰوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: علماء یہود میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: اے محمد! ہم تورات میں پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اس طرح زمین کو ایک انگلی پر، درختوں کو ایک انگلی پر، پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر اور تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر، پھر فرمائے گا کہ میں ہی بادشاہ ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ہنس دیئے اور آپ کے سامنے کے دانت دکھائی دینے لگے۔ آپ کا یہ ہنسنا اس یہودی عالم کی تصدیق میں تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی:

﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾

اور ان لوگوں نے اللہ کی عظمت نہ کی جیسی عظمت کرنا چاہیے تھی اور حال یہ کہ ساری زمین اسی کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے، وہ ان لوگوں کے شرک سے بالکل پاک اور بلند تر ہے۔"

[صحیح بخاری (٤٨١١) باب قَوْلِهِ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ۔]

حسن فرماتے ہیں: یہود نے آسمانوں، زمین اور فرشتوں کی تخلیق میں غور و فکر کیا جب وہ اس سے فارغ ہوئے تو اللہ کی قدر کرنے لگے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہود نے اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی باتیں کہیں جنھیں نہ وہ جانتے تھے اور نہ ہی انھوں نے اس کا مشاہدہ کیا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [سیوطی: ٢٤٦]

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ﴾ کب نازل ہوئی

أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَبُو جَهْلٍ اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوْ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ فَنَزَلَتْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ وَمَا لَهُمْ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الْآيَةَ

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ابوجہل نے یہ کہا: اے اللہ! اگر یہ قرآن تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمانوں سے پتھر برسا یا ہمیں درد

ناک عذاب دے، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ [الأنفال:٣٣]

"اور نہیں ہے اللہ کہ عذاب دے انھیں اس حال میں کہ آپ ان میں موجود ہوں اور نہیں ہے اللہ عذاب دینے والا ان کو اس حال میں کہ وہ بخشش طلب کرتے ہوں۔"

﴿وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَاۗءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَاۗؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [الأنفال:٣٤]

"اور (نیز) ان کا کیا استحقاق ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو (بالکل ہی معمولی) سزا (بھی) نہ دے حالانکہ وہ لوگ (مسلمانوں کو) مسجد حرام سے روکتے ہیں (ف ۴) حالانکہ وہ لوگ اس اس مسجد کے متولی (بننے کے بھی لائق) نہیں۔ اس کے متولی تو سوا متقیوں کے اور کوئی بھی نہیں لیکن ان میں اکثر لوگ (اپنی نالائقی کا) علم نہیں رکھتے۔" [1]

﴿فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ﴾ آپ نے کس موقع پر پڑھی

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى مَخِيلَةً فِي السَّمَاءِ أَقْبَلَ وَأَدْبَرَ وَدَخَلَ وَخَرَجَ وَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ فَإِذَا أَمْطَرَتِ السَّمَاءُ سُرِّيَ عَنْهُ فَعَرَّفَتْهُ عَائِشَةُ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

[1] صحیح البخاري (٤٦٤٨) في تفسير سورة الأنفال، باب قوله: (وإذ قالوا اللهم إن كان هذا هو الحق من عندك فأمطر علينا حجارة من السماء) ومسلم رقم (٢٧٩٦) في صفات المنافقين، باب قوله تعالى: (وما كان الله ليعذبهم وأنت فيهم).

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَدْرِي لَعَلَّهُ كَمَا قَالَ قَوْمٌ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ الْآيَةَ

"عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر ابر کا کوئی ٹکڑا دیکھتے تو کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے کو جاتے کبھی پیچھے کو کبھی اندر جاتے اور کبھی باہر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل جاتا، پھر جب بارش شروع ہو جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ختم ہو جاتی، عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حالت کو بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں شاید یہ ایسا ہی ابر ہو جیسا ایک قوم (عاد) نے کہا تھا کہ جب انھوں نے بادل کو دیکھا کہ ان کی وادیوں کی طرف رخ کیے ہوئے ہے آخر تک۔"

پوری آیت اس طرح ہے:

﴿فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هَٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُم بِهِ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

[الاحقاف:٢٤]

"پھر جب انھوں نے اس (عذاب) کو بادل کی طرح اپنی وادیوں کے سامنے آتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے: یہ (تو) بادل ہے جو ہم پر برسنے والا ہے، (ایسا نہیں) وہ (بادل) تو وہ (عذاب) ہے جس کی تم نے جلدی مچا رکھی تھی۔ (یہ) آندھی ہے جس میں دردناک عذاب (آرہا) ہے۔" [1]

﴿وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ﴾ کس کے متعلق نازل ہوئی

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ نَزَلَتْ فِي شَأْنِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ

[1] أخرجه البخاري (٣٢٠٦) في تفسير سورة الأحقاف، باب قوله تعالى: [فلما رأوه عارضاً مستقبل أوديتهم قالوا هذا عارض ممطرنا]، ومسلم رقم (٨٩٩) في الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤية الريح.]

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت

﴿وَتُخۡفِي فِي نَفۡسِكَ مَا ٱللَّهُ مُبۡدِيهِ﴾ [الاحزاب:۳۷]

یعنی آپ اپنے دل میں چھپاتے تھے جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا چاہتا تھا، زینب بنت جحش اور زید بن حارث کے حق میں نازل ہوئی۔" ❶

﴿تُرۡجِي مَن تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُـٔۡوِيٓ إِلَيۡكَ مَن تَشَآءُ﴾ کے بعد آپ کا عمل

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْتَأْذِنُ فِي يَوْمِ الْمَرْأَةِ مِنَّا بَعْدَ أَنْ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ فَقُلْتُ لَهَا مَا كُنْتِ تَقُولِينَ قَالَتْ كُنْتُ أَقُولُ لَهُ إِنْ كَانَ ذَاكَ إِلَيَّ فَإِنِّي لَا أُرِيدُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنْ أُوثِرَ عَلَيْكَ أَحَدًا

"عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر باری والی بیوی کو چھوڑ کر کسی دوسری بیوی کے یہاں جانا چاہتے تھے تو باری والی سے اجازت لیا کرتے تھے، اس آیت کے نازل ہونے کے بعد:

﴿تُرۡجِي مَن تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُـٔۡوِيٓ إِلَيۡكَ مَن تَشَآءُۖ وَمَنِ ٱبۡتَغَيۡتَ مِمَّنۡ عَزَلۡتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكَۚ ذَٰلِكَ أَدۡنَىٰٓ أَن تَقَرَّ أَعۡيُنُهُنَّ وَلَا يَحۡزَنَّ وَيَرۡضَيۡنَ بِمَآ ءَاتَيۡتَهُنَّ كُلُّهُنَّۚ وَٱللَّهُ يَعۡلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمۡۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا﴾۔ [الاحزاب:۵۱]

معاذہ کہتی ہیں: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ

---

❶ صحیح البخاری(۷۴۲۰) فی تفسیر سورۃ الأحزاب، باب (وتخفی فی نفسک ما اللّٰہ مبدیہ)، فی التوحید، باب (وکان عرشہ علی الماء)، والترمذی رقم (۳۲۱۲)و (۳۲۱۰)فی التفسیر، باب ومن سورۃ الأحزاب.]

سے اجازت لیتے تھے تو آپ کیا جواب دیتی تھی؟ انھوں نے فرمایا: میں تو کہتی تھی کہ میں یہی چاہتی ہوں کہ آپ میرے ہی پاس قیام فرمائیں۔" ❶

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ﴾ آپ نے کب پڑھی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ شَهِدْتُ الصَّلَاةَ يَوْمَ الْفِطْرِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكُلُّهُمْ يُصَلِّيهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدُ فَنَزَلَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ حِينَ يُجَلِّسُ الرِّجَالَ بِيَدِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ حَتَّى أَتَى النِّسَاءَ مَعَ بِلَالٍ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ حَتَّى فَرَغَ مِنَ الْآيَةِ كُلِّهَا ثُمَّ قَالَ حِينَ فَرَغَ أَنْتُنَّ عَلَى ذَلِكَ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ لَا يَدْرِي الْحَسَنُ مَنْ هِيَ قَالَ فَتَصَدَّقْنَ وَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهُ فَجَعَلْنَ يُلْقِينَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ

"ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ عید الفطر کی نمازوں میں شریک رہا ہوں، یہ سب کے سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے، پھر اس کے بعد خطبہ پڑھتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو گویا وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو اپنے ہاتھ کے اشارہ سے بیٹھے رہنے کا حکم دے کر ان صفوں کو چیر کر عورتوں کے پاس بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ پہنچے، اور یہ آیت پڑھی:

---

❶ صحيح البخاري (٤٧٨٩) في تفسير سورة الأحزاب، باب قوله (ترجي من تشاء منهن)، ومسلم رقم (١٤٦٤) في الرضاع، باب جواز هبتها نوبتها لضرتها.]

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [الممتحنه:١٢]

”اے نبی! جب تمھارے پاس مومن عورتیں آئیں اور اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان باندھیں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گھڑا ہوگا۔“

یہاں تک کہ جب پوری آیت پڑھ کر فارغ ہو چکے، تو فرمایا تم ان شرائط پر قائم رہنے کا وعدہ کرتی ہو؟ ان میں سے ایک عورت نے جواب دیا جی ہاں یا رسول اللہ! ان کے سوا اور کسی عورت نے (شرم کی وجہ سے) کوئی بات نہیں کہی۔ حسن (بن مسلم راوی) کو اس عورت کا نام معلوم نہیں تھا، بیان کیا کہ پھر عورتوں نے صدقہ دینا شروع کیا اور بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلا لیا۔ عورتیں بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں چھلے اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔“ ❶

﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ﴾ آپ نے کب پڑھی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي

---

❶ رواه البخاری (٤٨٩٥) فی تفسیر سورة الممتحنة باب (إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ) (الممتحنة:١٢) فی العیدین، باب الخطبة بعد العید، ومسلم رقم (٨٨٤) فی العیدین فی فاتحته.]

بِشِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے زکوۃ نہ ادا کی، تو اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں اس کے پاس لایا جائے گا جس کے سر کے پاس دو چتیاں ہوں گی، قیامت کے دن اس کا طوق بنایا جائے گا، پھر اس کے دونوں جبڑوں کو ڈسے گا، اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، پھر آپ نے قرآن کی آیت پڑھی:

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ ۔[آل عمران: ۱۸۰]

"اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی میراث ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پورا باخبر ہے۔"

اور وہ لوگ جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مال عطا کیا اور وہ اس میں بخل کرتے ہیں وہ اسے اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں بلکہ یہ برا ہے اور قیامت کے دن یہی

مال ان کے گلے کا طوق ہوگا۔ ❶

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ﴾ آپ نے کس موقع پر پڑھی

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ كَانَ لَهُ فَضْلُ مَاءٍ بِالطَّرِيقِ فَمَنَعَهُ مِنِ ابْنِ السَّبِيلِ وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا رَضِيَ وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا سَخِطَ وَرَجُلٌ أَقَامَ سِلْعَتَهُ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ لَقَدْ أَعْطَيْتُ بِهَا كَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ رَجُلٌ ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین آدمیوں کی طرف نہ دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اول، وہ شخص جس کے پاس ضرورت سے زائد پانی راستہ میں ہو اور اس کو مسافر کو نہ دے، دوسرا، وہ شخص جس نے کسی امام سے بیعت صرف دنیا کی خاطر کی کہ اگر اس کو کوئی دنیوی چیز دیتا ہے تو راضی ہے اور نہ دے تو ناراض ہو جاتا ہے، تیسرا، وہ شخص جو اپنا سامان عصر کے بعد لے کر کھڑا ہو اور کہے کہ اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں مجھے اس کی قیمت اتنی اتنی مل رہی تھی، (لیکن میں نے نہیں دیا) اور کوئی شخص اس کو سچا بھی سمجھے، پھر یہ آیت پڑھی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾۔ [العمران: ۷۷] ❷

---

❶ رواه البخاري (٤٥٦٥) في تفسير سورة آل عمران، باب (ولا يحسبن الذين يبخلون بما آتاهم الله من فضله هو خيرا لهم ومسلم رقم (٩٨٧) في الزكاة، باب إثم مانع الزكاة.]

❷ رواه البخاري (٢٣٥٨) باب إثم من منع ابن السبيل من الماء، ومسلم رقم (١٠٨) في الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار والمن بالعطية.]

جب سورۃ کوثر نازل ہوئی

أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ آنِفًا سُورَةٌ فَقَرَأَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ حَتَّى خَتَمَهَا قَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَا الْكَوْثَرُ قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهُ نَهْرٌ وَعَدَنِيهِ رَبِّي فِي الْجَنَّةِ

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر ابھی ایک سورۃ نازل ہوئی ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ إِنَّآ أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾

یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ ختم فرما دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے پوچھا: جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوثر ایک نہر ہے جس کا میرے رب نے جنت میں مجھے دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

[أبو داود رقم (٤٧٤٧) و (٤٧٤٨) في السنة، باب في الحوض.]

﴿فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ﴾ کا نزول

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ مُطِرَ النَّاسُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْبَحَ مِنَ النَّاسِ شَاكِرٌ وَمِنْهُمْ كَافِرٌ قَالُوا هَذِهِ رَحْمَةُ اللهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَقَدْ صَدَقَ نَوْءُ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ حَتَّى بَلَغَ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ

"ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بارش ہوئی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ لوگ شکر کرتے ہوئے صبح کرتے ہیں اور کچھ لوگ

کفر کرتے ہوئے صبح کرتے ہیں، شکر گزاروں نے کہا: یہ اللہ کی رحمت ہے اور ناشکروں نے کہا: ستارہ کی وجہ سے بارش ہوئی، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ﴾۔ [الواقعہ: ۷۵] میں ستاروں کے گرنے کی جگہ کی قسم کھاتا ہوں، یہاں تک پہنچے ﴿اِنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾ تم جھوٹ اور باطل کو اپنا رزق بتاتے ہو۔"

[أخرجه مسلم (۷۳) في الإيمان، باب بيان كفر من قال: مطر بالنوء.]

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾ کب پڑھی

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں اس بات پر گواہ ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی: کدو کے تونبے اور روغن قیر ملے ہوئے برتن اور لکڑی کے گھٹلیے اور سبز برتنوں میں نبیذ بنائی جائے (یعنی ان برتنوں کے استعمال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے)۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

[الحشر: ۷]

کی تلاوت فرمائی کہ تم کو جو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو (رک جاؤ)۔ [1]

﴿وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ کب نازل ہوئی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانُوا يَحُجُّونَ وَلَا يَتَزَوَّدُونَ قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ كَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ أَوْ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ يَحُجُّونَ وَلَا يَتَزَوَّدُونَ وَيَقُولُونَ نَحْنُ

---

[1] سنن نسائی (۵۶٤۳) ذكر الدلالة على النهي للموصوف من الأوعية التي تقدم ذكرها، كان حتما لازما لا على تأديب]

الْمُتَوَكِّلُونَ فَأَنْزَلَ اللهُ سُبْحَانَهُ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى الْآيَةَ

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بعض لوگ حج کرتے تھے مگر سفر خرچ ساتھ نہ رکھتے تھے ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہا یمن کے لوگ حج کرتے تھے اور سامان سفر ساتھ نہ رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم تو توکل کرنے والے ہیں، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى﴾ [البقرة:١٩٧]

" سامان سفر ساتھ لو اور سب سے بہتر سامان سفر پرہیزگاری ہے۔" [1]

یہ ایت دعا کے بارے میں اتری ہے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا فِي الدُّعَاءِ

"عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: یہ آیت

﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا﴾

[الاسراء:١١٠]

"اور اپنی نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھیے اور نہ بالکل چپکے چپکے ہی پڑھیے اور دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کر لیجیے۔"

دعا کے بارے میں اتری ہے۔

[رواہ البخاری (٦٣٢٧) باب الدعاء في الصلاة.]

﴿مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ﴾ آپ نے کب پڑھی

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَسْمَعُ أَنَّهُ لَا يَمُوتُ نَبِيٌّ حَتَّى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا

[1] صحیح البخاری (١٥٢٣) فی الحج، باب قول الله تعالى (وتزودوا فإن خير الزاد التقوى)، وأبو داود رقم (١٧٣٠) فی الحج، باب التزود فی الحج.

وَالْآخِرَةِ فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ وَأَخَذَتْهُ بُحَّةٌ يَقُولُ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمُ الْآيَةَ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ خُيِّرَ

"عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ نبی کو موت سے پہلے اختیار دیا جاتا ہے چاہے تو وہ اس جہان میں رہے اور چاہے تو وہ آخرت کے قیام کو پسند کرے، چنانچہ میں نے اس مرض میں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت واقع ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: آپ آیت ﴿مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾۔ [النساء:٦٩] تلاوت فرما رہے تھے، "ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے" میں جان گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کو پسند فرمایا۔" [1]

﴿آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا﴾ پڑھنے کی تلقین

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَؤُنَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُونَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِاللهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمُ الْآيَةَ

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اہل کتاب تورات کو عبرانی میں پڑھتے تھے اور اہل اسلام کے لئے اس کی تفسیر عربی میں بیان کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب کی نہ تو تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو، اور کہو

---

[1] صحيح بخارى (٤٤٣٥) باب مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَفَاتِهِ وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِندَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ]

﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾۔ [البقرة:١٣٦]

(اے مسلمانو!) تم کہہ دو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس (کتاب) پر جو ہماری طرف اتاری گئی اور اس پر (بھی) جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحق اور یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد کی طرف اتاری گئی اور ان (کتابوں) پر بھی جو موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) کو عطا کی گئیں اور (اسی طرح) جو دوسرے انبیاء (علیہم السلام) کو ان کے رب کی طرف سے عطا کی گئیں، ہم ان میں سے کسی ایک (پر بھی ایمان) میں فرق نہیں کرتے، اور ہم اسی (معبود واحد) کے فرماں بردار ہیں۔"

[أخرجه البخاري (٤٤٨٥) في تفسير سورة البقرة، باب (قولوا آمنا بالله وما أنزل إلينا)۔]

آیت کے دوران نبی ﷺ نے کس طرح پناہ مانگی

"جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت اتری

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ﴾

[الانعام:٦٥]

"کہہ دے وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر تمھارے اوپر سے عذاب بھیج دے، یا تمھارے پاؤں کے نیچے سے، یا تمھیں مختلف گروہ بنا کر گتھم گتھا کر دے اور تمھارے بعض کو بعض کی لڑائی (کا مزہ) چکھائے، دیکھ ہم کیسے آیات کو

پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں، تاکہ وہ سمجھیں۔"

تو نبی ﷺ نے فرمایا: أَعُوذُ بِوَجْهِكَ (میں تیرے چہرے کی پناہ مانگتا ہوں) پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ﴾۔ (تمھارے پاؤں کے نیچے سے) تو نبی ﷺ نے فرمایا: أَعُوذُ بِوَجْهِكَ (میں تیرے چہرے کی پناہ مانگتا ہوں) اللہ نے فرمایا: ﴿أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا﴾ (یا تم کو فرقہ بندی میں مبتلا کر دے) تو نبی ﷺ نے فرمایا: یہ آسان ہے۔" [1]

اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت اتاری

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ اللهِ قَالَ أَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَصْدِيقَهَا وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ الْآيَةَ

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ کون سا گناہ سب سے بڑا ہے، آپ نے فرمایا: یہ کہ تو اللہ کا شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھ کو پیدا کیا ہے، پوچھا پھر کون سا؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کر دے کہ تیرے ساتھ کھائے گی، پوچھا پھر کون سا؟ فرمایا یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے یہ آیت اتاری:

---

[1] صحیح البخاری (٤٦٢٨) في تفسير سورة الأنعام، باب قوله تعالى: [قل هو القادر على أن يبعث عليكم عذابا من فوقكم].

﴿وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا﴾

[الفرقان:٦٨]

"اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔"

﴿یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا﴾

[الفرقان:٦٩]

"اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔" [1]

آپ ﷺ فجر کی سنتوں میں کیا پڑھتے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَالَّتِيْ فِيْ آلِ عِمْرَانَ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

"ابن عباس نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نماز فجر کی دو رکعتوں میں ﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰهٖمَ﴾۔ [البقرۃ:١٣٦] اور سورۃ آل عمران کی آیت ﴿تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَاءٍۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ﴾ پڑھتے تھے۔" [2]

---

[1] صحيح البخاري (٤٧٦١) في تفسير سورة الفرقان، باب قوله:(والذين لا يدعون مع الله إلهاً آخر ولا يقتلون النفس)، ومسلم(٨٦)في الإيمان، باب كون الشرك أقبح الذنوب.] [2] رواه مسلم رقم (٧٢٧)في صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر، وأبو داود (١٢٥٩)في الصلاة.]

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ

”ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کی دو رکعتوں میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾ پڑھی۔

[رواه مسلم رقم (٧٢٦) في صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر.]

مغرب اور فجر کی دوسنتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو پڑھتے

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ قَالَ مَا أُحْصِي مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَقُلْ هُوَ اللهُ أَحَد

”عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں شمار نہیں کرسکتا کہ میں نے کتنی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب اور فجر کی دوسنتوں میں سورۃ کافرون اور سورۃ اخلاص پڑھتے ہوئے سنا۔“

[صحيح مسلم (٧٢٦) في صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر.]

نماز فجر میں کیا پڑھتے

عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ فَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ وَكَانَ لَا يَحْنِي رَجُلٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَسْتَتِمَّ سَاجِدًا

”عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز فجر ادا کی، تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ﴿فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ﴾ اور ہم میں کوئی آدمی اپنی کمر نہ جھکاتا تھا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری طرح سجدہ میں نہ چلے جاتے۔

[أخرجه مسلم (٤٧٥) في الصلاة، باب متابعة الإمام والعمل بعد...

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں کیا پڑھتے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ الم تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ وَهَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ سُورَةَ الْجُمُعَةِ وَالْمُنَافِقِينَ

"ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۃ ﴿الم تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ﴾ اور سورۃ ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ﴾ پڑھا کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز میں سورۃ جمعہ اور سورۃ منافقون پڑھا کرتے تھے۔"

[رواه مسلم (٨٧٩) في الجمعة، باب ما يقرأ في يوم الجمعة.]

نماز فجر میں کتنا قران پڑھتے

عَنْ أَبِي بَرْزَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ مِنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ

"ابو برزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ساٹھ سے سو آیات کی قرات فرماتے تھے۔"

[رواه البخاري (٥٤١) باب القراءة في الفجر، ومسلم رقم (٦٤٧) في المساجد]

نماز فجر میں قران سن کر یاد کرنا

عَنْ أُمِّ هِشَامٍ بِنْتِ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَتْ مَا أَخَذْتُ ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ إِلَّا مِنْ وَرَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بِهَا فِي الصُّبْحِ

"ام ہشام بنت حارثہ بن نعمان فرماتے ہیں: میں نے سورۃ ﴿ق وَالْقُرْآنِ

الْمَجِيدِ﴾ نہیں سیکھی لیکن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ پڑھ کر، آپ ﷺ اس کو نماز فجر میں تلاوت کرتے تھے۔"

[أخرجه النسائي (٩٤٩) في الافتتاح، باب القراءة في الصبح بـ(ق)، وإسناده حسن.]

عَنْ قُطْبَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْتُ وَصَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ حَتَّى قَرَأَ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ قَالَ فَجَعَلْتُ أُرَدِّدُهَا وَلَا أَدْرِي مَا قَالَ

"قطبہ رضی اللہ عنہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نماز ادا کی اور ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ نے سورۃ﴿ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ﴾ پڑھی جب آپ ﷺ نے

﴿وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ﴾

پڑھا تو اس آیت کو دہراتے رہے اور مجھے معلوم نہیں کہ آپ ﷺ نے کیا کہا۔"

[رواه مسلم (٤٥٧) في الصلاة، باب القراءة في الصبح.]

نمازوں میں قران کہاں سے پڑھتے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَحَدٍ أَشْبَهَ صَلَاةً بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فُلَانٍ قَالَ سُلَيْمَانُ كَانَ يُطِيلُ الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَيُخَفِّفُ الْأُخْرَيَيْنِ وَيُخَفِّفُ الْعَصْرَ وَيَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَيَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ بِوَسَطِ الْمُفَصَّلِ وَيَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ بِطُوَلِ الْمُفَصَّلِ

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جو فلاں کی نماز سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہو، سلیمان کہتے ہیں: وہ ظہر کی پہلی دو رکعتیں لمبی کرتے اور آخری دونوں رکعتیں ہلکی کرتے، اور عصر کو ہلکی کرتے، اور مغرب میں قصارِ مفصل پڑھتے تھے، اور

عشاء میں وساطِ مفصل پڑھتے تھے، اور فجر میں طوالِ مفصل پڑھتے تھے۔"

فلاں سے مراد عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ مفصل قرآن کا آخری ساتواں حصہ ہے جس کی ابتداء صحیح قول کی بنا پر سورۃ "ق" سے ہوتی ہے، مفصل کی تین قسمیں ہیں طوال مفصل وساط مفصل، قصارِ مفصل، سورۃ ق یا سورۃ حجرات سے لے کر عم یتسألون یا سورۃ بروج تک طوال مفصل ہے، اور وساط مفصل سورۃ عم یتسألون سے یا سورۃ بروج سے لے کر والضحیٰ یا سورۃ لم یکن، تک ہے، اور قصار مفصل والضحیٰ یا لم یکن، سے لے کر اخیر قرآن تک ہے۔

[(صحیح) أخرجه النسائی (۹۸۲) فی الافتتاح، باب القراءة فی المغرب بقصار المفصل،]

ظہر اور عصر میں آپ کی قرأت

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نَحْزُرُ قِيَامَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الظُّهْرِ قَدْرَ ثَلَاثِينَ آيَةً قَدْرَ سُورَةِ السَّجْدَةِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى قَدْرِ الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ

"ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا نماز ظہر اور نماز عصر میں اندازہ کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کا اندازہ کیا نماز ظہر میں تو پہلی دو رکعات میں تیس آیات کے مطابق جس طریقہ سے سورۃ سجدہ ہے اور دوسری دو رکعت میں اس کا آدھا، اور ہم لوگوں نے اندازہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام عصر کا اس کی پہلی دو رکعتیں ظہر کی آخری دو رکعات کے برابر ہوتیں۔"

[رواہ مسلم (۴۵۲) فی الصلاۃ، باب القراءۃ فی الظهر والعصر،]

عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ فِي الظُّهْرِ فَيَقْرَأُ قَدْرَ ثَلَاثِينَ آيَةً فِي كُلِّ رَكْعَةٍ ثُمَّ يَقُومُ فِي الْعَصْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ قَدْرَ خَمْسَ عَشْرَةَ آيَةً

"ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر میں جب کھڑے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیس آیات کریمہ کے مطابق ہر ایک رکعت میں تلاوت فرمایا کرتے تھے پھر نماز عصر کی پہلی دو رکعت میں پندرہ آیات کے مطابق تلاوت فرماتے۔ [النسائی (٤٧٦) فی الصلاۃ، باب عدد صلاۃ العصر فی الحضر.]

کبھی کوئی آیت ہمیں سناتے تھے

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ سُورَةٍ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا

"ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور کوئی ایک دوسری سورۃ پڑھتے تھے اور کبھی کبھی کوئی آیت ہمیں سناتے تھے۔"

[رواہ البخاری (٧٧٨) فی صفۃ الصلاۃ، إذا أسمع الإمام الآیۃ، ومسلم (٤٥١) فی الصلاۃ.]

مغرب میں جو سورتیں آپ پڑھتے

عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا لَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارٍ وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِطُولَى الطُّولَيَيْنِ

"مروان بن حکم فرماتے ہیں: مجھ سے زید بن ثابت نے کہا: یہ کیا بات ہے کہ تم مغرب میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے ہو، حالانکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو بڑی سورتوں سے بھی بڑی سورتیں پڑھتے ہوئے سنا ہے۔"

[رواہ البخاری (٧٦٤) فی صفۃ الصلاۃ، باب القراءۃ فی المغرب، وأبو داود رقم (٨١٢)]

مغرب کی نماز میں سورۃ مرسلات پڑھی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُمِّهِ أُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَاصِبٌ رَأْسَهُ فِي مَرَضِهِ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ فَقَرَأَ بِالْمُرْسَلَاتِ قَالَتْ فَمَا صَلَّاهَا بَعْدُ حَتَّى لَقِيَ اللهَ

"عبداللہ ابن عباس اپنی والدہ ام فضل سے بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنی بیماری میں ہماری طرف تشریف لائے آپ ﷺ سر پر پٹی باندھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے مغرب کی نماز میں سورۃ مرسلات پڑھی اور اس کے بعد وفات تک یہ سورۃ نہ پڑھی۔"

[رواہ الترمذی رقم (۳۰۸) فی الصلاۃ، باب القراءۃ فی المغرب.]

قریب تھا کہ میرا دل اڑ جائے

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ فَلَمَّا بَلَغَ هَذِهِ الْآيَةَ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ أَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بَلْ لَا يُوقِنُونَ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُسَيْطِرُونَ قَالَ كَادَ قَلْبِي أَنْ يَطِيرَ

"جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو مغرب میں سورۃ طور پڑھتے ہوئے سنا، جب آپ اس آیت پر پہنچے:

﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ﴾۔ [الطور: ۳۵]

قریب تھا کہ میرا دل اڑ جائے۔"

[رواہ البخاری (٤٨٥٤) سُورَةُ وَالطُّورِ.]

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ، وَذَلِكَ أَوَّلَ مَا وَقَرَ الْإِيمَانُ فِي قَلْبِي

"محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے والد نے رسول

اللہ ﷺ کو مغرب کی نماز میں سورۃ طور پڑھتے ہوئے سنا اور یہ پہلا موقع تھا کہ ایمان نے میرے دل میں جگہ پکڑ لی۔"

[صحیح البخاری، بَابُ شُهُودِ المَلاَئِكَةِ بَدْرًا (۴۰۲۳).]

رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز میں کون سی سورۃ پڑھی

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ بِالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَنَحْوِهَا مِنَ السُّوَرِ قَالَ وَفِي الْبَاب عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَأَنَسٍ قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ بُرَيْدَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ فِي الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ بِالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ

"عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز میں سورۃ الشمس اور اسی طرح کی سورتیں پڑھا کرتے تھے اس باب میں براء بن عازب سے بھی روایت ہے ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حدیث بریدہ حسن ہے اور نبی ﷺ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے عشاء میں ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ﴾ پڑھی۔"

[رواہ الترمذی (۳۰۹) فی الصلاۃ، باب ما جاء فی القراءۃ فی صلاۃ العشا.]

عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ بِالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ

"براء بن عازب فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے عشاء کی نماز میں ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ﴾ پڑھی۔"

[رواہ الترمذی (۳۱۰) فی الصلاۃ، باب ما جاء فی القراءۃ فی صلاۃ العشاء.]

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ فِي الْعِشَاءِ وَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ أَوْ

قِرَائَةً

"براء فرماتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو عشاء کی نماز میں ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ پڑھتے ہوئے سنا اور میں نے آپ سے زیادہ خوش آواز یا اچھا پڑھنے والا انھیں سنا۔" ❶

عَنْ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ، فَقَرَأَ: إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ، فَسَجَدَ، فَقُلْتُ لَهُ: قَالَ: سَجَدْتُ خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتَّى أَلْقَاهُ

"ابورافع فرماتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی، تو انھوں نے اذا السماء انشقت پڑھی اور سجدہ کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ آپ نے کیا کیا؟ بولے میں نے ابوالقاسم ﷺ کے پیچھے اس سورۃ کے مقام پر سجدہ کیا ہے لہٰذا میں ہمیشہ اس میں سجدہ کرتا رہوں گا یہاں تک کہ ان سے مل جاؤں۔" ❷

رات کو بیدار ہوتے وقت آپ نے جو قرآن پڑھا

عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ وِسَادَةٍ وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا فَنَامَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَرِيبًا مِنْهُ فَاسْتَيْقَظَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَصَنَعْتُ مِثْلَهُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي

❶ رواه البخاری (٧٦٣) فی صفة الصلاة، باب القراءة فی العشاء، باب الجهر فی العشاء، و مسلم(٤٦٤)فی الصلاة، باب القراءة فی العشاء.] ❷ رواه البخاری (٧٦٦) باب الجهر بالعشاء، وباب القراءة فی العشاء، ومسلم(٥٧٨)فی المساجد، باب سجود التلاوة.]

وَأَخَذَ بِأُذُنِي يَفْتِلُهَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ

"ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رات گذاری، وہ بیان کرتے ہیں: میں بستر کے عرض میں لیٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی بیوی بستر کے طول میں لیٹے، یہاں تک کہ آدھی رات یا اس کے مثل گزری ہوگی کہ آپ اپنے چہرے سے نیند کا اثر دور کرتے ہوئے بیدار ہوئے، پھر سورۃ آل عمران کی دس آیتیں پڑھیں، بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لٹکتی ہوئی مشک کے پاس گئے اور اچھی طرح وضو کیا پھر نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے، میں نے بھی آپ کی طرح کیا اور آپ کے بازو میں کھڑا ہوگیا، آپ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا کان ملنے لگے، پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر وتر پڑھے۔ پھر لیٹ گئے یہاں تک کہ آپ کے پاس مؤذن آیا آپ کھڑے ہوئے دو رکعتیں پڑھیں، پھر باہر نکلے تو صبح کی نماز پڑھائی۔"

[رواه البخاري (۳۱۸) باب قراءة القرآن بعد الحدث وغيره.]

آپ وتر میں کیا پڑھتے تھے

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَأَلْنَا عَائِشَةَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُوتِرُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ

"عبدالعزیز بن جریج کہتے ہیں: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں کیا پڑھتے تھے انھوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور تیسری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ اور معوذتین پڑھتے تھے۔"

[رواه الترمذی (٤٦٣) باب ما جاء ما يقرأ في الوتر.]

خطبہ جمعہ میں قرآن پڑھتے

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ

"جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے ارشاد فرمایا کرتے تھے اور ان دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھا کرتے تھے، ان خطبوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھا کرتے اور لوگوں کو نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

[رواه مسلم رقم (٨٦٢) في الجمعة، باب ذكر الخطبتين قبل الصلاة، وأبو داود (١٠٩٣).]

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ

"صفوان بن یعلی رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر پڑھتے ہوئے سنا:

﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ﴾

"اور وہ دوزخی پکاریں گے اے مالک داروغہ جہنم تیرا پروردگار ہمارا کام تمام کر دے۔"

[صحيح بخاری (٣٢٣٠) صحيح مسلم (٨٧١).]

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا، ثُمَّ يَجْلِسُ، ثُمَّ يَقُومُ وَيَقْرَأُ آيَاتٍ وَيَذْكُرُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَكَانَتْ

خُطْبَتُهُ قَصْدًا وَصَلَاتُهُ قَصْدًا.

”جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، پھر آپ بیچ میں بیٹھتے، پھر کھڑے ہوتے، اور کچھ آیتیں پڑھتے، اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے، اور آپ کا خطبہ درمیانی ہوتا تھا، اور نماز بھی درمیانی ہوتی تھی۔“

[سنن النسائي (١٤١٨)، قال الشيخ الألباني: حسن.]

آپ جمعہ میں دو خطبے دیتے تھے، اور دونوں میں تلاوت قرآن اور وعظ و تذکیر کیا کرتے تھے، اس لیے وعظ و تذکیر کے لیے صرف پہلے خطبے کو خاص کر لینا خلاف سنت ہے۔

خطبہ جمعہ میں آپ نے سورۃ ”ق“ پڑھی

عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أُخْتٍ لِعَمْرَةَ قَالَتْ أَخَذْتُ ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ مِنْ فِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ يَقْرَأُ بِهَا عَلَى الْمِنْبَرِ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ

”عمرہ بنت عبدالرحمن رضی اللہ عنہا حضرت عمرہ رضی اللہ عنہ کی بہن سے روایت کرتی ہیں کہ میں نے سورۃ ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہی جمعہ کے دن سن کر یاد کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ میں منبر پر پڑھا کرتے تھے۔“

[صحيح مسلم (٨٧٢) بَاب تَخْفِيفِ الصَّلَاةِ وَالْخُطْبَةِ.]

عَنْ بِنْتٍ لِحَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَتْ مَا حَفِظْتُ ق إِلَّا مِنْ فِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِهَا كُلَّ جُمُعَةٍ قَالَتْ وَكَانَ تَنُّورُنَا وَتَنُّورُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدًا

”حارثہ رضی اللہ عنہ بن نعمان کی بیٹی سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے

سورۃ "ق" رسول اللہ ﷺ سے سن کر حفظ کی آپ ﷺ ہر جمعہ کو خطبہ میں پڑھا کرتے تھے وہ کہتی ہیں کہ ہمارا تنور اور رسول اللہ ﷺ کا تنور ایک ہی تھا۔"

[صحیح مسلم (۸۷۳) باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ۔]

عَنْ أُمِّ هِشَامٍ بِنْتِ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ تَنُّورُنَا وَتَنُّورُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدًا سَنَتَيْنِ أَوْ سَنَةً وَبَعْضَ سَنَةٍ وَمَا أَخَذْتُ ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ إِلَّا عَنْ لِسَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا كُلَّ يَوْمِ جُمُعَةٍ عَلَى الْمِنْبَرِ إِذَا خَطَبَ النَّاسَ

"ام ہشام رضی اللہ عنہا بن حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ ہمارا تنور اور رسول اللہ ﷺ کا تنور دو سال یا ایک سال یا سال کے کچھ حصہ تک ایک ہی تھا اور میں نے سورت ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک ہی سے سن کر یاد کی ہے آپ ﷺ اس سورۃ کو ہر جمعہ کو منبر پر جب لوگوں کو خطبہ دیتے تو پڑھا کرتے تھے۔"

[صحیح مسلم (۸۷۳) باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ۔]

فجر میں قرآن سن کر یاد کرلیا

عَنْ أُمِّ هِشَامٍ بِنْتِ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَتْ مَا أَخَذْتُ ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ إِلَّا مِنْ وَرَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بِهَا فِي الصُّبْحِ

"ام ہشام بنت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے سورۃ "ق" نہیں سیکھی لیکن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ پڑھ کر آپ ﷺ اس کو نماز فجر میں تلاوت کرتے تھے۔"

ہمارے لیے لمحہ فکر یہ ہے، ہمیں یاد کیوں نہیں ہوتا۔

[أخرجه النسائی (۹٤۹) فی الافتتاح، باب القراءۃ فی الصبح بـ(ق)، وإسناده حسن۔]

عیدین اور جمعہ کی نمازوں میں جو پڑھتے

عَنْ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِيدَيْنِ وَفِي الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ وَرُبَّمَا اجْتَمَعَا فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ فَيَقْرَأُ بِهِمَا

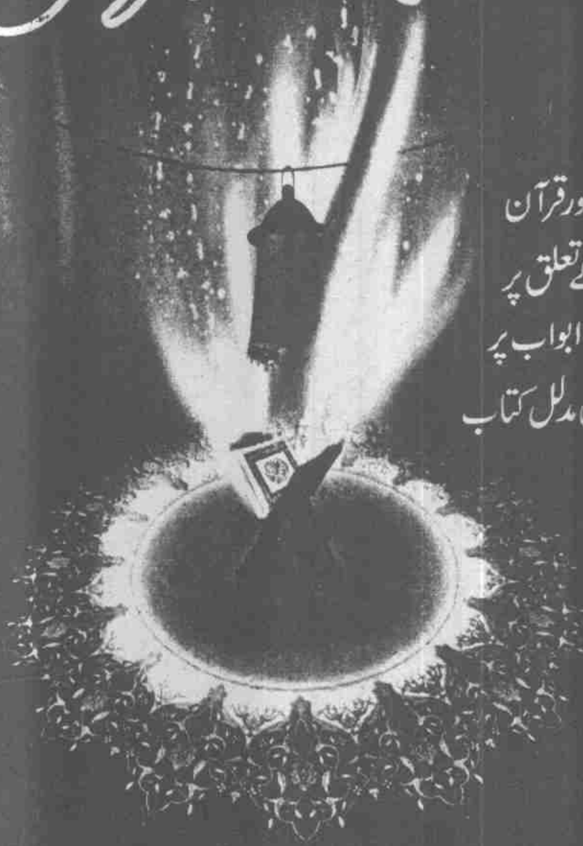
"نعمان بن بشیر فرماتے ہیں: نبی ﷺ عیدین اور جمعہ کی نمازوں میں

﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اور ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ﴾

پڑھتے تھے اور کبھی عید جمعہ کے دن ہوتی تو بھی یہی دونوں نمازوں میں پڑھتے۔"

[رواہ مسلم رقم (٨٧٨) في الجمعة، باب ما يقرأ في صلاة الجمعة.]

صحابہ اور قرآن



صحابہ اور قرآن
کے تعلق پر
30 ابواب پر
مشتمل مدلل کتاب

مرتب محمد طیب محمدی

رسول اللہ ﷺ کی قرأت کو محفوظ کرنے والے

آپ سے زیادہ خوش آواز یا اچھا پڑھنے والا نہیں سنا

أَنَّ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ فِي الْعِشَاءِ وَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ أَوْ قِرَائَةً

"براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو عشاء کی نماز میں ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ﴾ پڑھتے ہوئے سنا اور میں نے آپ سے زیادہ خوش آواز یا اچھا پڑھنے والا نہیں سنا۔"

[صحیح البخاری (٥٠٤٥) فی فضائل القرآن، باب مد القراءة.]

قرأت کی کیفیت

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا عَنْ قِرَائَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يَمُدُّ مَدًّا

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی قرات کا حال دریافت کیا تو انھوں نے کہا کے آپ ہر مد کو ادا فرماتے تھے۔"

[صحیح البخاری (٥٠٤٥) فی فضائل القرآن، باب مد القراءة.]

قران ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے

عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا حَتَّى كَانَ قَبْلَ وَفَاتِهِ بِعَامٍ فَإِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا وَيَقْرَأُ بِالسُّورَةِ وَيُرَتِّلُهَا حَتَّى تَكُونَ أَطْوَلَ مِنْ أَطْوَلَ مِنْهَا

"حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات سے ایک سال قبل نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے لگے اور اس میں جب کوئی سورۃ پڑھتے تو ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے، یہاں تک کہ وہ طویل سے طویل ہوتی جاتی۔"

[رواہ مسلم (۷۳۳) في صلاة المسافرين، باب جواز النافلة قائماً وقاعداً.]

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اس باب میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث آئی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ جَالِسًا فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَائَتِهِ قَدْرُ ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ صَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ وَرُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَاعِدًا فَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ وَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَاعِدٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَاعِدٌ

آپ رات کو بیٹھ کر نماز پڑھتے اور جب تیس یا چالیس آیتوں کے بقدر قرأت باقی رہ جاتی تو آپ کھڑے ہو جاتے اور قرأت کرتے پھر رکوع میں جاتے۔ پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے۔ اور آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے، اور جب کھڑے ہو کر قرأت کرتے تو رکوع اور سجدہ بھی کھڑے ہو کر کرتے اور جب بیٹھ قرأت کرتے تو رکوع اور سجدہ بھی بیٹھ ہی کر کرتے۔"

[(صحيح) سنن الترمذي (۳۷۳)]

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا، فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ، فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهِ نَحْوٌ مِنْ ثَلَاثِينَ - أَوْ أَرْبَعِينَ - آيَةً قَامَ فَقَرَأَهَا وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ يَرْكَعُ، ثُمَّ سَجَدَ يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَإِذَا قَضَى صَلَاتَهُ نَظَرَ: فَإِنْ كُنْتُ يَقْظَى تَحَدَّثَ مَعِي، وَإِنْ كُنْتُ نَائِمَةً اضْطَجَعَ

"عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھ کر نماز پڑھتے تو بیٹھے بیٹھے قرات کرتے پھر جب تقریباً تیس یا چالیس آیتیں قرات کی باقی رہ جاتیں تو پھر آپ کھڑے ہوتے اور کھڑے کھڑے پڑھتے پھر رکوع کرتے اور سجدہ کرتے پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے جب اپنی نماز ختم کر لیتے تو مجھ سے باتیں کرتے اگر میں جاگتی ہوتی اور اگر میں سوگئی ہوتی تو لیٹ جاتے۔"

[صحیح بخاری (۱۱۱۹) بَابُ إِذَا صَلَّى قَاعِدًا، ثُمَّ صَحَّ، أَوْ وَجَدَ خِفَّةً، تَمَّمَ مَا بَقِيَ.]

نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجر امتیوں کی طرح آدھا نہیں ہے، یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ حُدِّثْتُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلَاةِ قَالَ فَأَتَيْتُهُ فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي جَالِسًا فَوَضَعْتُ يَدِي عَلَى رَأْسِهِ فَقَالَ مَا لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قُلْتُ حُدِّثْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَّكَ قُلْتَ صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا عَلَى نِصْفِ الصَّلَاةِ وَأَنْتَ تُصَلِّي قَاعِدًا قَالَ أَجَلْ وَلَكِنِّي لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ

"عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھ سے یہ حدیث بیان کی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا آدھی نماز کے برابر ہے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ کو میں نے بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے پایا میں نے اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اے ابن عمر (رضی اللہ عنہ) تجھے کیا ہوا ؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا آدھی نماز کے برابر ہے اور آپ ﷺ بھی تو بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ صحیح ہے لیکن میں تم میں سے کسی جیسا نہیں ہوں۔"

[رواه مسلم رقم (٧٣٣) في صلاة المسافرين، باب جواز النافلة قائماً وقاعداً.]

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ کی طرح ہونٹوں کو حرکت دے کر دکھایا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَأَنَا أُحَرِّكُهُمَا لَكَ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا وَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُحَرِّكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ قَالَ جَمْعُهُ لَكَ صَدْرَكَ وَتَقْرَأَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيلُ اسْتَمَعَ فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَهُ

"ابن عباس رضی اللہ عنہما، اللہ تعالیٰ کے قول ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾ (جلد یاد کر لینے کے لئے اپنی زبان کو نہ ہلائیے) کے متعلق فرماتے ہیں: قرآن اترتے وقت رسول اللہ ﷺ سخت محنت اٹھاتے تھے، آپ اپنے دونوں ہونٹ ہلاتے تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں ان دونوں کو

ہلاتا ہوں، جس طرح آپ ﷺ ہلاتے تھے اور (ابن عباس کے شاگرد) سعید فرماتے ہیں: میں (دونوں ہونٹ) ہلاتا ہوں جس طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جنبش دیتے ہوئے دیکھا، چنانچہ اپنے دونوں ہونٹ ہلا کر دکھائے، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾۔ [قیامة : ١٦] نازل فرمائی : اے محمد (ﷺ) قرآن کو جلد (یاد) کرنے کیلئے اپنی زبان کو نہ ہلاؤ، اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں : قرآن کا تمھارے سینہ میں جمع کر دینا اور اس کو تمھارا پڑھنا، پھر جب ہم اس کو پڑھ لیں تو اس کے پڑھنے کی پیروی کرو، ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : یعنی اس کو سنو اور چپ رہو، پھر یقینا اس کا مطلب سمجھا دینا ہمارے ذمہ ہے، پھر بلاشبہ میرے ذمہ ہے کہ تم اس کو پڑھو، اس کے بعد جب جبرائیل آپ کے پاس آتے تو آپ ﷺ غور سے سنتے، پھر جب جبرائیل علیہ السلام چلے جاتے، تو اس کو رسول اللہ ﷺ پڑھتے تھے جس طرح جبرائیل نے پڑھا تھا۔" ❶

رسول اللہ ﷺ آواز کو کھینچا کرتے تھے

"قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں : میں نے ایک مرتبہ انس رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کی قرأت کی کیفیت کے متعلق پوچھا، تو انھوں نے فرمایا:

كَانَ يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ مَدًّا

نبی ﷺ اپنی آواز کو کھینچا کرتے تھے۔" ❷

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کس طرح نبی ﷺ کی ایک ایک بات کو نوٹ کرتے تھے۔ سوال کرنے پر فورا آپ کی قرأت کا انداز بیان کر دیا۔

---

❶ صحیح بخاری(٥) كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلُ اللَّهِ جَلَّ ذِكْرُهُ إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ.]

❷ سنن نسائی (١٠١٤) بَاب مَدِّ الصَّوْتِ بِالْقِرَاءَةِ.]

ایک ایک حرف الگ الگ سنائی دیتا

عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ أَنَّهُ سَأَلَ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قِرَاءَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ صَلَاتِهِ فَقَالَتْ مَا لَكُمْ وَصَلَاتَهُ كَانَ يُصَلِّي ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلَّى ثُمَّ يُصَلِّي قَدْرَ مَا نَامَ ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلَّى حَتَّى يُصْبِحَ ثُمَّ نَعَتَتْ لَهُ قِرَاءَتَهُ فَإِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا [1]

"یعلی بن مملک نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: رسول اللہ ﷺ کی قرأت (قرآن) کس طرح ہوتی اور آپ ﷺ نماز کس طرح ادا فرمایا کرتے تھے؟ فرمایا: تم لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی نماز سے کیا کام؟ آپ ﷺ نماز پڑھتے پھر جتنی دیر نماز پڑھی ہوتی اتنی دیر سو جاتے پھر اٹھتے اور جتنی دیر سوئے تھے اتنی ہی دیر تک نماز ادا فرماتے تھے۔ پھر جتنی دیر نماز پڑھی ہوتی اتنی دیر تک آرام فرماتے یہاں تک کہ (اذان) فجر ہو جاتی۔ پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی قرأت کے متعلق بیان فرمایا: آپ ﷺ پڑھتے تھے ایک ایک حرف الگ الگ سنائی دیتا۔"

نسائی ہی کی ایک روایت میں ہے:

ثُمَّ نَعَتَتْ قِرَاءَتَهُ فَإِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا

"ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی قرات کو بیان کیا: آپ کی قرات بالکل صاف تھی اور ایک ایک کر کے ہر ایک حرف علیحدہ معلوم ہوتا تھا۔" [2]

کتنی توجہ سے صحابہ کرام آپ کی قرأت کو سنا کرتے تھے۔

---

[1] سنن الترمذی رقم (۲۹۲۳) فی أبواب ثواب القرآن، باب ما جاء کیف کانت قراءة النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، وأبو داود رقم (۱٤٦٦) فی الصلاة، باب استحباب ترتیل القراءة۔]

[2] سنن نسائی (۱۰۲۲) تَزْيِينُ الْقُرْآنِ بِالصَّوْتِ

اگر لوگوں کے اکٹھا ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو آپ کی طرح خوش الحانی سے پڑھتا

عَنْ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُغَفَّلٍ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ عَلَى نَاقَتِهِ وَهُوَ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفَتْحِ يُرَجِّعُ وَقَالَ لَوْلَا أَنْ يَجْتَمِعَ النَّاسُ حَوْلِي لَرَجَّعْتُ كَمَا رَجَّعَ

"عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کو ناقہ پر سوار خوش الحانی سے سورۃ فتح پڑھتے ہوئے دیکھا، معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اگر مجھے لوگوں کے ارد گرد جمع ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں آپ ﷺ کی طرح خوش الحانی کر کے دکھاتا (جیسا کہ عبداللہ بن مغفل نے کی تھی)۔" [1]

آپ ﷺ سورۃ فاتحہ کیسے پڑھتے

"ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم کی قرات کا ذکر کیا: آپ سورۃ فاتحہ یوں پڑھا کرتے تھے:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○﴾

يُقَطِّعُ قِرَائَتَهُ آيَةً آيَةً

ایک ایک آیت الگ الگ پڑھتے تھے۔" [2]

آپ ﷺ نے ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ کیسے پڑھا

سعید بن المسیب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ يَقْرَؤُنَ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ وَأَوَّلُ مَنْ قَرَأَهَا مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ مَرْوَانُ

---

[1] رواه البخاري (٤٢٨١) باب: أَيْنَ رَكَزَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّايَةَ يَوْمَ الْفَتْحِ؟۔]

[2] أخرجه أبو داود رقم (٤٠٠١) في الحروف والقراءات.]

"رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم پڑھا کرتے تھے: ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾ اور وہ پہلا شخص جس نے مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ پڑھا، وہ مروان بن حکم تھا۔ ❶

﴿واتخذوا﴾ صیغہ امر کے ساتھ پڑھا

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى

"جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ پڑھا (واتخذوا" صیغہ امر کے ساتھ)۔"

زاد فی نسخة، بکسر الخاء۔ ❷

﴿لاتحسبن﴾ سین کے زیر کے ساتھ پڑھا

عَنْ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ قَالَ كُنْتُ وَافِدَ بَنِي الْمُنْتَفِقِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَقَالَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْسِبَنَّ وَلَمْ يَقُلْ لَا تَحْسَبَنَّ

"لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بنی منتفق کے وفد میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تھا پھر پوری حدیث بیان کی اور فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے (لاتحسبن) سین کے زیر کے ساتھ، نہ کہ زبر کے ساتھ پڑھا۔" ❸

﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ را کے پیش کے ساتھ پڑھتے تھے

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ

---

❶ أخرجه أبو داود رقم (٤٠٠٠) في الحروف والقراءات۔]

❷ أخرجه أبو داود: رقم (٣٩٦٩) في الحروف والقراءات۔]

❸ رواه أبو داود رقم (٣٩٧٣) في الحروف والقراءات، ورواه أيضا أحمد في المسند۔]

"زید بن ثابت فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾۔[۹۵]
پڑھا کرتے تھے، غیر میں را کے پیش کے ساتھ نہ کہ زیر کے ساتھ۔" ❶

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ﴾ کیسے پڑھا

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے پڑھا:

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ﴾۔ ﴿وَالْعَيْنُ﴾ کو پیش کے ساتھ پڑھا۔ ❷

﴿عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ کیسے پڑھا

عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ سَأَلْتُ أُمَّ سَلَمَةَ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ هَذِهِ الْآيَةَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَقَالَتْ قَرَأَهَا إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ

"شہر بن حوشب فرماتے ہیں: میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ اس آیت مبارکہ کو کس طرح پڑھا کرتے تھے؟ انه عمل غير صالح، وہ فرمانے لگیں کہ اسی طرح پڑھا ہے، إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ۔ ❸

﴿الَّذِينَ يَأْتُونَ مَا أَتَوْا﴾ پڑھتے سنا ہے

عَنْ أَبِي خَلَفٍ مَوْلَى بَنِي جُمَحٍ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَلَى عَائِشَةَ

---

❶ أخرجه أبو داود (٣٩٧٥) زاد في نسخة، بنصب الراء. وهي قراءة نافع، وابن عامر، والكسائي، وخلف، والمفضل، وقرأ ابن كثير، وأبو عمرو، وحمزة (غير) برفع الراء. قال أبو علي: من رفع الراء جعل غير صفة للقاعدين، ومن نصبها جعلها استثناء من القاعدين.
❷ أخرجه أبو داود رقم (٣٩٧٦) كِتَاب الْحُرُوفِ وَالْقِرَاءَاتِ۔]
❸ أخرجه أبو داود رقم (٣٩٨٢) في الحروف والقراءات، والترمذي (٢٩٣٢) في القراءات،]

أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ فِي سَقِيفَةِ زَمْزَمَ لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ ظِلٌّ غَيْرُهَا فَقَالَتْ مَرْحَبًا وَأَهْلًا بِأَبِي عَاصِمٍ يَعْنِي عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَزُورَنَا أَوْ تُلِمَّ بِنَا فَقَالَ أَخْشَى أَنْ أُمِلَّكِ فَقَالَتْ مَا كُنْتَ تَفْعَلُ قَالَ جِئْتُ أَنْ أَسْأَلَكِ عَنْ آيَةٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا فَقَالَتْ أَيَّةُ آيَةٍ فَقَالَ الَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا أَتَوْا أَوْ الَّذِينَ يَأْتُونَ مَا أَتَوْا فَقَالَتْ أَيَّتُهُمَا أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ قُلْتُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَإِحْدَاهُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا أَوْ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا قَالَتْ أَيَّتُهُمَا قُلْتُ الَّذِينَ يَأْتُونَ مَا أَتَوْا قَالَتْ أَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَلِكَ كَانَ يَقْرَؤُهَا وَكَذَلِكَ أُنْزِلَتْ أَوْ قَالَتْ أَشْهَدُ لَكَذَلِكَ أُنْزِلَتْ وَكَذَلِكَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا وَلَكِنَّ الْهِجَاءَ حَرْفٌ.

"ابوخلف جو بنو جمح کے آزاد کردہ غلام ہیں کہتے ہیں کہ وہ عبید بن عمیر کے ساتھ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے جو چشمہ زمزم کے پاس تھیں اور اس وقت پوری مسجد میں اس کے علاوہ کہیں اور سایہ نہ تھا، انھوں نے فرمایا ابو عاصم یعنی عبید بن عمیر کو خوش آمدید، تم ہم سے ملاقات کے لئے کیوں نہیں آتے؟ انھوں نے عرض کیا اس خوف سے کہ کہیں آپ اکتا نہ جائیں، انھوں نے فرمایا تمھیں ایسا نہیں کرنا چاہیے، عبید نے عرض کیا: اس وقت میں آپ کے پاس ایک آیت کے متعلق پوچھنے کے لئے آیا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاوت کس طرح فرماتے تھے؟ انھوں نے فرمایا کون سی آیت؟ عبید نے عرض کیا: یہ آیت اس طرح ہے

﴿الَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا أَتَوْا﴾ یا اس طرح ہے ﴿الَّذِينَ يَأْتُونَ مَا أَتَوْا﴾

انھوں نے پوچھا کہ تمھیں ان دونوں قراءتوں میں سے کون سی قرأت پسند ہے؟ عبید نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس ہاتھ میں میری جان ہے، ان میں سے ایک قرأت تو مجھے تمام دنیا ومافیہا سے زیادہ پسند ہے، انھوں نے پوچھا وہ کون سی؟ عبید نے عرض کیا:

﴿الَّذِينَ يَأْتُونَ مَا أَتَوا﴾

انھوں نے فرمایا: میں اس بات کی گواہی دیتی ہوں کی نبی ﷺ بھی اس آیت کو اسی طرح پڑھتے تھے اور اسی طرح یہ آیت نازل ہوئی ہے، لیکن حروف تہجی میں دونوں ایک ہی حرف ہیں (دونوں کا مادہ ایک ہی ہے)

[مسند احمد (٢٤٦٤١)]

﴿هَيْتَ لَكَ﴾ جیسے مجھے سکھایا گیا

عَنْ شَقِيقٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ قَرَأَ هَيْتَ لَكَ فَقَالَ شَقِيقٌ إِنَّا نَقْرَؤُهَا هِئْتُ لَكَ يَعْنِي فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَقْرَؤُهَا كَمَا عُلِّمْتُ أَحَبُّ إِلَيَّ

"شقیق کہتے ہیں: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ﴿هَيْتَ لَكَ﴾ پڑھا۔ شقیق کہنے لگے: ہم تو اسے هِئْتُ لَكَ پڑھتے ہیں، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تو اسے اس طرح پڑھتا ہوں۔ جیسا کہ مجھے سکھلایا گیا ہے وہ ہی مجھے زیادہ پسند ہے۔"

[أخرجه أبو داود رقم (٤٠٠٤) في الحروف والقراءات.]

"ضعف" ضاد کے ضمہ کے ساتھ پڑھو

عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ:

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا﴾ [الروم: ٥٤]

فَقَالَ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا)، ثُمَّ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأْتَ عَلَيَّ، فَأَخَذَ عَلَيَّ كَمَا أَخَذْتُ عَلَيْكَ

"عطیہ عوفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے آیت

﴿اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا﴾

میں لفظ ضعف کو ضاد کے فتحہ کے ساتھ پڑھا، انھوں نے فرمایا: اسے ضاد کے ضمہ کے ساتھ پڑھو اور فرمایا: ایک مرتبہ میں نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لفظ کو اسی طرح پڑھا تھا جیسے تم نے میرے سامنے پڑھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بھی اسی طرح گرفت فرمائی تھی جیسے میں نے تمھاری گرفت کی۔" [مسند احمد (۵۲۲۷)]

قرآن سمجھ کر پڑھنا

"یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں اور محمد بن یحییٰ بن حبان بیٹھے ہوئے تھے، محمد بن یحییٰ نے ایک شخص کو بلایا اور کہا تم نے جو اپنے باپ سے سنا ہے اس کو بیان کرو اس شخص نے کہا: میرا باپ زید بن ثابت کے پاس گیا اور ان سے پوچھا:

كَيْفَ تَرَى فِي قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي سَبْعٍ فَقَالَ زَيْدٌ حَسَنٌ وَلَأَنْ أَقْرَأَهُ فِي نِصْفٍ أَوْ عَشْرٍ أَحَبُّ إِلَيَّ وَسَلْنِي لِمَ ذَاكَ قَالَ فَإِنِّي أَسْأَلُكَ قَالَ زَيْدٌ لِكَيْ أَتَدَبَّرَهُ وَأَقِفَ عَلَيْهِ

سات روز میں کلام اللہ تمام کرنا کیسا ہے؟ بولے اچھا ہے، لیکن میرے نزدیک پندرہ روز یا بیس روز میں تمام کرنا بہتر ہے، آپ مجھ سے پوچھیں،

انھوں نے کیوں کہا؟ میں نے پوچھا کیوں؟ زید نے کہا: تا کہ میں اس کو سمجھتا جاؤں یاد رکھتا جاؤں۔"

[مؤطا مالک (٤٧١) بَاب مَا جَاءَ فِي تَحْزِيبِ الْقُرْآنِ.]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قرآن کے متعلق بیان

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد جن کا تعلق ہمدان سے ہے کہتے ہیں: جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ نے مدینہ منورہ تشریف آوری کا ارادہ کیا تو اپنے شاگردوں کو جمع کیا اور فرمایا مجھے امید ہے کہ تمھارے پاس دین، علم قرآن اور فقہ کی جو دولت ہے، وہ عساکر مسلمین میں سے کسی کے پاس نھیں ہے، یہ قرآن کئی حروف نازل ہوا ہے، واللہ! دو آدمی بعض اوقات اس معاملے میں اتنا شدید جھگڑا کرتے تھے جو لوگ کسی معاملے میں کر سکتے ہیں، ایک قاری کہتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یوں پڑھایا ہے، اور دوسرا یہ کہتا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یوں پڑھایا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: تم دونوں ہی درست ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی تحسین فرماتے۔ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے، جھوٹ گناہ کا راستہ دکھاتا ہے اور گناہ جہنم کی راہ دکھاتا ہے، تم اسی سے اندازہ لگا لو کہ تم میں سے بھی بعض لوگ اپنے ساتھی کے متعلق کہتے ہیں: اس نے جھوٹ بولا اور گناہ کیا اور سچ بولنے پر کہتے ہو کہ تم نے سچ بولا اور نیکی کا کام کیا۔

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ لَا يَخْتَلِفُ وَلَا يُسْتَشَنُّ وَلَا يَتْفَهُ لِكَثْرَةِ الرَّدِّ فَمَنْ قَرَأَهُ عَلَى حَرْفٍ فَلَا يَدَعْهُ رَغْبَةً عَنْهُ وَمَنْ قَرَأَهُ عَلَى شَيْءٍ مِنْ تِلْكَ الْحُرُوفِ الَّتِي عَلَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَدَعْهُ رَغْبَةً عَنْهُ فَإِنَّهُ مَنْ يَجْحَدْ بِآيَةٍ مِنْهُ يَجْحَدْ بِهِ كُلِّهِ فَإِنَّمَا هُوَ كَقَوْلِ أَحَدِكُمْ لِصَاحِبِهِ

اعْجَلْ دَحَیَّ هَلَّا وَاللهِ لَوْ أَعْلَمُ رَجُلًا أَعْلَمَ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي لَطَلَبْتُهُ حَتَّى أَزْدَادَ عِلْمَهُ إِلَى عِلْمِي إِنَّهُ سَيَكُونُ قَوْمٌ يُمِيتُونَ الصَّلَاةَ فَصَلُّوا الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا وَاجْعَلُوا صَلَاتَكُمْ مَعَهُمْ تَطَوُّعًا وَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَارَضُ بِالْقُرْآنِ فِي كُلِّ رَمَضَانَ وَإِنِّي عَرَضْتُ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ مَرَّتَيْنِ فَأَنْبَأَنِي أَنِّي مُحْسِنٌ وَقَدْ قَرَأْتُ مِنْ فِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعِينَ سُورَةً

یہ قرآن بدلے گا اور نہ پرانا ہوگا اور نہ کوئی شخص بار بار پڑھنے سے اس سے اکتائے گا، جو شخص اس کی تلاوت کسی ایک قراءت کے مطابق کرتا ہے وہ دوسری قراءتوں کو بے رغبتی کی وجہ سے نہ چھوڑے، کیونکہ جو شخص اس کی کسی آیت کا انکار کرتا ہے گویا وہ پورے قرآن کا انکار کرتا ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے تمام میں سے کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہے کہ جلدی کرو، ادھر آؤ۔ واللہ! اگر میرے علم میں ہوتا کہ کوئی شخص نبی ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو میں اس سے علم حاصل کرتا تاکہ اس کا علم بھی میرے علم میں شامل ہو جائے، عنقریب کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو نماز کو مار دیں گیں، اس لئے تم وقت پر نماز ادا کیا کرو اور اس کے ساتھ نفلی نماز بھی شامل کیا کرو اور نبی ﷺ ہر سال رمضان میں قرآن کریم کا دور کرتے تھے لیکن جس سال نبی ﷺ کا وصال ہوا میں نے نبی ﷺ کو دو مرتبہ قرآن سنایا تھا اور نبی ﷺ نے میری تحسین فرمائی تھی اور میں نے نبی ﷺ کے دہن مبارک سے سن کر ستر سورتیں یاد کیں تھیں۔

[مسند احمد:٣٨٣٥.]

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن کے محافظ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قرآن کو محفوظ کیا ہے، سب سے پہلے قرآن کی حفاظت کرنے والے صحابہ کرام تھے، انھوں نے اپنے سینوں میں محفوظ کیا، اس کو لکھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا اہتمام فرمایا کہ جوں ہی قرآن مجید کا کوئی حصہ نازل ہوتا اسے اپنی نگرانی میں مرتب کرواتے، صحابہ کرام نے قرآن مجید کو ہڈی، لکڑی، پتھر پر اسے لکھا، یہاں تک کہ بعض درختوں کے پتے اس طریقے سے تیار کیے جاتے کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا جیسا کہ پرانے زمانے کے کتبات اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ انھوں نے اسے کیسے محفوظ کیا۔

کتاب اللہ کا علم حاصل کرو اور اس کا خیال رکھو

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَلَّمُوا كِتَابَ اللهِ تَعَالَى وَتَعَاهَدُوهُ وَاقْتَنُوهُ وَتَغَنَّوْا بِهِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَهُوَ أَشَدُّ تَفَلُّتًا مِنَ الْمَخَاضِ فِي الْعُقُلِ

”عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی کتاب کا علم حاصل کرو اور اسے پڑھتے رہو اور اس کا خیال رکھو اس کا دھیان رکھو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ اس سے زیادہ تیزی سے نکلنے والا ہے جتنی تیزی سے اونٹنی رسی سے نکلتی ہے۔“

[سنن دارمی (۳۳۴۹) باب فِي تَعَاهُدِ الْقُرْآنِ.]

جو نازل ہوا اسے لکھوں گا، کوئی چیز بدلوں گا نہیں

قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا قَالَ قَدْ نَسَخَتْهَا الْآيَةُ الْأُخْرَى فَلِمَ تَكْتُبُهَا أَوْ تَدَعُهَا قَالَ يَا ابْنَ أَخِي لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْهُ مِنْ مَكَانِهِ

"زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ آیت

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا﴾۔ [البقرۃ:٢٤٠]

دوسری آیت سے منسوخ ہوگئی ہے پھر آپ اسے مصحف میں درج کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے بھتیجے! جو نازل ہوا میں تو اسے لکھوں گا اور کوئی چیز بدلوں گا نہیں۔" ❶

یہ حکم ابتدائے اسلام میں نازل ہوا تھا کہ مرتے وقت مرد اپنی بیویوں کے متعلق ورثاء کو ایسی وصیت کر جائیں۔ بعد میں جب بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر ہوگئی نیز آیت میراث کی رو سے خاوند کے ترکہ میں بیوہ کا حصہ مقرر ہوگیا تو اس آیت کا حکم منسوخ ہوگیا۔ اب بیوہ کے لیے تو یہ حکم ہوا کہ وہ بس عدت کے ایام اپنے مرنے والے شوہر کے ہاں گزارے۔ بعد میں وہ آزاد ہے اور اس دوران نان و نفقہ بھی وارثوں کے ذمہ اور ترکہ ہی سے ہوگا، اور سال بھر کے خرچہ کا مسئلہ میراث میں حصہ ملنے سے حل ہوگیا۔

مولانا لقمان سلفی صاحب اس ایت کے متعلق لکھتے ہیں:

آیت کا معنی یہ ہے کہ جب کسی آدمی کی موت قریب ہو تو وہ اپنی بیویوں کے لیے ورثہ کی وصیت کر جائے کہ انھیں ایک سال تک گھر سے نکلنے پر مجبور نہ کیا

---

❶ أخرجه البخاري (٤٥٣٠) في تفسير سورة البقرة، باب (والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجاً يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشراً)، أ

جائے اور انھیں نفقہ بھی دیا جائے، لیکن اگر وہ خود ہی شوہر کے گھر سے نکل جائیں اور زینت وخوشبو استعمال کرنے لگیں اور اشارے کنائے میں شادی کی بات کرنے لگیں تو شوہر کے اولیاء کو کوئی گناہ نھیں ہوگا، اور ایسی صورت میں نفقہ ومسکن واجب نھیں ہوگا۔ جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا جبکہ بیوی کے لیے میراث میں حصہ نہ تھا، اور عدت کی مدت ایک سال تھی، اور اسے اختیار ہوتا تھا کہ چاہے تو شوہر کے گھر میں عدت کی مدت گذارے اور نفقہ لے اور چاہے تو سال پورا ہونے سے پہلے ہی گھر سے نکل جائے اور اس کے لیے نہ نفقہ ہوتا تھا اور نہ مسکن۔ اس کے بعد اسی سورت کی آیت ۲۳٤ نازل ہوئی، جس کے مطابق عورتوں کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی۔ اسی طرح نفقہ ومسکن کی وصیت کا حکم آیت میراث کے ذریعہ منسوخ ہوگیا، اور بیوی کے لیے پوری جائداد کا چوتھا یا آٹھواں حصہ مقرر کردیا گیا۔

مفسر مجاہد، شیخ الاسلام بن تیمیہ اور حافظ ابن کثیر وغیرہم کی رائے ہے کہ یہ آیت محکم ہے، منسوخ نھیں ہوئی ہے، اور پہلی آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ چار ماہ دس دن عورت کی لازمی عدت ہے، جسے اسے بہر حال شوہر کے گھر میں گذارنا ہے اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ میت کے اولیاء کو چاہیے کہ اس کی دلجوئی کی خاطر اور میت کے ساتھ اظہار اخلاص ومحبت کے طور پر اسے مزید سات ماہ بیس دن شوہر کے گھر میں رہنے دیں، ہاں، اگر عورت چار ماہ دس دن یا وضع حمل کے بعد، اپنی مرضی سے اس کے گھر سے منتقل ہونا چاہے تو اسے روکا نہ جائے۔

حافظ عبد السلام حفظہ اللہ اس ایت کے متعلق لکھتے ہیں:

بہت سے علماء نے اس آیت کو اس آیت سے منسوخ قرار دیا ہے جو اس سے پہلے گزر چکی ہے، جس میں فوت شدہ خاوند کی بیوی کی عدت چار مہینے دس دن بیان کی گئی ہے۔ اس صورت میں یہ آیت تلاوت کی ترتیب کے لحاظ سے بعد میں

آنے کے باوجود ترتیب میں پہلے آنے والی آیت کے ساتھ منسوخ ٹھہرتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ زیر تفسیر آیت کی رو سے پہلے اس عورت کی عدت ایک سال تھی، پھر اسی سورت کی آیت (٢٣٤) سے چار ماہ دس دن قرار دی گئی۔ چنانچہ عدت ایک سال ہونا منسوخ ہوگیا اور چار ماہ دس دن کے بعد رہائش اور کھانے وغیرہ کا خرچہ آیت میراث (نساء: ١١، ١٢) کے ساتھ منسوخ ہوگیا، کیونکہ اس میں تمام وارثوں کے حصے مقرر کردیے گئے۔ اب وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔ حالانکہ دونوں آیات کے الفاظ پر غور کریں تو پہلی آیت میں واضح حکم ہے کہ ایسی عورت چار ماہ دس دن نکاح نہیں کرسکتی، بلکہ اپنے آپ کو انتظار میں رکھے گی۔ اسے عدت کہتے ہیں، جب کہ دوسری آیت میں ایک سال اپنے آپ کو انتظار میں رکھنے اور نکاح نہ کرنے کا ذکر ہی نہیں، تو اس آیت کی رو سے عدت ایک سال کیسے بن گئی؟ اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ یہ پہلی آیت سے منسوخ نہیں، نہ ہی ترتیب تلاوت میں کوئی خلل ہے۔

رہ گیا نان ونفقہ اور رہائش کا منسوخ ہونا تو جو علماء منسوخ بتاتے ہیں وہ سورۃ نساء کی آیت میراث سے منسوخ بتاتے ہیں، جو سورۃ بقرہ کے بعد اتری ہے۔ اس لیے زیر تفسیر آیت کسی طرح بھی پہلی آیت کے ساتھ منسوخ نہیں۔ اگر اس کا کچھ حصہ منسوخ ہے بھی تو سورۃ نساء کے ساتھ منسوخ ہے۔ لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں، اس میں عدت بیان ہی نہیں ہوئی، بلکہ میت کے اولیاء کو وصیت کا ذکر ہے کہ وہ عورت کی دل جوئی کی خاطر اور مرنے والے سے اظہار محبت واخلاص کے طور پر چار ماہ دس دن کے بعد مزید سات ماہ بیس دن اسے اپنے شوہر کے گھر میں رہنے دیں۔ ہاں اگر عورت چار ماہ دس دن یا وضع حمل کے بعد اپنی مرضی سے اس گھر سے منتقل ہونا چاہے تو اس کی مرضی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ آیت میراث کے باوجود چار ماہ دس دن اس گھر میں رہنے کا لازمی حکم دے سکتا ہے تو سال

کے باقی ماندہ دن اختیاری طور پر وہاں رہنے کی اجازت کا حکم بھی دے سکتا ہے اور یہ آیت میراث کے خلاف نہیں۔ یہ رائے امام مجاہد بن جبر، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور دوسرے کئی اہل علم کی ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اسے قوی قرار دیا ہے اور اس سے قرآن کی آیات کی ترتیب کا حسن بھی باقی رہتا ہے۔

جبریل علیہ السلام کی بتائی ہوئی ترتیب لگائی

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا إِذْ شَخَصَ بِبَصَرِهِ ثُمَّ صَوَّبَهُ حَتَّى كَادَ أَنْ يُلْزِقَهُ بِالْأَرْضِ قَالَ ثُمَّ شَخَصَ بِبَصَرِهِ فَقَالَ أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَمَرَنِي أَنْ أَضَعَ هَذِهِ الْآيَةَ بِهَذَا الْمَوْضِعِ مِنْ هَذِهِ السُّورَةِ إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے نیچے ہوئے کہ زمین سے لگنے کے قریب ہو گئے، تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھیں اوپر کیں اور فرمایا: ابھی ابھی میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے اور انھوں نے مجھ سے کہا کہ میں یہ آیت فلاں سورۃ کی فلاں جگہ پر رکھ لوں،

﴿إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾

[مسند احمد (۱۷۴۵۹).]

آپ یہ کام صحابہ کرام سے کرواتے، انھیں بتاتے یہ ایت فلاں فلاں جگہ پر رکھو۔

رجم کی بھی آیت تھی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ عُمَرُ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَطُولَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ حَتَّى يَقُولَ قَائِلٌ لَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِي كِتَابِ اللهِ فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللهُ أَلَا وَإِنَّ الرَّجْمَ حَقٌّ عَلَى مَنْ زَنَى وَقَدْ أَحْصَنَ إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ أَوْ كَانَ الْحَبَلُ أَوِ الِاعْتِرَافُ قَالَ سُفْيَانُ كَذَا حَفِظْتُ أَلَا وَقَدْ رَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اندیشہ ہے کہ ایک زمانہ لوگوں پر ایسا آئے گا کہ ایک کہنے والا کہے گا: ہم کتاب اللہ میں رجم کا حکم نہیں پاتے، چنانچہ وہ ایک فرض کو چھوڑ کر گمراہ ہوں گے جو اللہ نے نازل کیا ہے، خبردار! رجم واجب ہے اس پر جس نے زنا کیا اور شادی شدہ ہو بشرطیکہ اس پر گواہی قائم ہوجائے یا حمل ہوجائے یا اقرار ہو، سن لو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے اور آپ کے بعد ہم نے بھی سنگسار کیا ہے۔"

[البخاری (٦٨٢٩) باب الاعتراف بالزنا، فی الحدود، ومسلم رقم (١٦٩١) فی الحدود.]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْأَنْصَارِ أُبَيٌّ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَأَبُو زَيْدٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ قُلْتُ لِأَنَسٍ مَنْ أَبُو زَيْدٍ قَالَ أَحَدُ عُمُومَتِي

"انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چار آدمیوں نے قرآن پاک کو جمع کیا تھا۔ اور وہ چاروں انصاری تھے ابی بن کعب، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ابوزید، زید بن ثابت۔ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ ابوزید کون؟ انھوں نے فرمایا: میرے ایک چچا تھے۔" [1]

[1] أخرجه البخاری (٣٨١٠) اب مناقب زید بن ثابت، ومسلم (٢٤٦٥) فی فضائل الصحابة.]

چمڑے کے ٹکڑوں پر قرآن جمع کیا

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُؤَلِّفُ الْقُرْآنَ مِنَ الرِّقَاعِ

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے چمڑے کے ٹکڑوں پر قرآن جمع کر رہے تھے۔"

[جامع ترمذی (۳۹۵٤) باب فِي فَضْلِ الشَّامِ وَالْيَمَنِ]

قرآن کو ایک جگہ لکھا

"زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ جو کہ کاتب وحی تھے فرماتے ہیں: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کسی کو میرے پاس بھیجا اس وقت جنگ یمامہ ہو رہی تھی، میں آپ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا ہے:

إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِالنَّاسِ وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ فِي الْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا أَنْ تَجْمَعُوهُ وَإِنِّي لَأَرَى أَنْ تَجْمَعَ الْقُرْآنَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي فِيهِ حَتَّى شَرَحَ اللّٰهُ لِذَلِكَ صَدْرِي وَرَأَيْتُ الَّذِي رَأَى عُمَرُ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعُمَرُ عِنْدَهُ جَالِسٌ لَا يَتَكَلَّمُ

یمامہ کی لڑائی زوروں پر ہے ایسا نہ ہو کہ حفاظ شہید ہو جائیں قرآن کا اکثر حصہ ضائع ہو جائے لہذا میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ وہ ایک جگہ جمع کر دیا جائے، میں نے یہ جواب دیا: میں یہ کام کس طرح کروں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا، مگر عمر رضی اللہ عنہ نے بہت اصرار کیا اور کہا: جمع

کر لینا چاہیے آخر میری رائے بھی یہی ہوگئی ۔ زید کہتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ یہ تقریر خاموشی سے سنتے رہے۔

اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا:

إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ وَلَا نَتَّهِمُكَ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَتَبَّعْ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ فَوَاللهِ لَوْ كَلَّفَنِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلَانِ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ هُوَ وَاللهِ خَيْرٌ فَلَمْ أَزَلْ أُرَاجِعُهُ حَتَّى شَرَحَ اللهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ اللهُ لَهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقُمْتُ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ الرِّقَاعِ وَالْأَكْتَافِ وَالْعُسُبِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ حَتَّى وَجَدْتُ مِنْ سُورَةِ التَّوْبَةِ آيَتَيْنِ مَعَ خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ لَمْ أَجِدْهُمَا مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهِ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ إِلَى آخِرِهِمَا وَكَانَتْ الصُّحُفُ الَّتِي جُمِعَ فِيهَا الْقُرْآنُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ

دیکھو تم جوان اور عقل والے آدمی ہو ہم تم کو سچا جانتے ہیں کیونکہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی قرآن کو لکھا کرتے تھے،، لہذا تم ہی اس کام کو انجام دے دو، اللہ کی قسم ہے کہ مجھے یہ کام اس قدر گراں معلوم ہوا کہ ایک پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا اس کے سامنے آسان نظر آیا، اور میں نے جواب میں کہا: جب ایک کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تو میں کیسے کروں، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اصرار کرنے کے بعد زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا اب یہ راز مجھ پر بھی کھل گیا ہے اور میری بھی وہی رائے ہوگی

جو عمر رضی اللہ عنہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی، بس کہیں کھجور کی شاخ کے پٹھے پر اور کہیں لوگوں کے دلوں میں محفوظ پایا حتیٰ کہ سورۃ توبہ کو خزیمہ انصاری کے پاس جمع کیا، انھیں کے پاس سورۃ توبہ کی دو آیات لکھی دیکھیں جو کسی کے پاس نہ تھیں ایک تو یہ

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾۔ [التوبہ:۱۲۸]

اور دوسری یہ آیت

﴿فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾۔ [التوبہ:۱۲۹]

اور قرآن کا جمع کردہ نسخہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا، پھر ان کے انتقال کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، پھر ان کے بعد حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس آیا۔

[صحیح بخاری(٤٦٧٩)باب قَوْلِهِ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ]

ایک ایت جو میں کئی مرتبہ سن چکا تھا

أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ لَمَّا نَسَخْنَا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ فَقَدْتُ آيَةً مِنْ سُورَةِ الْأَحْزَابِ كُنْتُ كَثِيرًا أَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا لَمْ أَجِدْهَا مَعَ أَحَدٍ إِلَّا مَعَ خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ الَّذِي جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهَادَتَهُ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ

”زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم قرآن مجید کو مصحف کی صورت میں جمع کر رہے تھے تو مجھے سورۃ الاحزاب کی ایک آیت (کہیں لکھی ہوئی) نہیں مل رہی تھی۔ میں وہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ دفعہ سن چکا

تھا۔ آخر وہ مجھے خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ملی جن کی شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مومن مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا۔ وہ آیت یہ تھی:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ﴾

اہل ایمان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انھوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اس میں وہ سچے اترے۔

[صحیح بخاری (٤٧٨٤) باب فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا]

مصحف عثمانی کی تیاری

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اس وقت وہ اہل شام و عراق کو ملا کر فتح آرمینۃ و آذربائیجان میں جنگ کر رہے تھے، قرآن میں اہل عراق و شام کے اختلاف نے حذیفہ کو بے چین کر دیا، چنانچہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! اس امت کی خبر لیجئے قبل اس کے کہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب میں اختلاف کرنے لگیں عثمان رضی اللہ عنہ نے حفصہ کو کہلا بھیجا کہ تم وہ صحیفے میرے پاس بھیج دو ہم اس کے چند صحیفوں میں نقل کرا کر پھر تمھیں واپس کر دیں گیں، حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ صحیفے عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیج دیے، عثمان نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سعید بن عاص، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کو حکم دیا تو ان لوگوں نے اس کو مصاحف میں نقل کیا اور عثمان رضی اللہ عنہ نے ان تینوں قریشیوں سے کہا: جب تم میں اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ میں کہیں (قرآت) قرآن میں اختلاف ہو تو اس کو قریش کی زبان میں لکھو اس لئے کہ قرآن انھیں کی زبان میں نازل ہوا ہے چنانچہ

ان لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ جب ان صحیفوں کو مصاحف میں نقل کرلیا گیا تو عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ صحیفے حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھجوا دیے اور نقل شدہ مصاحف میں سے ایک ایک تمام علاقوں میں بھیج دیے اور حکم دے دیا کہ اس کے سوائے جو قرآن صحیفہ یا مصاحف میں ہے جلا دیا جائے ابن شہاب فرماتے ہیں: مجھ سے خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا کہ میں نے مصاحف کو نقل کرتے وقت سورۃ احزاب کی ایک آیت نہ پائی حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا تھا ہم نے اسے تلاش کیا تو وہ آیت مجھے خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس ملی (وہ آیت یہ ہے:

﴿رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾۔ [الأحزاب:٢٣]

تو ہم نے اس آیت کو اس سورۃ میں شامل کر دیا۔

[أخرجه البخاري(٤٩٨٧) في فضائل القرآن، باب جمع القرآن۔]

قریش کی زبان پر لکھنا

"انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سعید بن عاص اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کو بلایا

فَنَسَخُوهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّينَ الثَّلَاثَةِ إِذَا اخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي شَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ فَاكْتُبُوهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَإِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوا ذٰلِكَ

پھر ان لوگوں نے قرآن مصحفوں میں لکھا اور عثمان نے قریش کے تین آدمیوں سے کہہ دیا تھا کہ جب تم لوگوں سے اور زید بن ثابت سے قرآن

کے کسی مقام پر اختلاف واقع ہو تو اس کو قریش کی زبان میں لکھنا، اس لئے کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

[أخرجه البخاري (٣٥٠٦) في فضائل القرآن، باب جمع القرآن.]

علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قران لکھا

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا كَتَبْنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْقُرْآنَ وَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ

"علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے قرآن کریم اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کچھ نہیں لکھا۔" ❶

ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جسے پانی نہیں دھو سکے گا

"عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: سنو میرے رب نے مجھے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں تم لوگوں کو وہ باتیں سکھا دوں کہ جن باتوں سے تم لاعلم ہو میرے رب نے آج کے دن مجھے وہ باتیں سکھا دیں ہیں۔

اس خطبہ میں آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے کہا:

وَأَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ تَقْرَؤُهُ نَائِمًا وَيَقْظَانَ

"اور میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایک ایسی کتاب نازل کی ہے کہ جسے پانی نہیں دھو سکے گا اور تم اس کتاب کو سونے اور بیداری کی حالت میں بھی پڑھو گے۔" ❷

---

❶ صحیح بخاری (٣١٨٠) باب إِثْمِ مَنْ عَاهَدَ ثُمَّ غَدَرَ وَقَوْلِ اللّٰهِ الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ❷ أخرجه مسلم: رقم (٢٨٦٥) في الجنة، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة وأهل النار.]

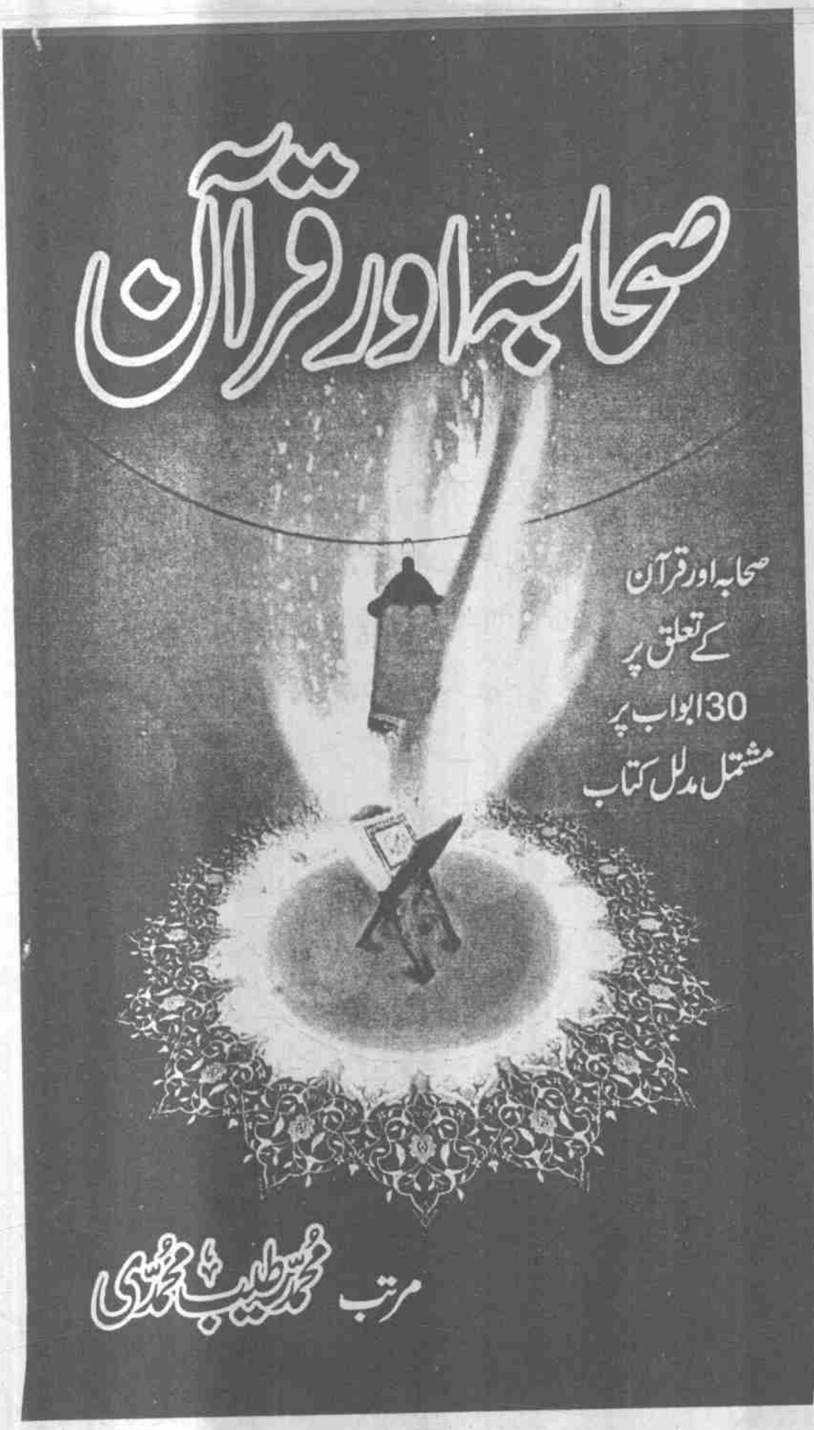
اہل کتاب سے کیوں پوچھتے ہو؟ حالانکہ تمھارے پاس کتاب اللہ موجود ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْئٍ وَكِتَابُكُمُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثُ تَقْرَؤُنَهُ مَحْضًا لَمْ يُشَبْ وَقَدْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوا كِتَابَ اللّٰهِ وَغَيَّرُوهُ وَكَتَبُوا بِأَيْدِيهِمُ الْكِتَابَ وَقَالُوا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أَلَا يَنْهَاكُمْ مَا جَائَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مَسْأَلَتِهِمْ لَا وَاللّٰهِ مَا رَأَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلًا يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اے مسلمانوں کی جماعت! اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق کیوں پوچھتے ہو؟ حالانکہ تمھاری کتاب وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تازہ تازہ اتاری ہے، اسے تم پڑھتے ہو، خالص ہے اس میں کوئی آمیزش نہیں اور اس کتاب نے تم سے بیان کر دیا ہے کہ اہل کتاب نے اپنی کتاب کو بدل ڈالا اور اس میں تغیر کیا وہ لوگ اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے ذریعہ تھوڑی قیمت وصول کریں جس کا علم تمھارے پاس آ چکا ہے تو کیا اس کے متعلق سوال کرنے سے وہ تمھیں منع نہیں کرتا ہے اللہ کی قسم! میں ان (اہل کتاب) میں سے کسی کو نہیں دیکھتا ہوں کہ تم سے اس چیز کے متعلق پوچھیں جو تم پر نازل کی گئی۔" [1]

---

[1] أخرجه البخاري (۷۳٦۳) في الاعتصام، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: لا تسألوا أهل الكتاب عن شيء.]


صحابہ اور قرآن
صحابہ اور قرآن
کے تعلق پر
130 ابواب پر
مشتمل مدلل کتاب
مرتب محمد طیب محمدی

قرآن اور شان صحابہ

﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ﴾ کون ہے

﴿ إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾۔ [التوبۃ:٤٠]

" اگر تم ان کی (یعنی رسول اللہ ﷺ کی مدد نہ کرو گے (تو کیا ہوا) سو بیشک اللہ نے ان کو (اس وقت بھی) مدد سے نوازا تھا جب کافروں نے انھیں (وطن مکہ سے) نکال دیا تھا درآنحالیکہ وہ دو (ہجرت کرنے والوں) میں سے دوسرے تھے جبکہ دونوں (رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق (رض) غارِ (ثور) میں تھے جب وہ اپنے ساتھی (ابوبکر صدیق (رض) سے فرما رہے تھے: غمزدہ نہ ہو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے، پس اللہ نے ان پر اپنی تسکین نازل فرما دی اور انھیں (فرشتوں کے) ایسے لشکروں کے ذریعہ قوت بخشی جنھیں تم نہ دیکھ سکے اور اس نے کافروں کی بات کو پست و فروتر کر دیا، اور اللہ کا فرمان تو (ہمیشہ) بلند و بالا ہی ہے، اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔"

عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا فِي الْغَارِ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لَأَبْصَرَنَا فَقَالَ مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللهُ ثَالِثُهُمَا

ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ہجرت کے وقت غار (ثور) میں آپ کے ساتھ تھا۔ میں نے غار (کے اندر سے) کافروں کے پاؤں دیکھے (جو ہماری تلاش میں غار تک پہنچ گئے تھے) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کوئی اپنے پاؤں اٹھا کر دیکھے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا: ان دو آدمیوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔"

[صحيح بخاری (٣٦٥٣) باب مَنَاقِبِ الْمُهَاجِرِينَ وَفَضْلِهِمْ مِنْهُمْ أَبُو بَكْرٍ.]

ایمان ثریا کے قریب ہوتا تو بھی یہ پالیتے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْجُمُعَةِ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللهِ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتَّى سَأَلَ ثَلَاثًا وَفِينَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ وَضَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هَؤُلَاءِ

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی جب آیت

﴿وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

[الجمعه: ٣]

نازل ہوئی تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک تین بار پوچھا اور ہم میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی

موجود تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ سلمان رضی اللہ عنہ پر رکھا، پھر فرمایا: اگر ایمان ثریا کے قریب ہوتا تو (بھی) اس کو ان میں سے کچھ لوگ یا فرمایا کوئی شخص اسے پالیتا۔" ❶

اے زید! تیری صداقت پر قرآن اتر آیا ہے

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ كُنْتُ فِي غَزَاةٍ فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ يَقُولُ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا مِنْ حَوْلِهِ وَلَئِنْ رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِهِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَمِّي أَوْ لِعُمَرَ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَانِي فَحَدَّثْتُهُ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ فَحَلَفُوا مَا قَالُوا فَكَذَّبَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَدَّقَهُ فَأَصَابَنِي هَمٌّ لَمْ يُصِبْنِي مِثْلُهُ قَطُّ فَجَلَسْتُ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ لِي عَمِّي مَا أَرَدْتَ إِلَى أَنْ كَذَّبَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَقَتَكَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ فَبَعَثَ إِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ فَقَالَ إِنَّ اللهَ قَدْ صَدَّقَكَ يَا زَيْدُ

"زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک جنگ میں تھا، میں نے عبداللہ بن ابی کو کہتے ہوئے سنا: ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ہیں یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں جو ان کے ارد گرد ہیں اور جب ہم یہاں سے لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا ذلیل کو اس سے باہر نکال دے گا، میں نے یہ اپنے چچا سے یا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انھوں نے نبی ﷺ سے اس کو بیان کیا تو آپ نے مجھ کو بلا بھیجا، میں نے آپ سے

❶ أخرجه البخاري (٤٨٩٧) باب قوله: (وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ) (الجمعة: ٣).]

بیان کیا، رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو پیغام بھیجا تو ان لوگوں نے قسم کھائی کہ ہم نے ایسا نہیں کہا ہے، رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو جھوٹا سمجھا اور اس کو سچا سمجھا، بس مجھے اس کا اتنا صدمہ ہوا تھا کہ اس سے پہلے اتنا صدمہ نہیں ہوا تھا، میں اپنے گھر میں بیٹھ رہا، تو مجھ سے میرے چچا نے کہا: کیا بات ہے؟ کہ رسول اللہ ﷺ نے تجھ کو جھوٹا کیا اور تجھ پر ناراض ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت:

﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ﴾

[المنافقون:۱]

نازل فرمائی، نبی ﷺ نے ان کو بلا بھیجا اور یہ آیت پڑھی، پھر فرمایا: اے زید! اللہ تعالیٰ نے تیری صداقت نازل کردی ہے۔

[أخرجه البخاري (٤٩٠٠) باب قوله: (إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا: نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللّٰهِ)]

عائشہ (رضی اللہ عنہا) پاک ہے

میرا گمان نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میری برأت میں قیامت تک پڑھی جانے والی وحی نازل فرمائے گا۔

”زہری کہتے ہیں: میں نے عروہ بن زبیر سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ سے عائشہ زوجہ نبی ﷺ کا واقعہ افک کے متعلق جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کی برأت ظاہر کردی تھی یہ حدیث سنی اور ان میں سے ہر ایک نے ایک ایک ٹکڑا بیان کیا جو انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا تھا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

وَلٰكِنِّي وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ اللّٰهَ يُنْزِلُ فِي بَرَاءَتِي وَحْيًا يُتْلَى وَلَشَأْنِي فِي

نَفْسِي كَانَ أَحْقَرَ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ اللّٰهُ فِيَّ بِأَمْرٍ يُتْلَى وَلَكِنِّي كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي اللّٰهُ بِهَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ جَاؤُا بِالْإِفْكِ الْعَشْرَ الْآيَاتِ

اللہ کی قسم! میرا گمان نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میری برأت میں کوئی وحی نازل فرمائے گا جو پڑھی جائے گی اور اپنے دل میں اپنی شان حقیر جانتی تھی، کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق اس طرح کلام کرے کہ قیامت تک پڑھی جائے، بلکہ مجھے (بس) یہ امید تھی کہ رسول اللہ ﷺ نیند میں کوئی خواب دیکھیں گے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ میری برأت ظاہر فرمائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دس آیتیں نازل فرمائیں۔ [1]

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُو بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ...﴾ ۔[النور:١١]

کوئی مسجد ایسی نہیں جہاں آپ کی برأت کی تلاوت نہ ہوتی ہو

عَنْ ذَكْوَانَ مَوْلَى عَائِشَةَ أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ لِابْنِ عَبَّاسٍ عَلَى عَائِشَةَ وَهِيَ تَمُوتُ وَعِنْدَهَا ابْنُ أَخِيهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ هَذَا ابْنُ عَبَّاسٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكِ وَهُوَ مِنْ خَيْرِ بَنِيكِ فَقَالَتْ دَعْنِي مِنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَمِنْ تَزْكِيَتِهِ فَقَالَ لَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّهُ قَارِئٌ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَقِيهٌ فِي دِينِ اللّٰهِ فَأْذَنِي لَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْكِ وَلْيُوَدِّعْكِ قَالَتْ فَأْذَنْ لَهُ إِنْ شِئْتَ قَالَ فَأَذِنَ لَهُ فَدَخَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ ثُمَّ سَلَّمَ وَجَلَسَ وَقَالَ أَبْشِرِي يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ فَوَاللّٰهِ مَا بَيْنَكِ وَبَيْنَ أَنْ يَذْهَبَ عَنْكِ كُلُّ أَذًى وَنَصَبٍ أَوْ قَالَ وَصَبٍ وَتَلْقَيْ الْأَحِبَّةَ مُحَمَّدًا وَحِزْبَهُ أَوْ قَالَ

[1] صحيح البخاري (٤٧٥٠) في تفسير سورة النور، باب (لولا إذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بأنفسهم خيرا، ومسلم رقم (٢٧٧٠) باب حديث الافك وقبول توبة القاذف.]

أَصْحَابَهُ إِلَّا أَنْ تُفَارِقَ رُوحُكِ جَسَدَكِ فَقَالَتْ وَأَيْضًا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتِ أَحَبَّ أَزْوَاجِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ يُحِبُّ إِلَّا طَيِّبًا وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بَرَاءَ تَكِ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوَاتٍ فَلَيْسَ فِي الْأَرْضِ مَسْجِدٌ إِلَّا وَهُوَ يُتْلَى فِيهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ وَسَقَطَتْ قِلَادَتُكِ بِالْأَبْوَاءِ فَاحْتَبَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنْزِلِ وَالنَّاسُ مَعَهُ فِي ابْتِغَائِهَا أَوْ قَالَ فِي طَلَبِهَا حَتَّى أَصْبَحَ الْقَوْمُ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا الْآيَةَ فَكَانَ فِي ذٰلِكَ رُخْصَةٌ لِلنَّاسِ عَامَّةً فِي سَبَبِكِ فَوَاللّٰهِ إِنَّكِ لَمُبَارَكَةٌ فَقَالَتْ دَعْنِي يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مِنْ هٰذَا فَوَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا

"ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا کے مرض الوفات میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے اندر آنے کی اجازت مانگی، ان کے پاس ان کے بھتیجے عبد اللہ بن عبدالرحمٰن تھے، میں نے ان کے بھتیجے سے کہا: ابن عباس رضی اللہ عنہما اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں، ان کے بھتیجے نے جھک کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، وہ کہنے لگیں کہ رہنے دو (مجھ میں ہمت نہیں ہے) اس نے کہا: اماں جان! ابن عباس (رضی اللہ عنہما) تو آپ کے بڑے نیک فرزند ہیں، وہ آپ کو سلام کرنا اور رخصت کرنا چاہتے ہیں، انھوں نے اجازت دے دی، انھوں نے اندر آکر کہا کہ خوشخبری ہو، آپ کے اور دیگر ساتھیوں کے درمیان ملاقات کا صرف اتنا ہی وقت باقی ہے جس میں روح جسم سے جدا ہو جائے، آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ محبوب رہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی چیز کو محبوب رکھتے تھے جو طیب ہو، لیلۃ الابواء کے موقع پر آپ کا ہار ٹوٹ کر گر پڑا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پڑاؤ کر لیا لیکن صبح

ہوئی تو مسلمانوں کے پاس پانی نہیں تھا، اللہ نے آپ کی برکت سے پاک مٹی کے ساتھ تیمم کرنے کا حکم نازل فرما دیا، جس میں اس امت کے لئے اللہ نے رخصت نازل فرما دی اور آپ کی شان میں قرآن کریم کی آیات نازل ہوگئی تھیں، جو سات آسمانوں کے اوپر سے جبرئیل امین علیہ السلام لے کر آئے، اب مسلمانوں کی کوئی مسجد ایسی نہیں ہے جہاں پر دن رات آپ کے عذر کی تلاوت نہ ہوتی ہو، یہ سن کر وہ فرمانے لگیں: اے ابن عباس! یہ تعریفیں کرنا چھوڑ دو واللہ! میری تو خواہش ہے کہ میں بھولی بسری داستان بن چکی ہوتی۔" [1]

عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان کو ابن عباس رضی اللہ عنہ تسلیم کر رہے ہیں، تو پھر کوئی تسلیم کیوں نہیں کرتا۔؟

میرے متعلق چار آیتیں نازل ہوئیں

عَنْ سَعْدٍ قَالَ أُنْزِلَتْ فِيَّ أَرْبَعُ آيَاتٍ فَذَكَرَ قِصَّةً وَقَالَتْ أُمُّ سَعْدٍ أَلَيْسَ قَدْ أَمَرَ اللهُ بِالْبِرِّ وَاللهِ لَا أَطْعَمُ طَعَامًا وَلَا أَشْرَبُ شَرَابًا حَتَّى أَمُوتَ أَوْ تَكْفُرَ قَالَ فَكَانُوا إِذَا أَرَادُوا أَنْ يُطْعِمُوهَا شَجَرُوا فَاهَا فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةَ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي الْآيَةَ

"سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے متعلق چار آیتیں نازل ہوئیں، پھر قصہ بیان کرتے ہیں: ان کی والدہ نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے نیکی کا حکم نہیں کیا۔ اللہ کی قسم! میں اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی جب تک مر نہ جاؤں یا پھر تم دوبارہ کفر نہ کرو۔ راوی کہتے ہیں: جب انھیں کچھ کھلانا ہوتا تو منہ کھول کر کھلایا کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

[1] مسند احمد (٣٢٦٢) قال الشيخ شعيب الأرناؤوط: إسناده قوي على شرط مسلم ورجاله ثقات رجال الشيخين غير ابن خثيم فمن رجال مسلم.]

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾۔ [العنكبوت:٨]

"اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر وہ تجھے اس بات پر مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ اسے شریک بنائے جسے تو جانتا بھی نہیں تو ان کا کہنا نہ مان)۔"

[رواہ مسلم رقم (١٧٤٨) فی الجهاز باب من فضائل سعد ابن أبی وقاص رض اللہ عنہ.]

"مصعب بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں: ان کے بارے میں قرآن مجید میں سے کچھ آیات کریمہ نازل ہوئیں۔ راوی کہتے ہیں: ان کی والدہ نے قسم کھائی کہ وہ اس سے کبھی بات نہیں کرے گی یہاں تک کہ وہ اپنے دین کا انکار کریں اور وہ نہ کھائے گی اور نہ پیئے گی، وہ کہنے لگی: اللہ نے تجھے اپنے والدین کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے اور میں تیری والدہ ہوں اور میں تجھے اس بات کا حکم دیتی ہوں، راوی کہتے ہیں: پھر وہ تین دن تک اسی طرح رہی یہاں تک کہ اس پر غشی طاری ہوگئی، تو اس کا ایک بیٹا کھڑا ہوا جسے عمارہ کہا جاتا ہے اس نے اپنی والدہ کو پانی پلایا تو سعد کو بد دعا دینے لگی، تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾

"اور ہم نے انسان کو اس کے والدین سے نیک سلوک کا حکم فرمایا اور اگر وہ تجھ پر (یہ) کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے" جس

کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو ان کی اطاعت مت کر، میری ہی طرف تم (سب) کو پلٹنا ہے سو میں تمھیں ان (کاموں) سے آگاہ کردوں گا جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے۔"

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بہت سا غنیمت کا مال آیا جس میں ایک تلوار بھی تھی، میں نے وہ تلوار پکڑی اور اسے رسول اللہ کی خدمت میں لے کر آیا اور میں نے عرض کیا: یہ تلوار مجھے انعام کے طور پر عنایت فرما دیں، اور میں کون ہوں اس کا آپ ﷺ کو علم ہی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: جہاں سے تو نے لیا ہے وہیں لوٹا دے، تو میں چلا یہاں تک کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں اس تلوار کو گودام میں رکھ دوں، لیکن میرے دل نے مجھے ملامت کی، اور پھر میں آپ ﷺ کی طرف لوٹا اور میں نے عرض کیا: یہ تلوار مجھے عطا فرما دیں آپ نے مجھے اپنی آواز کی سختی سے فرمایا جہاں سے تو نے یہ تلوار لی ہے اس کو وہیں لوٹا دے، پھر اللہ عزوجل نے آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

"وہ تجھ سے غنیمتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے غنیمتیں اللہ اور رسول کے لیے ہیں، سو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اگر تم مومن ہو۔"

سعد فرماتے ہیں: میں بیمار ہو گیا، میں نے نبی ﷺ کی طرف پیغام بھیجا، تو آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، میں نے عرض کیا: مجھے اجازت عطا

فرمائیں کہ میں اپنے مال جس طرح چاہوں تقسیم کروں، سعد کہتے ہیں: آپ ﷺ نے انکار کر دیا، میں نے عرض کیا: آدھا مال تقسیم کر دوں، آپ ﷺ نے اس سے بھی انکار فرما دیا، میں نے عرض کیا: تہائی مال تقسیم کر دوں، سعد کہتے ہیں: پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خاموش ہو گئے، پھر اس کے بعد یہی حکم ہوا کہ تہائی مال تقسیم کرنے کی اجازت ہے۔

سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں مہاجرین اور انصار کے کچھ لوگوں کے پاس آیا تو انھوں نے کہا: آئیں ہم آپ کو کھانا کھلاتے ہیں اور ہم آپ کو شراب پلاتے ہیں اور یہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کی بات ہے، سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں ان کے پاس ایک باغ میں گیا تو میں نے دیکھا کہ ان کے پاس اونٹ کے سر کا گوشت بھنا ہوا پڑا ہے اور شراب کی ایک مشک بھی رکھی ہوئی ہے، سعد کہتے ہیں: میں نے ان کے ساتھ گوشت بھی کھایا اور شراب بھی پی، سعد کہتے ہیں: پھر ان کے ہاں مہاجرین اور انصار کا ذکر ہوا، تو میں نے کہا: مہاجر لوگ انصار سے بہتر ہیں، سعد کہتے ہیں: پھر ایک آدمی نے سری کا ایک ٹکڑا لیا اور اس سے مجھے مارا تو میری ناک زخمی ہوگئی، پھر میں رسول اللہ کی خدمت میں آیا اور میں نے آپ ﷺ کو اس سارے واقعہ کی خبر دی، تو اللہ عزوجل نے میری وجہ سے شراب کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَٰنِ﴾۔ [المائدہ:۹۰]

”شراب، جُوا، بت اور تیر یہ سب گندے اور شیطان کے کام ہیں۔“

[رواه مسلم (۱۷۴۸) في فضائل الصحابة ,باب من فضائل سعد ابن أبي وقاص.]

عَنْ سَعْدٍ فِيَّ نَزَلَتْ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ قَالَ نَزَلَتْ فِي سِتَّةٍ أَنَا وَابْنُ مَسْعُودٍ مِنْهُمْ وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ قَالُوا لَهُ تُدْنِي هٰؤُلَاءِ

"سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت کریمہ

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ﴾۔ [الانعام:٥٢]

"اور نہ دور کرو ان لوگوں کو جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں"

چھ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، میں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ انھی میں سے تھے، اور مشرک کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو اپنے قریب رکھتے ہیں۔" ❶

عَنْ سَعْدٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ نَفَرٍ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطْرُدْ هٰؤُلَاءِ لَا يَجْتَرِؤُنَ عَلَيْنَا قَالَ وَكُنْتُ أَنَا وَابْنُ مَسْعُودٍ وَرَجُلٌ مِنْ هُذَيْلٍ وَبِلَالٌ وَرَجُلَانِ لَسْتُ أُسَمِّيهِمَا فَوَقَعَ فِي نَفْسِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَقَعَ فَحَدَّثَ نَفْسَهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ❷

"سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم چھ آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو مشرک لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیں تو یہ ہم پر جرات نہیں کر سکیں گے حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت

---

❶ أخرجه مسلم (٢٤١٣) في فضائل الصحابة، باب فضل سعد بن أبي وقاص.]

❷ أخرجه مسلم (٢٤١٣) في فضائل الصحابة، باب فضل سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه، وابن ماجة بنحوه رقم (٤١٢٨).]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ہذیل کا ایک آدمی اور حضرت بلال اور دو آدمی جن کا نام نہیں جانتا تھا تو رسول اللہ کے دل میں جو اللہ نے چاہا واقع ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل ہی میں باتیں کیں تو اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ان لوگوں کو دور نہ کرو جو اپنے رب کو صبح شام پکارتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔"

(عبداللہ بن سلام) میرے متعلق کئی آیات نازل ہوئیں

عَنِ ابْنِ أَخِي عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا أُرِيدَ قَتْلُ عُثْمَانَ جَاءَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ مَا جَاءَ بِكَ قَالَ جِئْتُ فِي نَصْرِكَ قَالَ اخْرُجْ إِلَى النَّاسِ فَاطْرُدْهُمْ عَنِّي فَإِنَّكَ خَارِجًا خَيْرٌ لِي مِنْكَ دَاخِلًا فَخَرَجَ عَبْدُ اللهِ إِلَى النَّاسِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ كَانَ اسْمِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فُلَانٌ فَسَمَّانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللهِ وَنَزَلَتْ فِيَّ آيَاتٌ مِنْ كِتَابِ اللهِ فَنَزَلَتْ فِيَّ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ اللهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ وَنَزَلَتْ فِيَّ قُلْ كَفَى بِاللهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ إِنَّ لِلّٰهِ سَيْفًا مَغْمُودًا عَنْكُمْ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ قَدْ جَاوَرَتْكُمْ فِي بَلَدِكُمْ هَذَا الَّذِي نَزَلَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاللهَ اللهَ فِي هَذَا الرَّجُلِ أَنْ تَقْتُلُوهُ فَوَاللهِ لَئِنْ قَتَلْتُمُوهُ لَتَطْرُدُنَّ جِيرَانَكُمُ الْمَلَائِكَةَ وَلَتَسُلُّنَّ سَيْفَ اللهِ الْمَغْمُودَ عَنْكُمْ فَلَا يُغْمَدُ عَنْكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالُوا اقْتُلُوا الْيَهُودِيَّ وَاقْتُلُوا عُثْمَانَ

"عبدالملک بن عمیر، عبداللہ بن سلام کے بھتیجے سے نقل کرتے ہیں: جب عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا ارادہ کیا گیا تو عبداللہ بن سلام ان کے پاس گئے۔ انھوں نے پوچھا کیوں آئے ہو؟ عرض کیا آپ کی مدد کے لئے،

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم باہر رہ کر لوگوں کو مجھ سے دور رکھو تو یہ میرے لئے تمھارے اندر رہنے سے بہتر ہے۔ وہ (یعنی عبداللہ بن سلام) باہر آئے اور لوگوں سے کہا: اے لوگو! زمانہ جاہلیت میں میرا یہ نام تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام عبداللہ رکھا۔ میرے متعلق قرآن کریم کی کئی آیات نازل ہوئیں۔ چنانچہ

﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ اور قُلْ كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ﴾

میرے بارے میں ہی نازل ہوئی ہیں۔ (جان لو کہ) اللہ کی تلوار میان میں ہے اور فرشتے تمھارے اس شہر میں تمھارے ہمسائے ہیں۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہے تھے۔ لہٰذا تم لوگ اس شخص کے متعلق اللہ سے ڈرو۔ اللہ کی قسم اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو تمھارے ہمسائے فرشتے تم سے دور ہو جائیں گے اور تم پر اللہ کی تلوار میان سے نکل آئے گی جو پھر قیامت تک کبھی میان میں واپس نہیں جائے گی۔ لوگ کہنے لگے: اس یہودی کو بھی عثمان (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ قتل کرو۔"

[سنن الترمذی (۳۸۰۳) بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.]

سورۃ عبس عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أُنْزِلَ عَبَسَ وَتَوَلَّى فِي ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمَى أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرْشِدْنِي وَعِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مِنْ عُظَمَاءِ الْمُشْرِكِينَ فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرِضُ عَنْهُ وَيُقْبِلُ عَلَى الْآخَرِ وَيَقُولُ

أَتَرَى بِمَا أَقُولُ بَأْسًا فَيَقُولُ لَا فَفِي هَذَا أُنْزِلَ

"عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: سورۃ عبس عبداللہ بن ام مکتوم (نابینا صحابی) کے متعلق نازل ہوئی۔ ایک مرتبہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دین کا راستہ بتائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت مشرکین کا ایک بڑا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے باتیں کرتے رہے اور عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے اعراض کیا۔ انھوں نے عرض کیا: کیا میری بات میں کوئی مضائقہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔" [1]

سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ایک نابینا صحابی تھے، ان کے اندر دین سیکھنے کی لگن بہت زیادہ تھی۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل کی دریافت کے لیے سوال پوچھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرداران قریش کو دعوت دے رہے تھے کہ اتنے میں عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آگئے۔ آپ نے ان کی آمد کو ناپسند کیا اور منہ پھیرلیا اور اس سے بات نہ کی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی طرف توجہ دینے سے وہ صنادید قریش برا مان جائیں، جن کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان و اسلام کی تشریح فرما رہے تھے۔ عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کے پاس اخلاص ورغبت کے ساتھ قرآن و سنت کی تعلیم حاصل کرنے آئے تھے، ان کی خواہش تھی کہ آپ سے علم حاصل کر کے اپنی روح کا تزکیہ کریں، یا آپ سے نصیحت کی باتیں سن کر ان سے مستفید ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نصیحت کی کہ جو شخص اپنی دولت اور قوم میں اپنے جاہ ومنزلت کی وجہ سے گردن اکڑائے ہوئے ہے اور ایمان و اسلام اور وحی و رسالت کی بات سننے

---

[1] سنن الترمذي عن عائشة رضي الله عنها رقم (٣٣٣١) في التفسير، باب ومن سورة عبس، وقال: حديث حسن غريب، وصححه ابن حبان رقم (١٧٦٩). الموطأ ١/ ٢٠٣ في القرآن، باب ما جاء في القرآن مرسلاً، ورجاله ثقات.]

کے لیے تیار نہیں ہے، اسی کی طرف آپ لپکے جا رہے ہیں اور اسی پر آپ اپنی پوری توجہ مرکوز کیے ہوئے ہیں، حالانکہ اگر وہ متکبر اسلام کو قبول نہیں کرتا اور اس کا تزکیۂ نفس نہیں ہوتا، تو آپ کا کیا نقصان ہوگا؟ آپ کی ذمہ داری تو صرف پیغام رسانی ہے، اس لیے جو کفار اسلام سے اظہار استغنا کرتے ہیں، آپ ان کی فکر نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے دل میں تمام جہان والوں کے لیے شفقت اور رحمت رکھی تھی اور آپ کی شفقت یہاں تک تھی کہ جو کفار اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی توحید پر ایمان نہیں لاتے تھے، آپ کو ان کا اس قدر غم ہوتا تھا کہ لگتا تھا کہ آپ اس غم میں اپنی جان دے دیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ [الشعرائ:۳]

"شاید آپ اس غم میں اپنی جان دے دیں گے کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لائے۔"

﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُن فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ﴾ [النمل:۷۰]

"آپ ان کے متعلق غم نہ کریں اور نہ ان کی سازشوں سے تنگ دل ہوں۔"

﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾ [فاطر:۸]

"سو آپ ان کے غم میں اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔"

امت وسط

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيءُ نُوحٌ وَأُمَّتُهُ فَيَقُولُ اللهُ تَعَالَى هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُولُ نَعَمْ أَيْ رَبِّ فَيَقُولُ لِأُمَّتِهِ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُولُونَ لَا مَا جَاءَنَا مِنْ نَبِيٍّ فَيَقُولُ لِنُوحٍ مَنْ يَشْهَدُ لَكَ

فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمَّتُهُ فَنَشْهَدُ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ وَهُوَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَالْوَسَطُ الْعَدْلُ

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قیامت کے دن) نوح (علیہ السلام) بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا، کیا (میرا پیغام) تم نے پہنچا دیا تھا؟ نوح (علیہ السلام) عرض کریں گے میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا تھا۔ اے رب العزت! اب اللہ تعالیٰ ان کی امت سے دریافت فرمائے گا، کیا (نوح (علیہ السلام) نے) تم تک میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ جواب دیں گے نہیں، ہمارے پاس تیرا کوئی نبی نہیں آیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نوح (علیہ السلام) سے دریافت فرمائے گا، اس کے لیے آپ کی طرف سے کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟ وہ عرض کریں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت (کے لوگ میرے گواہ ہیں) چنانچہ ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ نوح (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اپنی قوم تک پہنچایا تھا اور یہی مفہوم اللہ جل ذکرہ کے اس ارشاد کا ہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾۔ [البقرة:١٤٧]

اور اسی طرح ہم نے تمھیں امت وسط بنایا' تاکہ تم لوگوں پر گواہی دو۔ اور وسط کے معنی درمیانی کے ہیں۔

[صحیح بخاری (٣٣٣٩) باب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِه]

منافقین کے طنز کرنے پر قرآن نازل ہوا

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب صدقہ کی آیت نازل ہوئی تو ایک

شخص آیا اور اس نے ایک صاع صدقہ کیا منافقین نے کہا: اللہ اس شخص کے ایک صاع سے بے نیاز ہے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ [التوبہ:۷۹]

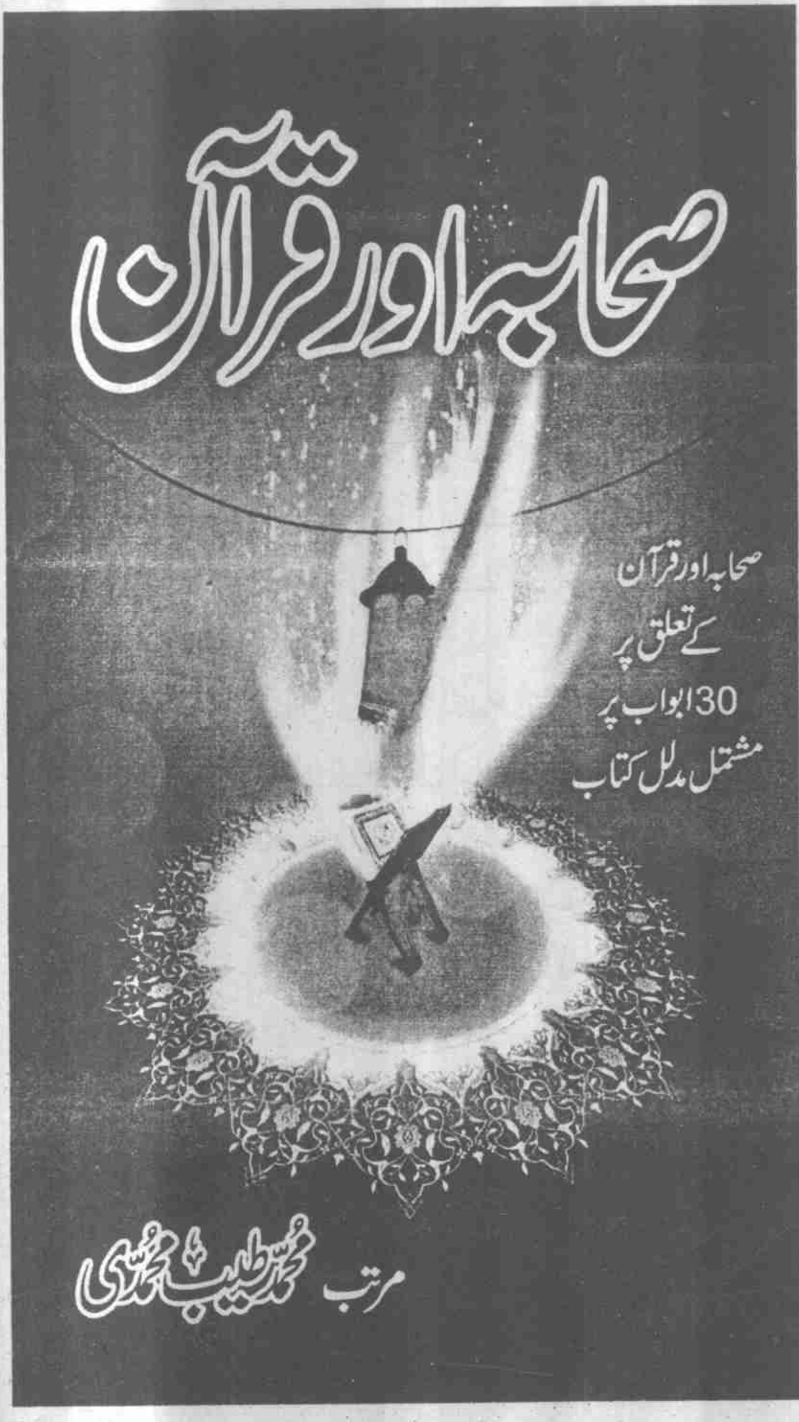
"(ان منافقوں میں کچھ ایسے ہیں) جو خوشی سے صدقہ کرنے والے مومنوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور ایسے (تنگدست) مسلمانوں پر بھی جو اپنی مشقت (کی کمائی) کے سوائے کچھ نہیں رکھتے۔ یہ منافق ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ ان کا مذاق انھی پر ڈال دے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔" ❶

اور عاصم بن عدی بن عجلان نے سو وسق کھجور صدقہ کی اور ابوعقیل انصاری ایک صاع کھجور لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ساری محنت کی یہاں تک کہ میں نے دو صاع کھجور کے حاصل کیے سو ایک صاع تو میں نے اپنے گھر والوں کو چھوڑ دیا اور دوسرا آپ کی خدمت میں لے آیا، تو رسول اللہ نے اسے حکم دیا کہ اسے صدقات میں پھیلا دو۔ منافقین نے ان تینوں پر عیب لگایا اور کہا: عبدالرحمن اور عاصم تو دکھاوے کے لیے اتنا مال دیا ہے، اور ابوعقیل کے صاع سے تو اللہ اور اس کا رسول مستغنی ہیں لیکن اس نے چاہا کہ اس طرح سے اپنے نفس کی پاکیزگی ظاہر کر دے اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ❷

---

❶ صحیح البخاری (٤٦٦٨) فی تفسیر سورة براءة، باب (الذين يلمزون المطوعين من المؤمنين)، ومسلم رقم (١٠١٨) فی الزكاة، باب الحمل أجرة يتصدق بها.]

❷ نیسابوری ۲۱۶، ابن کثیر ۲-۳۷۵]


صحابہ اور قرآن
صحابہ اور قرآن
کے تعلق پر
30 ابواب پر
مشتمل مدلل کتاب
مرتب محمد طیب محمدی

صحابہ کرام کا مقام ومرتبہ

انھیں سلام کرو

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظّٰلِمِينَ○ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِيَقُولُوا أَهٰؤُلَاءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ○ وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ۔ [الانعام(۵۲)]

"اور آپ ان (شکستہ دل اور خستہ حال) لوگوں کو (اپنی صحبت وقربت سے) دور نہ کیجیے جو صبح و شام اپنے رب کو صرف اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے رہتے ہیں، ان کے (عمل و جزا کے) حساب میں سے آپ پر کوئی چیز (واجب) نہیں اور نہ آپ کے حساب میں سے کوئی چیز ان پر (واجب) ہے (اگر) پھر بھی آپ انھیں (اپنے لطف و کرم سے) دور کردیں تو آپ حق تلفی کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے (جو آپ کے

شایان شان نہیں۔ اور اسی طرح ہم ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعے آزماتے ہیں تاکہ وہ (دولت مند کافر غریب مسلمانوں کو دیکھ کر استہزاء یہ) کہیں: کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے؟ کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے۔ اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ (ان سے شفقتاً) فرمائیں کہ تم پر سلام ہو تمھارے رب نے اپنی ذات (کے ذمہ کرم) پر رحمت لازم کرلی ہے، سو تم میں سے جو شخص نادانی سے کوئی برائی کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کرلے اور (اپنی) اصلاح کرلے تو بیشک وہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔"

اصل چیز ایمان و اخلاص ہے

اللہ تعالیٰ کے یہاں اصل قدر و قیمت ایمان و یقین اور صدق و اخلاص کی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ایسے بندگان صدق و صفا کو اپنی مجلس سے دور نہیں کرنا جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اور وہ اسی کی رضا کے طالب ہیں، اللہ تعالیٰ کے یہاں جس صدق و اخلاص کی قدر و قیمت ہے وہ انھی بندگان صدق و صفا کے پاس ہے۔ جبکہ صنادید قریش اپنے کبر و غرور کے باعث ہر خیر سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں اصل قدر و قیمت اس صدق و اخلاص کی ہے جس سے یہ فقراء و صعالیک مالا مال ہیں، نہ کہ اس دنیا و دولت کی جس کا گھمنڈان سرداران قریش اور متکبر لوگوں کو ہے۔

کبر و غرور باعث ہلاکت و محرومی اور ایمان یقین اور صدق اخلاص وسیلہ نجات اور ذریعہ فوز و فلاح ہے۔

اس آیت کریمہ سے جہاں دنیا دار کھڑپینچوں کی متکبرانہ ذہنیت کا پتہ چلتا ہے، وہیں یہ

حقیقت بھی آشکارا ہوجاتی ہے کہ نبی ﷺ مختار کل نہیں ہیں۔ جیسا کہ اہل بدعت کا کہنا ہے۔ بلکہ آپ ان حدود وقیود کے پوری طرح پابند ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لئے مقرر کی گئی ہیں۔

صحابہ پر درود بھیجو

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾

[التوبة(۱۰۳)]

"آپ ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجئے کہ آپ اس (صدقہ) کے باعث انھیں (گناہوں سے) پاک فرما دیں اور انھیں (ایمان و مال کی پاکیزگی سے) برکت بخش دیں اور ان کے حق میں دعا فرمائیں، بیشک آپ کی دعا ان کے لئے (باعثِ) تسکین ہے، اور اللہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔"

عَنْ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَةٍ قَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى

"عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ جو بیعت رضوان میں شریک تھے۔ انھوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جب کوئی صدقہ لے کر حاضر ہوتا تو آپ دعا کرتے کہ اے اللہ! اس پر اپنی رحمت نازل فرما۔ چنانچہ میرے والد بھی اپنا صدقہ لے کر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ! آل ابی اوفی پر اپنی رحمت نازل فرما۔ [1]"

---

[1] صحیح بخاری(٤١٦٦)باب غَزْوَةِ الْحُدَيْبِيَةِ]

صحابہ پر اللہ تعالیٰ کا درود

﴿هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا﴾ [الأحزاب:٤٣]

"وہی ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، تاکہ تمھیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے اور وہ مومنوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا ہے۔"

صلاۃ کا معنی رحمت بھی ہے، ذکر خیر بھی اور دعا بھی۔ صحیح بخاری میں ابو العالیہ سے نقل ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی صلاۃ کا مطلب اس کا فرشتوں کے پاس تعریف کرنا ہے اور فرشتوں کی صلاۃ کا مطلب دعا کرنا ہے۔

ان سے درگزر کیجیے، بخشش بھی طلب کیجیے اور مشورہ بھی کیجیے

﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾

[آل عمران:١٥٩]

"ان سے درگزر کر اور ان کے لیے بخشش کی دعا کر اور کام میں ان سے مشورہ کر۔"

احد میں مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہوئے تھے، درے پر موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی غلطی کی وجہ سے بھاری نقصان اٹھانا پڑا، ستر شہید ہو گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک ٹوٹ گئے، آپ کے سر مبارک پر خود کی کڑیاں دھنس گئیں، آپ ایک کھائی میں گر گئے، زخم اتنے شدید آئے کہ خون نہیں تھمتا تھا، فاطمہ رضی اللہ عنہا بابا کے زخموں پر بوریاں جلا جلا کر رکھ رہی تھیں، علی رضی اللہ عنہ اپنے سسر صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھال میں پانی بھر بھر کے لا رہے تھے، اس عالم میں قرآن کہتا ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ

لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴾ ۔[آل عمران:١٥٩]

"پس اللہ کی طرف سے بڑی رحمت ہی کی وجہ سے تو ان کے لیے نرم ہو گیا ہے اور اگر تو بد خلق، سخت دل ہوتا تو یقینا وہ تیرے گرد سے منتشر ہو جاتے، سو ان سے درگزر کر اور ان کے لیے بخشش کی دعا کر اور کام میں ان سے مشورہ کر، پھر جب تو پختہ ارادہ کر لے تو اللہ پر بھروسا کر، بے شک اللہ بھروسا کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

چاہیے تو یہ تھا کہ قرآن کہتا جن کی غلطی کی وجہ سے یہ ہوا ہے ان کے لیے درد ناک سزا ہے، کیونکہ ان کی وجہ سے میرے پیغمبر کو تکلیف اٹھانی پڑی ہے، ان کی وجہ سے ستر شہید ہوئے ہیں، لہذا ان کو دنیا آخرت میں سزا دی جائے گی۔ لیکن معاملہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا تو قرآن اس طرح نازل ہوا

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴾ ۔[آل عمران:١٥٩]

"پس اللہ کی طرف سے بڑی رحمت ہی کی وجہ سے تو ان کے لیے نرم ہو گیا ہے اور اگر تو بد خلق، سخت دل ہوتا تو یقینا وہ تیرے گرد سے منتشر ہو جاتے، سو ان سے درگزر کر اور ان کے لیے بخشش کی دعا کر اور کام میں ان سے مشورہ کر، پھر جب تو پختہ ارادہ کر لے تو اللہ پر بھروسا کر، بے شک اللہ بھروسا کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

اس موقعہ پر قرآن نے نبی ﷺ کے متعلق جو کہا وہ تو کہا ہی کہا ہے، اور وہ بھی کمال ہی کہا ہے، لیکن جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق کہا وہ بھی اخیر ہی کہا:

﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ﴾

"ان کو معاف کردو۔"

سب سے پہلے کہا: ان کو معاف کردو۔ بعض دفعہ اس طرح ہوتا ہے کہ کسی مجلس میں کوئی کسی کو معاف کر دیتا ہے یا کبھی زندگی میں سامنے آنے پر سلام دعا پر اکتفا کر کے گزر جاتا ہے لیکن کبھی اس کے لیے الگ تنہائی میں اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش نہیں مانگی، مگر قرآن نے صحابہ کے لیے دوسرا حکم یہ نازل کیا:

﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾

"ان کے لیے بخشش بھی طلب کرو۔"

عام لوگوں کا معمول یہ ہوتا ہے کہ لڑائی کے بعد جب کسی سے صلح ہو جائے تو اس سے احتیاط برتی جاتی ہے کہ پہلے لڑائی ہوئی تھی اب اس کے پاس نہیں جانا، صلح کروانے والے بھی یہی کہتے ہیں اب تم نے اکٹھے نہیں بیٹھنا، اب اگر ہم نے تم کو اکٹھا بیٹھے دیکھا تو ہم تم کو ٹھیک کریں گے، لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق قرآن نے تیسری بات یہ کہہ دی:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾

"اب پھر مشورہ بھی ان ہی سے کرنا ہے۔"

احد کے بعد بھی نبی اکرم ﷺ نے مشاورت کے اس حکم و ارشاد پر ہمیشہ عمل فرمایا اور ہر اہم معاملے پر اپنے صحابہ کرام سے مشورہ لیا۔ اور اپنے صحابہ کرام کی رائے کا احترام بھی کیا اور اس کو قبول بھی فرمایا۔ احد کے بعد غزوہ احزاب کے موقع پر جب آپ ﷺ نے حملہ آوروں سے مدینہ کے ایک تہائی پھلوں پر صلح کرنے کے

بارے میں مشورہ لیا تو سعدین یعنی سعد بن معاذ اور سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہما کے انکار پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس تجویز کو واپس لے لیا۔ اسی طرح حدیبیہ کے موقع پر مشورہ لیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول فرما لیا۔ اسی طرح قصہ افک اور براءت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی مشورہ لیا اور فرمایا:

اَشِیْرُوْا عَلَیَّ مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ،

مسلمانو، مجھے اس بارے میں مشورہ دو

[صحیح بخاری، کتاب المغازی (٤١٧٩).]

احد میں ہونے والی غلطی

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس (احد کے) دن مشرکوں سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کے ایک گروہ کو درے پر مقرر فرما کر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کر دیا اور فرمایا: "تم اسی جگہ ڈٹے رہنا، اگر تم یہ دیکھو کہ ہمیں فتح ہوگئی تو بھی اس جگہ سے نہ ہلنا اور اگر یہ دیکھو کہ دشمن ہم پر غالب آ گیا ہے تو پھر بھی اپنی جگہ چھوڑ کر ہماری مدد نہ کرنا۔" ہمارا مقابلہ ہوا تو دشمن بھاگ اٹھا، حتیٰ کہ ہم نے دیکھا کہ ان کی عورتیں بھی اپنی پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے ہوئے پہاڑوں کی طرف بھاگ رہی تھیں، جس کی وجہ سے ان کی پازیبیں نظر آ رہی تھیں، تو اس صورت حال کو دیکھ کر درے پر مقرر لوگوں نے کہنا شروع کر دیا، غنیمت! غنیمت! عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا، مگر ساتھیوں نے انکار کر دیا۔ جب انھوں نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی فتح کو شکست سے بدل دیا اور ستر (٧٠) مسلمان شہید ہوگئے۔ ❶

❶ صحیح بخاری، باب غزوۃ أحد (٤٠٤٣) أبو داؤد، کتاب الجهاد، باب في الكمناء (٢٦٦٢)

اس سبب سے مشرکین کو عقب سے حملہ کرنے کا موقع مل گیا اور مسلمانوں کو بہت بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔

حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو تعینات کرتے ہوئے فرمایا تھا:

(إِنْ رَأَيْتُمُونَا تَخْطَفُنَا الطَّيْرُ فَلَا تَبْرَحُوا مَكَانَكُمْ)

"اگر پرندوں کو ہماری بوٹیاں نوچتے ہوئے دیکھو تو پھر بھی تم نے درہ کو نہیں چھوڑنا۔"

[رواہ البخاری (۳۰۳۹) کتاب الجهاد]

جب وہ (درہ چھوڑ کر) لوگوں کے پاس آگئے تو (پیچھے سے خالد بن ولید نے حملہ کر دیا) اور کافروں نے مسلمانوں کے منہ پھیر دیئے اور شکست کھا کر بھاگنے لگے اور اللہ کا رسول انھیں پیچھے سے بلا رہا تھا۔ اس وقت آپ کے ساتھ بارہ آدمیوں کے سوا کوئی نہ رہا تھا اور کافروں نے ستر آدمی شہید کیے۔

صحابہ کے لیے استغفار کرو

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَٰتِ﴾ [محمد:۱۹]

"اور آپ معافی مانگتے رہا کریں اپنے گناہ کے واسطے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی طلب مغفرت فرماتے رہا کریں۔"

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكَلْتُ مَعَهُ خُبْزًا وَلَحْمًا أَوْ قَالَ ثَرِيدًا قَالَ فَقُلْتُ لَهُ أَسْتَغْفَرَ لَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَلَكَ ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ قَالَ ثُمَّ دُرْتُ خَلْفَهُ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ عِنْدَ نَاغِضِ كَتِفِهِ الْيُسْرَى جُمْعًا عَلَيْهِ خِيلَانٌ كَأَمْثَالِ الثَّآلِيلِ

”عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا اور میں نے آپ کے ساتھ روٹی اور گوشت یا ثرید کھایا عاصم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عبداللہ سے کہا: کیا نبی ﷺ نے تیرے لئے دعائے مغفرت بھی کی ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں! اور تیرے لئے بھی دعائے مغفرت کی ہے پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ [محمد:١٩]

”اور آپ معافی مانگتے رہا کریں اپنے گناہ کے واسطے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی طلب مغفرت فرماتے رہا کریں۔“

عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر میں آپ ﷺ کے پیچھے کی طرف ہوا تو میں نے آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان کی ہڈی کے پاس بائیں کندھے کے قریب مٹھی کی طرح مہر نبوت دیکھی اس پر مسوں کی طرح کے تل تھے۔

[أخرجه مسلم (٢٣٤٦) في الفضائل، باب إثبات خاتم النبوة.]

بعد والے، صحابہ کے لیے دعائیں کریں

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾۔ [الحشر:١٠]

”اور (ان لوگوں کے لیے بھی) جو ان کے بعد آئیں گے اور کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہمیں بھی بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے تھے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے لیے ہمارے دلوں میں کدورت نہ رہنے دے۔ اے ہمارے پروردگار! تو بڑا

مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔"

اس مقام میں اللہ تعالیٰ نے پوری امت محمدیہ کے تین طبقے کیے، مہاجرین، انصار اور باقی تمام امت، مہاجرین وانصار کے خاص اوصاف اور فضائل بھی اس جگہ ذکر فرمائے مگر باقی امت کے فضائل وکمالات اور اوصاف میں سے صرف ایک چیز یہ بتلائی کہ وہ صحابہ کرام کی سبقت ایمانی اور ایمان کے ہم تک پہنچانے کا ذریعہ ہونے کو پہچانیں اور سب کے لیے دعائے مغفرت کریں اور اپنے لیے یہ دعا کریں کہ ہمارے دلوں میں کسی مسلمان سے کینہ ونفرت نہ رہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے بعد والے جتنے مسلمان ہیں ان کا ایمان و اسلام قبول ہونے اور نجات پانے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ صحابہ کرام کی عظمت و محبت اپنے دلوں میں رکھتے ہوں اور ان کے لیے دعا کرتے ہوں، جس میں یہ شرط نہیں پائی جاتی وہ مسلمان کہلانے کے قابل نہیں۔

اسی لیے مصعب بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: امت کے تمام مسلمان تین درجوں میں ہیں، جن میں سے دو درجے تو گزر چکے یعنی مہاجرین و انصار، اب صرف ایک درجہ باقی رہ گیا، یعنی وہ جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت رکھے، ان کی عظمت پہچانے، اب اگر تمھیں امت میں کوئی جگہ حاصل کرنی ہے تو اسی تیسرے درجہ میں داخل ہو جاؤ۔

تفسیر معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع صاحب نے لکھا ہے:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کسی نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا (جبکہ ان کی شہادت کا واقعہ پیش آ چکا تھا) تو انھوں نے سوال کرنے والے سے پوچھا: تم مہاجرین میں سے ہو؟ اس نے انکار کیا پھر پوچھا کہ انصار میں سے ہو؟ اس نے اس کا بھی انکار کیا تو فرمایا بس اب تیسری آیت

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ [الحشر:١٠]

رہ گئی، اگر تم عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان میں شک و شبہ پیدا کرنا چاہتے ہو تو اس درجہ سے بھی نکل جاؤ گے۔ قرطبی نے فرمایا: یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام کی محبت ہم پر واجب ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

فمن تنقصهم فلا حق له فی فیء المسلمين

جو شخص کسی صحابی کو برا کہے یا اس کے متعلق برائی کا اعتقاد رکھے اس کا مسلمانوں کے مال فیئ میں کوئی حصہ نہیں، پھر اسی آیت سے استدلال فرمایا (کیونکہ

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا...﴾ یہ ایت ﴿مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾ پر معطوف ہے۔)

اور چونکہ مال فیئ میں حصہ ہر مسلمان کا ہے تو جس کا اس میں حصہ نہ رہا اس کا اسلام و ایمان ہی مشکوک ہو گیا۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب مسلمانوں کو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استغفار اور دعا کرنے کا حکم دیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ ان کے آپس میں جنگ و جدال کے فتنے بھی پیدا ہوں گے (اس لئے کسی مسلمان کو مشاجرات صحابہ کی وجہ سے ان میں سے کسی سے بدگمان ہونا جائز نہیں)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: یہ امت اس وقت تک ہلاک نہیں ہوگی جب تک اس کے پچھلے لوگ اگلوں پر لعنت و ملامت

نہ کریں گے۔(اور یہی ان کی ہلاکت ہے۔)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم کسی کو دیکھو کہ کسی صحابی کو برا کہتا ہے تو اس سے کہو کہ جو تم سے زیادہ برا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت، یہ ظاہر ہے کہ زیادہ برے صحابہ تو ہو نہیں سکتے یہی ہوگا جو ان کی برائی کر رہا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی کو برا کہنا سبب لعنت ہے اور عوام بن حوشب نے فرمایا: اس نے اس امت کے پہلے لوگوں کو اس بات پر مستقیم اور مضبوط پایا ہے کہ وہ لوگوں کو یہ تلقین کرتے تھے کہ صحابہ کرام کے فضائل اور محاسن بیان کیا کرو تاکہ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا ہو اور وہ مشاجرات اور اختلافات جو ان کے درمیان پیش آئے ہیں ان کا ذکر نہ کیا کرو جس سے ان کی جرأت بڑھے اور وہ بے ادب ہو جاویں۔(یہ سب روایات تفسیر قرطبی سے لی گئی ہیں)

مؤمنوں کے لئے بازو بچھا دیجئے

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ۔ الشعراء:۲۱۵]

"اور آپ اپنا بازوئے (رحمت و شفقت) ان مومنوں کے لئے بچھا دیجئے جنھوں نے آپ کی پیروی اختیار کر لی ہے۔"

مقربین اور اولین کون

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾

[واقعہ:۱۰تا۱۴]

"اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے، یہی لوگ مقرب ہیں جو نعمتوں والے باغوں میں ہوں گے۔ پہلوں میں سے بہت ہوں گے۔ اور پچھلے لوگوں میں سے (ان میں) تھوڑے ہوں گے۔"

اس ایت کی تفسیر میں حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ﴾ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ پہلے "السبقون" سے مراد عمل میں سبقت والے اور دوسرے "السبقون" سے مراد درجے میں سبقت لینے والے ہیں۔ یعنی جو لوگ ایمان لانے میں اور اعمال صالحہ میں دوسروں سے پہل کرنے والے اور آگے بڑھنے والے ہیں وہ جنت کے داخلے میں بھی دوسروں سے بھی پہلے اور اس کے مراتب میں دوسروں سے آگے ہوں گے۔ دوسرا مطلب یہ کہ دونوں "السبقون" سے مراد ایک ہی ہے اور مقصود ان کی شان کا بیان ہے، جیسے کہا جاتا ہے: "انت انت" کہ تم، تم ہی ہو، تمھارا کیا کہنا، کوئی اور تمھارے جیسا نہیں اور جیسے شاعر نے کہا ہے۔

أَنَا أَبُو النَّجْمِ وَشِعْرِي شِعْرِي ... لِلّٰهِ دَرِّي مَا أَجَنَّ صَدْرِي

"میں ابو النجم ہوں اور میرا شعر میرا ہی شعر ہے"۔

یعنی میرے شعر کی کیا بات ہے۔ تو ادھر بھی مطلب یہی ہے، سابقون سابقون ہی ہیں، سابقون کی کیا بات ہے، کوئی اور ان کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔

[تفسیر القران العظیم]

حسن بصری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا سابقین تو گزر چکے اے اللہ تو ہمیں اصحاب یمین میں کر دے۔

امام ابن سیرین رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں:: کوئی شک نہیں کہ ہر امت میں یہی ہوتا چلا آیا ہے کہ شروع میں بہت سے مقربین ہوتے ہیں اور بعد والوں میں یہ تعداد کم ہو جاتی ہے۔

تو یہ بھی ممکن ہے کہ مراد یوں ہی ہو یعنی ہر امت کے اگلے لوگ سبقت کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں بہ نسبت ہر امت کے پچھلے لوگوں کے۔

اس امت کا دوسری تمام امتوں سے افضل و اعلیٰ ہونا ثابت ہے، پھر کیسے ہو سکتا

ہے کہ مقربین بارگاہ صمدیت دوسری امتوں میں سے تو بہت سے ہوں اور اس بہترین امت میں سے کم ہوں، ہاں یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ ان تمام امتوں کے مقرب مل کر صرف اس ایک امت کے مقربین کی تعداد سے بڑھ جائیں، لیکن بہ ظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل امتوں کے مقربین سے صرف اس ایک امت کے مقربین بڑھ جائیں گیں، کل امتوں کے مقربین سے صرف اس امت کے مقربین کی تعداد زیادہ ہوگی۔

دوسرا قول اس جملہ کی تفسیر میں یہ ہے کہ اس امت کے شروع زمانے کے لوگوں میں سے مقربین کی تعداد بہت زیادہ ہے اور بعد کے لوگوں میں کم۔ یہی قول رائج ہے۔

"سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ تمھاری تعداد اہل جنت کی چوتھائی ہو؟ " ہم نے کہا، ہاں! (ہم خوش ہیں)۔ آپ نے پھر فرمایا: " کیا تم اس بات پر خوش ہو کہ تمھاری تعداد اہل جنت کی ایک تہائی ہو؟ " ہم نے کہا، ہاں! (ہم خوش ہیں)۔ آپ نے (تیسری بار) فرمایا: " اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے امید ہے کہ تمھاری تعداد اہل جنت کی نصف ہوگی۔"

[صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون هذه الأمة نصف أهل الجنة (۳۷۷)]

"سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا سب زمانوں سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئیں گے، پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئیں گے۔"

[صحیح بخاری، باب فضائل أصحاب النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ۳۶۵۰]

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔"

[صحیح مسلم، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب ولا عذاب: ۲۱۶]

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ ۔[التوبة:۱۰۰]

”وہ مہاجر اور انصار جنھوں نے سب سے پہلے ایمان لانے میں سبقت کی اور وہ لوگ جنھوں نے احسن طریق پر ان کی اتباع کی، اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن میں نہریں جاری ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

اولین مہاجرین وانصار صحابہ کے نام

مردوں میں سب سے پہلے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تھے۔ عورتوں میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ لڑکوں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ۔ ان میں ماسوائے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باقی سب آپ کے گھر کے افراد تھے۔ پھر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کوشش سے جو حضرات ایمان لائے ان کے نام یہ ہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، سیدنا سعد بن ابی وقاص اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ۔ پھر ان کے بعد بہت سے لوگ مسلمان ہوئے اور یہ سب مہاجرین اولین اور سابقین ہیں۔

اور انصار میں سابقین و اولین وہ پانچ شخص ہیں جنھوں نے پہلے لیلۃ العقبہ میں بیعت کی تھی، ابن عوف، رافع، قطبہ اور جابر رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ پھر جنھوں نے دوسری دفعہ عقبہ میں بیعت کی وہ بارہ اشخاص تھے۔ پھر تیسرے عقبہ میں ستر اشخاص نے بیعت کی۔ اور یہ سب ہجرت نبوی سے پہلے اسلام لائے تھے۔

السابقون الاولون سے مراد تو وہ ابتدائی مسلمان ہیں جنھوں نے ہر تنگی و ترشی کے وقت اسلام اور پیغمبر اسلام کا ساتھ دیا تا آنکہ اللہ کا کلمہ بلند ہوگیا۔ اب یہ ظاہر ہے کہ جن مسلمانوں نے کفار اور مشرکین کے بے پناہ مظالم برداشت کیے تھے ان کا درجہ عام مسلمانوں سے بلند ہی ہونا چاہیے اور اسی لحاظ سے اللہ کے ہاں وہ اجر و ثواب اور بلندی درجات کے بھی زیادہ مستحق ہیں۔ مگر ان کی تعیین میں علماء نے بہت اختلاف کیا ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے وہ مسلمان مراد ہیں جنھوں نے ہجرت نبوی سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ بعض کے نزدیک وہ مسلمان ہیں جنھوں نے دونوں قبلوں (بیت المقدس اور کعبہ) کی طرف نماز پڑھی۔ بعض کے نزدیک غزوہ بدر تک کے مسلمان سابقین اولین ہیں۔ بعض اس دائرہ کو صلح حدیبیہ تک وسیع کرتے ہیں اور بعض کے نزدیک تمام مہاجرین و انصار، اطراف کے مسلمانوں اور بعد میں آنے والی نسلوں کے اعتبار سے سابقین اولین ہیں۔ اور معنیٰ کے لحاظ سے ان تمام اقوال میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ سبقت اور اولیت اضافی چیزیں ہیں۔ لہذا ایک ہی شخص یا جماعت ایک اعتبار سے سابق اور دوسرے اعتبار سے لاحق ہوسکتی ہے۔

بعض کے نزدیک سابقین اولین سے مراد غزوہ بدر تک کے مسلمان ہیں۔ اس لیے فتح بدر کے بعد اسلام ایک مقابلہ کی قوت بن گیا تھا اور دوسرے اموال غنائم سے مسلمانوں کی معیشت کو بھی تقویت پہنچی تھی۔ یا زیادہ سے زیادہ اس دائرہ کو فتح خیبر تک وسیع کیا جا سکتا ہے جبکہ حبشہ کے مہاجرین بھی واپس پہنچ گئے تھے اور مسلمانوں کی معاشی حالت اتنی سنبھل چکی تھی کہ انھوں نے انصار سے مستعار لیے ہوئے کھجوروں کے درخت بھی انھیں واپس کر دیے تھے۔ بعد کے مسلمانوں کو نہ پہلے مسلمانوں جیسے مصائب برداشت کرنا پڑے اور نہ معاشی تنگی۔

لیکن تمام صحابہ اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب و مقبول ہیں۔

فتح مکہ سے پہلے اور بعد والے سب صحابہ سے اللہ نے حسنیٰ کا وعدہ کیا ہے

﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾

[الحدید:١٠]

”اور تمھیں کیا ہے تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، جب کہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔ تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی وہ (یہ عمل بعد میں کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی اور ان سب سے اللہ نے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہے۔“

فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے راہ اللہ خرچ کیا اور جہاد کیا اور جن لوگوں نے یہ نہیں کیا گو بعد فتح مکہ کیا ہو یہ دونوں برابر نہیں ہیں۔ اس وجہ سے بھی کہ اس وقت تنگی ترشی زیادہ تھی اور قوت طاقت کم تھی۔ فتح مکہ کے بعد تو اسلام کو کھلا غلبہ ملا اور مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی اور فتوحات کی وسعت ہوئی، پس اس وقت اور اس وقت میں جتنا فرق ہے اتنا ہی ان لوگوں اور ان لوگوں کے اجر میں فرق ہے، انھیں بہت بڑے اجر ملیں گے گو دونوں اصل بھلائی اور اصل اجر میں شریک ہیں۔

صحابہ میں کوئی بغض و کینہ نہیں

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ﴾ [الحجر:٤٧]

"اور ہم ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہے نکال دیں گے، بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔"

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ہم اہل بدر کے حق میں نازل ہوا اور یہ بھی آپ فرماتے ہیں: آپ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ میں اور عثمان اور طلحہ او زبیر (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ان میں سے ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ﴾ [الحجر:٤٧]

علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد نے رفض کی بیخ و بنیاد کا قلع قمع کر دیا۔

اہل جنت کے دلوں میں اگر کوئی رنجشیں باقی رہ گئی ہوں تو جنت میں جاتے ہی ایک دوسرے سے مل کر تمام گلے شکوے ختم ہو جائیں گے۔

اشتر نے علی رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کی اجازت مانگی، اس وقت آپ کے پاس طلحہ کے صاحبزادے کے پاس بیٹھے تھے تو آپ نے کچھ دیر کے بعد اسے اندر بلایا اس نے کہا: شاید ان کی وجہ سے مجھے آپ نے دیر سے اجازت دی؟ آپ نے فرمایا: سچ ہے، اس نے کہا پھر تو آپ کے پاس عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہوں گے، جن کی شان میں یہ ہے کہ ان کے دلوں میں جو کچھ خفگی تھی ہم نے دور کر دی، بھائی بھائی ہو کر آمنے سامنے تخت شاہی پر جلوہ فرما ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ عمران بن طلحہ اصحاب جمل سے فارغ ہو کر علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے آپ نے انھیں مرحبا کہا اور فرمایا: میں امید رکھتا ہوں کہ میں اور تمھارے والد ان میں سے ہیں جن کے دلوں کے غصے اللہ دور کر کے بھائی بھائی بنا کر جنت کے تختوں پر آمنے سامنے بٹھائے گا، ایک اور روایت میں ہے کہ یہ سن کر فرش کے کونے پر بیٹھے ہوئے دو شخصوں نے کہا:، اللہ کا عدل اس سے بہت بڑھا ہوا

ہے کہ جنھیں آپ قتل کریں ان کے بھائی بن جائیں؟ آپ نے غصے سے فرمایا اگر اس آیت سے مراد میرے اور طلحہ جیسے لوگ نہیں تو اور کون ہوں گے؟ اور روایت میں ہے کہ قبیلہ ہمدان کے ایک شخص نے یہ کہا تھا اور علی رضی اللہ عنہ نے اس کو دھمکی دی اور بلند آواز سے یہ جواب دیا تھا کہ محل ہل گیا۔

اور روایت میں ہے کہ کہنے والے کا نام حارث اعور تھا اور اس کی اس بات پر آپ نے غصے ہو کر جو چیز آپ کی ہاتھ میں تھی وہ اس کے سر پر مار کر یہ فرمایا تھا۔ ابن جرموز جو زبیر رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا جب دربار علی رضی اللہ عنہ میں آیا تو آپ نے بڑی دیر بعد اسے داخلے کی اجازت دی۔ اس نے آ کر زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو بلوائی کہہ کر برائی سے یاد کیا تو آپ نے فرمایا: تیرے منہ میں مٹی۔ میں اور طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہم اجمعین) تو انشاء اللہ ان لوگوں میں ہیں جن کی بابت اللہ کا یہ فرمان ہے۔

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ﴾ [الحجر:٤٧]

علی رضی اللہ عنہ قسم اٹھا کر فرماتے ہیں: ہم بدریوں کی بابت یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

کثیر النواء ابو اسماعیل الکوفی کہتا ہے: میں امام باقر ابو جعفر محمد بن علی رحمہ اللہ کے پاس گیا اور کہا: میرے دوست آپ کے دوست ہیں اور مجھ سے مصالحت رکھنے والے آپ سے مصالحت رکھنے والے ہیں، میرے دشمن آپ کے دشمن ہیں اور مجھ سے لڑائی رکھنے والے آپ سے لڑائی رکھنے والے ہیں۔ واللہ میں ابو بکر اور عمر سے بری ہوں۔ اس وقت ابو جعفر نے فرمایا: اگر میں ایسا کروں تو یقینا مجھ سے بڑھ کر گمراہ کوئی نہیں۔ ناممکن کہ میں اس وقت ہدایت پر قائم رہ سکوں۔ ان دونوں بزرگوں یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ سے تو اے کثیر محبت رکھ، اگر اس میں تجھے گناہ ہو تو میری گردن پر۔ پھر آپ نے اسی آیت کے آخری حصہ کی تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا:

یہ ان دس شخصوں کے بارے میں ہے ابوبکر، عمر عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید اور عبداللہ بن مسعود رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔ یہ آمنے سامنے ہوں گے تا کہ کسی کی طرف کسی کی پیٹھ نہ رہے ۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایک مجمع میں آ کر اسے تلاوت فرما کر فرمایا: یہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے ۔ وہاں انھیں کوئی مشقت، تکلیف اور ایذاء نہ ہوگی ۔

[ابن کثیر تحت ایت الحجر :٤٧]

ایسے پاک باز لوگوں سے اللہ محبت کرتے ہیں

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالُوا إِنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ إِنَّ اللهَ قَدْ أَثْنَى عَلَيْكُمْ فِي الطُّهُورِ فَمَا طُهُورُكُمْ قَالُوا نَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَنَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَنَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ قَالَ فَهُوَ ذَاكَ فَعَلَيْكُمُوهُ

"ابوایوب انصاری، جابر بن عبداللہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ:

﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾

[التوبہ:١٠٨]

اس میں کچھ لوگ ہیں جو پاکی کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ پاکی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

اتری تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! اللہ تعالیٰ نے طہارت کے بارے میں تمھاری تعریف کی ہے، تو وہ تمھاری کیسی طہارت ہے؟ ان لوگوں نے کہا: ہماری طہارت یہ ہے کہ ہم لوگ نماز کے لیے وضو کرتے ہیں، اور جنابت ہونے سے غسل کرتے ہیں، اور پانی سے استنجاء

کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی کا) یہی سبب ہے، لہٰذا تم لوگ اس طہارت پر کاربند رہو۔"

[أبو داود رقم (٤٤) في الطهارة، باب الاستنجاء بالماء.]

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي أَهْلِ قُبَاءَ ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا﴾ قَالَ: كَانُوا يَسْتَنْجُونَ بِالْمَاءِ، فَنَزَلَتْ فِيهِمْ هَذِهِ الْآيَةُ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾

[التوبہ:١٠٨]

اہل قباء کی شان میں نازل ہوئی ہے، وہ لوگ پانی سے استنجاء کرتے تھے، انھیں کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

[ابن ماجة: بَابُ الِاسْتِنْجَاءِ بِالْمَاءِ (٣٥٧)، والترمذي رقم (٣١٠٠) في التفسير.]

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا يَعْنِي قُبَاءً قَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَثْنَى عَلَيْكُمْ فِي الطُّهُورِ خَيْرًا أَفَلَا تُخْبِرُونِي قَالَ يَعْنِي قَوْلَهُ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ قَالَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نَجِدُهُ مَكْتُوبًا عَلَيْنَا فِي التَّوْرَاةِ الِاسْتِنْجَاءُ بِالْمَاءِ

"محمد بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ جب ہمارے پاس قباء میں تشریف لائے تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے طہارت کے معاملے میں تم لوگوں کی تعریف کی ہے کیا تم مجھے اس کے متعلق نہیں بتاؤ گے؟ دراصل نبی کریم ﷺ کا اشارہ اس آیت کی طرف تھا

﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾

[التوبہ:١٠٨]

"اس میں ایسے لوگ ہیں جو (ظاہراً و باطناً) پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ طہارت شعار لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔"

لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تورات میں اپنے اوپر پانی سے استنجاء کرنے کا حکم لکھا ہوا پایا ہے (ہم اس پر عمل کرتے ہیں) [مسند احمد (۲۳۸۳۳)]

حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ اس ایت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بلوغ المرام میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ تمھاری تعریف کرتا ہے (اس کی کیا وجہ ہے؟) انھوں نے کہا: ہم پتھروں کے بعد پانی استعمال کرتے ہیں۔ اس حدیث کی وجہ سے بہت سے لوگ جہاں پانی میسر ہو وہاں بھی پہلے ڈھیلے استعمال کرتے ہیں پھر پانی، جس سے گندگی بھی پھیلتی ہے اور گٹر بھی بند ہوتے ہیں۔ کئی لوگ استنجا خانے سے باہر شلوار ہاتھ میں پکڑ کر ڈھیلے سے پیشاب خشک کر رہے ہوتے ہیں، جو نہایت بے ہودہ دکھائی دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اہل قبا کی تعریف اس لیے تھی کہ وہ پانی کے ساتھ استنجا کرتے تھے، پانی کی موجودگی میں ڈھیلے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کسی کو صرف پانی کے ساتھ طہارت سے تسلی نہیں ہوتی تو وہ وسوسے کا مریض ہے۔ یہ حدیث جس میں پتھروں کے بعد پانی کا ذکر ہے، اس کے متعلق خود حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بلوغ المرام میں فرمایا: اسے بزار نے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اصل حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں ہے، جسے ابن خزیمہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح کہا ہے اور وہ پتھروں کے ذکر کے بغیر ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "التلخیص الحبیر" میں اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اسے صرف محمد بن عبد العزیز راوی نے روایت کیا ہے اور وہ ضعیف ہے۔ اسے ابوحاتم نے ضعیف کہا ہے۔ ہاں استنجا صرف پتھروں سے بھی جائز اور کافی ہے اور اگر کبھی اس کا اتفاق ہو اور اس کے

بعد پانی سے مزید صفائی کر لے تو بہتر ہے، ورنہ پانی کی موجودگی میں پتھر استعمال کرنے کی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی ضرورت ہے۔

صحابہ اور قرآن



صحابہ اور قرآن
کے تعلق پر
30 ابواب پر
مشتمل مدلل کتاب

مرتب محمد طیب محمدی

معیار صحابہ

یہاں یہ بیان کیا جائے گا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کس معیار کے تھے، یہ کن اوصاف کے حامل کے تھے، ان کا مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا تھا۔

تقویٰ کے سب سے زیادہ حقدار اور اہل

﴿وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ ۔[الفتح:۲٦]

"اور پکا کر دیا ان پر تقویٰ اور پرہیز گاری کی بات کو اور وہ اسی کے زیادہ مستحق تھے اور اس کے اہل (بھی) تھے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

اللہ نے پکا کر دیا ان پر تقویٰ اور پرہیز گاری کی بات کو، یعنی کلمہء توحید کو جو کہ علامت و اظہار ہے دل کے اس ایمان و یقین، اور صدق و اخلاص کا جس پر تقویٰ و طہارت اور اعمال کی پوری عمارت استوار ہوتی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ تقویٰ و پرہیز گاری کو جمادے وہ کبھی اس سے علیحدہ نہیں ہوسکتی، پس صحابہ کرام کا ایمان و اخلاق اور تقویٰ و طہارت ہمیشہ کے لئے ثابت اور پکا ہے، اس کے علیحدہ ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں، لہٰذا جو کوئی ان کے ایمان و تقویٰ میں کیڑے نکالے گا، اور عیب لگائے گا، اس کا اپنا ایمان و تقویٰ باقی نہیں رہ سکے گا، والعیاذ باللہ اور اسی ایمان و تقویٰ کا نتیجہ و ثمر تھا کہ وہ حضرات ایسے نازک اور پُرخطر حالات میں بھی کسی قسم کے اشتعال میں آئے بغیر راہ حق و صواب پر قائم اور مستقیم رہے، اور ابلیس اور اس کے

ایجنٹوں کی طرف سے جب بھی وسوسہ اندازی کی جاتی تو وہ اس کے مقابلے میں اس طرح کہہ کر اپنی رضا اور اطمینان کا اظہار کر دیتے، اور اس طرح یہ وفا شعار اپنی صداقت کا اعلان و اظہار کر دیتے،

اللہ تعالیٰ نے صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ وہی اس کے لائق اور سب سے زیادہ حق دار بھی تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے علم میں ۔ اسی لیے اس نے ان کو اپنے نبی کی صحبت اور اس کے دین کی خدمت کے لیے چنا تھا، اور ان کو صحابیت کے شرف عظیم سے مشرف فرمایا تھا، اور ان کو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ، کے اس منفرد اور عظیم الشان اعزاز سے نوازا تھا جو نہ اور کسی کو ملا نہ مل سکتا ہے، اور چونکہ یہ حضرات اس کے اہل اور حق دار تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان نازک اور کٹھن حالات میں بھی راہ حق وصواب پر استوار اور ثابت قدم رکھا،

کلمہ تقویٰ پر استقامت ہر مدعی کو حاصل نہیں ہوسکتی بلکہ یہ انھی خوش نصیبوں کو حاصل ہوتی ہے جو اس کے حق دار اور اہل ہوتے ہیں اور صحابہ کرام چونکہ اس کے سب سے زیادہ حق دار اور اہل تھے اور انھوں نے اپنے عمل و کردار اور راہ حق میں اپنے ثبات و استقامت سے اپنے آپ کو اس کا اہل اور حق دار ہونا ثابت کیا تھا۔ اس لیے قدرت نے ان کو اس شرف عظیم سے نوازا تھا اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ایمان کو ضائع نہیں کرتا جو اپنے ایمان کی قدر کرتے ہیں اور ہر قسم کے حالات میں راہ حق و صواب پر ثابت قدم رہنے کی کوشش رکھتے ہیں

کافروں کی حمیت جاہلیت کے وقت صحابہ پر سکینت

دشمن لڑائی کرنے کے لیے تیار ہو، اور آپ کے خلاف ہر قسم کی پلاننگ کرے، گالی گلوچ اور اوچھے ہتھیاروں پر اترے آئے، اس وقت تحمل و بردباری کا مظاہرہ کرنا بہت بڑی خوبی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں ۔ یہ خوبی صحابہ

کرام میں کتنی خوب صورتی سے پائی جاتی تھی۔

حدیبیہ کے مقام پر کفار اڑ گئے تھے اپنی حمیتِ جاہلیہ پر، اگر ہم نے محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو اس مرتبہ مکے میں داخل ہونے دے دیا تو اس سے ہماری ناک کٹ جائے گی، انھوں نے لات اور عزیٰ کی قسمیں کھا کر کہا: ہم ان کو کسی قیمت پر بھی مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے، یہ بڑا نازک موقع تھا جس سے مسلمان فوری طور پر سخت اشتعال میں آ سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی، جس کے نتیجے میں کوئی اشتعال انگیز نہیں پیدا ہوئی۔ بہرکیف کفار اپنی حمیت جاہلیہ ہی پر اڑے رہے حالانکہ ان پر یہ حقیقت واضح تھی کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھی عمرہ ادا کرنے کے لیے تشریف لائے ہیں جنگ کا آپ کا نہ کوئی ارادہ و پروگرام ہے اور نہ ہی کسی طرح کا کوئی سامان حرب وضرب آپ کے پاس ہے، لیکن اس سب کے باوجود ان لوگوں نے آپ کو اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو بیت اللہ میں داخل ہونے اور اس کے ساتھ اپنے ہمراہ لائی ہوئی قربانیوں کو پیش کرنے کی اجازت نہ دی۔ جو کہ یہ کافروں کی حمیت جاہلیہ اور عناد اور ہٹ دھرمی کی ایک بدترین مثال تھی۔

﴿فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾

[الفتح (۲٦)]

”تو اللہ نے اپنے رسول (ﷺ) اور مومنوں پر اپنی خاص تسکین نازل فرمائی۔“

اللہ نے سکون و اطمینان کی کیفیت اتار دی اپنے رسول اور اہل ایمان پر جس سے ان کے دل مطمئن ہو گئے اور انھوں نے جواباً اس طرح کی کسی حمیت کو نہیں اپنایا، ورنہ جنگ اور تباہی کے شرارے بھڑک اٹھتے، اور نہ ہی انھوں نے اللہ تعالیٰ کے کسی حکم سے سرتابی کی، اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں نے ان کو

اپنی آغوش میں لے لیا، اور ان کو صلح حدیبیہ کے نام سے ہونے والی اس عظیم الشان فتح سے نواز دیا، جو کہ فتح مبین اور آئندہ کی عظیم الشان فتوحات کیلئے اساس و بنیاد تھی، یقینا اہل ایمان کے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ اللہ اور اس کے رسول کی سچی اطاعت و اتباع ہی ہے، اللہ نصیب فرمائے، آمین۔ بہرکیف اس سے اس حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ یہ انزال سکنیت اللہ تعالیٰ کی ایک خاص رحمت و عنایت تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور صحابہ کرام کو بطور خاص نوازا تھا۔

صحابہ کے لیے تین مرتبہ تقویٰ کا ذکر

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

[المائدہ: ۹۳]

"کوئی گناہ (اور پکڑ) نہیں ان لوگوں پر جو (صدق دل سے) ایمان لائے، اور انھوں نے (اس کے مطابق) کام بھی نیک کئے، اس میں جو کہ انھوں نے کھا (پی) لیا (حکم حرمت سے پہلے) جب کہ وہ بچتے رہے (اس وقت کی محرمات سے) اور وہ ثابت قدم رہے اپنے ایمان پر، اور کام بھی نیک کرتے رہے، پھر وہ بچتے رہے (نئی حرام کردہ چیزوں سے) اور ثابت قدم رہے پھر بچتے رہے اور وہ نیکوکار رہے اور اللہ محبت فرماتا ہے نیکوکاروں سے۔"

جب شراب کی حرمت کی آیات نازل ہوئیں تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مسلمانوں کا کیا حال ہوگا جنھوں نے حکم تحریم آنے سے پہلے شراب پی اور اسی حالت میں انتقال کر گئے۔

اس بات کا جواب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تین مرتبہ صحابہ کرام کے تقویٰ کا ذکر کیا، کہ جب وہ متقی تھے تو ان پر کوئی حرج نہیں۔ ان کی یہ صفت بیان کرنے کے لیے انداز بہت خوبصورت اختیار کیا ہے:

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوا وَّآمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوا وَّآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوا وَّأَحْسَنُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ فِي مَنْزِلِ أَبِي طَلْحَةَ وَكَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيخَ فَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِي أَلَا إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ قَالَ فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ اخْرُجْ فَأَهْرِقْهَا فَخَرَجْتُ فَهَرَقْتُهَا فَجَرَتْ فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ قَدْ قُتِلَ قَوْمٌ وَهِيَ فِي بُطُونِهِمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا الْآيَةَ

"سیدنا انس فرماتے ہیں: جب شراب کی حرمت نازل ہوئی میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں لوگوں کو (ساقی بن کر) شراب پلا رہا تھا۔ جب شراب کی حرمت کی منادی ہوئی تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جا کر سب شراب بہا دو۔ میں نے بہا دی جو مدینہ کی گلیوں میں بہتی چلی گئی۔ پھر بعض لوگ کہنے لگے: ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کے پیٹ میں شراب تھی اور وہ شہید ہو گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔"

[صحیح بخاری، کتاب التفسیر (٢٤٦٤)]

جو پاک باز صحابہ ایمان و تقویٰ میں عمر گزار کر اور نسبت احسان حاصل کر کے اللہ کی راہ میں شہید ہو چکے ان کی نسبت اس طرح کے خلجان اور توہمات پیدا کرنے

کی قطعاً گنجائش نہیں، وہ ایک ایسی چیز کا استعمال کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں جو اس وقت حرام نہیں تھی مگر بعد کو حرام ہوئی۔

محققین نے لکھا ہے کہ تقویٰ (یعنی مضار دینی سے مجتنب ہونے کے) کئی درجے ہیں۔ اور ایمان ویقین کے مراتب بھی بلحاظ قوت وضعف متفاوت ہیں، تجربہ اور نصوص شرعیہ سے ثابت ہے کہ جس قدر آدمی ذکر وفکر، عمل صالح اور جہاد فی سبیل اللہ میں ترقی کرتا ہے اسی قدر خدا کے خوف اور اس کی عظمت وجلال کے تصور سے قلب معمور اور ایمان ویقین مضبوط ومستحکم ہوتا رہتا ہے۔

جن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق سوال کیا گیا تھا اس کا جواب ایک عام وتام ضابطہ بیان فرما کر ایسے عنوان سے دے دیا گیا جس میں ان مرحومین کی فضیلت ومنقبت کی طرف بھی لطیف اشارہ ہوگیا۔

دلوں کا امتحان تقویٰ کے لیے

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ﴾۔ [الحجرات:۳]

"جو لوگ اللہ کے رسول کے حضور اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔"

جو لوگ اللہ کے رسول کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کا اللہ نے امتحان لیا ہے تقویٰ کیلئے اور ان کو اس نے تقویٰ کی تخم ریزی اور اس کو افزائش کیلئے موزوں پایا اسی لئے اس نے ان کو تقویٰ وپرہیزگاری سے سرفراز فرمایا۔

اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کا امتحان دلوں کا امتحان ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ نے جانچ پرکھ لیا ان کے دلوں کو تقویٰ وپرہیز

گاری کیلئے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں معاملہ محض ظاہر داری پر مبنی نہیں ہوتا، بلکہ وہاں پر ظاہر سے پہلے باطن کا امتحان ہوتا ہے۔ ان حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں کو تقویٰ و پرہیزگاری کے اہل اور لائق پانے اور بنانے کے بعد ان خاص عنایات سے نوازا گیا۔ دلوں کے امتحان کے ذکر سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر دل تقویٰ کی تخم ریزی اور اس کی افزائش کیلئے موزوں نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس کیلئے امتحان کر کے دلوں کا انتخاب کرتا ہے۔ اور اس امتحان میں اصل چیز جو ترجیح دینے والی بنتی ہے وہ یہ ہوتی ہے کہ آدمی کے اندر اللہ اور اس کے رسول کیلئے انقیاد و اطاعت کا سچا جذبہ اور ان کے آگے عجز و فروتنی کا صحیح شعور موجود ہے یا نہیں۔ یہ چیز جس کے اندر جتنی زیادہ ہوتی ہے اس کو اسی قدر تقویٰ و پرہیزگاری کی نعمت زیادہ عطا ہوتی ہے۔ اور جو لوگ اس شعور سے جتنے عاری ہوتے ہیں وہ اتنے ہی تقویٰ و پرہیزگاری سے بعید اور محروم ہوتے ہیں پس انسان کے بنائے و بگاڑ کا اصل دارومدار اس کے قلب و باطن پر ہوتا ہے۔

صحابہ جیسا ایمان

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

[البقرة:۱۳۷]

”پس اگر یہ اہل کتاب ایسے ہی ایمان لائیں جیسے تم لائے ہو تو وہ بھی ہدایت پا لیں گے اور اگر اس سے منہ پھیریں تو وہ ہٹ دھرمی پر اتر آئے ہیں۔ لہٰذا اللہ ان کے مقابلے میں آپ کو کافی ہے اور وہ ہر ایک کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔“

﴿آمَنتُم﴾ کے مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ اس آیت

میں ان کے ایمان کو ایک مثالی نمونہ قرار دے کر حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول و معتبر صرف اس طرح کا ایمان ہے جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اختیار فرمایا، جو اعتقاد اس سے سرمو مختلف ہو اللہ کے نزدیک مقبول نہیں، اعتقاد اور ایمان کی کیفیت وہی ہونی چاہیے جو کیفیت صحابہ کرام کی تھی۔

صحابہ کرام کا ایمان معیار حق و صداقت

وہ لوگ کیسے راہ ہدایت پر ہو سکتے ہیں جو صحابہ کرام سے عشق و محبت کے دعوے کرنے کے باوجود عقیدہ و عمل کے دونوں میدانوں میں ان کے طور طریقوں سے ہٹے ہوئے ہوں، اور وہ ایسی ایسی بدعتوں، اور نت نئے طریقوں، کو دین میں شامل کر رہے ہوں، جن کا ضرورت اور داعیہ کے باوجود صحابہ کرام کے اس پاکیزہ دور میں کوئی ثبوت و وجود نہیں ملتا۔

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے افتراق امت سے متعلق اپنی مشہور حدیث طائفہ منصورہ اور فرقہ ناجیہ کی توضیح میں ارشاد فرمایا: یہ لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے صحابہ کے طور طریقے پر ہوں گے ان کے سوا باقی کی تمام بہتر فرقے دوزخ میں ہوں گے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوا وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے ساتھ ہو بہو وہی صورت حال پیش آئے گی جو بنی اسرائیل کے ساتھ پیش

آ چکی ہے، (یعنی مماثلت میں دونوں برابر ہوں گے) یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے اگر اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسا شخص ہوگا جو اس فعل شنیع کا مرتکب ہوگا، بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، اور ایک فرقہ کو چھوڑ کر باقی سبھی جہنم میں جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ کون سی جماعت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: جو اس چیز کو اختیار کریں گیں جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

[سنن ترمذی(٢٦٤١)مَا جَاءَ فِي افْتِرَاقِ هَذِهِ الْأُمَّةِ]

صحابہ جیسا ایمان ہی قابل قبول ہے

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ﴾

[البقرة:١٣]

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (تم بھی) ایمان لاؤ جیسے (دوسرے) لوگ ایمان لے آئے ہیں، تو کہتے ہیں: کیا ہم بھی (اسی طرح) ایمان لے آئیں جس طرح (وہ) بیوقوف ایمان لے آئے، جان لو! بیوقوف (درحقیقت) وہ خود ہیں لیکن انھیں (اپنی بیوقوفی اور ہلکے پن کا) علم نھیں۔“

اس آیت میں منافقین کے سامنے صحیح ایمان کا ایک معیار رکھا گیا ﴿آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ﴾ یعنی ایمان لاؤ جیسے ایمان لائے اور لوگ، اس میں ناس سے مراد بالاتفاق مفسرین صحابہ کرام ہیں کیونکہ وہی حضرات ہیں جو نزول قرآن کے وقت ایمان لائے تھے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف وہی ایمان معتبر ہے جو صحابہ کرام کے ایمان کی طرح ہو جن چیزوں میں جس کیفیت کے ساتھ ان کا ایمان ہے اسی طرح کا

ایمان دوسروں کا ہوگا تو ایمان لیا جائے گا، ورنہ نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کریم کا ایمان ایک کسوٹی ہے جس پر باقی ساری امت کے ایمان کو پرکھا جائے گا جو اس کسوٹی پر صحیح نہ ہو اس کو شرعاً ایمان اور ایسا کرنے والے کو مؤمن نہ کہا جائے گا، اس کے خلاف کوئی عقیدہ اور عمل خواہ ظاہر میں کتنا ہی اچھا نظر آئے اور کتنی ہی نیک نیتی سے کیا جائے اللہ کے نزدیک ایمان معتبر نہیں، ان لوگوں نے صحابہ کرام کو سفہاء یعنی بیوقوف کہا اور یہی ہر زمانے کے گمراہوں کا طریقہ رہا ہے کہ جو ان کو صحیح راہ بتلائے اس کو جاہل قرار دیتے ہیں مگر قرآن کریم نے بتلا دیا کہ درحقیقت وہ خود ہی بیوقوف ہیں۔

یہاں پر "اَلا" کے حرف تنبیہ اور مبتداء وخبر کی تعریف اور ان دونوں کے درمیان ضمیر فصل کو لاکر اس امر کی تاکید در تاکید کردی گئی کہ آگاہ رہو بیوقوف یہ لوگ خود ہیں، جو صحابہ کرام پر طعن وتشنیع کرکے اپنے کفر ونفاق کے داغ کو اور گاڑھا اور پکا کر رہے ہیں، اور حق اور اہل حق سے دور ونفور ہوکر یہ لوگ اپنی ہلاکت وتباہی کے گڑھے کو اور گہرا کر رہے ہیں۔

حقیقت میں عقلمند وہی ہے جو اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان ویقین رکھتا ہو کہ وہی روشن ضمیر ایسے ہیں جو اپنے خالق ومالک کا حق پہچانتے ہیں۔ اپنی اصل منزل اور راہ حق وہدایت سے آگاہ ہیں۔ اور وہی خالق کا حق ادا کرسکتے ہیں اور مخلوق کے ساتھ صحیح اور مبنی برحق رویہ اختیار کرسکتے ہیں۔ جبکہ ایمان ویقین کی روشنی سے محروم لوگ نہ اپنے خالق ومالک کا حق ادا کرسکتے ہیں اور نہ اس کی مخلوق کا کہ وہ تو تہ بہ تہ اندھیروں میں مبتلا ہوتے ہیں۔

ان لوگوں کو اس بات کا کوئی علم نہیں کہ حضرات صحابہ کرام کو بے وقوف کہہ کر اور ان کی توہین کرکے انھوں نے اپنے لیے کس قدر ہلاکت اور تباہی کا سامان

کیا، والعیاذ باللہ، کہ انھوں نے حق کی بجائے باطل کو، اور ہدایت کی بجائے ضلالت کو اپنایا۔ اور اس طرح انھوں نے بڑے ہی ہولناک خسارے اور زبردست گھاٹے کا سودا کیا، اور ان کی مت ایسی مار دی گئی کہ ان کو اپنے اس ہولناک خسارے کا احساس و شعور ہی نہیں، سو کفر و نفاق سے اسی طرح انسان کی مت ایسی مار دی جاتی ہے کہ اس کو اپنے حقیقی نفع و نقصان کا شعور و ادراک ہی نہیں رہتا، اور وہ حق اور حقیقت کے بارے میں اندھا اور اوندھا ہوجاتا ہے۔ اور اس حد تک کہ وہ بیماری کو بھی صحت سمجھنے لگتا ہے۔ تو پھر ایسوں کو صحت ملے تو کیسے اور کیونکر؟۔

ایمان کو مزین کیا ہے صحابہ کے دلوں پر

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾۔ [الحجرات:٧]

”جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں، اگر اکثر معاملات میں وہ تمھاری باتیں مان لیا کریں تو تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ لیکن اللہ نے تمھارے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اسے تمھارے دلوں میں مزین کر دیا اور اس نے کفر اور گناہ اور نافرمانی کو تمھارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا، یہی لوگ ہدایت والے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ ایمان کو مزین کیا ہے تمھارے دلوں میں، یہ نہیں فرمایا دلوں کو مزین کیا ہے ایمان سے، جس کا مطلب یہ ہے ایمان صحیح مزین صحابہ کے دلوں پر ہوا ہے۔

ایمان و یقین کی محبت اور دلوں میں اس کا جاگزیں ہو جانا اللہ تعالیٰ کی ایک

خاص عنایت ہے کہ اس کے بعد ایسے خوش نصیب حضرات سے قول و فعل اور عمل و کردار کی دنیا میں وہی کچھ صادر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا ذریعہ بنتا ہے۔ اور وہ انسان کیلئے دارین کی سعادت و سرخروئی کی راہیں کھولتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں مزین و محبوب بنا دینا اور کفر و فسوق و عصیان سے ان کو متنفر کر دینا ایک عظیم الشان انعام و احسان تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بطور خاص نوازا تھا۔

اللّٰھم فحبب الینا الایمان وزینہ فی قلوبنا و کرہ الینا الکفر والفسوق والعصیان واجعلنا من الراشدین الھادین المھدیین

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ایمان کو ان کے سامنے محبوب بنا کر پیش کر دیا۔ اور اس کو ان کے دلوں میں مزین وخوشنما بنا دیا اور اسکے مقابلے میں کفر وفسوق اور عصیان کو ان کے سامنے مبغوض ومکروہ بنا کر پیش کیا، جس کے نتیجے میں انھوں نے ایمان کو صدق دل سے اپنا لیا۔ اور وہ کفر وفسوق وعصیان کو دل سے برا جاننے لگے۔ حالانکہ اس سے پہلے دور جاہلیت کی تاریکی میں تمام اقدار تلپٹ ہوکر رہ گئی تھیں، اور ایسی اور اس حد تک کہ حق و باطل کے درمیان فرق وتمیز کرنا بھی کسی کے بس میں نھیں رہ گیا تھا، ابلیس نے ایمان کو لوگوں کی نظروں میں مکروہ ومبغوض بنا دیا تھا اور اسکے برعکس کفر وفسوق کو اس نے ان کے سامنے محبوب ومطلوب بنا دیا تھا۔

جاہلیت اولیٰ کی تاریکی کے اس دور میں شیطان کی شیطانی کوششوں کے نتیجے میں ایمان کو طرح طرح کے اور تہ بہ تہ پردوں کے اندر اس قدر محجوب ومستور کر دیا تھا کہ ان تمام پردوں کو چاک کر کے اس کے حقیقی حسن و جمال کو مخلوق کیلئے بے نقاب کر دینا کسی کیلئے ممکن نھیں تھا، سوائے اللہ وحدہ لاشریک کے۔ اس نے اپنے فضل وکرم سے ان سب پردوں کو چاک کر کے ایمان کو اسکے اصل اور حقیقی جمال

جہاں آرا کو بھی سب کے سامنے رکھ دیا۔ اور کفر وفسوق وعصیان کو انکی حقیقی اور مکروہ شکل میں دکھا دیا۔ جس سے دنیا کے سامنے حق و باطل کے درمیان فرق و تمیز کرنا بالکل پوری طرح واضح ہوگیا، اس کے بعد جن سلیم الفطرت لوگوں نے ایمان و یقین کی دولت کو اپنایا، اور وہ کفر وفسوق اور عصیان سے دور ونفور رہے، ان کیلئے حصر وقصر کے انداز و اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ یہی لوگ ہیں رشد وہدایت والے، راہ راست پر ہیں، پس جو لوگ ان کے طریقے اور راستے کے خلاف ہیں وہ رشد وہدایت کی دولت سے محروم اور اندھیروں میں ہیں، والعیاذ باللہ العظیم

انھیں مردہ نہ کہو

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاۤءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾۔ [البقرة:١٥٤]

"اور ان کو جو اللہ کے راستے میں قتل کیے جائیں، مردے مت کہو، بلکہ زندہ ہیں اور لیکن تم نہیں سمجھتے۔"

یہ آیت کریمہ بدر کے شہداء کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہ چودہ حضرات تھے آٹھ انصار میں سے اور چھ مہاجرین میں سے تھے جو شخص اللہ کے راستہ میں شہید ہوجاتا اس کے بارے میں لوگ کہتے: فلاں آدمی مرگیا اور اس سے دنیا کی نعمتیں اور لذتیں چلی گئی اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاۤءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾

[النيسابوري:٣٧]

شہداء کرام کے امتیازی مقام اور عظمت شان کو بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ عالم برزخ میں ایک امتیازی شان کی زندگی سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ لہذا ان کو مردہ نہ

سمجھا جائے اور نہ یہ کہا جائے کہ وہ مردہ ہیں۔ان کو مردہ کہنے سے اس وجہ سے منع کیا کہ شہداء بدر کی توہین نہ ہو۔اور یہ بھی نہیں کہا کہ وہ اس دنیا میں زندہ ہیں بلکہ یہ کہا ہے کہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

شہدا اللہ کے ہاں زندہ ہیں، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾۔ [آل عمران:۱۶۹]

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں انھیں ہرگز مردہ خیال نہ کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے حضور زندہ ہیں انھیں رزق دیا جاتا ہے۔"

شہدا کی اس زندگی کا تعلق برزخ کے اس غیبی جہاں سے ہے جس کا علم و ادراک محض حواس اور عقل سے ممکن نہیں۔ اس کے بارے میں جاننے کا ذریعہ وحی اور صرف وحی ہی ہوسکتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے ان کی ارواح کو سبز پرندوں "طیر خضر" میں داخل کردیا جاتا ہے۔ بہرکیف ان کو وہاں پر ایک خاص زندگی عطا فرمائی جاتی ہے جو اس دنیاوی زندگی سے مختلف ہوتی ہے۔

شہداء کرام کو برزخ میں ایک خاص اور امتیازی زندگی حاصل ہوتی ہے، اور وہاں کی اس زندگی میں ان کو جن عظیم الشان کامرانیوں اور عنایات سے نوازا جاتا ہے ان کا اس ناسوتی زندگی میں تصور بھی کسی کیلئے ممکن نہیں۔ ان کو ویسے ہی مانا جائے جیسا کہ نصوص سے ثابت ہو کہ اس کے بارے میں علم وحی کے ذریعے ہی ممکن ہوسکتا ہے۔

شہداء زندہ ہیں اپنی اس حیات برزخی کے اعتبار سے، جو کہ ان کو وہاں پر حاصل ہے اور جو دوسرے لوگوں کی حیات سے الگ ایک امتیازی شان رکھتی ہے

[البیضاوی، المراغی، القاسمی، الروح، الصفوة اور الجامع وغیرہ]

شہدا حیات برزخی کے اعتبار سے زندہ ہیں، یہ دنیاوی زندگی تو بہرحال ان سے منقطع ہو جاتی ہے۔ اور موت کے عمومی اثرات و احکام جو دوسرے لوگوں اور عام مردوں پر مرتب ہوتے ہیں، وہ ان پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے، ان کو دفن کیا جاتا ہے، ان کی بیویاں بیوہ قرار پاتی ہیں، ان کے آگے نکاح کیے جاتے ہیں، ان کے بچے یتیم کہلاتے ہیں، اور ان کی میراث تقسیم کی جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان کی یہ دنیاوی حیات ختم نہ ہو چکی ہوتی اور اس اعتبار سے وہ مردہ قرار نہ پاتے تو ان پر یہ احکام کیسے جاری ہوتے؟

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ﴾ کے سب سے پہلے مصداق

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ﴾

[آل عمران (۱۱۰)]

(مومنو!) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہت اچھا ہوتا ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں (لیکن تھوڑے) اور اکثر نافرمان ہیں۔"

اس ایت کے سب سے پہلے مخاطب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ اور وہ اس امت کے سب سے بہترین انسان ہیں۔

ویدخل فی الخطاب الصحابۃ من باب أولی، فلقد شهد بأنهم يأمرون بكل معروف وينهون عن كل منكر.

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا﴾

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾۔ [البقرۃ: ۱۴۳]

"اور اسی طرح (اے مسلمانو!) ہم نے تمھیں امتِ وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر گواہ ہو۔"

اُمتِ وَسَط کا لفظ اس قدر وسیع معنویت اپنے اندر رکھتا ہے کہ کسی دُوسرے لفظ سے اس کے ترجمے کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے مراد ایک ایسا اعلیٰ اور اشرف گروہ ہے، جو عدل و انصاف اور توسّط کی روش پر قائم ہو، جو دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو، جس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں حق اور راستی کا تعلق ہو اور ناحق، ناروا تعلق کسی سے نہ ہو۔

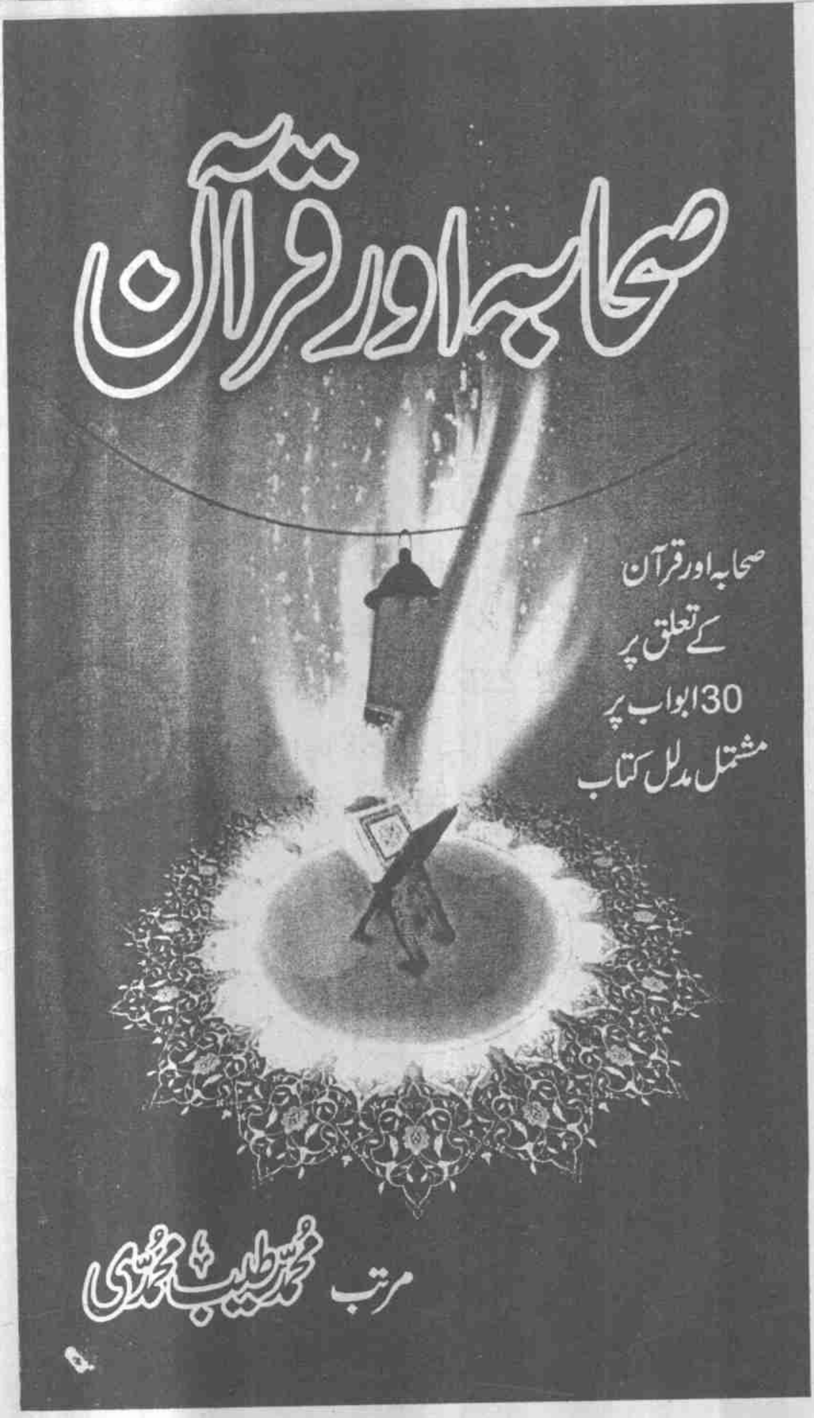
یہ جو فرمایا: تمھیں اُمتِ وَسَط اس لیے بنایا گیا ہے کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسُول تم پر گواہ ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں جب پوری نوعِ انسانی کا اکٹھا حساب لیا جائے گا، اس وقت رسُول ہمارے ذمہ دار نمائندے کی حیثیت سے تم پر گواہی دے گا کہ فکرِ صحیح اور عمل صالح اور نظام عدل کی جو تعلیم ہم نے اسے دی تھی، وہ اس نے تم کو بے کم و کاست پوری کی پوری پہنچا دی اور عملاً اس کے مطابق کام کر کے دکھا دیا۔ اس کے بعد رسُول کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے تم کو عام انسانوں پر گواہ کی حیثیت سے اُٹھنا ہوگا اور یہ شہادت دینی ہوگی کہ رسُول نے جو کچھ تمھیں پہنچایا تھا، وہ تم نے انھیں پہنچانے میں، اور جو کچھ رسُول نے تمھیں دکھایا تھا وہ تم نے انھیں دکھانے میں اپنی حد تک کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اسی طرح سورۃ الحج میں فرمایا ہے:

﴿وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۚ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ

عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ [الحج:۷۸]

"اور اللہ (کی محبت و طاعت اور اس کے دین کی اشاعت و اقامت) میں جہاد کرو جیسا کہ اس کے جہاد کا حق ہے۔ اس نے تمھیں منتخب فرما لیا ہے اور اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ (یہی) تمھارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کا دین ہے۔ اس (اللہ) نے تمھارا نام مسلمان رکھا ہے، اس سے پہلے (کی کتابوں میں) بھی اور اس (قرآن) میں بھی تاکہ یہ رسولِ (آخر الزماں ﷺ) تم پر گواہ ہو جائیں اور تم بنی نوع انسان پر گواہ ہو جاؤ، پس (اس مرتبہ پر فائز رہنے کے لئے) تم نماز قائم کیا کرو اور زکوٰۃ ادا کیا کرو اور اللہ (کے دامن) کو مضبوطی سے تھامے رکھو، وہی تمھارا مددگار (و کارساز) ہے، پس وہ کتنا اچھا کارساز (ہے) اور کتنا اچھا مددگار ہے۔"

فأخبر تعالى أنه اجتباهم، والاجتباء كالاصطفاء، وهو افتعال من اجتبى الشيء يجتبيه، إذا ضمّه إليه وحازه إلى نفسه، فهم المجتبون الذين اجتباهم


صحابہ اور قرآن
صحابہ اور قرآن
کے تعلق پر
30 ابواب پر
مشتمل مدلل کتاب
مرتب محمد طیب محمدی

نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اکٹھا تذکرہ

قرآن نے کئی مقامات پر نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تذکرہ اکٹھا کیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی ﷺ کے ساتھ جڑے ہوئے تھے، اور نبی ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ جڑے ہوئے تھے۔ یہ اس دنیا میں ایک ایسی جماعت تھی، جس کی مثال اس دنیا میں نہیں ملتی، اسی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا اور صحابہ کرام کا ذکر اپنی آخری کتاب میں اکٹھا کیا ہے۔ آیئے اس بات مشاہدہ کریں۔

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ﴾

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ. تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللهِ وَرِضْوَاناً. سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ. ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ. وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ. فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ. وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيماً﴾۔ [الفتح:۲۹]

"محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر تو سخت (مگر) آپس میں رحم دل ہیں۔ تم جب دیکھو گے انھیں

رکوع و سجود کرتے ہوئے اور اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کی تلاش کرتے ہوئے دیکھو گے (کثرت) سجدہ کی وجہ سے ان کی پیشانیوں پر امتیازی نشان موجود ہیں۔ ان کی یہی صفت تورات میں بیان ہوئی ہے اور یہی انجیل میں ہے جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی اور اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی (اس وقت وہ) کسانوں کو خوش کرتی ہے۔ تاکہ کافروں کو ان کی وجہ سے غصہ دلائے۔ اس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی صفات اکٹھی بیان فرمائی ہیں، اور ان کا ذکر بھی اکٹھا کیا ہے، صحابہ کرام کا نبی ﷺ کے ساتھ ذکر ہونا ان کی عظمت دلیل ہے، اور اس پر مزید شان یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی یہ صفات نبی ﷺ کے ساتھ توراۃ اور انجیل میں بھی موجود ہیں۔

یہ نبی (ﷺ) اور ایمان والے

﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَٰهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران:٦٨]

"بیشک سب لوگوں سے بڑھ کر ابراہیم (علیہ السلام) کے قریب (اور حق دار) تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے ان (کے دین) کی پیروی کی ہے اور (وہ) یہی نبی ﷺ اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لانے والے ہیں، اور اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ اور ایمان والوں کا ذکر اکٹھا کیا ہے:

﴿وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ﴾

"اور یہ نبی (ﷺ) اور وہ لوگ جو ایمان لانے والے ہیں، اور اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے۔"

نبی آخر الزماں ﷺ کے لائے ہوئے دین حق، یعنی اسلام کی اساس ہی ملت ابراہمی پر ہے۔ اس دین حق کو ماننے والے ہی وہ لوگ ہیں جو عقیدہ توحید پر قائم ہیں اور ان کے دین کی اَساس و بنیاد ہی ملت ابراہیمی پر استوار ہے۔ جو ابراہیم علیہ السلام کی طرح سچی اور خالص توحید کے قائل اور اللہ کو ایک اور وحدہ لاشریک مانتے ہیں، جن کا قبلہ قبلہ ابراہیمی ہے۔ وہ اسی کی طرف اپنی نمازوں میں رخ کرتے اور اسی کا طواف کرتے اور وہاں حج و عمرہ کی عظیم الشان عبادات بجا لاتے ہیں، اور جو ابراہیم علیہ السلام کی طرح اللہ کی رضا کیلئے قربانی کرتے اور ختنہ کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ، اور جنھوں نے بیت اللہ میں رکھے گئے مشرکین مکہ کے بتوں کو اپنی حقانی ضربوں سے پاش پاش کر کے اللہ تعالیٰ کے گھر کو شرک کی تمام آلائشوں سے ہمیشہ کیلئے پاک وصاف کر دیا۔

یہی لوگ ہیں جو حق کے علمبردار اور ملت ابراہیمی کے پاسدار، اور ان کے اصل وحقیقی پیروکار ہیں، اور یہی ہیں جو ملت ابراہیمی کے محافظ و امین ہیں، اور یہی ہیں جو صراط مستقیم پر چلنے والے اور اہ حق و ہدایت کے راہی ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کی طرف نسبت محض زبانی کلامی دعووں یا نسبی اور خاندانی انتساب سے حاصل ہونے والی چیز نہیں بلکہ اس کا تعلق اطاعت و اتباع سے ہے۔ پس جو صدق دل سے آپ کی اطاعت و اتباع کرے گا وہی اس کا اہل اور مستحق ہوگا، خواہ وہ کوئی بھی ہو اور کہیں کا بھی ہو۔ پس اس اعتبار سے ابراہیم علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب یہ پیغمبر ﷺ اور ان پر ایمان لانے والے ان کے صحابہ کرام ہیں، نہ کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ جنھوں نے دین ابراہیم علیہ السلام کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا اور انھوں نے دین توحید میں

شرک کی آمیزش کر دی۔

رسول پر اور مومنوں پر تسکین نازل فرمائی

﴿ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلٰى رَسُولِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ﴾۔ [توبة:٢٦]

"پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر تسکین نازل فرمائی اور ایسے لشکر اتارے جو تمھیں نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کو سزا دی اور کافروں کا یہی بدلہ ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینت کے نزول کے لیے اپنے رسول اور ایمان والوں کا ذکر اکٹھا کیا ہے۔ جس طرح سکینت رسول پر اتاری اس طرح کی سکینت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر اتاری۔

حنین مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ایک وادی ہے، وہاں فتح مکہ (رمضان ۸ ھ) کے ایک ماہ بعد شوال ۸ ھ میں مسلمانوں کی ہوازن، ثقیف، بنو جشم، بنو سعد اور بعض دوسرے قبائل سے جنگ ہوئی تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تو ان مہاجرین و انصار کا تھا جو فتح مکہ کے لیے آپ کے ساتھ مدینہ سے آئے تھے اور دو ہزار آدمی آپ کے ساتھ اہل مکہ (طلقاء) میں سے شامل ہو گئے تھے۔ اس طرح مسلمانوں کا کل لشکر بارہ ہزار لڑنے والوں پر مشتمل تھا، جبکہ اس کے مقابلے میں دشمنوں کی تعداد صرف چار ہزار کے قریب تھی، اس پر بہت سے مسلمانوں میں عجب (خود پسندی) اور ایک قسم کا غرور پیدا ہو گیا، حتیٰ کہ بعض نے کہا آج ہم قلت تعداد کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے۔ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا۔ (ابن کثیر)

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم وادی حنین کی طرف چلے تو ہم تہامہ کی وادیوں میں سے ایک وادی میں اترے، وادی بڑی وسیع و عریض تھی، اس میں اونچے نیچے ٹیلے اور چھوٹی چھوٹی ڈھلوانی پہاڑیاں تھیں، ہم اوپر چڑھتے اور نیچے اترتے ہوئے آگے کی جانب بڑھتے اور لڑھکتے جا رہے تھے، ابھی صبح کا اندھیرا تھا۔ دشمن ہمارے لیے مختلف گھاٹیوں، کناروں اور تنگ گزر گاہوں میں پورے اتفاق اور مقابلے کی تیاری کے ساتھ چھپے بیٹھے تھے۔ اللہ کی قسم! ہمیں اترتے اترتے پتا ہی نہ چلا کہ دشمن نے مل کر اس طرح حملہ کیا جیسے ایک آدمی کرتا ہے۔ (دوسری روایات میں ہے کہ وہ زبردست نشانہ باز تھے، انھوں نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی) لوگ شکست کھا کر واپس پلٹے، وہ بھاگے جاتے تھے اور کوئی کسی کو مڑ کر نہیں دیکھتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں طرف ایک جگہ ہو گئے، پھر فرمایا: ”لوگو! میری طرف توجہ کرو، میری طرف آؤ، میں رسول اللہ ہوں، میں محمد بن عبداللہ ہوں۔“ کہیں سے جواب نہیں آ رہا تھا، اونٹ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگ رہے تھے، لوگ ادھر ادھر نکل گئے، سوائے مہاجرین و انصار کے ایک گروہ اور آپ کے خاندان کے لوگوں کے جو زیادہ نہ تھے۔ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ ڈٹے رہے، آپ کے خاندان والوں میں سے علی بن ابو طالب، عباس بن عبدالمطلب، ان کے بیٹے فضل، ابو سفیان بن حارث اور ایمن بن عبید جو ام ایمن کے بیٹے تھے اور اسامہ بن زید رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

[أحمد: ٣/٣٧٦، ح: ١٥٠٢٧، وحسنه شعيب الأرنؤوط۔ ابن حبان: ٤٧٧٤]

عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری آواز بڑی بلند تھی، اس وجہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا: ”اے عباس! کیکر (کے درخت) والوں کو آواز دو۔“ چنانچہ میں نے بلند آواز سے پکارا کہ کیکر (تلے بیعت رضوان کرنے) والے کہاں ہیں؟ اللہ کی قسم! ان لوگوں نے جب میری آواز سنی تو وہ ”ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں“ کہتے ہوئے اس طرح دوڑے جس طرح گائے اپنے بچے کی طرف دوڑتی ہے۔

عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر پکڑے اور دشمنوں کی طرف پھینکے، اس کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انْهَزَمُوا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ

"محمد کے رب کی قسم! وہ شکست کھا گئے۔"

[صحیح مسلم، الجهاد، باب غزوة حنين (١٧٧٥)]

یہ وہ وقت ہے جب مسلمان جم گئے اور فرشتے نازل ہوئے:

﴿وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا﴾

"اور اس نے ایسے لشکر اتارے جنھیں تم نے نہیں دیکھا۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والے قیامت کے دن بھی اکٹھے ہوں گے

﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ۔[التحريم:٨]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی جناب میں توبہ کرو، سچی توبہ۔ عجب نہیں کہ تمھارا رب (آخرت میں) تمھارے گناہ تم سے دور کر دے اور تم کو (ایسے) باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔ یہ وہ دن ہوگا جب اللہ پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا۔ ان (کے ایمان) کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے داہنی طرف دوڑتا ہوگا اور وہ دعا کر رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہمارا نور ہمارے لئے کامل کر دے اور ہماری مغفرت فرما۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اس ایت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذکر

کرتے وقت ﴿مَعَه﴾ کا لفظ استعمال کیا ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونے کو بڑی شدت اور مضبوطی سے بیان کرتا ہے، اور پھر ﴿نُوْرُهُمْ﴾ ضمیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اکٹھا کر دیا، اور پھر مزید یہ کہ یہ ساتھ صرف دنیا تک نہیں بلکہ آخرت میں بھی رہے گا، قرآن کے الفاظ پر غور کرو:

﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَه﴾

"یہ وہ دن ہو گا جب اللہ پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا۔"

﴿وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ﴾

﴿إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُوْمُ أَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ﴾۔ [المزمل:٢٠]

"بلاشبہ آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ قیام کرتے ہیں کبھی دو تہائی کے قریب کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی اور آپ کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ بھی۔"

اللہ کے رسول اور ان کے ساتھیوں پر انزالِ سکینت کا انعام

﴿فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

[الفتح:٢٦]

"تو اللہ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مومنوں پر اپنی خاص تسکین نازل فرمائی۔"

اپنے آپ کو صحابہ کے ساتھ روکے رکھو

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ

﴿يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾ [الكهف:۲۸]

"اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھ جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں، اس کا چہرہ چاہتے ہیں اور تیری آنکھیں ان سے آگے نہ بڑھیں کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت چاہتا ہو اور اس شخص کا کہنا مت مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام ہمیشہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔"

یہ صبح و شام اللہ کے ذکر میں مشغول رہنے والے اور اللہ کی رضا چاہنے والے لوگ بموجب روایات سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ، سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ، سیدنا خباب بن الارت رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ تھے جو سب کے سب غریب طبقہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان میں سے اکثر سرداران قریش کے غلام یا آزاد کردہ غلام تھے جو اکثر اوقات آپ کی صحبت میں رہا کرتے تھے۔

بغوی نے نقل کیا ہے کہ عیینہ بن حصن فزاری مکہ کا رئیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کے پاس سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے جو فقرا صحابہ میں سے تھے، ان کا لباس خستہ اور ہیئت فقیرانہ تھی، اور بھی اسی طرح کے کچھ فقرا غربا مجمع میں تھے، عیینہ نے کہا: ہمیں آپ کے پاس آنے اور آپ کی بات سننے سے یہی لوگ مانع ہیں، ایسے خستہ حال لوگوں کے پاس ہم نہیں بیٹھ سکتے، آپ ان کو اپنی مجلس سے ہٹا دیں، یا کم از کم ہمارے لئے علیحدہ مجلس بنا دیں اور ان کے لئے الگ۔

ابن مردویہ نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کیا ہے کہ امیہ بن خلف جمحی نے

رسول اللہ ﷺ کو یہ مشورہ دیا کہ غریب فقیر شکستہ حال مسلمانوں کو آپ اپنے قریب نہ رکھیں، بلکہ مکہ اور قریش کے سرداروں کو ساتھ لگائیں، یہ لوگ آپ کا دین قبول کرلیں گے تو دین کو ترقی ہوگی۔

اس طرح کے واقعات پر یہ ارشاد ربانی نازل ہوا، جس میں ان کا مشورہ قبول کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا، اور صرف یہی نہیں کہ ان کو اپنی مجلس سے ہٹائیں نہیں، بلکہ حکم یہ دیا گیا: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ﴾ آپ اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ روک کر رکھیں، تعلقات اور توجہات سب ان لوگوں کے ساتھ وابستہ رہیں، معاملات میں انھی سے مشورہ لیں، انھی کی امداد واعانت سے کام کریں، اور اس کی وجہ اور حکمت ان الفاظ سے بتلا دی گئی کہ یہ لوگ صبح شام یعنی ہر حال میں اللہ کو پکارتے اور اسی کا ذکر کرتے ہیں، ان کا جو عمل ہے وہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے ہے، اور یہ سب حالات وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد کو کھینچتے ہیں، اللہ کی مدد ایسے ہی لوگوں کے لئے آیا کرتی ہے، چند روز کی کس مپرسی سے گھبرائیں نہیں، انجام کار فتح و نصرت انھی کو حاصل ہوگی۔

صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو اپنی مجلس سے کبھی نہ اٹھانا

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾

[الأنعام:۵۲]

"اور آپ ان (شکستہ دل اور خستہ حال) لوگوں کو (اپنی صحبت و قربت سے) دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو صرف اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے رہتے ہیں، ان کے (عمل و جزا کے) حساب میں سے آپ پر کوئی

چیز (واجب) نہیں اور نہ آپ کے حساب میں سے کوئی چیز ان پر (واجب) ہے (اگر) پھر بھی آپ انھیں (اپنے لطف و کرم سے) دور کردیں تو آپ حق تلفی کرنے والوں میں سے ہوجائیں گے (جو آپ کے شایان شان نہیں)۔"

یہ غریب لوگ بلال حبشی رضی اللہ عنہ، صہیب رومی رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ، صبیح رضی اللہ عنہ، مولیٰ اُسید رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، مقداد ابن عمرو رضی اللہ عنہ، مسعود بن القاری رضی اللہ عنہ، ذوالشمالین رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام تھے، جن کی عزت و شرافت کا پروانہ آسمان سے نازل ہوا،

منافقوں نے کہا: نبی کے پاس بیٹھنے والوں پر خرچ نہ کرو

أَنَّ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ أَصَابَ النَّاسَ فِيهِ شِدَّةٌ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ لِأَصْحَابِهِ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا مِنْ حَوْلِهِ وَقَالَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَأَرْسَلَ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أُبَيٍّ فَسَأَلَهُ فَاجْتَهَدَ يَمِينَهُ مَا فَعَلَ قَالُوا كَذَبَ زَيْدٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي مِمَّا قَالُوا شِدَّةٌ حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ تَصْدِيقِي فِي إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ فَدَعَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ فَلَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَقَوْلُهُ خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ قَالَ كَانُوا رِجَالًا أَجْمَلَ شَيْءٍ

"زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے جس میں لوگوں کو سخت تکلیف ہوئی، تو عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

﴿لَا تُنفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ﴾۔ [المنافقون:۷]

پھر کہا:

﴿لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ﴾۔

[المنافقون:۸]

وہ کہتے ہیں: اگر (اب) ہم مدینہ واپس ہوئے تو (ہم) عزت والے لوگ وہاں سے ذلیل لوگوں (یعنی مسلمانوں) کو باہر نکال دیں گے۔

میں نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ سے بیان کیا، آپ نے عبداللہ بن ابی کو بلا بھیجا اور اس سے آپ ﷺ نے دریافت کیا تو اس نے زوردار قسم کھا کر کہا: اس نے ایسا نہیں کہا ہے، لوگوں نے کہا: زید نے رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ کہا ہے، ان لوگوں کی اس بات سے میرے دل کو بہت صدمہ ہوا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میری تصدیق کرتے ہوئے یہ آیت:

﴿يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾۔ [المنافقون:۸]

"وہ کہتے ہیں: اگر (اب) ہم مدینہ واپس ہوئے تو (ہم) عزت والے لوگ وہاں سے ذلیل لوگوں (یعنی مسلمانوں) کو باہر نکال دیں گے، حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لئے اور اس کے رسول ﷺ کے لئے اور مومنوں کے لئے ہے مگر منافقین (اس حقیقت کو) جانتے نہیں ہیں۔"

نازل فرمائی، رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو بلایا تاکہ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں، تو ان لوگوں نے اپنے سروں کو پھیر لیا۔

اور اللہ تعالیٰ کا قول خشب مسندۃ دیوار سے لگی ہوئی لکڑیاں سے مراد ۔۔

کہ وہ لوگ بہت خوبصورت تھے اور جب ان سے کہا جاتا ہے اور رسول اللہ تمھارے لئے دعاء مغفرت کریں تو وہ اپنا سر پھیر لیتے ہیں اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے بے رخی کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے نبی ﷺ کا مذاق اڑایا۔

[أخرجه البخاري (٤٩٠٣) باب قوله: (إذا جاءك المنافقون).]

یہ واقعہ غزوہ مریسیع میں پیش آیا جب کچھ مہاجرین اور انصار کے درمیان تلخ کلامی اور شکر رنجی پیدا ہوئی اس وقت منافقین کا نفاق سامنے آ گیا اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا ظاہر ہوا ان کے سردار عبداللہ بن ابی سلول نے کہا، ہماری اور ان کی یعنی مہاجرین کی مثال تو بس ایسے ہے جیسا کہ کسی کا قول ہے، اپنے کتے کو موٹا کرو تجھے ہی کھائے گا، اور کہنے لگا اگر ہم لوٹ کر مدینہ پہنچے تو عزت والا ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے گا۔ اس کے زعم باطل کے مطابق وہ اور اس کے بھائی دیگر منافقین باعزت لوگ ہیں۔ اور رسول اور آپ کی اتباع کرنے والے ذلیل ہیں حالانکہ معاملہ اس منافق کے قول کے برعکس تھا۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾

حالانکہ عزت اللہ کے لیے اس کے رسول کے لیے اور مومنوں کے لی ہے پس یہی عزت والے ہیں منافقین اور ان کے بھائی ہی ذلیل ہیں۔ ﴿وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ مگر منافقین اس کی حقیقت نہیں جانتے۔ اس لیے وہ اپنے باطل موقف کے فریب میں مبتلا ہو کر سمجھتے ہیں کہ وہی عزت والے ہیں۔"

غزوہ بنی مصطلق جنگی لحاظ سے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ تاہم اس غزوہ میں دو واقعات ایسے پیش آئے۔ جنھوں نے اس غزوہ کو مشہور بنا دیا ہے۔ اور یہ دونوں

واقعات منافقوں اور بالخصوص عبداللہ بن ابی سے تعلق رکھتے ہیں ۔ یہ دونوں واقعات نہیں بلکہ فتنے تھے۔ جنھیں برپا کرنے والا یہی عبداللہ تھا۔ ایک تو واقعہ افک ہے۔ جو واپسی کے دوران پیش آیا تھا، دوسرا واقعہ اسی مقام پر ہوا جہاں مسلمانوں نے اس مشرک قبیلے کو شکست دی تھی۔ اور شکست دینے کے بعد چند دن آرام کے لیے رک گئے تھے۔ وہاں ایک کنوئیں پر پانی لینے کے سلسلہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خادم جہجاہ بن قیس اور ایک انصاری کے درمیان تو تو میں میں ہونے لگی۔ یہ واقعہ بخاری میں ان الفاظ میں مذکور ہے:

أَنَّ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، يَقُولُ: غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ ثَابَ مَعَهُ نَاسٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ حَتَّى كَثُرُوا، وَكَانَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلٌ لَعَّابٌ، فَكَسَعَ أَنْصَارِيًّا، فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ غَضَبًا شَدِيدًا حَتَّى تَدَاعَوْا، وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: يَا لَلْأَنْصَارِ، وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ: يَا لَلْمُهَاجِرِينَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَا بَالُ دَعْوَى أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ؟ ثُمَّ قَالَ: مَا شَأْنُهُمْ فَأُخْبِرَ بِكَسْعَةِ الْمُهَاجِرِيِّ الْأَنْصَارِيَّ، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعُوهَا فَإِنَّهَا خَبِيثَةٌ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ: أَقَدْ تَدَاعَوْا عَلَيْنَا، لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ، فَقَالَ عُمَرُ: أَلَا نَقْتُلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا الْخَبِيثَ؟ لِعَبْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّهُ كَانَ يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ

"جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک تھے، مہاجرین بڑی تعداد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوگئے۔ وجہ یہ ہوئی کہ مہاجرین میں ایک صاحب تھے بڑے دل لگی کرنے والے. انھوں نے ایک انصاری کے سرین پر ضرب لگائی، انصاری بہت سخت غصہ ہوا۔ اس

نے اپنی برادری والوں کو مدد کے لیے پکارا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان لوگوں نے یعنی انصاری نے کہا: اے قبائل انصار! مدد کو پہنچو! اور مہاجر نے کہا: اے مہاجرین! مدد کو پہنچو! یہ غل سن کر نبی کریم ﷺ (خیمہ سے) باہر تشریف لائے اور فرمایا: کیا بات ہے؟ یہ جاہلیت کی پکار کیسی ہے؟ آپ ﷺ کے صورت حال دریافت کرنے پر مہاجر صحابی کے انصاری صحابی کو مار دینے کا واقعہ بیان کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسی جاہلیت کی ناپاک باتیں چھوڑ دو اور عبداللہ بن ابی سلول (منافق) نے کہا کہ یہ مہاجرین اب ہمارے خلاف اپنی قوم والوں کی دہائی دینے لگے۔ مدینہ پہنچ کر ہم سمجھ لیں گے، عزت دار ذلیل کو یقیناً نکال باہر کر دے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی یا رسول اللہ! ہم اس ناپاک پلید عبداللہ بن ابی کو قتل کیوں نہ کر دیں؟ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو۔ لوگ کہیں گے کہ محمد اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرنے لگے ہیں۔" [1]

عزت اللہ، رسول اور ایمان والوں (صحابہ) کے لیے ہے

منافقین کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس انداز سے دیا:

﴿يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾۔ [المنافقين: ٨]

"وہ کہتے ہیں یقینا اگر ہم مدینہ واپس گئے تو جو زیادہ عزت والا ہے وہ اس میں سے ذلیل تر کو ضرور ہی نکال باہر کرے گا، حالانکہ عزت تو صرف اللہ

[1] صحیح بخاری (۳۵۱۸) کتاب بدء الخلق۔ باب ماینھی من دعوۃ الجاھلیۃ۔ مسلم۔ کتاب البر والصلۃ۔ باب نصر الاخ ظالما او مظلوما).]

کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے اور لیکن منافق نہیں جانتے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول کی عزت کے ساتھ مؤمنین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت کا بھی تذکرہ کیا۔

صحابہ پر مہربانی سے پہلے نبی ﷺ کا ذکر

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾ [التوبہ: ۱۱۷، ۱۱۸]

"یقیناً اللہ نے نبی (ﷺ) پر رحمت سے توجہ فرمائی اور ان مہاجرین اور انصار پر (بھی) جنھوں نے (غزوہ تبوک کی) مشکل گھڑی میں (بھی) آپ (ﷺ) کی پیروی کی اس (صورت حال) کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل پھر جاتے، پھر وہ ان پر لطف و رحمت سے متوجہ ہوا، بیشک وہ ان پر نہایت شفیق، نہایت مہربان ہے۔ اور ان تینوں شخصوں پر (بھی رحمت سے توجہ فرمائی) جن (کے فیصلہ) کو مؤخر کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود کشادگی کے ان پر تنگ ہوگئی اور (خود) ان کی جانیں (بھی) ان پر دوبھر ہوگئیں اور انھیں یقین ہوگیا کہ اللہ (کے عذاب) سے پناہ کا کوئی ٹھکانا نہیں بجز اس کی طرف (رجوع کے)،

تب اللہ ان پر لطف وکرم سے مائل ہوا تاکہ وہ (بھی) توبہ و رجوع پر قائم رہیں، بیشک اللہ ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا، نہایت مہربان ہے۔"

توبہ تو اللہ تعالیٰ نے تین آدمیوں کی قبول کرنا تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا، پھر سارے مہاجرین کا ذکر کیا پھر انصار کا ذکر کیا پھر ان تین صحابہ کا ذکر کیا:

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ ....وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾

تاکہ پیچھے رہنے والے بھی ساتھ جانے والے انصار اور مہاجرین کی طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت میں آجائیں۔

وہ تین آدمی یہ ہیں، سیدنا کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن الربیع رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں حضرات سے بائیکات کا حکم دے دیا تھا یہاں تک کہ کوئی پچاس دن بعد ان کی توبہ قبول ہوئی، ان تینوں حضرات نے اگرچہ نہایت سچائی کے ساتھ اپنے جرم وقصور کا اقرار و اعتراف کرلیا لیکن ان کو اپنے قصور کی معافی فورا نھیں ملی تھی، بلکہ ان کے معاملے کا فیصلہ آئندہ پر رکھا گیا تھا، یہ تینوں حضرات مخلص اور سچے ایماندار تھے۔

جن کی توبہ قبول ہوئی ان کا واقعہ صفحہ نمبر ۲۴۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کو بھی بشارت

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ مَرْجِعَهُ مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ نَزَلَتْ عَلَيَّ آيَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ قَرَأَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوا هَنِيئًا مَرِيئًا

يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ بَيَّنَ اللهُ لَكَ مَاذَا يُفْعَلُ بِكَ فَمَاذَا يُفْعَلُ بِنَا فَنَزَلَتْ عَلَيْهِ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ حَتَّى بَلَغَ فَوْزًا عَظِيمًا

"انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت نبی اکرم پر حدیبیہ سے واپسی پر نازل ہوئی۔ تو نبی نے فرمایا: مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے زمین پر موجود تمام اشیاء سے زیادہ محبوب ہے پھر آپ نے وہ آیت صحابہ کے سامنے تلاوت فرمائی:

﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا﴾۔ [الفتح:۲]

" تاکہ اللہ تمھارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کرے اور تمھیں سیدھے راستے پر چلا دے۔"

صحابہ کرام نے کہا: آپ کے لیے نہایت خوشگوار اور مبارک ہو یا رسول اللہ۔ اللہ نے آپ سے یہ تو بیان فرما دیا کہ آپ کے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے گا، لیکن ہمارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللهِ فَوْزًا عَظِيمًا﴾۔ [الفتح:۵]

"(یہ) اس لیے کہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان سے ان کے گناہوں کو دور کر دے اور یہ خدا کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔" [1]

---

[1] سنن الترمذی رقم (۳۲۶۳) فی التفسیر، باب و من سورة الفتح۔

رسول اور ایمان والے تمھارے اعمال دیکھیں گے

﴿وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ [التوبة:١٠٥]

"ان سے کہیے کہ عمل کرتے جاؤ، اللہ، اس کا رسول اور سب مومن تمھارے طرز عمل کو دیکھ لیں گے اور عنقریب تم کھلی اور چھپی چیزوں کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمھیں بتا دے گا جو کچھ تم کرتے رہے۔"

اس آیت میں رسول کے ساتھ مومنین کا ذکر کر کے انھیں رسول کی جماعت قرار دے دیا گیا۔

کچھ منافق تو ایسے تھے جنھوں نے غزوہ تبوک پر روانگی سے پہلے ہی حیلے بہانے بنا کر آپ سے رخصت طلب کر لی تھی۔ اور بہت سے ایسے تھے جو رخصت کے بغیر ہی مدینہ میں رہ گئے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ آپ واپس آئیں تو معذرت کر لی جائے۔ چنانچہ جب آپ واپس آئے تو منافقین آنے لگے اور اپنے اپنے بہانے پیش کرنے لگے۔ آپ نے انھیں اللہ کی ہدایت کے مطابق کہہ دیا کہ پہلے جو کچھ تم نے کیا ہے وہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے۔ اب آئندہ کے طرز عمل کی فکر کرو۔ تمھارا آئندہ کا طرز عمل ہی اس چیز کی وضاحت کرے گا کہ تم ان بہانوں میں کہاں تک سچے تھے۔ اور تمھارا آئندہ کا طرز عمل کو اللہ، اس کا رسول اور مومن دیکھیں گے۔

نبی ﷺ کا خواب صحابہ کے ساتھ پورا ہوا

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا

تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ [الفتح:۲۷]

"بلاشبہ اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تھا جو ایک حقیقت تھا کہ تم ان شاء اللہ مسجد حرام میں امن کے ساتھ داخل ہو گے اور اس وقت تم سر منڈاؤ گے اور بال کتراؤ گے اور تمھیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ وہ اس بات کو جانتا تھا جسے تم نہیں جانتے تھے لہذا اس فتح سے پہلے اس نے ایک قریبی فتح (خیبر) تمھیں عطا فرما دی۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا تھا کہ آپ مکہ میں گئے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ آپ نے اس کا ذکر اپنے اصحاب سے مدینہ شریف میں ہی کر دیا تھا، حدیبیہ والے سال جب آپ عمرے کے ارادے سے چلے تو اس خواب کی بنا پر صحابہ کو یقین کامل تھا کہ اس سفر میں ہی کامیابی کے ساتھ اس خواب کا ظہور دیکھ لیں گے۔ وہاں جا کر جو رنگت بدلی ہوئی دیکھی یہاں تک کہ صلح نامہ لکھ کر بغیر زیارت بیت اللہ واپس ہونا پڑا تو ان صحابہ پر نہایت شاق گذرا۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا بھی کہ آپ نے تو ہم سے فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف سے مشرف ہوں گے آپ نے فرمایا: یہ صحیح ہے لیکن یہ تو میں نے نہیں کہا تھا کہ اسی سال ہوگا؟ عمر نے فرمایا: ہاں یہ تو نہیں فرمایا تھا آپ نے فرمایا: پھر جلدی کیا ہے؟ تم بیت اللہ میں جاؤ گے ضرور اور طواف بھی یقینا کرو گے۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہی کہا اور ٹھیک یہی جواب پایا۔

اس آیت میں جو ان شاء اللہ ہے یہ استثناء کے لئے نہیں بلکہ تحقیق اور تاکید کے لئے ہے، چنانچہ آئندہ سال اس مبارک خواب کی تاویل کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے دیکھ لیا اور پورے امن و اطمینان کے ساتھ مکہ میں گئے اور وہاں جا کر احرام کھولتے

ہوئے بعض نے اپنا سر منڈوایا اور بعض نے بال کتروائے ۔ صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں : اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے لوگوں نے کہا اور کتروانے والوں پر بھی ۔ آپ نے دوبارہ بھی یہی فرمایا۔ پھر لوگوں نے وہی کہا آخر تیسری یا چوتھی دفعہ میں آپ نے کتروانے والوں کے لئے بھی رحم کی دعا کی ۔

یہ عمرہ ذی قعدہ سنہ ۷ ہجری میں ہوا تھا ۔ حدیبیہ سے آپ ذی قعدہ کے مہینے میں لوٹے ذی الحجہ اور محرم تو مدینہ شریف میں قیام رہا صفر میں خیبر کی طرف گئے اس کا کچھ حصہ تو از روئے جنگ فتح ہوا اور کچھ حصہ از روئے صلح مسخر ہوا یہ بہت بڑا علاقہ تھا اس میں کھجوروں کے باغات اور کھیتیاں بکثرت تھیں، یہیں کے یہودیوں کو آپ نے بطور خادم یہاں رکھ کر ان سے یہ معاملہ طے کیا کہ وہ باغوں اور کھیتیوں کی حفاظت اور خدمت کریں اور پیداوار کا نصف حصہ دے دیا کریں، یہاں سے آپ سالم وغنیمت لئے ہوئے واپس تشریف لائے۔ اور ماہ ذوالقعدہ سنہ ۷ ہجری میں مکہ کی طرف باارادہ عمرہ اہل حدیبیہ کو ساتھ لے کر آپ روانہ ہوئے، ذوالحلفیہ سے احرام باندھا قربانی کے لئے ساٹھ اونٹ ساتھ لئے اور لبیک پکارتے ہوئے ظہران میں پہنچے جہاں سے کعبہ کے بت دکھائی دیتے تھے تو آپ نے تمام نیزے بھالے تیر کمان بطن یاجج میں بھیج دیئے، مطابق شرط کے صرف تلواریں پاس رکھ لیں اور وہ بھی میان میں تھیں ابھی آپ راستے میں ہی تھے جو قریش کا بھیجا ہوا آدمی مکرز بن حفص آیا اور کہنے لگا رسول اللہ ﷺ آپ کی عادت تو توڑنے کی نہیں، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا کہ آپ تیر اور نیزے لے کر آرہے ہیں آپ نے فرمایا: نہیں تو ہم نے وہ سب یاجج بھیج دیے ہیں اس نے کہا: یہی ہمیں آپ کی ذات سے امید تھی آپ ہمیشہ سے بھلائی اور نیکی اور وفاداری ہی کرنے والے ہیں، سرداران کفار تو بوجہ غیظ وغضب اور رنج وغم کے شہر سے باہر چلے گئے کیونکہ وہ تو آپ کو اور آپ کے اصحاب کو دیکھنا بھی نہیں چاہتے تھے اور لوگ جو مکہ میں رہ گئے تھے وہ مرد عورت بچے

تمام راستوں پر اور کوٹھوں پر اور چھتوں پر کھڑے ہو گئے اور ایک استعجاب کی نظر سے اس مخلص گروہ کو اس پاک لشکر کو اس اللہ کی فوج کو دیکھ رہے تھے آپ نے قربانی کے جانور ذی طوی میں بھیج دیئے تھے، خود آپ اپنی مشہور و معروف سواری اونٹنی قصوا پر سوار تھے آگے آگے آپ کے اصحاب تھے جو برابر لبیک پکار رہے تھے۔ عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ آپ کی اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے

بِاسْمِ الَّذِی لَا دِینَ إِلَّا دِینُه ... بِاسْمِ الَّذِی مُحَمَّدٌ رَسُولُهُ

خَلُّوا بَنِی الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِه ... اَلْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلَى تَأْوِيلِه

كَمَا ضَرَبْنَاكُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ ... ضَرْبًا يُزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِه

وَيُذْهِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِه ... قَدْ أَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ فِي تَنْزِيلِهِ

فِي صُحُفٍ تُتْلَى عَلَى رَسُولِه ... بِأَنَّ خَيْرَ الْقَتْلِ فِي سَبِيلِهِ

يَا رَبِّ إِنِّي مُؤْمِنٌ بِقِيلِهِ

"اس اللہ عزوجل کے نام جس کے دین کے سوا اور کوئی دین قابل قبول نہیں۔ اس اللہ کے نام سے جس کے رسول محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اے کافروں کے بچو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے سے ہٹ جاؤ آج ہم تمہیں آپ کے لوٹنے پر بھی ویسا ہی ماریں گے جیسا آپ کے آنے پر مارا تھا وہ مار جو دماغ کو اس کے ٹھکانے سے ہٹا دے اور دوست کو دوست سے بھلا دے۔ اللہ تعالیٰ رحم والے نے اپنی وحی میں نازل فرمایا ہے جو ان صحیفوں میں محفوظ ہے جو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلاوت کئے جاتے ہیں: سب سے بہتر موت شہادت کی موت ہے جو اس کی راہ میں ہو۔ اے میرے پروردگار میں اس بات پر ایمان لا چکا ہوں۔"

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم تو فتح، فتح مکہ کو کہتے ہو لیکن ہم صلح

حدیبیہ کو فتح جانتے تھے۔ جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے، صحیح بخاری میں ہے براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو اور ہم بیعت الرضوان کے واقعہ حدیبیہ کو فتح گنتے ہیں۔"

مومنین کے ساتھ نبی ﷺ کو تقویت ملی

﴿وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ﴾۔ [الأنفال:٦٢]

"اور اگر وہ چاہیں کہ آپ کو دھوکہ دیں تو بیشک آپ کے لئے اللہ کافی ہے، وہی ہے جس نے آپ کو اپنی مدد کے ذریعے اور اہل ایمان کے ذریعے طاقت بخشی۔"

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر کافر صلح کے ذریعہ مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہیں گے تو اللہ مسلمانوں کے لیے کافی ہوگا جیسا کہ اس نے میدان بدر میں فرشتوں کے ذریعہ مدد کی تھی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور مومنین کو کافی ہے

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

[الأنفال:٦٤]

"اے نبی کافی ہے آپ کو اللہ اور انھیں بھی جو آپ کے پیچھے چلے مومنوں میں سے۔"

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی پیروی کرنے والے تمام مومنوں کو کافی ہے۔"

﴿وَمَنِ اتَّبَعَكَ﴾ میں واؤ کا عطف ﴿حَسْبُكَ﴾ کے کاف پر ہے، یعنی اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے پیچھے چلنے والے مومنوں کو کافی ہے۔ یہ واؤ بمعنی "مَعَ" بھی ہوسکتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو مع آپ کے ساتھیوں کے سب کو کافی ہے۔

بعض لوگوں نے اس واؤ کا عطف لفظ ﴿اللَّهُ﴾ پر ڈالا ہے، اس صورت میں ترجمہ ہوگا کہ تجھے اللہ کافی ہے اور وہ مومن کافی ہیں جو تیرے پیروکار ہیں، مگر یہ عطف اور ترجمہ سراسر غلط ہے، کیونکہ پورے قرآن و حدیث میں صرف اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنے اور اسی کو کافی سمجھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کا حکم ہے، فرمایا: ﴿وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ﴾ توکل کا یہ حکم ﴿الْمُؤْمِنُونَ﴾ اور ﴿الْمُتَوَكِّلُونَ﴾ کے الفاظ کے ساتھ ۹ جگہ ہے اور فرمایا: ﴿وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ [المائدۃ: ۲۳] ”اور صرف اللہ پر بھروسا کرو، اگر تم مومن ہو۔“ مخلوق تو خود اپنے لیے کافی نہیں، وہ دوسروں کو کیا کفایت کرے گی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ ایسے مواقع پر ایک شعر لکھا کرتے تھے۔

سنبھلتا نہیں جن سے اپنا دوپٹا
سنبھالیں گے کیا وہ کلیجہ کسی کا

نبی ﷺ مومنین کی جانوں سے زیادہ قریب

﴿النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ..﴾ [الأحزاب: ٦]

”یہ نبی (مکرم) مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے زیادہ قریب اور حق دار ہیں اور آپ کی ازواجِ (مطہرات) ان کی مائیں ہیں۔“

آپ مومنین کے ساتھ بڑے مہربان ہیں

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ [التوبة: ١٢٨]

”بیشک تمھارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (ﷺ) تشریف

لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لئے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لئے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔"

﴿لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ [الحجر: ۸۸]

"آپ ان چیزوں کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے جن سے ہم نے کافروں کے گروہوں کو (چند روزہ) عیش کے لئے بہرہ مند کیا ہے، اور ان (کی گمراہی) پر رنجیدہ خاطر بھی نہ ہوں اور اہل ایمان (کی دل جوئی) کے لئے اپنے (شفقت و التفات کے) بازو جھکائے رکھئے۔"

اوصاف صحابہ

صحابہ سچے مومن ہیں

﴿ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴾۔ [الانفال:٤]

"یہی لوگ سچے مومن ہیں، انھی کے لیے ان کے رب کے پاس بہت سے درجے اور بڑی بخشش اور باعزت رزق ہے۔"

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ..﴾۔ [الانفال:٦٥]

"اے نبی! آپ ایمان والوں کو جہاد کی ترغیب دیں (یعنی حق کی خاطر لڑنے پر آمادہ کریں)۔"

بدر، احد، خندق، خیبر، حنین کی جنگیں لڑنے والے کون ہیں، یہ صحابہ کرام ہی ہیں جن کا ذکر کتاب الٰہی میں بکثرت موجود ہے۔ آیئے ان کا مشاہدہ کریں۔

بدر والے 313 مومن ہیں

"براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَحَدَّثُ أَنَّ عِدَّةَ أَصْحَابِ بَدْرٍ عَلَى عِدَّةِ أَصْحَابِ طَالُوتَ الَّذِينَ جَاوَزُوا مَعَهُ النَّهَرَ وَلَمْ يُجَاوِزْ مَعَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ بِضْعَةَ عَشَرَ وَثَلَاثَ مِائَةٍ

ہم اصحاب محمد ﷺ آپس میں یہ گفتگو کرتے تھے کہ اصحاب بدر کی تعداد بھی اتنی ہی تھی جتنی اصحاب طالوت کی۔ جنہوں نے آپ کے ساتھ نہر فلسطین پار کی تھی اور ان کے ساتھ نہر کو پار کرنے والے صرف مومن ہی تھے یعنی تین سو دس سے کچھ زیادہ آدمی۔

[صحیح بخاری(۳۹۵۸)]

﴿إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ﴾۔[آل عمران:۱۲۱]

"جب آپ کہہ رہے تھے مومنوں سے کیا تمھیں کافی نہیں ہے کہ تمہاری مدد کرے تمہارا رب تین ہزار فرشتوں کے ذریعے (جو) اتارے جائیں (آسمان سے)۔"

اس ایت میں اللہ تعالیٰ نے بدر میں لڑنے والوں کا مؤمن کہا ہے:

﴿إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾

مولانا لقمان سلفی صاحب فرماتے ہیں:

اس آیت میں مسلمانوں سے نبی کریم ﷺ کے وعدے کا ذکر ہے، کہ اللہ تعالیٰ ان کی تین ہزار فرشتوں سے مدد کرے گا، اور اس کے بعد والی آیت میں پانچ ہزار فرشتوں کے ذریعہ مدد کے وعدے کا ذکر ہے، اللہ کا یہ وعدہ جنگ بدر سے متعلق تھا یا جنگ احد سے متعلق، مفسرین کے دونوں اقوال ہیں۔ راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس وعدے کا تعلق یوم بدر سے تھا، اس لیے کہ سیاق کلام واقعہ بدر سے متعلق ہے۔ اور سورۃ انفال میں واقعہ بدر کے بیان میں ایک ہزار فرشتوں کے ذریعہ مدد کا جو ذکر ہے، وہ اس آیت میں تین ہزار یا اس سے زیادہ کے ذریعہ مدد کے منافی نہیں ہے۔ اس لیے کہ سورۃ انفال والی آیت میں ایک ہزار فرشتوں کے ذکر کے بعد مردفین

کا لفظ آیا ہے، یعنی ایک ہزار کے بعد مزید فرشتے آئیں گے۔ ربیع بن انس کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کی ایک ہزار کے ذریعہ مدد کی، پھر تین ہزار کے ذریعہ، پھر جب صبر اور تقوی کا مظاہرہ کیا تو پانچ ہزار کے ذریعہ، اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ سورۃ انفال میں واقعہ بدر سے متعلق سیاق کلام، بالکل ان آیتوں کے سیاق کلام کے مشابہ ہے، یعنی دونوں ہی سیاق کلام واقعہ بدر سے متعلق ہے۔

﴿كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِن بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ﴾۔ [سورۃ الأنفال:۵]

"جس طرح آپ کو نکالا آپ کے رب نے آپ کے گھر سے حق کے ساتھ اور بیشک ایک جماعت مومنوں میں سے یقینا ناپسند کرنے والی تھی۔"

معرکہ بدر سے پہلے اہل ایمان کے ایک گروہ کو یہ امر سخت ناگوار گزر رہا تھا کہ اپنی بے سروسامانی اور شکستہ حالی کی بناء پر کیسے لڑا جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان کامیابی اور سعادت و سرخروئی عطا فرمائی۔ اور اس وقت ناگواری ایک طبعی امر تھی کہ ایسی صورت حال میں اس طرح کی کراہت و ناگواری لوازم بشریہ میں سے ہے جس سے کوئی پاک و مبرا نہیں ہوسکتا۔ خواہ وہ کتنی ہی بڑی شان اور اونچے مرتبے والا کیوں نہ ہو۔ الا ماشاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں ان لوگوں کو ﴿وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ کہا ہے۔

احد والے 700 مؤمن ہیں

﴿وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾۔ [آل عمران:۱۲۱]

"اور (وہ وقت بھی یاد کیجئے) جب آپ صبح دم اپنے اہل (عائشہ کے گھر)

سے نکلے اور مسلمانوں کو جنگ (احد) کے لیے مورچوں پر بٹھا رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

اس آیت سے جنگ احد کے واقعہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ اور تقریباً ساٹھ آیتوں میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ یہ واقعہ شوال 3 ہجری میں وقوع پذیر ہوا، اور اس کا سبب یہ تھا کہ جنگ بدر میں جب قریش کے سرداران مارے گئے، اور رسوا کن شکست سے دوچار ہوئے، تو مسلمانوں سے انتقام لینے کے لیے کفار قریش ابوسفیان کی قیادت میں تین ہزار کی تعداد میں جبل احد کے قریب آ کر جمع ہو گئے، نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ مدینہ میں رہ کر ہی دفاع کیا جائے، یا باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے، کچھ لوگوں کی پہلی رائے تھی، عبداللہ بن ابی بن سلول راس المنافقین کی بھی یہی رائے تھی۔ کچھ نوجوان اور پرجوش صحابہ کی رائے دوسری تھی، اور اس پر انھوں نے اصرار کیا، نبی کریم ﷺ اسی دوسری رائے کے مطابق گھر کے اندر تشریف لے گئے، اور زرہ پہن کر باہر آ گئے، دوسری رائے والے صحابہ نے سمجھا کہ شاید ہم نے رسول اللہ ﷺ کو مجبور کیا ہے، اس لیے انھوں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو پہلی رائے پر عمل کریں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کا نبی جب زرہ پہن کر گھر سے باہر آ جاتا ہے تو اسے اس وقت تک نہیں اتارتا جب تک اس کے اور اس کے دشمن کے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ نہ کر دے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ ایک ہزار لشکر کے ساتھ جمعہ کے بعد جبل احد کی طرف روانہ ہو گئے۔ عبداللہ بن ابی مقام "شوط" سے اپنے تین سو افراد کے ساتھ یہ بہانا بنا کر واپس آ گیا کہ ہماری بات نہیں مانی گئی۔

آخر آپ سات سو مجاہدین کا لشکر لے کر میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ فوجی قاعدہ کے مطابق صفیں ترتیب دیں۔ ہر ایک دستہ کو اس کے مناسب ٹھکانے پر بٹھایا اور فرمایا جب تک میں نہ کہوں جنگ نہ شروع کی جائے۔

خندق والے 1000 مومن ہیں

غزوۂ احزاب میں کفار کی تعداد دس ہزار تھی، جب کہ مسلمان ایک ہزار تھے۔

﴿وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا﴾

[الأحزاب:٢٢]

"اور جب اہل ایمان نے (کافروں کے) لشکر دیکھے تو بول اٹھے کہ یہ ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے، سو اس (منظر) سے ان کے ایمان اور اطاعت گزاری میں اضافہ ہی ہوا۔"

اس ایت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو ﴿وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ﴾ کہا ہے۔

﴿وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا﴾ [الأحزاب:٢٥]

"اور اللہ نے کافروں کو ان کے غصہ کی جلن کے ساتھ (مدینہ سے نامراد) واپس لوٹا دیا کہ وہ کوئی کامیابی نہ پا سکے، اور اللہ ایمان والوں کے لئے جنگ (احزاب) میں کافی ہوگیا، اور اللہ بڑی قوت والا عزت والا ہے۔"

اس ایت میں ﴿وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ﴾ کہا ہے۔

ان آیات میں غزوۂ احزاب کا انجام بیان فرمایا کہ کفار اسلام اور مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دینے کے جس ارادے سے آئے تھے اس میں انھیں کوئی کامیابی نہ ہوئی، نہ مسلمانوں کو مٹا سکے، نہ مدینہ فتح ہوا اور نہ مال غنیمت یا اسیر حاصل کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں دل کی جلن اور غصے سے بھرے ہونے کی حالت میں کوئی بھی

فائدہ حاصل کیے بغیر واپس لوٹا دیا۔ مسلمانوں کو لڑنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے لڑائی اپنے ذمے لے لی اور آندھی اور فرشتوں کے لشکروں کے ساتھ کفار کے لشکروں کو مار بھگایا۔

حدیبیہ والے 1500 مؤمن ہیں

یہ پندرہ سو صحابہ کرام تھے۔

عَنْ قَتَادَةَ قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ بَلَغَنِي أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ كَانَ يَقُولُ كَانُوا أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً فَقَالَ لِي سَعِيدٌ حَدَّثَنِي جَابِرٌ كَانُوا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً الَّذِينَ بَايَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ

"قتادہ کہتے ہیں: میں نے سعید بن مسیب سے پوچھا' مجھے معلوم ہوا ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ (حدیبیہ کی صلح کے موقع پر) صحابہ کی تعداد چودہ سو تھی۔ اس پر سعید بن مسیب نے بیان کیا کہ مجھ سے جابر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا اس موقع پر پندرہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیبیہ میں بیعت کی تھی۔

[صحیح بخاری: ۴۱۵۳]

"جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ صلح حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی ہوئی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چھاگل رکھا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ جو پانی آپ کے سامنے ہے، اس پانی کے سوا نہ تو ہمارے پاس وضو کے لیے کوئی دوسرا پانی ہے اور نہ پینے کے لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ چھاگل میں رکھ دیا اور پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان میں سے چشمے کی طرح پھوٹنے لگا اور ہم سب لوگوں نے اس پانی کو پیا بھی اور اس سے وضو بھی کیا۔ میں نے پوچھا آپ

لوگ کتنی تعداد میں تھے؟ کہا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی کافی ہوتا۔ ویسے ہماری تعداد اس وقت پندرہ سو تھی۔

[صحیح بخاری (۳۵۷٦)]

"جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حدیبیہ کے موقع پر فرمایا تھا کہ تم لوگ تمام زمین والوں میں سب سے بہتر ہو۔ ہماری تعداد اس موقع پر چودہ سو تھی۔"

[صحیح بخاری (٤١٥٥)]

﴿هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾۔ [الفتح:٤]

"وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں تسکین نازل فرمائی تاکہ ان کے ایمان پر مزید ایمان کا اضافہ ہو (یعنی علم الیقین، عین الیقین میں بدل جائے)، اور آسمانوں اور زمین کے سارے لشکر اللہ ہی کے لئے ہیں، اور اللہ خوب جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔"

حدیبیہ میں صلح کی شرطوں کی وجہ سے پہلے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بڑا اضطراب پیدا ہوا، سب سے زیادہ اضطراب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ہوا، لیکن جب صحابہ نے اس حالت اضطراب میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی کہ اللہ اور اس کے رسول کی بات ماننے میں ہی ہر خیر ہے، تو اس کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دل مطمئن ہوگئے اور ان کی پریشانی دور ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ احسان کیا کہ اس نے ان کے دلوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ پیدا کر کے ان کی بے قراری کا خاتمہ کیا اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے ایمان میں اضافہ ہوا۔ اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات کریمہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ

نے استدلال کیا ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَٰلِكَ عِندَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا﴾۔ [الفتح:۵]

"تاکہ وہ داخل کرے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو (ایسے) باغات میں (کہ) چلتی ہیں ان کے نیچے سے نہریں ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں اور (تاکہ) وہ دور کردے ان سے ان کی برائیاں اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔"

﴿بَلْ ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنتُمْ قَوْمًا بُورًا﴾۔ [الفتح:۱۲]

"بلکہ تم نے یہ گمان کیا تھا کہ رسول (ﷺ) اور اہل ایمان (یعنی صحابہ رض) اب کبھی بھی پلٹ کر اپنے گھر والوں کی طرف نہیں آئیں گے اور یہ (گمان) تمہارے دلوں میں (تمہارے نفس کی طرف سے) خوب آراستہ کردیا گیا تھا اور تم نے بہت ہی برا گمان کیا، اور تم ہلاک ہونے والی قوم بن گئے۔"

حدیبیہ میں منافقین کے پیچھے رہنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ تم نے سمجھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان، جو احرام باندھ کر جا رہے ہیں، پورا اسلحہ بھی ساتھ لے کر نہیں جا رہے اور اس دشمن کے پاس جا رہے ہیں جس نے سینکڑوں میل دور سے آکر مدینہ میں ان کے کئی آدمی قتل کردیے اور سخت نقصان پہنچایا، یہ وہیں کاٹ ڈالے جائیں گے، کوئی بچ کر واپس نہیں آئے گا۔

حنین والے 12000 مؤمن ہیں

حنین میں آپ ﷺ کے ساتھ دس ہزار وہ صحابہ تھے جو مدینہ سے آپ کے ساتھ فتح مکہ کے لیے آئے تھے اور دو ہزار وہ نومسلم صحابہ تھے جو مکہ میں مسلمان ہوگئے تھے۔ ان کو طلقاء کہا جاتا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۲۷)

﴿ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ﴾۔ [التوبة:٢٦]

"پھر اللہ نے نازل کی اپنی سکینت اپنے رسول پر اور مومنوں پر اور اس نے نازل کیے ایسے لشکر کہ نہیں تم نے دیکھا انھیں اور عذاب دیا ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا اور یہی سزا ہے کافروں کی۔"

جنگ حنین میں مسلمانوں کو اس روز اپنی فوج کی زیادتی پر یہ خیال ہوا تھا کہ اب ہم کسی سے مغلوب نہ ہوں گے کیونکہ اس وقت کل مسلمان قریب بارہ ہزار کے تھے فتح مکہ کے بعد کل لوگ مکہ اور مدینہ کے مسلمان جب جمع ہوئے تو سب نے مل کر یہ سوچا کہ اب ہم خوب لڑیں گے اب ہم پر کوئی غالب نہیں ہوسکتا۔ لیکن شروع میں مسلمانوں کو میدان سے ہٹنا پڑا۔ حنین کے اس معرکے کے شروع میں جو صورت پیش آئی وہ محض ایک قسم کی تنبیہ اور تذکیر کے طور پر تھی جس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ ان کے اکھڑے ہوئے قدموں کو پھر سے جما دیا گیا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی سکینت کا بھی سبب و ذریعہ بنی جس سے لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا اور شکست کو فتح میں تبدیل کردیا گیا۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت بھی فرماتے ہیں اور اسے عزت بھی عطا فرماتے ہیں، جو بھی اللہ کے دین کے لیے کوشش کرے گا اللہ اس کی مدد ضرور کریں گے۔

بنونضیر (یہودیوں) کو جلا وطن کرنے والے مؤمن ہیں

﴿هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِن دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنتُمْ أَن يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُم مَّانِعَتُهُمْ حُصُونُهُم مِّنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُم بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ﴾

[الحشر:۲]

”وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو (یعنی بنونضیر کو) پہلی جلاوطنی میں گھروں سے (جمع کر کے مدینہ سے شام کی طرف) نکال دیا۔ تمہیں یہ گمان (بھی) نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور انہیں یہ گمان تھا کہ ان کے مضبوط قلعے انہیں اللہ (کی گرفت) سے بچالیں گے پھر اللہ (کے عذاب) نے ان کو وہاں سے آلیا جہاں سے وہ گمان (بھی) نہ کر سکتے تھے اور اس (اللہ) نے ان کے دلوں میں رعب و دبدبہ ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مؤمنوں کے ہاتھوں ویران کر رہے تھے۔ پس اے دیدہ بینا والو! (اس سے) عبرت حاصل کرو۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ﴿وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ﴾ فرمایا ہے۔ بنونضیر کی جلا وطنی کے واقعہ کے لیے صفحہ نمبر ۲۶۵ ملاحظہ فرمائیں۔

﴿أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾

﴿أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ [الفتح:۲۹]

”جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں“

یہ اپنے دوستوں یعنی مسلمانوں کے سامنے تو بچھ جانے والے، جھک جانے

والے ہوتے ہیں اور کفار کے مقابلہ میں تن جانے والے ان پر بھاری پڑنے والے ہوتے ہیں۔ دوستوں کے سامنے ہنس مکھ خندہ رو اور دشمنان دین کے مقابلہ میں سخت اور جنگجو، سچے مسلمان راہ حق کے جہاد سے نہ منہ موڑتے ہیں، نہ پیٹھ دکھاتے ہیں، نہ تھکتے ہیں، نہ بزدلی اور آرام طلبی کرتے ہیں، نہ کسی کی مروت میں آتے ہیں، نہ کسی کی ملامت کا خوف کرتے ہیں، وہ برابر اطاعت الٰہی میں اس کے دشمنوں سے جنگ کرنے میں بھلائی کا حکم کرنے میں اور برائیوں سے روکنے میں مشغول رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فضل چاہنے والے سچے لوگ

﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾۔ [الحشر:۸]

"(یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔"

ایمان کو جگہ دینے والے

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾۔ [الحشر:۹]

"اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنا لی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف

آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔"

صحابہ کرام کی نو صفات

﴿التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [التوبة:١١٢]

(یہ مومنین جنھوں نے اللہ سے اخروی سودا کرلیا ہے) توبہ کرنے والے، عبادت گزار، (اللہ کی) حمد و ثنا کرنے والے، دنیوی لذتوں سے کنارہ کش روزہ دار، (خشوع و خضوع سے) رکوع کرنے والے، (قربِ الٰہی کی خاطر) سجود کرنے والے، نیکی کا حکم کرنے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی (مقرر کردہ) حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں، اور ان اہل ایمان کو خوشخبری سنا دیجیے۔"

صحابہ اور صحابیات کی دس صفات

﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا

وَالذّٰكِرٰتِ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ [الأحزاب:٣٥]

”بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور مومن مرد اور مومن عورتیں، اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، اور صدق والے مرد اور صدق والی عورتیں، اور صبر والے مرد اور صبر والی عورتیں، اور عاجزی والے مرد اور عاجزی والی عورتیں، اور صدقہ و خیرات کرنے والے مرد اور صدقہ و خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ نے ان سب کے لئے بخشش اور عظیم اجر تیار فرما رکھا ہے۔“

﴿أُولٰئِكَ هُمُ الرّٰشِدُونَ﴾

﴿أُولٰئِكَ هُمُ الرّٰشِدُونَ﴾

”یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے حصر وقصر کے اسلوب و انداز میں یہ اوصاف قرآن مجید میں بیان فرمائیں ہیں۔مبتدا وخبر دونوں معرفہ ہوں تو ان درمیان ضمیر فاصل لائی جاتی ہیں جس سے حصر وقصر کا معنیٰ پیدا ہوجاتا ہے۔قرآن مجید نے صالحین کے جو اوصاف بیان فرمائے ہیں،ان کے اولین اور کامل مصداق حضرات صحابہ کرام ہیں ۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔ کیونکہ بعض ایات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے کیے ہوے اعمال کی خبر دیتے ہوے ان کو جنت کی بشارت سنائی ہے اور ان کے اوصاف بیان فرماے ہیں۔آیئے ان اوصاف کا مشاہدہ فرمائیں:

﴿أُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ۔[بقرة:٥]

﴿وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾۔ [بقرة:١٥٧]

﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾۔ [بقرة:١٧٧]

﴿أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾۔ [الانفال:٤]

﴿وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾۔ [التوبة:٢٠]

﴿أُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ○ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾۔ [المؤمنون:١٠]

﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾۔ [الزمر:١٨]

﴿وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾۔ [الزمر:٣٣]

﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ﴾۔ [الحجرات:٧]

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾۔ [البينة:٧]

دفاع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور قرآن

قرآن مجید نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف اٹھنے والی ہر سازش اور ہر اشارے کو توڑ کے رکھ دیا ہے، جب بھی کسی کافر یا منافق نے صحابہ کرام کے خلاف کوئی بات کی ہے تو قرآن نے اس کو فورا جواب دیا ہے، اور سخت عذاب کی وعید بھی سنائی ہے، اور صحابہ کرام کی عظمت اور عزت کا بھر پور دفاع بھی کیا ہے، بلکہ خود اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کے وکیل بنیں۔ آیئے اس بات کا بھی مشاہدہ کریں۔

کہنے والے خود بے وقوف ہیں

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ﴾

[البقرة:١٣]

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (تم بھی) ایمان لاؤ جیسے (دوسرے) لوگ ایمان لے آئے ہیں، تو کہتے ہیں: کیا ہم بھی (اسی طرح) ایمان لے آئیں جس طرح (وہ) بیوقوف ایمان لے آئے، جان لو! بیوقوف (درحقیقت) وہ خود ہیں لیکن انھیں (اپنی بیوقوفی اور ہلکے پن کا) علم نھیں۔"

﴿النَّاسُ﴾ سے مراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جو خلوص دل سے ایمان لائے اور ایک ہی طرف کے ہو گئے اور اپنے کسی دنیوی نقصان کی پروانہ کی، منافقین نے انھیں بیوقوف کہا اور اپنے آپ کو عقل مند، کیونکہ اپنے خیال میں انھوں نے دونوں طرف

سے فائدہ اٹھایا اور اپنی دنیا کا نقصان نہ ہونے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین ہی کو بیوقوف قرار دیا، کیونکہ ان کا نہ مسلمانوں کے ہاں کچھ اعتبار رہا نہ کفار کے ہاں اور وہ چند روزہ زندگی کے فائدے کے لیے ہمیشہ کی زندگی کا نقصان کر بیٹھے۔ فرمایا یہ ایسے بیوقوف ہیں جنھیں اپنی بے وقوفی کا بھی علم نہیں۔

اس آیت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ منافقین کو ان کے ایمان جیسا ایمان لانے کا حکم دیا گیا۔

صحابہ کے صدقات پر مسخرہ کرنے والوں کو دردناک عذاب کی وعید

﴿اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾۔ [التوبہ:۷۹]

”(ان منافقوں میں کچھ ایسے ہیں) جو خوشی سے صدقہ کرنے والے مومنوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور ایسے (تنگدست) مسلمانوں پر بھی جو اپنی مشقت (کی کمائی) کے سوائے کچھ نہیں رکھتے۔ یہ منافق ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ ان کا مذاق انھی پر ڈال دے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔“

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ الصَّدَقَةِ، كُنَّا نُحَامِلُ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيرٍ، فَقَالُوا: مُرَائِي، وَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ، فَقَالُوا: إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعِ هَذَا، فَنَزَلَتْ: (اَلَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ)

”ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب صدقہ کی آیت نازل ہوئی تو ہم لوگ

مزدوری کرتے تھے، (جو کماتے صدقہ کردیتے) ایک شخص آیا اس نے ایک صاع صدقہ کیا، تو لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اس کے ایک صاع سے مستغنی ہے، تو آیت ﴿اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾۔[التوبہ :۷۹] نازل ہوئی "(ان منافقوں میں کچھ ایسے ہیں) جو خوشی سے صدقہ کرنے والے مومنوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور ایسے (تنگدست) مسلمانوں پر بھی جو اپنی مشقت (کی کمائی) کے سوائے کچھ نہیں رکھتے۔ یہ منافق ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ ان کا مذاق انھی پر ڈال دے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔"

[صحیح البخاری :(۱۴۱۵)باب:اتقوا النار ولو بشق تمرۃ والقلیل من الصدقۃ]

ابومسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب خیرات کرنے کا حکم آیا تو ہم مزدوری پر بوجھ اٹھایا کرتے تھے ایک دن ابوعقیل آدھا صاع کھجور لے کر آئے اور ایک شخص عبدالرحمن بن عوف بہت زیادہ مال لے کر آئے منافق کہنے لگے اللہ اس حقیر خیرات سے بے پرواہ ہے اور یہ زیادہ مال دکھانے کے لئے لایا گیا ہے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ منافق خیرات کرنے والوں کو عیب لگاتے ہیں جو کم دیتا ہے اسے حقیر کہتے ہیں اور جو زیادہ دیتا ہے اسے ریاکاری پر محمول کرتے ہیں۔

اس ایت کے تحت تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے:

منافقوں کی ایک بدخصلت یہ بھی ہے کہ ان کی زبانوں سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا نہ سخی نہ بخیل۔ یہ عیب جو بدگو لوگ بہت برے ہیں اگر کوئی شخص بڑی رقم اللہ کی راہ میں دے تو یہ اسے ریاکار کہنے لگتے ہیں اور اگر کوئی مسکین اپنی مالی کمزوری کی بنا پر تھوڑا بہت دے تو یہ ناک بھوں چڑھا کر کہتے ہیں لو ان کی اس حقیر چیز کا بھی اللہ بھوکا تھا۔ چناچہ جب صدقات دینے کی آیت اتری ہے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے اپنے

صدقات لئے ہوئے حاضر ہوتے ہیں ایک صاحب نے دل کھول کر بہت بڑی رقم دی تو اسے ان منافقوں نے ریاکار کا خطاب دیا، ایک صحابی مسکین آدمی تھی صرف ایک صاع اناج لائے تھے انھیں کہا کہ اس کے اس صدقے کی اللہ کو کیا ضرورت پڑی تھی؟

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ چالیس اوقیہ چاندی لائے اور ایک غریب انصاری ایک صاع اناج لائے منافقوں نے ایک کو ریاکار بتایا دوسرے کے صدقے کو حقیر کہہ دیا ایک مرتبہ آپ کے حکم سے لوگوں نے مال خیرات دینا اور جمع کرنا شروع کیا۔ ایک صاحب ایک صاع کھجوریں لے آئے اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کھجوروں کے دو صاع تھے ایک میں نے اپنے اور اپنے بچوں کے لئے روک لیا اور ایک لے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی جمع شدہ مال میں ڈال دینے کو فرمایا، اس پر منافق بکواس کرنے لگے کہ اللہ و رسول تو اس سے بے نیاز ہے۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس ایک سو اوقیہ سونا ہے میں یہ سب صدقہ کرتا ہوں، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہوش میں بھی ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں ہوش میں ہوں فرمایا پھر کیا کر رہا ہے؟ آپ نے فرمایا: سنو میرے پاس آٹھ ہزار ہیں جن میں سے چار ہزار تو میں اللہ کو قرض دے رہا ہوں اور چار ہزار اپنے لئے رکھ لیتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے جو تو نے رکھ لیا ہے اور جو تو نے خرچ کر دیا ہے۔ منافق ان پر باتیں بنانے لگے کہ لوگوں کو اپنے سخاوت دکھانے کے لئے اتنی بڑی رقم دے دی۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت اتار کر بڑی رقم اور چھوٹی رقم والوں کی سچائی اور ان منافقوں کا موذی پن ظاہر کر دیا۔ بنو عجلان کے عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے بھی اس وقت بڑی رقم خیرات میں دی تھی جو ایک سو وسق پر مشتمل تھی۔ منافقوں نے اسے ریاکاری پر محمول کیا تھا۔ اپنی محنت

مزدوری کی تھوڑی سی خیرات دینے والے ابوعقیل تھے۔ یہ قبیلہ بنو انیف کے شخص تھے ان کے ایک صاع خیرات پر منافقوں نے ہنسی اور ہجو کی تھی

ایک روایت میں ہے کہ یہ چندہ رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کی ایک جماعت کو جہاد پر روانہ کرنے کے لئے کیا تھا۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمن نے دو ہزار رکھے تھے۔ دوسرے بزرگ نے رات بھر کی محنت میں دو صاع کھجوریں حاصل کر کے ایک صاع رکھ لیں اور ایک صائع دے دیں۔ یہ ابوعقیل رضی اللہ عنہ تھے رات بھر اپنی پیٹھ پر بوجھ ڈھوتے رہے تھے۔ ان کا نام حباب تھا۔ بوعقیل رضی اللہ عنہ جن کا نام حباب تھا، رات بھر اپنی پیٹھ پر بوجھ ڈھوتے رہے، اور صبح کو انھوں نے صدقہ کر دیا۔ اور قول ہے کہ عبدالرحمن بن عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ تھا۔ پس منافقوں کے اس تمسخر کی سزا میں اللہ نے ہی ان سے یہی بدلہ لیا۔ ان منافقوں کے لیے آخرت میں المناک عذاب ہیں۔ اور ان کے اعمال کا ان عملوں جیسا ہی برا بدلہ ہے۔

مفسرین کی ایک جماعت جن میں قتادہ بھی ہیں فرماتے ہیں: رسول اللہ نے صدقہ پر رغبت دلائی تو عبدالرحمن بن عوف چار ہزار درہم لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے میں آپ کی خدمت میں اپنا آدھا مال لے آیا ہوں آپ اس کو اللہ کے راستے میں لگا لیجیے اور آدھا مال میں نے اپنے اہل وعیال کے لیے بچا لیا ہے، رسول اللہ نے فرمایا: اللہ تجھے برکت عطا فرمائے اس میں بھی جو تو نے دیا ہے اور اس میں بھی جو تو نے بچا رکھا ہے، چنانچہ اللہ نے عبدالرحمن کے مال میں برکت دی یہاں تک کہ جب آپ فوت ہوئے تو آپ کی دو بیویاں تھیں آپ کے مال کا آٹھواں حصہ جو انھیں ملا ایک سو ساٹھ ہزار درہم تھا۔

[تفسیر ابن کثیر تحت آیۃ سورۃ التوبہ :۷۹]

اللہ کے رستے میں اتنا خرچ کرنے والے یقینا کامیاب و کامران ہیں۔ اور یہ جذبہ انفاق فی سبیل اللہ والا جتنا صحابہ کرام میں تھا بعد والوں میں اتنا نہیں تھا۔

اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر نہیں آتا دوسرے کا تنکا بھی چبھتا ہے

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾۔ [البقرۃ: ۲۱۷]

"لوگ آپ سے حرمت والے مہینے میں جنگ کا حکم دریافت کرتے ہیں، فرما دیں: اس میں جنگ بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے روکنا اور وہاں کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک (اس سے بھی) بڑا گناہ ہے، اور یہ فتنہ انگیزی قتل وخون سے بھی بڑھ کر ہے اور (یہ کافر) تم سے ہمیشہ جنگ جاری رکھیں گے یہاں تک کہ تمھیں تمھارے دین سے پھیر دیں اگر (وہ اتنی) طاقت پاسکیں، اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے اور پھر وہ کافر ہی مرے تو ایسے لوگوں کے دنیا وآخرت میں (سب) اعمال برباد ہو جائیں گے، اور یہی لوگ جہنمی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

نبی اکرم ﷺ نے غزوہ بدر سے کوئی دو ماہ پیشتر اپنے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی قیادت میں آٹھ یا بارہ آدمیوں کا ایک جتھا کفار کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔ ان حضرات کا مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان واقع وادی نخلہ کے مقام پر کفار قریش کے ایک قافلے سے مقابلہ ہوا، جو طائف سے سامان تجارت لے کر

لوٹ رہا تھا۔ اس حملے میں کفار کے ان رؤسا میں سے جو اس قافلے میں موجود تھے، عمرو بن الحضرمی مارا گیا، اور حکم بن کیسان اور عثمان بن عبداللہ گرفتار ہو گئے، اور صحابہ کرام یہ ساز و سامان، اور ان قیدیوں کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اتفاق سے یہ تاریخ یکم رجب کی تاریخ تھی جو کہ اشہر حرم میں سے ہے۔ جبکہ صحابہ کرام نے اس کو جمادی الثانیہ کی تیسویں سمجھ رکھا تھا، مگر چاند انتیس کا ہو جانے کی وجہ سے رجب کی یکم ہو چکی تھی، جس کا ان حضرات کو علم نہیں تھا۔ اس پر کفار نے شور مچانا شروع کر دیا کہ یہ لوگ اشہر حرم میں بھی جنگ کرنے سے نہیں چوکتے، تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾

[ابن كثير ،تحت اية هذه]

اللہ تعالیٰ نے اس ایت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کمال انداز سے دفاع کیا ہے، کفار کے اس پروپیگنڈے کا جواب دیا جو اس واقعے کی آڑ میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف کر رہے تھے، کہ یہ واقعہ جو غلط فہمی کی بناء پر پیش آ گیا، تو تم لوگوں کو برا لگ رہا ہے، لیکن تم لوگ خود اپنے آپ کو نہیں دیکھتے، کہ تم نے کتنے بڑے اور کیسے کیسے ہولناک جرائم کا ارتکاب کیا ہے، اور کر رہے ہو۔ اللہ کی راہ سے روکنا، اس کے گھر میں عبادت کرنے سے منع کرنا، اور اس کے ساتھ کفر کرنا، وغیرہ وغیرہ، جو کہ اس سے کہیں بڑھ کر بڑے گناہ ہیں، تو دوسروں کے تنکوں پر شور مچانے والوں کو اپنی آنکھوں کے یہ شہتیر آخر کیوں نظر نہیں آتے؟ اور ان کی اس طرف توجہ کیوں نہیں ہوتی؟۔

حرمت والے مہینے میں جنگ کرنا بہت برا ہے مگر تب جبکہ کوئی قصداً اور جان بوجھ کر ایسا کرے، جبکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قصداً ایسے نہیں کیا تھا، بلکہ خطاء اور لغزش سے ایسے ہو گیا تھا، کہ وہ اس کو پچھلے مہینے کی تیسویں تاریخ سمجھتے رہے تھے، مگر مہینہ انتیس کا ہو جانے کی وجہ سے وہ اگلے ماہ کی پہلی تاریخ ہو چکی تھی، جو کہ اشہر حرم میں سے تھا۔ تو ان سے اس فعل کا صدور قصد و ارادے سے نہیں، خطاء ولغزش سے ہو گیا تھا۔ اور خطاء ولغزش قابل مواخذہ نہیں ہوتی، جبکہ تم لوگ جن جرائم کا ارتکاب کرتے ہو وہ سب عمداً اور قصد و ارادہ سے کرتے ہو۔ مگر یہ انسان کی بدبختی اور نفسیاتی کج روی کا ایک شاخسانہ ہے۔ اور خاص کر منکر اور بدنیت انسان کا کہ وہ دوسروں کی چھوٹی بات کو بہت بڑی چیز سمجھتا ہے مگر اپنے بڑے بڑے جرائم کی بھی پروا نہیں کرتا اور ان کو معمولی چیز سمجھتا ہے۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔

طمانچہ ٹھیک لگا ہے

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ یہود کی درس گاہ میں تشریف لے گئے وہاں آپ نے چند یہودیوں کو ایک شخص فخاص بن عازورا کے پاس جمع دیکھا جو کہ ان کے علماء میں سے تھا آپ نے اس سے کہا اللہ سے ڈر اور اسلام قبول کر لے، اللہ کی قسم تو جانتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، وہ تمھارے پاس اللہ کی جانب سے حق لائے ہیں جسے تم اپنی کتاب تورات میں لکھا ہوا پاتے ہو، پس تو آپ پر ایمان لے آ اور ان کی تصدیق کر اور اللہ کو قرض حسنہ دے تو جنت میں داخل ہو جائے گا اور اللہ تجھے دوگنا ثواب دے گا، اس پر فخاص کہنے لگا اے ابوبکر تو گمان کرتا ہے کہ ہمارا رب ہم سے قرض مانگتا ہے حالانکہ فقیر غنی سے مانگتا ہے اگر جو تو کہتا ہے سچ ہے تب تو اللہ فقیر ہوا اور ہم غنی ہوئے، کیونکہ اگر وہ غنی ہوتا تو ہم سے قرض نہ مانگتا، ابوبکر یہ سن کر غصہ میں آ گئے آپ نے اس کے چہرے پر زوردار طمانچہ مارا اور کہا اے اللہ کے دشمن اللہ کی

قسم اگر ہمارے اور تمھارے درمیان معاہدہ نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ فخاص نے رسول اللہ کے پاس آ کر کہا اے محمد آپ دیکھ رہے ہیں: آپ کے ساتھی نے میرے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے رسول اللہ نے ابوبکر سے پوچھا تمھیں اس کام پر کس چیز نے برانگیختہ کیا تو انھوں نے جواب دیا یا رسول اللہ اس اللہ کے دشمن نے بہت بری بات کی ہے اس نے کہا: اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں مجھے اللہ کی خاطر غصہ آ گیا اور میں نے اس وجہ سے اس کے چہرے پر طمانچہ مار دیا، فخاص نے اس بات کا انکار کر دیا تو اللہ نے اس کی تردید اور ابوبکر کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَاۗءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾۔[۱۸۱]

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بات سن لی جنھوں نے کہا تھا: اللہ تو محتاج ہے اور ہم غنی ہیں، جو کچھ انھوں نے کہا ہے اسے ہم لکھ رکھیں گے اور جو وہ انبیاء کو ناحق کرتے رہے (وہ بھی لکھ رکھا ہے) ہم (قیامت کے دن ان سے) کہیں گے کہ اب جلا دینے والے عذاب کا مزا چکھو

[تفسیر قرطبی ،٤۔١٢٩،زاد المیسر ١۔٥١٤، ابن کثیر.]

مجھے یہ خیال نہ تھا کہ میرے معاملہ میں قرآن اترے گا

واقعہ افک

"عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں انھوں نے تہمت لگانے والوں کا واقعہ بیان کیا جو لوگوں نے ان پر لگائی تھی اور اللہ نے ان کی پاکیزگی کا اعلان کیا، ابن شہاب زہری، کہتے ہیں: ان میں سے ہر ایک نے اس حدیث کا ایک ایک ٹکڑا بیان کیا، ان میں سے بعض ایک دوسرے سے زیادہ یاد رکھنے والے اور بیان

کرنے میں معتبر تھے، اور ان میں سے ہر ایک کی حدیث کو جو انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے میں نے یاد رکھا، اور ان میں ایک روایت دوسرے کی تصدیق کرتی ہے۔

ان لوگوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے ان میں جس کا نام نکل آتا اس کو ساتھ لے کر جاتے ایک جنگ میں (غزوہ بنی مصطلق) جانے کے لئے قرعہ اندازی کی، تو میرا نام نکل آیا، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئی، یہ واقعہ پردہ کی آیت اترنے کے بعد کا ہے، میں ہودج میں سوار رہتی اور ہودج سمیت اتاری جاتی، ہم لوگ اسی طرح چلتے رہے یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس غزوہ سے فارغ ہوئے اور لوٹے (واپسی میں) ہم لوگ مدینہ کے قریب پہنچے تو رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی کا اعلان کردیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی کا اعلان کیا تو میں اٹھی اور چلی یہاں تک کہ لشکر سے آگے بڑھ گئی، جب میں اپنی حاجت سے فارغ ہوئی اور اپنے ہودج کے پاس آئی میں نے اپنے سینہ پر ہاتھ پھیرا تو معلوم ہوا کہ میرا جزع اظفار کا ہار ٹوٹ کر گر گیا، میں واپس ہوئی اور اپنا ہار ڈھونڈنے لگی اس کی تلاش میں مجھے دیر ہوگئی جو لوگ میرا ہودج اٹھاتے تھے آئے اور اس ہودج کو اٹھا کر اس اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوتی تھی وہ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ میں اس ہودج میں ہوں، اس زمانہ میں عورتیں عموماً ہلکی پھلکی ہوتی تھیں بھاری نہ ہوتی تھیں، ان کی خوراک قلیل تھی، اس لئے جب ان لوگوں نے ہودج کو اٹھایا تو اس کا وزن انھیں خلاف معمول معلوم نہ ہوا اور اٹھا لیا مزید برآں میں ایک کم سن لڑکی تھی، چنانچہ یہ لوگ اونٹ کو ہانک کر روانہ ہوگئے لشکر کے روانہ ہونے کے بعد میرا ہار مل گیا، میں ان لوگوں کے ٹھکانے پر آئی تو وہاں کوئی نہ تھا، میں نے اس مقام کا قصد کیا جہاں

میں تھی اور یہ خیال کیا کہ وہ مجھے نہ پائیں گے تو تلاش کرتے ہوئے میرے پاس پہنچ جائیں گے، میں اسی انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی کہ نیند آنے لگی اور میں سوگئی، صفوان بن معطل جو پہلے سلمی تھے پھر ذکوانی ہو گئے، لشکر کے پیچھے تھے صبح کو میری جگہ پر آئے اور دور سے انھوں نے ایک سویا ہوا آدمی دیکھا تو میرے پاس آئے اور (مجھ کو پہچان لیا) اس لئے کہ پردہ کی آیت اترنے سے پہلے وہ مجھے دیکھتے تھے، صفوان کے (انا للہ وانا الیہ راجعون) پڑھنے سے میں جاگ گئی، وہ میرا اونٹ پکڑ کر پیدل چلنے لگے یہاں تک کہ ہم لشکر میں پہنچ گئے جب کہ لوگ ٹھیک دوپہر کے وقت آرام کرنے کے لئے اتر چکے تھے، تو ہلاک ہوگیا وہ شخص جسے ہلاک ہونا تھا۔

اور تہمت لگانے والوں کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول تھا (جس نے صفوان کے ساتھ مجھے لگائی)۔ خیر ہم لوگ مدینہ پہنچے اور میں ایک مہینہ تک بیمار رہی، تہمت لگانے والوں کی باتیں لوگوں میں پھیلتی رہیں اور مجھے اپنی بیماری کی حالت میں شک پیدا ہوا کہ نبی ﷺ اس لطف سے پیش نہیں آتے تھے جس طرح (اس سے قبل) بیماری کی حالت میں لطف سے پیش آیا کرتے تھے، اب تو صرف تشریف لاتے سلام کرتے پھر پوچھتے تو کیسی ہے؟ (پھر چلے جاتے) مجھے اس کی بالکل خبر نہ تھی یہاں تک کہ میں بہت کمزور ہوگئی۔

(ایک رات) میں اور مسطح کی ماں مناصع کی طرف (رفع حاجت کے لئے) نکلیں ہم لوگ رات ہی کو جایا کرتے تھے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ ہم لوگوں کے پاخانے ہمارے گھروں کے قریب نہ تھے، اور عرب والوں کے پچھلے معمول کے موافق ہم لوگ جنگل میں یا باہر جا کر رفع حاجت کرتے تھے، میں اور ام مسطح بنت ابی رہم دونوں چلے جا رہے تھے کہ وہ اپنی چادر میں پھنس کر گر پڑیں اور کہا: مسطح ہلاک ہوجائے، میں نے اس سے کہا تو نے بہت بری بات کہی ایسے آدمی

کو برا کہتی ہو جو بدر میں شریک ہوا، اس نے کہا: اے بی بی! کیا تم نے نہیں سنا جو یہ لوگ کہتے ہیں؟ اور اس نے مجھ سے تہمت لگانے والوں کی بات بیان کی یہ سن کر میرا مرض اور بڑھ گیا۔ جب میں اپنے گھر واپس آئی تو میرے پاس رسول ﷺ تشریف لائے اور فرمایا تو کیسی ہے؟ میں نے عرض کیا: مجھے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت دیجیے، اور اس وقت میرا مقصد یہ تھا کہ اس خبر کی بابت ان کے پاس جا کر تحقیق کروں، رسول اللہ ﷺ نے مجھ اجازت دے دی میں اپنے والدین کے پاس آئی تو میں نے اپنی والدہ سے پوچھا: لوگ کیا بیان کر رہے ہیں؟ انھوں نے کہ بیٹی تو ایسی باتوں کی پرواہ نہ کر جو عورت حسین ہو اور اس کے شوہر کو اس سے محبت ہو اور اس کی سوکنیں ہوں تو اس قسم کی باتیں بہت ہوا کرتی ہیں۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! اس قسم کی بات سوکنوں نے تو نہیں کی، ایسی بات تو لوگوں میں مشہور ہو رہی ہے میں نے وہ رات اس حال میں گزاری کہ میرے آنسو نہ تھمتے تھے اور نہ مجھے نیند آئی۔

پھر جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید کو جب وحی اترنے میں دیر ہوئی بلایا، اور اپنی بیوی کو جدا کرنے کے متعلق ان دونوں سے مشورہ کرنے لگے، اسامہ چونکہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ کو اپنی بیویوں سے محبت ہے اس لئے انھوں نے ویسا ہی مشورہ دیا اور کہا یا رسول اللہ میں آپ ﷺ کی بیویوں میں بھلائی ہی جانتا ہوں۔ لیکن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر تنگی نہیں کی، ان کے علاوہ عورتیں بہت ہیں، اور لونڈی (بریرہ رضی اللہ عنہا) سے دریافت کیجیے، وہ آپ ﷺ سے سچ سچ بیان کرے گی، رسول اللہ ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا اے بریرہ! کیا تو نے عائشہ رضی اللہ عنہا میں کوئی ایسی بات دیکھی ہے جو تجھے شبہ میں ڈال دے، بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں

نے ان میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جو عیب کی ہو بجز اس کے کہ وہ کم سن ہیں اور گوندھا ہوا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہیں اور بکری آ کر کھا جاتی ہے، رسول اللہ ﷺ اسی دن خطبہ دینے کھڑے ہو گئے اور عبداللہ بن ابی بن سلول کے مقابلہ میں مدد طلب کی، اور آپ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو میری مدد کرے؟ اس شخص کے مقابلہ میں جس نے مجھے میرے گھر والوں کے متعلق اذیت دی حالانکہ واللہ میں اپنے گھر والوں میں بھلائی دیکھتا ہوں اور جس مرد کے ساتھ تہمت لگائی اس میں بھی بھلائی ہی دیکھتا ہوں وہ گھر میں میرے ساتھ ہی داخل ہوتا تھا۔ یہ سن کر سعد بن معاذ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ ﷺ کی مدد کے لیے تیار ہوں، اگر وہ قبیلہ اوس کا ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا اور اگر وہ ہمارے بھائی خزرج کے قبیلہ کا ہے تو جیسا حکم دیں عمل کروں، یہ سن کر سعد بن عبادہ جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے کھڑے ہوئے اس سے پہلے وہ مرد صالح تھے لیکن حمیت نے انھیں اکسایا اور کہا اللہ کی قسم نہ تو اسے مار سکے گا اور نہ تو اس کے قتل پر قادر ہے، پھر اسید بن حضیر کھڑے ہوئے اور کہا تو جھوٹ کہتا ہے اللہ کی قسم ہم اس کو قتل کر دیں گے، تو منافق ہے منافقوں کی طرف سے جھگڑا کرتا ہے، اوس و خزرج دونوں لڑائی کے لیے ابھر گئے، یہاں تک کہ آپس میں لڑنے کا ارادہ کیا اور رسول اللہ ﷺ منبر پر ہی تھے، آپ ﷺ منبر سے اترے اور ان سب کے اشتعال کو فرو کیا یہاں تک کہ وہ لوگ خاموش ہو گئے اور آپ ﷺ بھی خاموش ہو گئے۔

وَبَكَيْتُ يَوْمِي لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ فَأَصْبَحَ عِنْدِي أَبَوَايَ وَقَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا حَتَّى أَظُنُّ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِي قَالَتْ فَبَيْنَا هُمَا جَالِسَانِ عِنْدِي وَأَنَا أَبْكِي إِذْ اسْتَأْذَنَتْ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِي مَعِي فَبَيْنَا نَحْنُ كَذَلِكَ إِذْ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِي مِنْ يَوْمِ قِيلَ فِيَّ مَا قِيلَ قَبْلَهَا وَقَدْ مَكَثَ شَهْرًا لَا يُوحَى إِلَيْهِ فِي شَأْنِي شَيْءٌ قَالَتْ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ يَا عَائِشَةُ فَإِنَّهُ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَكَذَا فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللهُ وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِي حَتَّى مَا أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً وَقُلْتُ لِأَبِي أَجِبْ عَنِّي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاللهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لِأُمِّي أَجِيبِي عَنِّي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا قَالَ قَالَتْ وَاللهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ لَا أَقْرَأُ كَثِيرًا مِنَ الْقُرْآنِ فَقُلْتُ إِنِّي وَاللهِ لَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ سَمِعْتُمْ مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ النَّاسُ وَوَقَرَ فِي أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي بَرِيئَةٌ وَاللهُ يَعْلَمُ إِنِّي لَبَرِيئَةٌ لَا تُصَدِّقُونِي بِذَلِكَ وَلَئِنْ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ وَاللهُ يَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ لَتُصَدِّقُنِّي وَاللهِ مَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا إِلَّا أَبَا يُوسُفَ إِذْ قَالَ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ ثُمَّ تَحَوَّلْتُ عَلَى فِرَاشِي وَأَنَا أَرْجُو أَنْ يُبَرِّئَنِي اللهُ وَلَكِنْ وَاللهِ مَا ظَنَنْتُ أَنْ يُنْزِلَ فِي شَأْنِي وَحْيًا وَلَأَنَا أَحْقَرُ فِي نَفْسِي مِنْ أَنْ يُتَكَلَّمَ بِالْقُرْآنِ فِي أَمْرِي وَلَكِنِّي كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي اللهُ فَوَاللهِ مَا رَامَ مَجْلِسَهُ وَلَا خَرَجَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ حَتَّى أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فَأَخَذَهُ مَا كَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ حَتَّى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ الْجُمَانِ مِنَ الْعَرَقِ فِي يَوْمٍ شَاتٍ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَ أَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا أَنْ قَالَ لِي يَا عَائِشَةُ احْمَدِي اللهَ فَقَدْ بَرَّأَكِ اللهُ فَقَالَتْ لِي أُمِّي قُومِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَا وَاللهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ وَلَا أَحْمَدُ إِلَّا اللهَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ جَاؤُا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ الْآيَاتِ

اور میں سارا دن روتی رہی، نہ تو میرے آنسو تھمتے اور نہ مجھے نیند ہی آتی، صبح کو میرے پاس والدین آئے، میں دو رات اور ایک دن روتی رہی یہاں تک کہ میں خیال کرنے لگی تھی کہ رونے سے میرا کلیجہ شق ہوجائے گا، وہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی کہ اتنے میں ایک انصاری عورت نے اندر آنے کی اجازت مانگی، میں نے اسے اجازت دے دی وہ بیٹھ گئی اور میرے ساتھ رونے لگی، ہم لوگ اس حال میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور بیٹھ گئے حالانکہ اس سے پہلے جب سے کہ میرے متعلق تہمت لگائی گئی کبھی نہیں بیٹھے تھے ایک مہینہ تک انتظار کرتے رہے لیکن میری شان میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی، آپ ﷺ نے تشہد پڑھا پھر فرمایا: اے عائشہ! تمھارے متعلق مجھ کو ایسی ایسی خبر ملی ہے اگر تو بری ہے تو اللہ تعالیٰ تمھاری پاکیزگی ظاہر کردے گا اور اگر تو اس میں مبتلا ہوگئی ہے تو اللہ سے مغفرت طلب کر اور توبہ کر اس لئے کہ جب بندہ اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے پھر توبہ کرلیتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے، جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی گفتگو ختم کی تو میرے آنسو دفعتہ رک گئے یہاں تک ایک قطرہ بھی میں نے محسوس نہیں کیا، اور میں نے اپنے والد سے کہا: میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیجیے، انھوں نے کہا: واللہ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ کو کیا جواب دوں؟ پھر میں نے اپنی

ماں سے کہا: میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیجیے انھوں نے کہا: واللہ میں نہیں جانتی کہ رسول اللہ ﷺ کو کیا کہوں؟ عائشہ کہتی ہیں: میں کمسن تھی اور قرآن زیادہ نہیں پڑھا تھا میں نے عرض کیا: واللہ میں جانتی ہوں کہ آپ ﷺ نے وہ چیز سن لی ہے جو لوگوں میں مشہور ہے اور آپ ﷺ کے دل میں بیٹھ گئی ہے اور آپ ﷺ نے اس کو سچ سمجھ لیا ہے، اگر میں یہ کہوں کہ میں بری ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو آپ ﷺ میری بات کو سچا نہ جانیں گے اور اگر میں کسی بات کا اقرار کرلوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو آپ ﷺ نے مجھے سچا سمجھیں گے، اللہ کی قسم! اب میری اور آپ کی وہی حالت ہے جو یوسف کے والد (یعقوب) کی تھی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ﴾ اب یہی بہتر ہے کہ اچھی طرح صبر کیا جائے یہ کہہ کر میں نے منہ گھما لیا اور بستر پر خاموش لیٹ گئی کیونکہ مجھے یقین تھا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں اور وہ میری بے گناہی کو ظاہر کردے گا، مگر مجھے یہ خیال نہ تھا کہ میرے معاملہ میں قرآن کی کوئی آیت نازل کی جائے گی اور پھر وہ قیامت تک پڑھی جائیں گی، کیونکہ میں اپنی حیثیت اتنی نہ سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق کلام فرمائے گا، ہاں یہ امید تھی کہ رسول پاک ﷺ کو خواب میں میرے متعلق کچھ معلوم ہوجائے گا جس سے میری بے گناہی ثابت ہوجائے گی، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ سے اٹھے بھی نہ تھے نہ کوئی گھر کا آدمی باہر گیا تھا کہ آپ ﷺ پر وحی کی حالت طاری ہوگئی جیسا کہ وحی کے وقت ہوا کرتی تھی، یہ سختی اس کلام کے وزن کی وجہ سے ہوتی تھی جو آپ ﷺ پر اترتا تھا کہ سردی کے ایام میں بھی جسم

مبارک سے پسینہ ٹپکنے لگتا تھا، غرض جب وحی کی حالت گزر چکی آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور سب سے پہلی یہ بات فرمائی: عائشہ! (رضی اللہ عنہا) اللہ نے تمھاری پاک دامنی بیان فرمادی، میری ماں نے فوراً مجھے کہا: اٹھو رسول اللہ ﷺ کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ ﷺ کا شکریہ ادا نھیں کروں گی بلکہ اپنے پروردگار کا شکریہ ادا کروں گی، اور اللہ تعالیٰ نے یہ دس آیات اس باب میں نازل فرمائیں

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ....﴾

"جن لوگوں نے تمھارے اوپر یہ بہتان اٹھایا ہے۔۔۔

میرے رب نے میری بے گناہی کو ظاہر فرمادیا۔

عروہ نے یہ بھی کہا: عائشہ بیان کرتی تھیں کہ واللہ جس شخص سے مجھے متہم کیا گیا تھا یعنی صفوان بن معطل وہ ان باتوں کو سن کر تعجب کرتا اور سبحان اللہ کہتا اور کہتا اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے تو کبھی کسی عورت کا سر بھی نھیں کھولا (جماع کیا) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس کے بعد وہ (صفوان) اللہ کی راہ میں شہید ہوگئے۔ [1]

بہتان لگانے والے ملعون ہیں

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ ۔[النور:۲۳]

"بیشک جو لوگ ان پارسا مومن عورتوں پر جو (برائی کے تصور سے بھی) بے خبر

---

[1] صحیح البخاری (۲۶٦١) فی تفسیر سورۃ النور، باب (لولا إذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بأنفسھم خیرا)، مسلم رقم)۲۷۷۰(فی التوبۃ، باب حدیث الإفک وقبول توبۃ القاذف.]

اور ناآشنا ہیں (ایسی) تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت (دونوں جہانوں) میں ملعون ہیں اور ان کے لئے زبردست عذاب ہے۔"

تکلیف دینے والے گناہ گار ہیں

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾۔ [الأحزاب:٥٨]

"اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیتے ہیں بغیر اس کے کہ انھوں نے کچھ (خطا) کی ہو تو بیشک انھوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ (اپنے سر) لے لیا۔"

اس کو دیکھا ہے جس نے کفر کیا؟

خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں جاہلیت کے زمانہ میں لوہار کا پیشہ کرتا تھا اور میرے عاص بن وائل پر چند درہم قرض تھے، میں اس کے پاس تقاضا کرنے آیا، اس نے کہا:

لَا أَقْضِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ

میں تجھے اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک تو محمد کا انکار نہ کرے، میں نے کہا:

لَا وَاللهِ لَا أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يُمِيتَكَ اللهُ ثُمَّ يَبْعَثَكَ

اللہ کی قسم ایسا ہو نہیں سکتا، میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار نہیں کر سکتا جب تک کہ اللہ تجھے مارے اور مارنے کے بعد اٹھائے، اس نے کہا: تو مجھے چھوڑ دے، یہاں تک کہ میں مر جاؤں، پھر اٹھایا جاؤں اور مال و اولاد مجھے ملیں گے، تو تیرا قرض ادا کروں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿أَفَرَءَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا﴾

"کیا تو نے اس کو دیکھا جس نے میری نشانیوں کا انکار کیا اور کہا: مجھے مال واولاد ضرور ملے گا۔ [1]

یہی وہ زید ہیں جس کی سچائی کی شہادت خود رب علیم نے دی

"انس رضی اللہ عنہ نے موجود لوگوں میں سے کسی سے زید کی نسبت سوال کیا تو اس نے کہا: یہی وہ زید ہیں جن کے کانوں کی سنی ہوئی بات کی سچائی کی شہادت خود رب علیم نے دی۔ واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک منافق نے کہا: اگر یہ سچا ہے تو ہم تو گدھوں سے بھی زیادہ احمق ہیں زید نے کہا: واللہ رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم بالکل سچے ہیں اور بیشک تو اپنی حماقت میں گدھے سے بڑھا ہوا ہے۔ پھر آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گذار کی لیکن وہ منافق پلٹ گیا اور صاف انکار کر گیا اور کہا: زید نے جھوٹ بولا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور زید کی سچائی بیان فرمائی۔

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں: میں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: جب عبداللہ بن ابی نے کہا: ﴿لَا تُنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ...﴾ اور یہ بھی کہا: ﴿لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ ...﴾ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیان کیا تو انصار نے مجھے برا بھلا کہا، اور عبداللہ بن ابی نے قسم کھا کر کہا: اس نے ایسا نہیں کہا ہے، تو میں گھر کو چلا گیا اور سو گیا، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا بھیجا میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: اللہ نے تیری تصدیق کر دی ہے، اور آیت

---

[1] صحیح البخاری (٤٧٣٢) فی تفسیر سورۃ مریم، باب قولہ (أفرأیت الذی کفر بآیاتنا وقال لأوتین) ومسلم رقم (٢٧٩٥) فی صفات المنافقین وأحکامھم، باب سؤال الیھود النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الروح۔]

﴿هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنفِقُوا﴾۔ [المنافقون:۷] نازل ہوئی۔ ❶

"زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک جنگ میں تھا، میں نے عبداللہ بن ابی کو کہتے ہوئے سنا: ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ہیں یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں جو ان کے اردگرد ہیں اور جب ہم یہاں سے لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا ذلیل کو اس سے باہر نکال دے گا، میں نے یہ اپنے چچا سے یا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انھوں نے نبی ﷺ سے اس کو بیان کیا تو آپ نے مجھ کو بلا بھیجا، میں نے آپ سے جو ان کے اردگرد ہیں اور جب ہم یہاں سے لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا ذلیل کو اس سے باہر نکال دے گا، میں نے یہ اپنے چچا سے یا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انھوں نے نبی ﷺ سے اس کو بیان کیا تو آپ نے مجھ کو بلا بھیجا، میں نے آپ سے بیان کیا، رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو پیغام بھیجا تو ان لوگوں نے قسم کھائی کہ ہم نے ایسا نہیں کہا ہے، رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو جھوٹا سمجھا اور اس کو سچا سمجھا، بس مجھے اس کا اتنا صدمہ ہوا تھا کہ اس سے پہلے اتنا صدمہ نہیں ہوا تھا، میں اپنے گھر میں بیٹھ رہا، تو مجھ سے میرے چچا نے کہا: کیا بات ہے؟ کہ رسول اللہ ﷺ نے تجھ کو جھوٹا کیا اور تجھ پر ناراض ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت:

﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ﴾

[المنافقون:۱]

❶ أخرجه البخاري (٤٩٠١) في تفسير سورة المنافقون، في فاتحتها ومسلم (٢٧٧٢) في صفات المنافقين۔]

نازل فرمائی، نبی ﷺ نے ان کو بلا بھیجا اور یہ آیت پڑھی، پھر فرمایا: اے زید! اللہ تعالیٰ نے تیری صداقت نازل کردی ہے۔ ❶

اللہ تعالیٰ جو علیم وخبیر ہیں، اس طرح سچ کو ظاہر فرما ہی دیتے ہیں۔

ان کو مردہ نہ کہو، تمھیں نہیں پتہ وہ کس شان میں ہیں

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾۔ [البقرۃ:۱۵۴]

"اور ان کو جو اللہ کے راستے میں قتل کیے جائیں، مردے مت کہو، بلکہ زندہ ہیں اور لیکن تم نہیں سمجھتے۔"

یہ آیت کریمہ بدر کے شہداء کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہ چودہ حضرات تھے آٹھ انصار میں سے اور چھے مہاجرین میں سے تھے جو شخص اللہ کے راستہ میں شہید ہوجاتا اس کے بارے میں لوگ کہتے: فلاں آدمی مرگیا اور اس سے دنیا کی نعمتیں اور لذتیں چلی گئی اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾

[النیسابوری:۳۷]

شہداء کرام کے امتیازی مقام اور عظمت شان کو بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ عالم برزخ میں ایک امتیازی شان کی زندگی سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ لہذا ان کو مردہ نہ سمجھا جائے اور نہ یہ کہا جائے کہ وہ مردہ ہیں۔ ان کو مردہ کہنے سے اس وجہ سے منع کیا کہ شہداء بدر کی توہین نہ ہو۔ اور یہ بھی نہیں کہا کہ وہ اس دنیا میں زندہ ہیں بلکہ یہ کہا ہے

---

❶ أخرجه البخاري (۴۹۰۰) باب قوله: (إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا: نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ)]

کہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

شہدا اللہ کے ہاں زندہ ہیں، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ ۔ [آل عمران:١٦٩]

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں انھیں ہرگز مردہ خیال نہ کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے حضور زندہ ہیں انھیں رزق دیا جاتا ہے۔"

شہدا کی اس زندگی کا تعلق برزخ کے اس غیبی جہاں سے ہے جس کا علم و ادراک محض حواس اور عقل سے ممکن نہیں۔ اس کے بارے میں جاننے کا ذریعہ وحی اور صرف وحی ہی ہوسکتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے ان کی ارواح کو سبز پرندوں "طیر خضر" میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ بہرکیف ان کو وہاں پر ایک خاص زندگی عطا فرمائی جاتی ہے جو اس دنیاوی زندگی سے مختلف ہوتی ہے۔

شہداء کرام کو برزخ میں ایک خاص اور امتیازی زندگی حاصل ہوتی ہے، اور وہاں کی اس زندگی میں ان کو جن عظیم الشان کامرانیوں اور عنایات سے نوازا جاتا ہے ان کا اس ناسوتی زندگی میں تصور بھی کسی کیلئے ممکن نہیں۔ ان کو ویسے ہی مانا جائے جیسا کہ نصوص سے ثابت ہو کہ اس کے بارے میں علم وحی کے ذریعے ہی ممکن ہوسکتا ہے۔

شہداء زندہ ہیں اپنی اس حیات برزخی کے اعتبار سے، جو کہ ان کو وہاں پر حاصل ہے اور جو دوسرے لوگوں کی حیات سے الگ ایک امتیازی شان رکھتی ہے

[البیضاوی، المراغی، القاسمی، الروح، الصفوۃ اور الجامع وغیرہ]

شہدا حیات برزخی کے اعتبار سے زندہ ہیں، یہ دنیاوی زندگی تو بہرحال ان سے

منقطع ہوجاتی ہے۔ اور موت کے عمومی اثرات و احکام جو دوسرے لوگوں اور عام مردوں پر مرتب ہوتے ہیں، وہ ان پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے، ان کو دفن کیا جاتا ہے، ان کی بیویاں بیوہ قرار پاتی ہیں، ان کے آگے نکاح کئے جاتے ہیں، ان کے بچے یتیم کہلاتے ہیں، اور ان کی میراث تقسیم کی جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان کی یہ دنیاوی حیات ختم نہ ہوچکی ہوتی اور اس اعتبار سے وہ مردہ قرار نہ پاتے تو ان پر یہ احکام کیسے جاری ہوتے؟

عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا دفاع

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جب کوئی ایسی بات سرزد ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ شانہ نے نوٹس لینے کی بجائے ان کی وکالت کی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا کامیاب گروہ ہے۔

ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں ایک نابینا صحابی آیا جس کی وجہ سے مجلس درہم برہم ہوگئی تو غیر اختیاری طور پر آپ کی پیشانی پر شکن آگئے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أُنْزِلَ عَبَسَ وَتَوَلَّى فِي ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمَى أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللهِ أَرْشِدْنِي وَعِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مِنْ عُظَمَاءِ الْمُشْرِكِينَ فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرِضُ عَنْهُ وَيُقْبِلُ عَلَى الْآخَرِ وَيَقُولُ أَتَرَى بِمَا أَقُولُ بَأْسًا فَيَقُولُ لَا فَفِي هَذَا أُنْزِلَ

"عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: سورۃ عبس عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ (نابینا صحابی) کے متعلق نازل ہوئی۔ ایک مرتبہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دین کا راستہ بتائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت مشرکین کا ایک بڑا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے باتیں کرتے رہے اور عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے

اعراض کیا۔ انھوں نے عرض کیا: کیا میری بات میں کوئی مضائقہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نھیں۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔" [1]

سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ایک نابینا صحابی تھے، ان کے اندر دین سیکھنے کی لگن بہت زیادہ تھی۔ وہ آپ ﷺ سے مسائل کی دریافت کے لیے سوال پوچھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ سرداران قریش کو دعوت دے رہے تھے کہ اتنے میں عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آگئے۔ آپ نے ان کی آمد کو ناپسند کیا اور منہ پھیرلیا اور اس سے بات نہ کی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی طرف توجہ دینے سے وہ صنادید قریش برا مان جائیں، جن کے سامنے آپ ﷺ ایمان و اسلام کی تشریح فرما رہے تھے۔ عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کے پاس اخلاص ورغبت کے ساتھ قرآن و سنت کی تعلیم حاصل کرنے آئے تھے، ان کی خواہش تھی کہ آپ سے علم حاصل کر کے اپنی روح کا تزکیہ کریں، یا آپ سے نصیحت کی باتیں سن کر ان سے مستفید ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نصیحت کی کہ جو شخص اپنی دولت اور قوم میں اپنے جاہ ومنزلت کی وجہ سے گردن اکڑائے ہوئے ہے اور ایمان و اسلام اور وحی و رسالت کی بات سننے کے لیے تیار نھیں ہے، اسی کی طرف آپ لپکے جا رہے ہیں اور اسی پر آپ اپنی پوری توجہ مرکوز کیے ہوئے ہیں، حالانکہ اگر وہ متکبر اسلام کو قبول نھیں کرتا اور اس کا تزکیۂ نفس نھیں ہوتا، تو آپ کا کیا نقصان ہوگا؟ آپ کی ذمہ داری تو صرف پیغام رسانی ہے، اس لیے جو کفار اسلام سے اظہار استغنا کرتے ہیں، آپ ان کی فکر نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے دل میں تمام جہان والوں کے لیے شفقت اور رحمت رکھی تھی اور آپ کی شفقت یہاں تک تھی کہ جو کفار اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی توحید

---

[1] سنن الترمذي عن عائشة رضي الله عنها رقم (٣٣٣١) في التفسير، باب ومن سورة عبس، وقال: حديث حسن غريب، وصححه ابن حبان رقم (١٧٦٩). الموطأ ١/٢٠٣ في القرآن، باب ما جاء في القرآن مرسلاً، ورجاله ثقات.]

پر ایمان نہیں لاتے تھے، آپ کو ان کا اس قدر غم ہوتا تھا کہ لگتا تھا کہ آپ اس غم میں اپنی جان دے دیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ [الشعراء:۳]

"شاید آپ اس غم میں اپنی جان دے دیں گے کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لائے۔"

﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُن فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ﴾ [النمل:۷۰]

"آپ ان کے متعلق غم نہ کریں اور نہ ان کی سازشوں سے تنگ دل ہوں۔"

﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾ [فاطر:۸]

"سو آپ ان کے غم میں اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔"

ان کو اپنی مجلس سے نہ ہٹانا

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِم مِّن شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾

[الانعام:۵۲]

"اور تم ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ کیجیے' جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں' اس کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ ان کی ذمہ داری کا کوئی حصہ تم پر نہیں اور نہ تمہاری ذمہ داری کا کوئی حصہ ان پر ہے' کہ تم ان کو اپنے سے دور کر کے ظالموں میں سے بن جاؤ۔"

رسول ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ غریب صحابہ کو اشرافِ قریش کی وجہ سے دور نہ کرو، مشرکینِ مکہ میں سے بعض بڑے بڑے لوگوں نے حضرت ابوطالب سے

ملاقات کی اور کہا کہ ہم تمہارے بھتیجے کی باتوں پر غور کرنے کو تیار ہیں اور سمجھنا چاہتے ہیں کہ وہ کیا دعوت پیش کرتا ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اس نے اپنے ارد گرد ایسے لوگ جمع کر رکھے ہیں جو انتہائی غریب اور معاشرے کے دھتکارے ہوئے لوگ ہیں۔ ان میں سے کچھ غلام ہیں اور کچھ ہمارے ہی آزاد کردہ ہیں ایسے بے یارو مددگار ہیں اور کچھ جن کی معاشرے میں کوئی اہمیت نہیں' ظاہر ہے کہ ہم ان کی موجودگی میں کس طرح آپ کے بھتیجے کے پاس جاسکتے اور اس کی بات سن سکتے ہیں۔ اس لیے آپ اپنے بھتیجے سے کہئے کہ وہ ہمارے لیے ایک وقت مقرر کرے اور اس میں ان تمام لوگوں کو دور ہٹا دے' ہمیں ان کی پرچھائیں بھی گوارا نہیں۔ اس طرح ہم الگ بیٹھ کر ان سے بات چیت کرنے کو تیار ہیں۔ چنانچہ ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ کو اس کا مشورہ دیا کہ آپ ان اشراف قریش سے الگ ملنے کا انتظام کریں یا جب بھی وہ آنا چاہیں تو آپ اپنے غریب ساتھیوں کو وہاں سے دور ہٹا دیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس پر سوچنا شروع کیا۔ اس پر یہ ایت نازل ہوئی۔

اس آیت کریمہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ آپ یہ مت سمجھئے کہ یہ لوگ اس طرح امتیازی سلوک کرنے سے راہ راست پر آجائیں گے یہ محض ان کا ایک بہانہ ہے۔ اصل بیماری ان کی وہی ہے کہ وہ اللہ کے سامنے حاضری کا اندیشہ نہیں رکھتے۔ آپ ان کے ساتھ کیسا بھی عزت کا سلوک کریں وہ کبھی آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ رہی یہ بات کہ آپ ان کی خاطر ان غریب لوگوں کو دور کریں' یہ کسی طرح مناسب نہیں۔ یہاں جو لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ ہے وَلَا تَطْرُدِ۔ اطراد عربی زبان میں دھتکارنے اور بدسلوکی سے نکالنے کو کہتے ہیں۔ قریش چونکہ غریب لوگوں کے لیے یہی لفظ استعمال کرتے تھے اس لیے قرآن کریم نے ان کے مطالبے کو رد کرتے ہوئے

انھی کا لفظ استعمال کیا' تاکہ ان کا جرم ریکارڈ پر رہے اور جب وہ اس کا جواب دیکھیں تو مزید انھیں اپنے جرم کی شدت کا احساس ہو اور ان کے خبث باطن پر چوٹ لگے۔

دوسری چیز جو اس میں بہت قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ کفار مکہ جن لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کو تیار نہیں بلکہ انھیں اپنے قریب آنا بھی ان کے لیے گوارا نہیں اور وہ حضور سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ ہماری موجودگی میں آپ ان کو دور رہنے کا حکم دیں۔ کیسی دلنواز بات ہے کہ اللہ تعالیٰ انھی کی وکالت فرما رہے ہیں۔ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو ابھی تک غلامی کا عذاب جھیل رہے ہیں اور ان میں وہ بھی ہیں جو نئے غلامی کی زنجیریں کاٹ کے نکلے ہیں۔ لیکن معاشرے میں ان کو تحفظ دینے والا کوئی نہیں۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو کسی اعلیٰ خاندان سے تعلق نہیں رکھتے باہر سے آئے ہوئے لوگ ہیں اور یہ تمام لوگ ساتھ ساتھ اس قدر بے سروسامان بھی ہیں کہ نہ پہننے کو مناسب کپڑا ہے اور نہ کھانے کو ڈھب کی روٹی پیٹ پر پتھر باندھتے اور چیتھڑے پہنتے ہیں لیکن اسلام کی موجودہ قوت یہی لوگ ہیں۔ ان کے بارے میں پروردگار ارشاد فرما رہے ہیں کہ آپ ان لوگوں کو اپنی صحبت سے دور مت ہٹایئے ان کا حال یہ ہے کہ وہ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ یعنی اہل دنیا سے اگرچہ ان کو کوئی ایسا قابل ذکر تعلق نہیں اور لوگ بھی ان کا نام لینے کے روادار نہیں' لیکن انھوں نے اپنا رشتہ اللہ سے جوڑ رکھا ہے' وہ اس ذات کو پکارتے ہیں جس کو پکارنے والا کبھی محروم نہیں رہتا اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ انھیں دولت دنیا کے نہ ہونے کے باعث غربت اور غریبی کے طعنے ملتے ہیں۔ انھیں نجانے کیسے کیسے خطابات سے یاد کیا جاتا ہے اور خود ان کے شب و روز اللہ ہی بہتر جانتا ہے کیسی تلخیوں میں گزرتے ہیں۔ لیکن ان سارے دکھوں کے باوجود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ان میں سے کوئی چیز نہیں مانگتے' وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں تو صرف اس

لیے کہ وہ اپنے رب کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک اللہ کی خوشنودی کے مقابلے میں دنیا بھر کی دولت خزف ریزوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ کسی بھی تحریک کا سرمایہ اس کے جانثار اور فداکار لوگ ہوتے ہیں جو اپنی زندگیاں تک اس تحریک پر قربان کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ جنھوں نے محض اللہ کی رضا کے لیے دنیا کی ہر نعمت سے منہ موڑ لیا ہے اور دنیا کا ہر دکھ اسلام اور ایمان کی خاطر برداشت کرنے کے لیے تیار ہیں۔ یہ لوگ اس لائق ہیں کہ آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھائیں یا وہ نابکار جنھیں آپ کی نبوت تک گوارا نہیں۔ وہ محض بہانے تراشتے ہیں تاکہ آپ کے لیے ایسے حالات پیدا کریں کہ آپ کے جانثار بھی آپ سے دور ہو جائیں۔ اس لیے آپ ان کو ہرگز اپنے سے دور نہ ہٹائیے۔ وہ لوگ جن کا آپ کے سوا دنیا میں کوئی نہیں اور وہ آپ کی صحبت میں اللہ کی رضا کو ڈھونڈتے ہیں، وہی آپ کی عنایت کے ہر طرح مستحق اور آپ کی توجہ کے حقدار ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان غریبوں کو جس طرح اپنے سینے سے لگایا کہ انھوں نے اگر اپنی جانثاری میں کبھی کمی نہیں کی تو حضور کی شفقتیں بھی ہمیشہ ان پر پھوار کی طرح برستی رہیں۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے غریبوں ہی میں زندگی گزارنا اور غریبوں ہی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اپنا معمول بنا لیا اور یہاں تک اللہ کے حضور عرض کی کہ یا اللہ میں چاہتا ہوں کہ میں غریبوں کے ساتھ زندہ رہوں اور قیامت کے دن غریبوں کے ساتھ اٹھایا جاؤں۔

سردار دیوان سنگھ مفتون متحدہ ہندوستان میں ریاست اخبار کے ایڈیٹر تھے اور وہ اپنی طرز کے واحد آدمی تھے جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ قول سنا تو بے ساختہ کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جن ہونٹوں سے یہ قول نکلا ہے میں ان ہونٹوں کو بوسہ دوں۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں غریبوں کا ساتھ دینے کے دعوے تو بہت رہے

ہیں لیکن اگر کسی نے غربت کو عزت دی ہے اور فقر کو اپنا فخر فرمایا ہے اور فی الواقع غریبی امیری کا فرق مٹا کے رکھ دیا ہے اور طبقات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے تو وہ صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ غیر مسلموں نے بھی جب کبھی غیر جانبداری سے آپ کے اس طرز عمل کو دیکھا ہے تو تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکے۔ یوں تو اس کی مثالیں تاریخ میں بھری پڑی ہیں۔ لیکن ہماری قریبی تاریخ میں لاہور ہی میں ہری چند اختر کے نام سے ایک شاعر گزرے ہیں جو تقسیم کے بعد ہندوستان چلے گئے انھوں نے کہا تھا۔

جس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا

رسول اللہ ﷺ کے اس طرز عمل کے نتیجے میں مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ یہ غریب لوگ جن کو اشراف قریش اپنے قریب نہیں آنے دیتے تھے انکا اس حد تک احترام کرتے تھے کہ دنیا شاید اس کی مثال لانے سے عاجز ہو۔

صحابہ کی طرف سے اللہ کافی ہو گئے

﴿وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا﴾۔ [الأحزاب: ٢٥]

"اور اللہ نے کافروں کو ان کے غصّہ کی جلن کے ساتھ (مدینہ سے نامراد) واپس لوٹا دیا کہ وہ کوئی کامیابی نہ پا سکے، اور اللہ ایمان والوں کے لئے جنگ (احزاب) میں کافی ہو گیا، اور اللہ بڑی قوت والا عزت والا ہے۔"

جنگ احزاب مسلمانوں کو لڑنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے لڑائی اپنے ذمے لے لی اور آندھی اور فرشتوں کے لشکروں کے ساتھ کفار کے لشکروں کو مار بھگایا۔ اتنی تعداد اور تیاری کے باوجود کفار کا بھاگ جانا عقل سے بعید اور نہایت

حیران کن واقعہ تھا، اس لیے فرمایا:

﴿وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيزًا﴾

”اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد قوت والا، سب پر غالب ہے۔“

اس کے لیے یہ کچھ مشکل نہیں۔

صحابہ کرام کے لیے فتوحات اور پیشین گوئیاں

بدر کے غلبے کی پیشین گوئی

﴿الم ○ غُلِبَتِ الرُّومُ ○ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُم مِّن بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ○ فِي بِضْعِ سِنِينَ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِن قَبْلُ وَمِن بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ○ بِنَصْرِ اللَّهِ يَنصُرُ مَن يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ○﴾۔ [سورۃ الروم]

"اہل روم (فارس سے) مغلوب ہوگئے۔قریب ترین زمین (شام) میں، اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے۔ چند ہی سال میں (یعنی دس سال سے کم عرصہ میں)، اَمر تو اللہ ہی کا ہے پہلے (غلبہ فارس میں) بھی اور بعد (کے غلبہ روم میں) بھی، اور اس وقت اہل ایمان خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے، وہ مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔"

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جب بدر کا دن ہوا تو رومی فارس پر غالب ہوئے اور مسلمانوں کو اس سے خوشی ہوئی اور یہ آیات نازل ہوئیں۔

مسلمان روم کے فارس پر غالب آنے سے خوش ہوئے۔"

[ترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الروم: ٣١٩٢، وقال الألباني: صحيح لغيره]

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس روایت اور سفیان ثوری اور بہت سے اہل علم کے

قول کے مطابق روم کو فارس پر یہ غلبہ اس روز حاصل ہوا جس روز مسلمان بدر میں مشرکین پر فتح یاب ہوئے۔ مفسر رازی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ﴾

"اور اس دن مومن اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے۔"

سے مراد یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس دن مومن روم کی فارس پر فتح کی خبر سے خوش ہوں گے اور یہ بھی کہ اس دن مومن مشرکین کے خلاف اللہ کی نصرت اور بدر کی فتح پر خوش ہوں گے۔

گویا اس آیت میں دو خوش خبریاں ہیں، ایک روم کا چند سالوں میں فارس پر غالب آنا اور ایک اس دن مسلمانوں کا مشرکین پر غلبے سے خوش ہونا اور سب جانتے ہیں کہ دونوں بشارتیں پوری ہوئیں۔

بعض تابعین کا خیال ہے کہ رومیوں کو ایرانیوں پر فتح صلح حدیبیہ کے بعد ہوئی۔ ان کا استدلال اس واقعہ سے ہے کہ قیصر روم نے منت مانی تھی کہ جب وہ فتح یاب ہوگا تو حمص سے پیدل چل کر ایلیا (بیت المقدس) جائے گا۔ چنانچہ جب وہ ایلیا آیا تو ابھی واپس نہیں ہوا تھا کہ اسے دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خط ملا جو آپ نے اس کے نام صلح حدیبیہ کے بعد لکھا تھا۔ اس کے بعد اس نے ابو سفیان کو بلایا (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اور شام میں تجارت کی غرض سے آئے ہوئے تھے) اور ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مختلف سوالات کیے، جیسا کہ صحیح بخاری میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رومیوں کو ایرانیوں پر فتح بھی اسی سال ہوئی، لیکن اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ رومیوں کو پہلی فتح تو بدر کے دن ہوئی، مگر دشمن کی فوجوں کی مکمل صفائی اور تمام علاقوں کے مکمل بندوبست کے بعد منت پوری کرنے کی نوبت چار سال بعد صلح حدیبیہ کے سال آئی۔

(واللہ اعلم)

بدر میں فرشتوں کا نزول

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝﴾ [الأنفال:۱۰تا۱۲]

"جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے تو اس نے دعا قبول کی تمہاری کہ بیشک میں تمہاری امداد کرنے والا ہوں ایک ہزار فرشتے سے (جو) ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں۔ اور نہیں بنایا اس مدد کو اللہ نے مگر خوشخبری اور تاکہ مطمئن ہوجائیں اس سے تمہارے دل اور نہیں ہے مدد مگر اللہ کے پاس سے بیشک اللہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے۔ جب طاری کر رہا تھا (اللہ) تم پر اونگھ امن دینے کے لیے اپنی طرف سے اور وہ اتارتا تھا تم پر آسمان سے پانی تاکہ وہ پاک کردے تم کو اس کے ساتھ اور دور کردے تم سے شیطان کی گندگی اور تاکہ مضبوط گرہ باندھے تمہارے دلوں پر اور جمادے اس کے ساتھ قدموں کو۔ (یاد کرو) جب وحی کر رہا تھا آپ کا رب فرشتوں کی طرف کہ بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں پس ثابت

قدم رکھو ان لوگوں کو جو ایمان لائے عن قریب میں ڈال دوں گا ان کے دلوں میں جنھوں نے کفر کیا رعب کو پس ضرب لگاؤ (ان کی) گردنوں کے اوپر اور ضرب لگاؤ ان کے ہر ہر پور پر۔"

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ○ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ○ بَلَى إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هَذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ○ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ○﴾ ۔[آل عمران:١٢٦]

"اور البتہ تحقیق اللہ نے تمھاری مدد کی (جنگ) بدر میں اس حال میں کہ تم کمزور تھے پس اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکرگزار بن جاؤ۔ جب آپ کہہ رہے تھے مومنوں سے کیا تمھیں کافی نہیں ہے کہ تمھاری مدد کرے تمھارا رب تین ہزار فرشتوں کے ذریعے (جو) اتارے جائیں (آسمان سے)۔ کیوں نہیں ! اگر تم صبر کرو اور ڈرتے رہو اور وہ اپنے اسی جوش میں تم پر آپڑیں تو تمھارا رب پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرے گا، جو خاص نشان والے ہوں گے۔ اور نہیں بنایا اللہ نے اس کو مگر خوشخبری (کا ذریعہ) تمھارے لیے اور تاکہ مطمئن ہوجائیں تمھارے دل اس سے اور نہیں ہوتی مدد مگر اللہ ہی کی طرف سے (جو) غالب، حکمت والا ہے۔"

بدر کے میدان میں اللہ نے چار طرح سے مسلمانوں کی مدد فرمائی تھی۔ مثلاً (۱) اللہ نے ہوا کا رخ کفار کے لشکر کی طرف موڑ دیا اور ریت نے اڑ اڑ کر ان کے لشکر کو

بدحال بنا دیا۔ (۲) بارش کا نزول جس سے کفار کے پڑاؤ میں تو پھسلن اور دلدل مچ گئی۔ جبکہ مسلمانوں کے پڑاؤ میں ریت جم کر بیٹھ گئی۔ نیز انھیں استعمال کے لیے وافر پانی میسر آ گیا۔ (۳) فرشتوں کا نزول، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ نے بدر کے دن فرمایا: یہ جبریل آن پہنچے اپنے گھوڑے کا سر تھامے ہوئے، لڑائی کے ہتھیار لگائے ہوئے۔

[صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب شهود الملائکه بدرا]

رفاعہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگے: آپ اہل بدر کو کیسا سمجھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: سب مسلمانوں سے افضل یا کوئی ایسا ہی کلمہ کہا: جبریل کہنے لگے: اسی طرح وہ فرشتے جو غزوہ بدر میں حاضر ہوئے تھے دوسرے فرشتوں سے افضل ہیں۔

[صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب شهود الملائکه بدرا]

(٤) مسلمانوں کی مدد کا چوتھا طریقہ یہ تھا کہ کفار کو مسلمان مجاہدین کی تعداد اصل تعداد سے دوگنی نظر آنے لگی تھی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ کفار ایک ہزار کا لشکر لے کر بدر کے میدان میں اترنے والے ہیں تو آپ مدینہ سے 313 صحابہ کو لے کر تقریباً 80 میل کا سفر طے کرتے ہوئے بدر میں کفار کے مدمقابل ہوئے۔ صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے ایک ہزار فرشتوں کی مدد کی خوشخبری سنائی جس کا ذکر سورۃ الانفال (آیت: ۹) میں کیا گیا ہے۔ لیکن جنگ کا میدان گرم ہونے سے پہلے کفار نے افواہ پھیلائی کہ کرز بن جابر بھاری کمک کے ساتھ ہماری مدد کے لیے پہنچنے والا ہے۔ اس صورت حال میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ اے مومنو! کیا تم کافی نہیں سمجھتے کہ اللہ تمہاری مدد کے لیے تین ہزار مخصوص نشان والے فرشتے نازل کرے؟ بلکہ اگر تم جرأت، حوصلہ اور تقویٰ میں آگے بڑھو گے تو فوری طور پر ملائکہ کی کمک کو

پانچ ہزار کر دیا جائے گا۔

ربیع بن انس کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کی ایک ہزار کے ذریعہ مدد کی، پھر تین ہزار کے ذریعہ، پھر جب صبر اور تقوی کا مظاہرہ کیا تو پانچ ہزار کے ذریعہ۔

ملائکہ کی بھاری نفری اس لیے اتاری جا رہی ہے تا کہ تمہارے دل مطمئن اور تم خوش ہو جاؤ۔ جب کہ حقیقی مدد تو اللہ غالب حکمت والے کی ہی ہوا کرتی ہے۔ کفار کی تباہی کے لیے ایک فرشتہ ہی کافی تھا لیکن جنگ میں افرادی قوت مجاہدین کے لیے خوشی' تقویت اور حوصلے کا باعث ہوا کرتی ہے اس لیے فرشتوں کی تعداد کو بشارت کے طور پر بڑھا دیا گیا۔ اتنی بڑی حمایت کے باوجود اس بات کی وضاحت کی گئی کہ پانچ ہزار فرشتوں کی بجائے کائنات کے جن و بشر اور ملائکہ بھی تمہاری حمایت کے لیے آجاتے تو وہ تمھیں فتح نہیں دلوا سکتے تھے کیونکہ نصرت و حمایت' فتح و شکست کی طاقت کسی کے پاس نہیں صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ وہی غالب حکمت والا ہے۔ بدر میں کفار کے ستر سرخیل قتل ہوئے اور ستر کو گرفتار کیا گیا۔ یہ اس لیے ہوا تا کہ کفار کی کمر ٹوٹ جائے اور وہ دنیا کے سامنے ذلیل و خوار ہو جائیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن ایک مجاہد ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ مشرک اس کے آگے آگے بھاگ رہا تھا۔ اس دوران میں اوپر سے کوڑا پڑنے کی آواز مجاہد کے کان میں پڑی۔ ساتھ ہی ایک گھڑ سوار کی آواز سنائی دی، وہ (اپنے گھوڑے کا نام لے کر) کہہ رہا تھا، اے حیزوم! آگے بڑھ۔ اب مجاہد نے جونھی اپنے سامنے نظر دوڑائی تو وہی مشرک چاروں شانے چت گرا پڑا تھا۔ مجاہد نے اس کو دیکھا تو اس کی ناک پر کوڑے کا نشان تھا اور کوڑے کی ضرب سے اس کا چہرہ پھٹ چکا تھا۔ چہرے کا رنگ بدل کر سبز ہو گیا تھا۔ یہ منظر دیکھنے والا انصاری

صحابی آیا، اس نے سارا واقعہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ”تو نے سچ کہا ہے، یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی تھی۔“

[صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة : ۱۷۶۳]

اُحد میں اللہ کی مدد

﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِإِذْنِهِ﴾ ۔ [آل عمران:۱۵۲]

”اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دیا، جب تم انھیں اس کے حکم سے کاٹ رہے تھے۔“

جنگ احد میں پہلے پہل اللہ تعالیٰ کی مدد مسلمانوں کے شامل حال رہی اور وہ مشرکین کو اللہ کے حکم سے خوب کاٹتے رہے، حتیٰ کہ جب فتح کے آثار نظر آنے لگے اور مشرکین اور ان کی عورتوں نے بھاگنا شروع کر دیا تو پچاس تیر انداز، جنھیں آپ ﷺ نے عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک پہاڑی پر متعین کیا تھا، تاکہ ادھر سے مشرک حملہ آور نہ ہوں، انھوں نے مال غنیمت دیکھ کر باہم جھگڑنا شروع کر دیا۔ پچاس آدمیوں میں سے اکثر آپ ﷺ کے حکم کی نافرمانی کر کے اپنی جگہ چھوڑ کر مال غنیمت کی طرف دوڑ پڑے، اس سبب سے مشرکین کو عقب سے حملہ کرنے کا موقع مل گیا اور مسلمانوں کو بہت بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔ اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ (ابن کثیر)

خندق میں اللہ کی مدد

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا﴾ ۔ [الأحزاب:۹]

”اے (وہ لوگو) جو ایمان لائے ہو یاد کرو اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو جب

(چڑھ) آئے تھے تم پر کئی لشکر، تو ہم نے بھیج دی ان پر (سخت) ہوا اور (ایسے) لشکر (کہ) تم نے ان کو دیکھا ہی نہیں اور تھا اللہ (اس) کو جو تم کر رہے تھے خوب دیکھنے والا۔"

غزوۂ خندق کا ذکر ہے، جسے غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے، جو صحیح اور مشہور روایات کے مطابق شوال سن پانچ ہجری میں واقع ہوا۔

سن پانچ (۵) ہجری میں ایک طرف ابو سفیان کی سرکردگی میں قریش اور ان کے حلیف قبائل کا لشکر اور دوسری طرف غطفان، ہذیل اور ان کے حلیف قبائل کا لشکر عیینہ بن حصن کی سرکردگی میں مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے پہنچ گئے اور جنوب اور مشرق سے مدینہ کا محاصرہ کرلیا۔ شمال کی طرف سے بنو نضیر اور بنو قینقاع کے وہ یہودی آئے جو مدینہ سے جلا وطن ہونے کے بعد خیبر اور وادی القریٰ میں آباد ہو گئے تھے۔ مجموعی طور پر ان سب کی تعداد دس ہزار تھی۔ نبی ﷺ نے حالات کا اندازہ کر کے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے ان سمتوں میں خندق کھدوائی اور عام مسلمانوں کے ساتھ خود بھی زمین کھودنے اور مٹی اٹھانے کا کام کرتے رہے۔

غزوۂ احزاب میں کفار کی تعداد دس ہزار تھی، جب کہ مشہور قول کے مطابق مسلمان ایک ہزار تھے۔

الرحیق المختوم میں ہے: مشرکین نے مدینہ کا محاصرہ ایک ماہ یا ایک ماہ کے قریب جاری رکھا تھا۔" آزمائش کے یہ ایام بہت سخت تھے۔ کفار اس ارادے سے آئے تھے کہ مسلمانوں کا نام و نشان مٹا کر دم لیں گے اور جاتے ہی مردوں کو قتل کر کے عورتوں اور بچوں کو باندھ کر ساتھ لے آئیں گے۔ دس ہزار کے مقابلے میں ایک ہزار کی حیثیت ہی کیا تھی، مگر اللہ کی توفیق سے خندق کی وجہ سے وہ نہ مدینہ میں داخل ہو سکے، نہ انھیں کوئی کامیابی حاصل ہو سکی۔ وہ تو ایک ہلے میں فتح کا منصوبہ لے کر آئے تھے، لیکن یہاں انھیں محاصرے کے لیے ایک ماہ رکنا پڑا، جس کے لیے وہ

تیار ہو کر نہیں آئے تھے، نہ ہی ان کے پاس اتنے دن رہنے کے لیے درکار خور و نوش کی اور دوسری اشیاء موجود تھیں، اس لیے وہ ہر لمحے زیادہ سے زیادہ قوت سے حملہ آور ہو رہے تھے۔ مسلمانوں نے اگرچہ اپنی حد تک مدافعت کی، مگر ان کی تعداد، ان کی تیاری اور تدابیر ہرگز ایسی نہ تھیں کہ ان لشکروں کا مقابلہ کر سکتیں، لیکن ان کی حالت زار دیکھ کر اور ان کی فریاد سن کر اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور غیب سے ان کی مدد فرمائی۔ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے احزاب (اتحادی لشکروں) کے خلاف بد دعا کی اور عرض کیا:

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ! سَرِيْعَ الْحِسَابِ! اِهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَ زَلْزِلْهُمْ

"اے اللہ! اے کتاب نازل کرنے والے! بہت جلد حساب لینے والے! ان لشکروں کو شکست دے۔ اے اللہ! انھیں شکست دے اور انھیں سخت ہلا کر رکھ دے۔"

[صحيح بخاري، المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب (٤١١٥)]

یہ مدد دو چیزوں پر مشتمل تھی، ایک سخت آندھی اور دوسرے ایسے لشکر جو مسلمانوں کی نگاہ سے اوجھل تھے۔ "رِيحًا" سے مراد وہ نہایت سرد اور سخت آندھی ہے جس سے کفار کے خیمے اکھڑ گئے، ان کے چولھوں کی آگ بجھ گئی، دیگیں الٹ گئیں، گھوڑے اور اونٹ رسیاں تڑوا کر بھاگ گئے اور ان پر ایسا شدید خوف طاری ہوا کہ وہ راتوں رات محاصرہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ)

"میری مدد صبا (مشرق سے آنے والی ہوا) کے ساتھ کی گئی اور عاد کو دبور (مغرب سے آنے والی ہوا) کے ساتھ ہلاک کیا گیا۔"

[صحيح بخاري، المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب: ٤١٠٥]

﴿وَجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا﴾ ان لشکروں سے مراد فرشتوں کے لشکر ہیں، جنھوں نے کفار کے دلوں میں رعب ڈال کر ان کی ہمتیں توڑ دیں اور انھیں تتر بتر کر دیا۔ بعض حضرات نے لکھ دیا کہ غزوۂ خندق میں فرشتوں کا اترنا صحیح احادیث سے صراحت کے ساتھ ثابت نہیں، مگر یہ بات درست نہیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں:

(لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنَ الْخَنْدَقِ وَ وَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ ، أَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللّٰهِ ! مَا وَضَعْنَاهُ ، فَاخْرُجْ إِلَيْهِمْ قَالَ فَإِلٰى أَيْنَ ؟ قَالَ هَاهُنَا، وَأَشَارَ إِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِلَيْهِمْ)

[صحيح بخاري، المغازي، باب مرجع النبي من الأحزاب... (٤١١٧)]

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے واپس آئے، ہتھیار اتار دیے اور غسل کیا تو جبریل (علیہ السلام) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے: "آپ نے ہتھیار اتار دیے، اللہ کی قسم! ہم نے تو نہیں اتارے، سو آپ ان کی طرف نکلیے۔" آپ نے فرمایا: "کس طرف؟" انھوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "اس طرف۔" تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف نکل پڑے۔"

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى الْغُبَارِ سَاطِعًا فِيْ زُقَاقِ بَنِيْ غَنْمٍ مَوْكِبَ جِبْرِيْلَ حِيْنَ سَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ)

[صحيح بخاري، المغازي، باب مرجع النبي من الأحزاب... : ٤١١٨]

"گویا کہ میں وہ غبار چمکتا ہوا دیکھ رہا ہوں جو جبریل (علیہ السلام) کی سواری سے بنو غنم کی گلی میں اٹھ رہا تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کی

طرف گئے۔"

حنین میں فرشتوں کا نزول

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ۝ ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝﴾

[التوبہ:٢٦،٢٥]

بیشک اللہ نے بہت سے مقامات میں تمہاری مدد فرمائی اور (خصوصاً) حنین کے دن جب تمہاری (افرادی قوت کی) کثرت نے تمھیں نازاں بنا دیا تھا پھر وہ (کثرت) تمھیں کچھ بھی نفع نہ دے سکی اور زمین باوجود اس کے کہ وہ فراخی رکھتی تھی، تم پر تنگ ہوگئی چنانچہ تم پیٹھ دکھاتے ہوئے پھر گئے۔

نبی ﷺ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تو ان مہاجرین و انصار کا تھا جو فتح مکہ کے لیے آپ کے ساتھ مدینہ سے آئے تھے اور دو ہزار آدمی آپ کے ساتھ اہل مکہ (طلقاء) میں سے شامل ہوگئے تھے۔ اس طرح مسلمانوں کا کل لشکر بارہ ہزار لڑنے والوں پر مشتمل تھا، جبکہ اس کے مقابلے میں دشمنوں کی تعداد صرف چار ہزار کے قریب تھی، اس پر بہت سے مسلمانوں میں عجب (خود پسندی) اور ایک قسم کا غرور پیدا ہوگیا، حتیٰ کہ بعض نے کہا آج ہم قلت تعداد کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے۔ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا۔ (ابن کثیر)

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم وادی حنین کی طرف چلے تو ہم تہامہ کی وادیوں میں سے ایک وادی میں اترے، وادی بڑی وسیع و عریض تھی، اس میں اوپر

نیچے ٹیلے اور چھوٹی چھوٹی ڈھلوانی پہاڑیاں تھیں، ہم اوپر چڑھتے اور نیچے اترتے ہوئے آگے کی جانب بڑھتے اور لڑھکتے جا رہے تھے، ابھی صبح کا اندھیرا تھا، دشمن ہمارے لیے مختلف گھاٹیوں، کناروں اور تنگ گزرگاہوں میں پورے اتفاق اور مقابلے کی تیاری کے ساتھ چھپے بیٹھے تھے۔ اللہ کی قسم! ہمیں اترتے اترتے پتا ہی نہ چلا کہ دشمن نے مل کر اس طرح حملہ کیا جیسے ایک آدمی کرتا ہے۔ (دوسری روایات میں ہے کہ وہ زبردست نشانہ باز تھے، انھوں نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی) لوگ شکست کھا کر واپس پلٹے، وہ بھاگے جاتے تھے اور کوئی کسی کو مڑ کر نہیں دیکھتا تھا، رسول اللہ ﷺ دائیں طرف ایک جگہ ہو گئے، پھر فرمایا: ”لوگو! میری طرف توجہ کرو، میری طرف آؤ، میں رسول اللہ ہوں، میں محمد بن عبداللہ ہوں۔“ کہیں سے جواب نہیں آ رہا تھا، اونٹ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگ رہے تھے، لوگ ادھر ادھر نکل گئے، سوائے مہاجرین و انصار کے ایک گروہ اور آپ کے خاندان کے لوگوں کے جو زیادہ نہ تھے۔ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ ڈٹے رہے، آپ کے خاندان والوں میں سے علی بن ابو طالب، عباس بن عبدالمطلب، ان کے بیٹے فضل، ابوسفیان بن حارث اور ایمن بن عبید جو ام ایمن کے بیٹے تھے اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ۔

[أحمد: ٣/٣٧٦، ح: ١٥٠٢٧، وحسنه شعيب الأرنؤوط۔ ابن حبان: ٤٧٧٤]

عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری آواز بڑی بلند تھی، اس وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے حکم دیا: ”اے عباس! کیکر (کے درخت) والوں کو آواز دو۔“ چنانچہ میں نے بلند آواز سے پکارا کہ کیکر (تلے بیعت رضوان کرنے) والے کہاں ہیں؟ اللہ کی قسم! ان لوگوں نے جب میری آواز سنی تو وہ ”ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں“ کہتے ہوئے اس طرح دوڑے جس طرح گائے اپنے بچے کی طرف دوڑتی ہے۔

عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کنکر پکڑے اور دشمنوں کی طرف پھینکے، اس کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”محمد کے رب کی

قسم! وہ شکست کھا گئے۔"

[صحیح مسلم، الجهاد، باب غزوة حنين: ١٧٧٥]

یہ وہ وقت ہے جب مسلمان جم گئے اور فرشتے نازل ہوئے:

﴿وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا﴾

"اور اس نے ایسے لشکر اتارے جنھیں تم نے نہیں دیکھا۔"

بنوقریظہ (یہودیوں) کے دلوں میں صحابہ کا رعب ڈال دیا

﴿وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ○ وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَّمْ تَطَئُوهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا﴾.

[الأحزاب:٢٧]

"اور (بنو قُریظہ کے) جن اہل کتاب نے ان (کافروں) کی مدد کی تھی اللہ نے انھیں (بھی) ان کے قلعوں سے اتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، تم (ان میں سے) ایک گروہ کو (ان کے جنگی جرائم کی پاداش میں) قتل کرتے ہو اور ایک گروہ کو جنگی قیدی بناتے ہو۔ اور اس نے تمھیں ان (جنگی دشمنوں) کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے اموال کا اور اس (مفتوحہ) زمین کا جس میں تم نے (پہلے) قدم بھی نہ رکھا تھا مالک بنادیا، اور اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔"

بنو قریظہ جنھوں نے غزوہ احزاب کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑ ڈالا تھا۔ جس میں یہ عہد کیا گیا تھا کہ باہر سے آنے والے حملہ آور کے مقابلے میں مسلمان اور یہودی ایک دوسرے کی مدد کریں

گے، لیکن یہودیوں نے یہ عہد توڑ ڈالا اور قریش اور اتحادی لشکروں کے ساتھ اس بات پر اتفاق کرلیا کہ وہ مسلمانوں کے پیچھے سے مدینہ پر حملہ آور ہوں گے۔

بنوقریظہ کے ارادے نہایت خطرناک تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں ناکام و نامراد کردیا۔آخر وہ قلعوں میں بند ہوکر مقابلے پر آمادہ ہوگئے۔ جب رسول اللہ ﷺ خندق سے فارغ ہوکر مدینہ واپس آئے تو ہتھیار اتار کر ابھی غسل ہی کیا تھا کہ جبریل (علیہ السلام) آئے اور کہنے لگے: ”آپ نے ہتھیار رکھ دیے، مگر ہم فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں رکھے، بنوقریظہ کی طرف چلیں۔“

چنانچہ آپ نے جا کر بنوقریظہ کا محاصرہ کرلیا۔ یہ محاصرہ ایک ماہ کے قریب جاری رہا، حتیٰ کہ وہ مقابلے سے عاجز آگئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، آخرکار وہ اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالے کرنے پر آمادہ ہوگئے، اس شرط پر کہ ان کے بارے میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو فیصلہ کریں انھیں قبول ہوگا۔

سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: (تُقْتَلُ مُقَاتِلَتُهُمْ وَ تُسْبٰى ذَرَارِيُّهُمْ) ”ان کے لڑائی کے قابل مرد قتل کردیے جائیں اور ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی و غلام بنا لیا جائے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: (قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللّٰهِ وَ رُبَّمَا قَالَ بِحُكْمِ الْمَلِكِ) ”تو نے اللہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔“ یا یہ فرمایا: ”بادشاہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا۔“

[بخاري، المغازي، باب مرجع النبي X من الأحزاب...: ۴۱۲۱]

بنونضیر (یہودیوں) کے دلوں میں صحابہ کا رعب ڈال دیا

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ

بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ﴾

[الحشر:۲]

"وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو (یعنی بنو نضیر کو) پہلی جلاوطنی میں گھروں سے (جمع کر کے مدینہ سے شام کی طرف) نکال دیا۔ تمہیں یہ گمان (بھی) نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور انہیں یہ گمان تھا کہ ان کے مضبوط قلعے انہیں اللہ (کی گرفت) سے بچالیں گے پھر اللہ (کے عذاب) نے ان کو وہاں سے آلیا جہاں سے وہ گمان (بھی) نہ کرسکتے تھے اور اس (اللہ) نے ان کے دلوں میں رعب و دبدبہ ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور اہل ایمان کے ہاتھوں ویران کر رہے تھے۔ پس اے دیدہ بینا والو! (اس سے) عبرت حاصل کرو۔"

اس آیت میں اہل کتاب کافروں سے مراد بنو نضیر ہیں جو ہارون (علیہ السلام) کی اولاد سے تھے۔ یہ لوگ رومانیوں کے ظلم سے تنگ آکر مدینہ چلے آئے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا انتظار کرتے تھے، لیکن جب آپ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو آپ سے دشمنی کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے ان سے صلح کرلی اور معاہدہ کیا کہ نہ آپ ان سے لڑیں گے اور نہ وہ آپ سے لڑیں گے، مگر انھوں نے آپ کے ساتھ کیے ہوئے اس عہد کو توڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا وہ عذاب نازل فرمایا جو ہٹایا نہیں جاسکتا اور ان پر اپنا وہ فیصلہ جاری فرمایا جسے ٹالا نہیں جاسکتا۔

اس آیت میں "اول حشر" سے مراد مدینہ سے خیبر کی طرف جلا وطن ہونا اور دوسرا حشر خیبر سے شام کی طرف ان کی جلاوطنی ہے جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ہوئی۔ آخری حشر قیامت کے دن ہوگا اور سرزمین شام ہی میدان محشر بنے گی۔

بنو نضیر کے قلعے بڑے مضبوط تھے اور وہ اپنی حفاظت کے لیے ہر طرح کا سازو سامان بھی رکھتے تھے، اس لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ وہ اپنے محلات اور قلعے چھوڑ کر جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُم مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِن فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ﴾۔ [النحل:٢٦]

"یقیناً ان لوگوں نے تدبیریں کیں جو ان سے پہلے تھے تو اللہ ان کی عمارت کو بنیادوں سے آیا۔ پس ان پر ان کے اوپر سے چھت گر پڑی اور ان پر وہاں سے عذاب آیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ انھوں نے اپنی جلاوطنی قبول کر لی اور اپنے گھروں اور مال و دولت کو چھوڑ کر وہاں سے ہمیشہ کے لیے نکل گئے۔ آگے فرمایا کہ جب انھیں اپنی جلاوطنی کا یقین ہو گیا تو سوچا کہ اب ان گھروں پر مسلمان قابض ہو جائیں گے، اس لیے انھوں نے شدت حسد میں ان گھروں کو اندر سے خراب کرنا شروع کر دیا، جبکہ مسلمان انھیں مزید تکلیف پہنچانے کے لیے ان گھروں کو باہر سے خراب کرنے لگے اور ان کے کھجور کے درختوں کو کاٹنے لگے۔

فتح خیبر کی خوشخبری

﴿وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا﴾۔ [الفتح:٢٠،١٩]

"اور بہت سے اموالِ غنیمت (بھی) جو وہ حاصل کر رہے ہیں، اور اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔ اور اللہ نے (کئی فتوحات کے نتیجے میں) تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جو تم آئندہ حاصل کرو گے مگر اس نے یہ (غنیمت خیبر) تمہیں جلدی عطا فرما دی اور (اہل مکہ، اہل خیبر، قبائل بنی اسد و غطفان الغرض تمام دشمن) لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے، اور تاکہ یہ مومنوں کے لئے (آئندہ کی کامیابی و فتح یابی کی) نشانی بن جائے۔ اور تمہیں (اطمینان قلب کے ساتھ) سیدھے راستہ پر (ثابت قدم اور گامزن رکھے۔"

﴿وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا﴾

اس سے مراد خیبر اور یہود کی دوسری بستیاں ہیں جو کسی خاص مزاحمت کے بغیر مسلمانوں کو حاصل ہوئیں۔

حدیبیہ سے آپ ذی قعدہ کے مہینے میں لوٹے ذی الحجہ اور محرم تو مدینہ شریف میں قیام رہا صفر میں خیبر کی طرف گئے اس کا کچھ حصہ تو از روئے جنگ فتح ہوا اور کچھ حصہ از روئے صلح مسخر ہوا یہ بہت بڑا علاقہ تھا اس میں کھجوروں کے باغات اور کھیتیاں بکثرت تھیں، یہیں کے یہودیوں کو آپ نے بطور خادم یہاں رکھ کر ان سے یہ معاملہ طے کیا کہ وہ باغوں اور کھیتیوں کی حفاظت اور خدمت کریں اور پیداوار کا نصف حصہ دے دیا کریں، یہاں سے آپ سالم و غنیمت لئے ہوئے واپس تشریف لائے

مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں: "خیبر مدینہ سے شمال کی طرف اسی (۸۰) میل کے فاصلے پر ایک بہت بڑا شہر تھا، جس میں کئی قلعے اور بہت سے باغات تھے۔ ابن اسحاق نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے واپس آکر مدینہ میں ذوالحجہ اور محرم کا کچھ حصہ ٹھہرے، پھر محرم کے باقی دنوں میں خیبر کی طرف نکلے۔"

[الرحیق المختوم]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

افْتَتَحْنَا خَيْبَرَ وَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَلَا فِضَّةً إِنَّمَا غَنِمْنَا الْبَقَرَ وَالْإِبِلَ وَالْمَتَاعَ وَالْحَوَائِطَ

[بخاري، المغازي، باب غزوة خيبر، ٤٢٣٤]

"ہم نے خیبر فتح کیا اور ہمیں سونا چاندی غنیمت میں نہیں ملا ہمیں صرف گائے بیل، اونٹ، سامان اور باغات غنیمت میں ملے۔"

خیبر کی فتح کے نتیجے میں مسلمانوں کو حاصل ہونے والی غنیمتوں کا اندازہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے ہوتا ہے، انھوں نے فرمایا:

مَا شَبِعْنَا حَتَّى فَتَحْنَا خَيْبَرَ

"ہم نے سیر ہو کر نہیں کھایا حتیٰ کہ خیبر فتح کیا۔"

[بخاري، المغازي، باب غزوة خيبر (٤٢٤٣)]

"جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا، اب ہم کھجوریں پیٹ بھر کر کھائیں گے۔"

اس فتح کے نتیجے میں مہاجرین کے حصے میں اتنی زمین اور باغات آئے کہ انھوں نے کھجوروں کے وہ درخت انصار کو واپس کر دیئے جو انصار نے مدینہ میں انہیں دے رکھے تھے۔

﴿وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ﴾

مسلمانوں سے لوگوں کے ہاتھ روک دینے میں مسلمانوں کی قلت کے باوجود قریش مکہ کو لڑائی سے روک دینا بھی شامل ہے اور خیبر اور دوسرے علاقوں کے یہود کو مدینہ پر حملہ آور ہونے سے روک دینا بھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ رعب تھا کہ جب مسلمانوں کی پوری جنگی قوت مدینہ سے باہر تھی، اگر اس وقت یہود اپنے حلیفوں اور منافقین کیساتھ مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوتے تو ان کے لئے میدان خالی تھا، کیونکہ وہاں عورتوں، بچوں اور معذوروں کے سوا کوئی موجود نہ تھا، مگر یہ اللہ تعالیٰ

کی قدرت کا کرشمہ تھا کہ کسی کو یہ جرأت ہی نہیں ہونے دی۔

﴿وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾۔ [الفتح:۱۸]

"اور انھیں ایک بہت ہی قریب فتح کا انعام عطا کیا۔"

عام مفسرین اس "فتح قریب" سے مراد فتح خیبر لیتے ہیں اور یہ کچھ بعید بھی نہیں مگر اہل علم کا ایک قول اس کے بارے میں یہ بھی ہے کہ اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے کیونکہ بیعت رضوان کے بعد یہی وہ بنیادی اور اہم فتح تھی جس سے مسلمانوں کے لئے دوسری تمام فتوحات کے راستے کھل گئے اور اس کے کچھ ہی عرصہ بعد خیبر فتح ہوا پھر مکہ مکرمہ کی فتح ہوئی، حتیٰ کہ پورا جزیرہ عرب رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اسلام کے زیر نگیں آ گیا۔ اس سورت کی ابتدا میں اس صلح ہی کو فتح مبین فرمایا ہے۔

﴿فَجَعَلَ مِن دُونِ ذَٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا﴾۔ [الفتح:۲۷]

"اس فتح سے پہلے اس نے ایک قریبی فتح (خیبر) تمھیں عطا فرمادی۔"

بعض لوگوں نے یہاں ﴿فَتْحًا قَرِيبًا﴾ سے "فتح خیبر" مراد لیا ہے، اکثر لوگوں کی رائے یہی ہے کہ اس سے مراد "صلح حدیبیہ" ہے۔

صلح حدیبیہ جو کہ اصل میں فتح مبین تھی اور اس کے کچھ ہی بعد فتح خیبر سے بھی نوازا۔ [المراغی، الجامع وغیرہ]

فتح مکہ کی خوشخبری

﴿لَا أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَأَنتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ﴾

میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں۔ اور آپ اس شہر کو حلال بنانے والے ہیں۔"

اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے جس میں اس وقت، جب اس سورت کا نزول ہوا، نبی

کریم کا قیام تھا۔ آپ کا مولد بھی یہی شہر تھا، یعنی اللہ نے آپ ﷺ کے مولد و مسکن کی قسم کھائی۔

اگر "حِلٌّ" کا معنی "رہنے والا" کیا جائے تو آیت کا معنی یہ ہوگا کہ میں اس شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں، بحالیکہ آپ اس میں قیام پذیر ہیں۔

اگر اس آیت کا معنی یہ کیا جائے "اور آپ کے لیے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے" تو پھر اس آیت میں آپ کو فتح و کامرانی کی خوشخبری دی گئی ہے کہ عنقریب آپ بحیثیت فاتح داخل ہوں گے۔

یہ استثنائی حکم آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھا۔ مکہ نہ آپ سے پہلے کسی کے لیے حلال بنایا گیا اور نہ آپ کے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا۔

اس آیت میں آپ ﷺ کو تسلی بھی دی گئی ہے اور ایک بہت بڑی پیشین گوئی بھی ہے جو اس وقت کی گئی جب مسلمان کافروں کے ظلم و جور کی چکی میں پس رہے تھے اور اس وقت کسی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی۔ مگر اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ پیشین گوئی ۸ ھ میں سو فیصد پوری ہوئی۔

ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہجرت کے وقت جب نبی ﷺ مکہ سے نکل کر جحفہ پہنچے تو آپ ﷺ کے دل میں مکہ کا اشتیاق پیدا ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (شوکانی) اس میں فتح مکہ کی خوشخبری دی ہے۔ (قرطبی)

"سیدنا عبداللہ بن عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حزورہ کے مقام پر کھڑے ہوئے دیکھا، آپ یہ فرما رہے تھے:
"(اے مکہ!) اللہ کی قسم! تو اللہ کی ساری زمین سے بہتر اور افضل ہے اور اللہ کے نزدیک اللہ کی ساری زمین سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کی قسم! اگر مجھے تیرے اندر سے نکالا نہ جاتا تو میں (کبھی) نہ نکلتا۔"

[ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل مکۃ: ۳۹۲۵۔ ابن ماجہ، فضل مکۃ: ۳۱۰۸]

ایک جگہ فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ﴾

[القصص:۸۵]

"بے شک جس نے تجھ پر یہ قرآن فرض کیا ہے وہ ضرور تجھے ایک لوٹنے کی جگہ کی طرف واپس لانے والا ہے۔"

اس ایت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو عظیم الشان خوش خبری عطا فرمائی ہے۔یعنی جس اللہ نے آپ پر قرآن پر عمل کا اور اس کی دعوت کا فریضہ عائد کیا ہے وہ آپ کی محنت و مشقت اور ادائیگی فرض کے نتیجہ میں آپ کو ایک عظیم الشان انجام تک پہنچانے والا ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں اس طرح کہ آپ اس شہر مکہ سے ہجرت کریں گے اور دوبارہ پھر اس میں واپس آئیں گے اور اس شاندار طریقے سے آئیں گے کہ پورا جزیرۂ عرب آپ کے زیرنگین ہوگا۔ جیسا کہ صحیح بخاری (۴۷۷۳) میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس "مَعَادٍ" سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ چناچہ ہجرت کے آٹھویں سال اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوگیا اور آپ فاتحانہ شان سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، اور آخرت میں عظیم الشان مقام محمود پر پہنچانے والا ہے، جس کی وجہ سے پہلے اور پچھلے سب آپ پر رشک کریں گے۔ اسے "معاد" اس لیے فرمایا کہ قرآن مجید میں آخرت کو سب کے لیے لوٹنے کی جگہ قرار دیا ہے،

﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا﴾

"بیشک ہم نے آپ کو فتح دی ایک واضح فتح۔"

فتح مکہ کے دن بڑی خوش آوازی سے اونٹنی پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ نے اس سورۃ کو پڑھا اور اس سورۃ کے نازل ہونے کے وقت صلح حدیبیہ کے باب میر جب حضرت عمر (علیہ السلام) نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا حضرت یہ صلح فتح

ہے تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا: ہاں۔

﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾

"جب اللہ کی مدد اور فتح آپہنچے۔

عرب کے قبائل اسلام قبول کرنے کے لئے فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے، ان کا کہنا تھا کہ اگر یہ اپنی قوم پر غالب آگیا تو بلاشبہ وہ نبی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ہاتھوں سے مکہ فتح فرما دیا تو وہ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد دو سال نہیں گزرے تھے کہ سارا عرب مسلمان ہو گیا اور تمام قبائل میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو اسلام کا اقرار نہ کرتا ہو۔ (الحمد للہ)

عمرہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب مکہ فتح ہوا تو ہر قوم نے چاہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر پہلے اسلام قبول کرلے اور تمام قبائل اپنے مسلمان ہونے کے لئے فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اسے اور اس کی قوم کو چھوڑ دو، اگر یہ ان پر غالب آگیا تو بلاشبہ وہ نبی ہے۔

[دیکھیے بخاری، المغازی، باب: ۴۳۰۲]

مدینہ سے روانہ ہوئے تو لشکر کی تعداد چار ہزار تھی۔ راستہ میں حلیف قبائل ملتے گئے اور مکہ پہنچنے تک دس ہزار کا جرار لشکر آپ کے ہمرکاب تھا۔

کئی فتوحات کی بشارت

﴿وَأُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا﴾۔ [الفتح:۲۱]

"اور دوسری (مکہ، ہوازن اور حنین سے لے کر فارس اور روم تک کی بڑی فتوحات) جن پر تم قادر نہ تھے بیشک اللہ نے (تمہارے لئے) ان کا بھی احاطہ فرما لیا ہے، اور اللہ ہر چیز پر بڑی قدرت رکھنے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے ان غنیمتوں کے علاوہ جن کا اوپر ذکر ہوا، کئی اور غنیمتوں کا بھی وعدہ فرمایا ہے جن پر تم قادر نہیں ہوئے، مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں گھیرے میں لے لیا ہے۔ اس سے مراد سب سے پہلے فتح مکہ ہے جو فتح الفتوح تھی۔ اور اس کے بعد مسلمانوں کو جو فتوحات حاصل ہوئیں، جن میں ثقیف و ہوازن کی فتح اور تبوک وغیرہ کی فتح بھی شامل ہیں۔ روم و فارس، مصر و شام، ہند و سندھ اور زمین کے مشرق و مغرب کے وہ تمام ممالک بھی جو قیامت تک مسلمانوں کے قبضے میں آنے والے تھے۔

﴿قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا﴾

یہ اس سوال کا جواب ہے جو یہاں پیدا ہوسکتا تھا کہ مدینہ کی بستی کے یہ چودہ پندرہ سو آدمی، جن کے پاس اسلحہ اور دوسری ضروریات حتیٰ کہ سامان خورد و نوش کی بھی کمی ہے، اتنی کثیر فتوحات اور غنیمتیں کیسے حاصل کرسکتے ہیں، جب کہ پورا عرب ان کے خلاف ہے، جن کے پاس آدمیوں، اسلحے اور ساز و سامان کی فراوانی ہے؟ فرمایا یہ لوگ واقعی وہ فتوحات اور غنیمتیں حاصل نہیں کرسکتے، مگر جب اللہ تعالیٰ نے ان کا گھیرا کرلیا ہو اور انھیں مسلمانوں کو عطا فرمانا چاہتا ہو تو پھر کون ہے جو اسے روک سکے؟ اور اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر اہل ایمان سے وعدہ کیا ہے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے زمین کی خلافت کا وعدہ

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْــــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۵۵﴾

[النور: ۵۵]

"اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔"

یہ آیت خلفائے راشدین کی خلافت کے برحق ہونے کی بہت بڑی اور واضح دلیل ہے، کیونکہ اس کے سب سے پہلے مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تھے اور اللہ تعالیٰ نے انھی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾

کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا جو "تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے۔" اس لیے اس آیت کے سب سے پہلے مصداق بھی وہی ہیں اور کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں خلافت بخشی، ان کے زمانے میں دین غالب ہوا، اللہ کی حدود قائم ہوئیں، مسلمانوں کو امن میسر رہا اور تمام دنیا کے کافر مرعوب و مقہور رہے۔ ان کے بعد بھی جن خلفاء نے جہاد جاری رکھا، اللہ کی حدود پر عمل کیا اور کسی بھی قسم کے شرک سے آلودہ نہیں ہوئے، وہ بھی اس کے مصداق ہیں اور ان کے زمانے میں بھی دین غالب رہا اور مسلمانوں کو امن کی نعمت میسر رہی۔ آئندہ جو لوگ ان اوصاف سے آراستہ ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھی یہ وعدہ پورا فرمائے گا۔

مخلص مومن جو اعمال صالحہ سے آراستہ ہیں، ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ

انھیں عرب و عجم کے کفار و مشرکین کی زمین کا وارث بنائے گا، وہ اس کے جانشین اور حکمران ہوں گے، جیسا کہ اس نے اس سے پہلے کفار و مشرکین کے بعد بنی اسماعیل اور بنی اسرائیل کو جزیرۂ عرب، مصر اور شام کی حکومت بخشی۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے کیا ہوا یہ وعدہ بہت تھوڑے عرصے میں پورا فرما دیا، ہجرت کے بعد دس سال کے اندر، جب کہ ابھی رسول اللہ ﷺ زندہ تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ، خیبر، بحرین، یمن اور پورے جزیرۂ عرب پر فتح عطا فرما دی۔ آپ ﷺ ہجر کے مجوسیوں اور شام کے کئی علاقوں سے جزیہ وصول کرنے لگے، روم کے بادشاہ ہرقل، مصر کے بادشاہ مقوقس اور حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے آپ کی خدمت میں ہدیے ارسال کیے۔ جب رسول اللہ ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے تو خلفائے اسلام نے یہ ذمہ داری سنبھالی اور آپ ﷺ کے طریقے پر چل کر انھوں نے مشرق و مغرب کا بہت سا حصہ فتح کر لیا۔ اس وقت کے سب سے مضبوط حکمران کسریٰ کے تخت پر قبضہ کر لیا اور قیصر کو اس کے مملوکہ علاقوں شام وغیرہ سے ایسا نکالا کہ اسے قسطنطنیہ میں پناہ لینا پڑی۔ مشرق میں چین اور مغرب میں افریقہ تک اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ مسلمان ان کی گردنوں اور ان کے خزانوں کے مالک بن گئے اور رسول اللہ ﷺ کی یہ پیش گوئی پوری ہوئی:

(إِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا، وَ إِنَّ أُمَّتِيْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِيْ مِنْهَا، وَ أُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَ الْأَبْيَضَ)

”اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین لپیٹ دی تو میں نے اس کے تمام مشرق اور مغرب دیکھ لیے اور میری امت کی سلطنت اس کے ان مقامات تک پہنچے گی جو مجھے لپیٹ کر دکھائے گئے اور مجھے سرخ اور سفید دو خزانے عطا کیے گئے۔“

[صحیح مسلم، الفتن، باب هلاك هذه الأمة بعضهم ببعض: ۲۸۸۹]

﴿وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ﴾

یہ دوسرا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے ان کے اس دین کو اقتدار بخشے گا جو اس نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے، یعنی مسلمانوں کو ایسا اقتدار ملے گا جس میں کسی اور آئین و قانون کا نہیں بلکہ اللہ کے دین اسلام کا مکمل غلبہ ہوگا، اس میں اللہ کی باتِ سب سے اونچی اور اس کا بول سب سے بالا ہوگا۔ دین کا یہ اقتدار پوری دنیا پر ہوگا۔

اس پیش گوئی کا اکثر حصہ خلفائے راشدین، خلفائے بنی امیہ اور عثمانی خلفاء کے ہاتھوں پورا ہوا اور جو رہ گیا ہے وہ بھی پورا ہو کر رہے گا، مسلمانوں میں دین کی طرف رجوع اور جذبہ جہاد کی بیداری آنے والی صبح روشن کی نوید ہیں۔

﴿وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا﴾

یہ تیسرا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو خوف کی حالت بدل کر امن عطا فرمائے گا۔ جہاد کی بدولت کفار یا تو اسلام قبول کر کے اس کے محافظ بن جائیں گے، یا محکوم ہو کر جزیہ دیں گے۔ اللہ کے احکام پر عمل کی بدولت خوش حالی کا دور دورہ ہوگا اور حدود اللہ کے نفاذ کی برکت سے اسلام کے زیر نگیں تمام علاقے امن کی نعمت سے فیض یاب ہوں گے۔

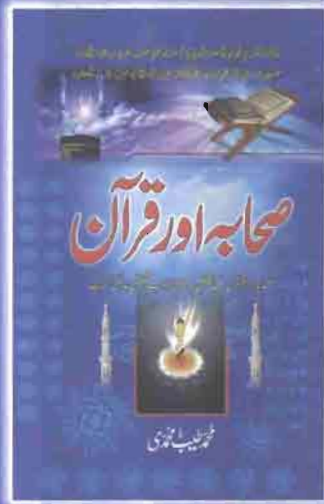
- نبی ﷺ کے بعد جو صحابہ رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے وہ مہاجرین وسابقین میں سے تھے یعنی ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اور ان حضرات کے ذریعے دین کو قوت ملی، اللہ تعالیٰ نے وہ اسلامی شوکت وغلبہ تمکنت و اقتدار عطاء فرمایا، کہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں انکے ہاتھ میں آئیں اور اس وقت روئے زمین پر یہی دو سلطنتیں سب سے بڑی تھیں، عہد فاروقی میں دونوں زیر وزبر ہو گئیں اور آپکے زمانے میں بلاد شام اور بلاد عراق اور بلاد مصر اور اکثر اقلیم فارس فتح ہو گئے

اور دن بدن دائرہ فتوحات وسیع تر ہوتا چلا گیا عثمان کے بارہ سالہ دور خلافت میں غازیان اسلام نے برو بحر پر غلبہ پالیا اور عثمانی فوجیں پرچم فتح ونصرت لہراتے ہوئے کابل ، قندھار تک پہنچ گئیں دنیا میں جو سلطنت باقی رہ گئی وہ اس قابل نہ تھی کہ اسلامی حکومت کے مقابلے میں سر اٹھا سکے اور اسی کا نام اقتدار اعلیٰ ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

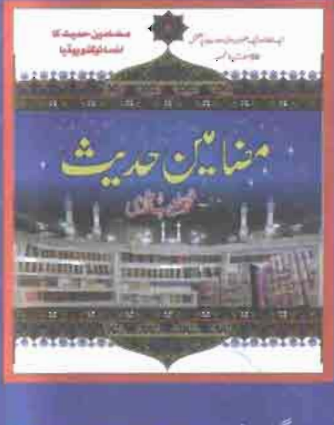
وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

یادداشت



قرآن مجید کا تعلق صحابہ کرام سے کیسا رہا ہے، اس کتاب کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے آسمان سے قرآن اترتا زمین پر وہ عمل کرتے، قرآن کچھ چیزوں سے منع کرتا تو ان سے رک جاتے، قرآن کی کسی بات کی سمجھ نہ آتی تو پریشان ہوجاتے پھر قرآن اترتا پریشانی کافور ہوجاتی، ان کو مسائل پیش آتے تو کے حل کے لیے قرآن اترتا، قرآن ان کی تربیت کرتا، کبھی تو قرآن ان کے اعمال کی قبولیت کی بشارتیں سناتا، یہ لوگ ہر وقت اس کی تلاوت کرتے، زندگی میں کوئی مسئلہ درپیش آتا تو قرآن سے پوچھتے، اس کو سمجھنے کے لیے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے رہتے، اور آپ سے پوچھتے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قرآن سکھاتے، قرآن کی حفاظت کے لیے اس کو اپنے سینوں میں محفوظ کرتے، اور اس کو چمڑے اور ہڈیوں پر لکھتے، اس لیے انھوں نے کاتب وحی کا لقب بھی پایا، اور ان میں سے ایسے ہیں جن کی رائے کا احترام کرتے ہوئے آسمان سے قرآن اترتا، ان کو اس کی ہر ہر آیت کا علم ہوتا کہ یہ کب اور کہاں اور کس کے متعلق نازل ہوئی ہے، یہ اس کو سمجھنے کے لیے مجالس کا انعقاد کرتے، نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن سنتے، آپ کی قرات کو محفوظ رکھتے، انھوں نے قرآن کو اپنی آنکھوں سے اترتا دیکھا ہے، یہ قرآن کے گواہ ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی کیفیت کا انھوں نے مشاہدہ کیا ہے، پھر قرآن ان کی شان میں اترا، ان کے دفاع میں اترا، ان کے اوصاف میں اترا، ان کے کمالات پر اترا۔

ان ساری چیزوں کو اس کتاب میں دلائل کے ساتھ 30 ابواب میں الگ الگ بیان کیا گیا ہے، لالچ ہے کہ صحابہ کرام کا ساتھ مل جائے۔ آمین



مؤلف کی ایک اور کاوش

خطبات اور دروس کیلئے احادیث سے

ایک ہی جملہ اور ایک ہی عنوان پر مشتمل 50 مضامین

ادارہ تحقیقات سلفیہ آبادی محبوب عالم نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ 0300-7453436